تحقیق الفتوی فی ابطال الطغوی

شفاعتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

یا ایہا المزمل یا ایہا المدثر یس والقرآن الحکیم

تصنیف
امام حکمت و کلام علامہ محمد فضل حق خیرآبادی رحمۃ اللہ علیہ

ترجمہ
بقیۃ السلف شیخ الحدیث علامہ محمد عبد الحکیم شرف قادری رحمۃ اللہ علیہ

مکتبہ زین العابدین

تحقيق الفتوى فی إبطال الطغوى

شفاعت مصطفٰی

صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم

مع ضمیمہ

تحریر اوّل از: علامہ محمد فضل حق خیر آبادی

بردّ عبارت "تقویۃ الایمان"

تصنیف: امام حکمت وکلام علامہ محمد فضل حق خیر آبادی رحمہ اللہ تعالیٰ

ترجمہ وتقدیم: شرف ملت علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری

مکتبۂ قادریہ۔ لاہور

مکتبۂ زین العابدین

marfat.com

جملہ حقوق محفوظ

نام کتاب .... تحقیق الفتوی فی ابطال الطغوی
ترجمہ .... شفاعت مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم
تصنیف .... علامہ محمد فضل حق خیرآبادی رحمہ اللہ تعالیٰ
اردو ترجمہ .... علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری
پروف ریڈنگ .... جناب محمد عالم مختار حق صاحب
سن تصنیف .... ۱۸ رمضان المبارک ۱۲۴۰ھ/ ۱۸۲۵ء
اشاعت سوم .... رمضان المبارک ۱۴۲۱ھ/ 2000ء
کتابت .... مولانا شاہ محمد چشتی نظامی
تعداد .... گیارہ سو
اشاعت چہارم 2011ء
قیمت .... =/300

ملنے کا پتا

مکتبۂ قادریہ ۔ لاہور
مکتبۂ زین العابدین

marfat.com

فہرست (اُردو ترجمہ)

کلمۂ افتتاح	۷
استفتاء	۶۷
جواب	۷۱
مقام اول	۷۲
شفاعت کے اقسام	//
شفاعتِ وجاہت	//
شفاعت محبت	۷۴
شفاعت اور دعا	۷۸
انبیاء و اولیاء کی دعاؤں کی قبولیت	۷۹
شفاعتِ بالاذن	۸۲
ایک شبہ کا ازالہ	۸۴
محبوب خدا صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی شفاعت	۸۵
مقام مصطفےٰ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم	//
آیاتِ مبارکہ	//
احادیثِ طیبہ	۹۶
شفاعتِ مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم	۱۱۱
تقویۃ الایمان کی عبارت پرگفتگو (چودہ وجوہ سے)	۱۳۴
ایک سوال اور اس کا جواب	۱۳۶
مقامِ ثانی (تقویۃ الایمان کی گستاخانہ عبارت کے رد میں)	۱۵۲

marfat.com

امکان نظیر کا مطلب ۱۵۲
وجہ اول (سے تردید) ۱۵۳
امتناع نظیر پر دلیل ۱۵۵
امکان کذب کی دلیل اور اس کا رد ۱۵۷
محمد قاسم نانوتوی کا عقیدہ ختم نبوت سے انحراف (حاشیہ) ۱۵۸
محمود حسن کا اللہ تعالےٰ کے لئے تمام قبائح کا امکان ماننا (حاشیہ) ۱۵۹
وجہ ثانی (امتناع نظیر کی دوسری دلیل) ۱۶۲
ممتنع بالذات قدرت کے تحت داخل نہیں ۱۶۳
اس قاعدہ پر ایک شبہ اور اس کا جواب
"ان اللہ علی کل شئ قدیر" کا مطلب ۱۶۴
امکان نظیر کی عقلی دلیل اور اس کا جواب ۱۶۷
ایک اعتراض کا جواب ۱۶۹
امکان نظیر کی نقلی دلیل اور اس کا جواب ۱۷۰
امکان نظیر کی دوسری نقلی دلیل اور اس کا رد ۱۷۳
ایک شبہ کا ازالہ ۱۷۵
مقام ثالث (تقویۃ الایمان کی عبارت تنقیص شان ہے) ۱۷۷
تعظیم یا توہین پر کلام کی دلالت کا معیار "
تقویۃ الایمان کی عبارت میں توہین کے چودہ پہلو ۱۸۶
عذر گناہ اور اس کا رد ۱۹۷
ایک اور قلابازی اور اس کا علاج ۱۹۹
اہل ایمان کا عقیدہ ۲۰۶

marfat.com

مقامِ رابع ۲۰۹
حبِ مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کے بغیر ایمان متصور نہیں ۲۱۰
علاماتِ محبت ۲۱۱
نبی اکرم صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی بے ادبی کفر ہے ۲۱۴
امامِ مالک کا ابوجعفر منصور سے مکالمہ //
ذکرِ مصطفےٰ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی تعظیم ۲۱۵
صحابۂ کرام اور تعظیمِ مصطفےٰ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم ۲۱۶
تابعین اور تعظیمِ مصطفےٰ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم ۲۲۰
نبی اکرم صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم سے نسبت رکھنے والی اشیاء کا احترام صحابہ کی نظر میں ۲۲۱
سنگ و شجر کی سلامی ۲۲۷
استنِ حنانہ کی فراق میں آہ و زاری ۲۲۸
نبیِ رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ۲۳۱
اتباعِ رسول تقاضائے محبت ہے ۲۳۲
بے حبِ مصطفےٰ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم اتباع معتبر نہیں ۲۳۴
تنقیصِ شان کے مرتکب کا حکم //
بلا ارادہ تنقیص کے مرتکب کا حکم ۲۳۹
اعتراض اہلِ قبلہ کی تکفیر ممنوع ہے اور اس کا جواب ۲۴۲
خلاصۂ فتویٰ ۲۴۶
خاتمہ ۲۴۸
علمائے اعلام کی تائیدی مہریں ۲۵۰

marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کلمۂ افتتاح

سرزمینِ ہند (متحدہ پاک و ہند) وہ مردم خیز خطہ ہے جہاں سے پیدا ہونے والے عظیم رجال کے افکار و تعلیمات نے ایک عالم کو روشنی بخشی، ان کے علوم و معارف رہتی دنیا تک قلوب و اذہان کو تابندگی اور ایمان و عمل کو تازگی بخشتے رہیں گے۔ متحدہ پاک و ہند کی تاریخ میں دانش و حکمت کے مینار بھی دکھائی دیں گے، علم و عرفان کے بحرِ بیکراں بھی ملیں گے اور حریت و آزادی کے پیکر بھی نظر آئیں گے اور بعض ایسی جامع الصفات ہستیاں بھی سامنے آئیں گی کہ انہیں جس پہلو سے بھی دیکھا جائے، منفرد اور یگانہ معلوم ہوں گے۔ شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی، امامِ ربانی مجدّدِ الفِ ثانی، شاہ ولی اللہ محدث دہلوی، شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی، شاہ فضلِ حق خیرآبادی، امام احمد رضا بریلوی، مولانا سیّد محمد نعیم الدین مرادآبادی، پیر سیّد مہر علی شاہ گولڑوی اور پیر سیّد جماعت علی شاہ علی پوری (قدست اسرارہم) وہ حضرات ہیں جن کی علمی فضیلت اور قائدانہ بصیرت سے کوئی باخبر شخص انکار نہیں کرسکتا اور کوئی انصاف پسند مؤرخ ان حضرات کی دینی و سیاسی خدمات کو نظرانداز نہیں کرسکتا۔

درج ذیل سطور میں بطلِ حریت، امامِ منطق و حکمت مولانا شاہ محمد فضل حق خیرآبادی کا مختصر تعارف پیش کیا جاتا ہے اس کے بعد پیشِ نظر کتاب "تحقیق الفتویٰ" کے بارے میں کچھ عرض کیا جائے گا۔

marfat.com

شاہ فضلِ حق خیرآبادی

۱۲۱۲ھ/۱۷۹۷ء میں دہلی میں پیدا ہوئے۔ آپ کا سلسلۂ نسب ستیس واسطوں سے سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک پہنچتا ہے اسی لئے آپ کفار، مبتدعین اور بدمذہبوں سے کسی قسم کی رواداری کے قائل نہ تھے۔ آپ کے والدِ ماجد مولانا فضلِ امام خیرآبادی، شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کے ہم عصر اور اکابر علماء میں شمار ہوتے تھے۔ دہلی میں صدر الصدور تھے، ہاتھی کی پالکی پر کچہری آتے جاتے، شاہ فضلِ حق خیرآبادی کی تعلیم کا سلسلہ جاری رکھتے۔ جب ان کی تعلیم مکمل ہوگئی تو انہیں درسِ حدیث کے لئے شاہ عبدالقادر محدث دہلوی کے سپرد کر دیا، علامہ نے ان کے علاوہ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی سے بھی استفادہ کیا۔

جب مولانا فضل امام خیرآبادی، علامہ کو شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کے سپرد کرنے گئے تو انہوں نے دورانِ گفتگو فرمایا: فضلِ حق کو شعر وشاعری کا بھی شوق ہے، شاہ صاحب نے فرمایا: کچھ اپنا کلام سناؤ، علامہ نے امرؤ القیس کی زمین میں ایک قصیدہ سنایا، شاہ صاحب نے ایک لفظ کے بارے میں فرمایا: یہ غریب ہے یعنی کلامِ عرب میں کم استعمال ہوتا ہے۔ علامہ نے برجستہ مسلم شعراء کے بیس ایسے اشعار سنائے جن میں وہی لفظ استعمال کیا گیا تھا، ابھی کچھ اور سنانے کا ارادہ تھا کہ والدِ ماجد نے منع کر دیا اور فرمایا: بس حدِ ادب! علامہ نے عرض کیا یہ تفسیر وحدیث کا کوئی مسئلہ نہیں ہے، یہ شعر وشاعری ہے اس میں بے ادبی کا کیا سوال؟ حضرت شاہ صاحب نے فرمایا: صاحبزادے تم صحیح کہتے ہو مجھے سہو ہوا ہے۔

اس سے بھی زیادہ حیرت انگیز واقعہ اس وقت پیش آیا جب شاہ عبدالعزیز

marfat.com

محدث دہلوی نے شیعہ کے رد میں تحفہ اثنا عشریہ لکھا تو ہندوستان سے ایران تک دنیائے رفض میں زلزلہ آگیا، میر باقر داماد کی اولاد سے ایک شیعہ مجتہد کتابوں کا انبار لے کر شاہ صاحب سے مناظرہ کرنے کے لئے ایران سے دہلی پہنچا اور شاہ صاحب کے ہاں فروکش ہوا، علامہ فضل حق خیر آبادی کو پتہ چلا تو وہ بھی مجتہد صاحب سے ملاقات کرنے پہنچ گئے۔ خیر و عافیت دریافت کرنے کے بعد جو باہم گفتگو ہوئی وہ کچھ اس طرح تھی :۔

مجتہد : صاحبزادے! (اس وقت علامہ کی عمر بارہ سال تھی) کیا پڑھتے ہو؟

علامہ : شرح اشارات اور افق المبین وغیرہ کتب کا مطالعہ کیا کرتا ہوں۔

مجتہد : (حیرت سے) کیا تم افق المبین کے فلاں مقام کی تقریر کر سکتے ہو؟

علامہ : ہاں! اور نہ صرف اس مقام کی تقریر کر دی بلکہ اس پر چند اعتراض بھی کر دئے۔

مجتہد : جواب دینے کی کوشش کرتا ہے۔

علامہ : جواب کو کئی وجہ سے رد کر دیتے ہیں اور پھر افق المبین کی ایسی تقریر کرتے ہیں کہ تمام اعتراضات کا جواب بھی اس میں آجاتا ہے۔

مجتہد : تعجب سے اس نوعمر منطقی کو دیکھتا رہ جاتا ہے۔

علامہ : (رخصت ہوتے ہوئے) میں شاہ صاحب کے ادنیٰ تلامذہ میں سے ہوں۔

ایرانی مجتہد نے سوچا کہ جہاں نوعمر بچوں کا مبلغ علم یہ ہے وہاں شیخ مکتب کا حال کیا ہوگا اور پھر صبح سویرے ہی اپنا ساز و سامان سمیٹ کر رخصت ہوگیا۔ صبح ہوئی تو شاہ صاحب نے خادم بھیج کر مہمان کے بارے میں دریافت کیا تو پتہ چلا کہ وہ رات ہی کو جاچکا ہے، جب صورت حال معلوم ہوئی تو علامہ کو شفقت آمیز عتاب سے فرمایا کہ تمہیں مہمان سے ایسا سلوک نہیں کرنا چاہیے تھا، وہ ہمارا مہمان تھا ہم

maarfat.com

خود سمجھ لینے سے[1]

۱۲۲۵ھ/۱۸۰۹ء میں علامہ فضل حق خیر آبادی، تیرہ سال کی عمر میں تمام علوم و فنون سے فارغ ہو گئے، بعد ازاں چار ماہ اور کچھ دنوں میں قرآن پاک حفظ کیا اور سلسلۂ عالیہ چشتیہ میں حضرت دھومن شاہ دہلوی کے دستِ مبارک پر بیعت ہوئے۔

علامہ فضل حق خیر آبادی علوم عقلیہ و نقلیہ میں تمام معاصرین پر فوقیت رکھتے تھے۔ علم کلام، اصولِ فقہ اور علوم ادبیہ میں انہیں تخصص حاصل تھا، منطق و حکمت میں درجۂ اجتہاد پر فائز تھے اور کوئی ہمعصر ان کا ہم پلّہ نہ تھا۔

سر سید لکھتے ہیں :-

"جمیع علوم و فنون میں یکتائے روزگار ہیں اور منطق و حکمت کی تو گویا انھیں کی فکرِ عالی نے بنا ڈالی ہے، علمائے عصر بل فضلائے دہر کو کیا طاقت ہے کہ اس سرگروہِ اہلِ کمال کے حضور میں بساطِ مناظرہ آراستہ کر سکیں۔ بارہا دیکھا گیا کہ جو لوگ آپ کو یگانۂ فن سمجھتے تھے، جب ان کی زبان سے ایک حرف سنا، دعوائے کمال کو فراموش کر کے نسبتِ شاگردی کو اپنا فخر سمجھے"[2]

منشی محمد جعفر تھانیسری لکھتے ہیں :-

"مولوی فضلِ حق معقولی خیر آبادی جو اس زمانے میں حاکمِ اعلیٰ شہر دہلی کے سر رشتہ اور علمِ منطق کے پتلے اور افلاطون و سقراط و

---

[1] عبدالشاہد خاں شروانی : باغی ہندوستان (مکتبہ قادریہ، لاہور) ص ۸ - ۷۷

[2] سر سید : مقالاتِ سر سید حصہ شانزدہم (مطبوعہ مجلس ترقی ادب، لاہور) ص ۱۴۸

بقراط کی غلطیوں کی تصحیح کرنے والے تھے" [1]

حکیم عبدالحی لکھنوی مؤرخ لکھتے ہیں :-

"احد الاساتذة المشهورين لم يكن له نظير فی زمانه فی الفنون الحكمية و العلوم العربية" [2]

(علامہ فضل حق خیرآبادی) مشہور استاذ تھے فنونِ حکمیہ اور علومِ عربیہ میں ان کا کوئی ہم پلہ نہ تھا۔

علامہ فضل حق خیرآبادی علومِ دینیہ کے متبحر عالم ہونے کے ساتھ ساتھ شعر و ادب کا نہایت گہرا ذوق رکھتے تھے، ان کے چار ہزار سے زائد اشعار، عربی ادب کا قیمتی سرمایہ ہیں، اگرچہ خود اردو میں طبع آزمائی نہیں فرماتے تھے تاہم بحیثیت نقاد کے آپ کی رائے سند کا درجہ رکھتی تھی، مرزا غالب ان کے مشوروں کو قدر کی نگاہ سے دیکھتے تھے، غالب کا موجودہ اردو دیوان علامہ فضلِ حق خیرآبادی اور مرزا خانی ہی کا انتخاب ہے۔

مولانا محمد الدین فوق لکھتے ہیں :

"قصائدِ غرا آپ کے امرأ القیس اور لبید کے قصائد پر فوقیت رکھتے ہیں، نظم و نثر میں آپ کو اس قدر مہارت تھی کہ بلا مبالغہ شاید سلف و خلف میں چند آدمی آپ کے ہم پلہ ہوئے ہوں گے" [3]

پروفیسر یوسف سلیم چشتی لکھتے ہیں :-

---

[1] محمد جعفر تھانیسری، منشی : حیات سید احمد شہید (سوانح احمدی) مطبوعہ نفیس اکیڈمی کراچی، ص ۳۰۴

[2] عبدالحی لکھنوی، حکیم مؤرخ : نزہۃ الخواطر (مطبوعہ حیدرآباد دکن) ج ۷، ص

[3] محمد الدین فوق : روضۃ الادبا، ص ۸۹

marfat.com

"ادب و حکمت کی جن بلندیوں پر مولانا فضل حق خیرآبادی پہنچے، غالب ان کا تصور بھی نہیں کر سکتے تھے، ان کی حیثیت مولانا کے سامنے سامنے طفلِ مکتب سے زیادہ نہیں ہے ع

چہ نسبت خاک را با عالمِ پاک

...... سچ تو یہ ہے کہ جب تک فضلِ حق شامل نہ ہو انسان مولانا کے مرتبہ سے آگاہ نہیں ہو سکتا۔" ؎۱

خود غالب نے علامہ کی جلا وطنی اور غریب الوطنی کی شہادت پر جس رنج و غم اور عقیدت کا اظہار کیا ہے، دیکھنے سے تعلق رکھتا ہے:-

"فخرِ ایجاد و تکوین مولانا فضلِ حق ایسا دوست مر جائے، غالب نیم مردہ، نیم جاں رہ جائے ؎

مرتے ہیں آرزو میں مرنے کی
موت آتی ہے پر نہیں آتی
آگے آتی تھی حالِ دل پہ ہنسی
اب کسی بات پر نہیں آتی ؎۲

علومِ دینیہ سے فراغت کے بعد علامہ دہلی، جھجر، ٹونک اور الور میں بلند مناصب پر فائز رہے، لکھنؤ اور رامپور میں منصبِ صدارت کو زینت بخشی، اس کے باوجود فارغ اوقات میں تشنگانِ علم کو سیراب کرتے۔ آپ کے فیض یافتہ بیشمار علما آسمانِ علم و فضل پر مہر و ماہ بن کر چمکے اور ایک عالم کو فیضیاب کیا۔ آج ہند و پاک کا

؎۱ یوسف سلیم چشتی، پروفیسر : مقدمہ شرح دیوانِ غالب ، ص ۲-۱۶۱

؎۲ نادم سیتاپوری : غالبِ نام آورم (مطبوعہ لاہور) ، ص ۹۴

marfat.com

شاید ہی کوئی مدرسہ ہو گا جہاں آپ کا فیض جاری نہ ہو۔

آپ کے چند تلامذہ کے اسماء پیش کیے جاتے ہیں :۔

۱۔ علامہ عبدالحق خیرآبادی (فرزند)

۲۔ مولانا علامہ ہدایت اللہ خاں جونپوری (استاذ صدرالشریعہ مولانا امجد علی اعظمی صاحب بہارِ شریعت)

۳۔ محب الرسول مولانا شاہ عبدالقادر بدایونی

۴۔ مولانا فیض الحسن سہارنپوری

۵۔ مولانا ہدایت علی بریلوی

۶۔ مولانا محمد عبداللہ بلگرامی

۷۔ مولانا عبدالعلی رامپوری (استاذ امام احمد رضا بریلوی)

۸۔ نواب یوسف علی خاں رامپوری

۹۔ نواب کلب علی خاں رامپوری

علامہ فضلِ حق خیرآبادی نے مختلف مناصب کی معروفیات اور درس و تدریس کے اشغال کے باوجود تصانیف کا قابلِ قدر ذخیرہ یادگار چھوڑا۔ یہ تصانیف اپنے مصنف کے علمی تبحر، قوتِ استدلال، زورِ بیان اور کمالِ فصاحت و بلاغت پر شاہدِ عادل ہیں۔ انہوں نے اپنی نگارشات میں ایسی تحقیقات پیش کی ہیں جن کے مطالعہ سے اہلِ علم کو وجد آ گئے، پھر لطف یہ کہ وہ زیادہ تر اپنے ذہنِ رفیع کے نتائج قلم بند کرتے ہیں، بعض لوگوں کی طرح یہ نہیں کرتے کہ دوسروں کی عبارتیں نقل کر کے نیچے اپنا نام لکھ دیں۔

علامہ اسمٰعیل پاشا بغدادی فرماتے ہیں :۔

الخیرآبادی : محمد فضل الحق العمری

marfat.com

الخیرآبادی الهندی الحنفی الجشتی الماتریدی ولد سنة ۱۲۱۲ھ و توفی سنة ۱۲۷۸ھ ثمان وسبعین ومائتین و الف۔

من تالیفات تاریخ فتنة الهند فارسی (بل عربی)، الجنس الغالی فی شرح الجوهر العالی، حاشیة علیٰ افق المبین لباقر داماد، حاشیة علیٰ تلخیص الشفاء لابن سینا، حاشیة علیٰ شرح القاضی المبارک للسلم، رسالة فی تحقیق الاجسام، رسالة فی تحقیق الکلی الطبعی، الروض المجود فی تحقیق حقیقة الوجود، الهدیة السعیدیه فی الحکمة الطبعیة [1]

ان کی تصانیف یہ ہیں :-

۱ : تاریخ فتنۃ الہند (فارسی) : جنگ آزادی ۱۸۵۷ء کے اسباب و واقعات پر عربی میں الثورۃ الہندیہ، نثر اور قصائد فتنۃ الہند، نظم میں، یہ دونوں کتابیں ترجمہ اور مبسوط مقدمہ کے ساتھ باغی ہندوستان کے نام سے مکتبہ قادریہ لاہور کی طرف سے چھپ چکی ہیں (شرف قادری)

۲ : الجنس الغالی فی شرح الجوہر العالی۔

۳ : حاشیہ افق المبین، مصنفہ میر باقر داماد۔

۴ : حاشیہ تلخیص الشفاء لابن سینا۔

۵ : حاشیہ قاضی مبارک شرح سلم۔ (سیال شریف سے چھپ چکا ہے)

---

[1] اسمٰعیل باشا البغدادی : ہدیۃ العارفین تکملہ کشف الظنون (مکتبۃ المثنیٰ، بغداد ۱۹۵۵ء) ج ۲، ص ۳۷۷

marfat.com

۶ : رسالہ فی تحقیق الاجسام ۔

۷ : رسالہ فی تحقیق الکلی الطبعی ۔

۸ : الروض المجود (مسئلۂ وحدۃ الوجود پر یہ معرکۃ الارا کتاب مع ترجمہ مکتبہ قادریہ سے چھپ چکی ہے)

۹ : الہدیہ السعیدیہ ۔ حکمتِ طبعیہ میں (بلکہ حکمتِ طبعیہ و الٰہیہ دونوں پر مشتمل ہے) شرف قادری

ان کے علاوہ یہ تصانیف ہیں :۔

۱۰ : تحقیق الفتوےٰ فی ابطال الطغویٰ ، فارسی (تفصیلی تعارف آئندہ صفحات میں پڑھیے)

۱۱ : امتناع النظیر (فارسی)

حضرتِ علامہ ، ظاہری شان و شوکت اور علمی فضیلت کے باوجود شریعتِ مطہرہ اور سنتِ مبارکہ پر عمل پیرا اور عابدِ شب زندہ دار تھے ۔ مولانا عبداللہ بلگرامی فرماتے ہیں :۔

" اللہ تعالےٰ کے دئے ہوئے طاقتور ہاتھی اور عمدہ گھوڑے انہیں اللہ تعالےٰ کے اوامر و نواہی کی اطاعت سے باز نہیں رکھ سکتے تھے ، وہ ان لوگوں میں سے تھے جنہیں بیع اور تجارت اللہ تعالےٰ کے ذکر سے نہیں روک سکتی ، ان کا جسم بادشاہ کی صحبت میں اور دل یادِ الٰہی میں مصروف ہوتا تھا ۔

علامہ باقاعدگی سے ہر ہفتہ قرآنِ پاک ختم کیا کرتے تھے ، رات کے وقت نوافل میں مصروف ہوتے جب دوسرے لوگ سو رہے ہوتے تھے جس شخص کا نوافل میں یہ حال ہو اس کے فرائض کا اندازہ کیا جا سکتا ہے "[1]

---

[1] عبداللہ بلگرامی ، مولانا : خطبہ حاشیہ ہدیہ سعیدیہ

marfat.com

علامہ فضلِ حق خیر آبادی کو اللہ تعالےٰ نے دلِ دردمند اور عقلِ بیدار عطا فرمائی تھی، وہ چشمِ بصیرت سے تغیر پذیر حالات میں آئندہ پیدا ہونے والے حوادث اور واقعات دیکھ لیتے تھے۔ سرزمینِ ہند پر انگریز کے مکارانہ تسلط اور مسلمانوں کی شوکت کے زوال کو تشویش کی نگاہ سے دیکھتے تھے اور اس امر کو شدت سے محسوس کرتے تھے کہ انگریز طرح طرح کے حیلے بہانے سے مسلمانوں کو عیسائی بنانے کے درپے ہیں۔ علامہ نے الثورۃ الھندیہ میں ان کی بعض سازشوں کی نشاندہی کی ہے :-

۱ :- انگریزوں نے مسلمان بچوں کو عیسائیت کی تعلیم دینے کے لئے شہروں اور دیہاتوں میں سکول کھولے اور اسلامی مدارس کو تباہ کرنے کی پوری سعی کی۔

۲ : نقد قیمت ادا کر کے تمام غلہ اور اجناس خرید لیتے تاکہ لوگ ایک ایک دانے کے لئے ان کے محتاج ہو جائیں اور کسی کو مجالِ سرکشی نہ رہے۔

۳ : بچوں کے ختنے پر پابندی عائد کر دی اور عورتوں کا پردہ ختم کرا دیا اور اس طرح اہلِ ایمان کو فتنہ میں ڈالنے اور احکامِ اسلامیہ کے مٹانے کی مذموم کوشش کی۔

۴ : کارتوس استعمال کرتے وقت مسلمان فوجیوں کو سؤر کی چربی اور ہندوؤں کو گائے کی چربی چکھنے پر مجبور کیا۔[1]

نتیجہ یہ ہوا کہ مسلمان اور ہندو فوجی مشتعل ہو گئے اور انگریز کے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے، ابتدا میرٹھ چھاؤنی سے ہوئی، بہت سے انگریزوں کو قتل کر کے تمام فوجی دہلی پہنچے اور سلطنتِ مغلیہ کے آخری تاجدار سراج الدین بہادر شاہ ظفر کو

---

[1] فضلِ حق خیر آبادی، علامہ مولانا : باغی ہندوستان (مطبوعہ مکتبہ قادریہ، لاہور) ص ۶-۲۵۵

marfat.com

بادشاہ بنالیا اور استخلاصِ وطن کے لئے انگریزی افواج سے ٹکرا گئے۔

علامہ اس وقت الور میں تھے وہاں سے دہلی پہنچنے اور جہادِ آزادی میں قائدانہ شان سے حصہ لیا، بادشاہ سے سابقہ روابط کی بنا پر خصوصی مشوروں میں شریک ہوتے اور اپنی صوابدید کے مطابق راہنمائی کرتے [۱] علامہ کی تجویز کے مطابق مختلف والیانِ ریاست کو خطوط لکھے گئے۔ آپ کے صاحبزادے مولانا عبدالحق خیرآبادی گوڑگانوہ کے کلکٹر مقرر کئے گئے، بہت سے حکام براہِ راست علامہ نے مقرر کئے [۲] آپ کے حکم سے لال قلعہ کے دارالانشاء (سیکریٹریٹ) سے پروانے جاری ہوتے [۳] آپ نے سلطنت کا دستورالعمل مرتب کیا [۴] اور فوجیوں اور شہریوں کو حکومتِ برطانیہ کے خلاف بھڑکاتے رہے [۵] بلکہ بعض اوقات شاہی فوج کی کمان بھی کی، بادشاہ نے ایک کنگ کونسل قائم کی جو تین ارکان پر مشتمل تھی، جنرل بخت خاں، مولوی سرفراز علی اور مولوی فضلِ حق [۶]

۱۹ ستمبر ۱۸۵۷ء کو دہلی پر انگریزوں کا مکمل تسلط ہوگیا تو علامہ اہل و عیال کو خیرآباد چھوڑ کر سیتاپور (لکھنؤ) پہنچ گئے جہاں ملکۂ عالیہ حضرت محل انگریزی فوجوں سے نبرد آزما تھیں، یہاں بھی علامہ مجاہدین کی مجلسِ شوریٰ (پارلیمنٹ) کے خصوصی

---

[۱] عبدالشاہد خاں شروانی : باغی ہندوستان ، ص ۱-۱۴۰

[۲] محمود احمد برکاتی، حکیم سید : فضلِ حق خیرآبادی اور سن ستاون ، ص ۴۰ - ۳۹

[۳] ایضاً : ص ۴۱

[۴] ایضاً : ص ۴۴

[۵] ایضاً : ص ۴۹

[۶] ایضاً : ص ۶۲

marfat.com

رکن تھے، حضرت محل کے وزیر ممو خاں سے آپ کے خصوصی مراسم تھے، علامہ کو ممو خاں کا مشیر سمجھا جاتا تھا، مجاہدین آپ کے مدبرانہ مشوروں سے مستفید ہوتے رہے ہے[1] تمام تر کوششوں کے باوجود مجاہدین کو ہر محاذ پر ناکامی کا سامنا کرنا پڑا لہذا جہاں کسی کا سینگ سمایا، چلا گیا اور انگریز اپنا اقتدار بحال کرنے میں کامیاب ہو گیا۔

انہی دنوں ملکہ برطانیہ نے عام معافی کا اعلان کر دیا۔ علامہ اس اعلان پر اعتماد کرتے ہوئے خیر آباد چلے گئے، ابھی چند دن بھی نہ گزرے تھے کہ آپ کو گرفتار کر لیا گیا، مقدمہ چلا اور فیصلہ یہ دیا گیا کہ ان کی تمام جائداد ضبط اور انہیں تا زیست جزیرۂ انڈیمان (کالے پانی) بھیج دیا جائے چنانچہ حضرتِ علامہ نے ۱۲ صفر، ۲۰ اگست ۱۲۷۸ھ/ ۱۸۶۱ء کو انڈیمان میں جامِ شہادت نوش کیا[2]

مشہور فاضل عمر رضا کحالہ لکھتے ہیں:

محمد فضل الحق العمری الخیرابادی الهندی الحنفی الجشتی الماتریدی حکیم، ولد فی خیرا باد و قاوم الحکومۃ الانجلیزیۃ فاعتقلتہ وارسلتہ الیٰ جزیرۃ رنکون فتوفی بہا[3]

"محمد فضل حق عمری خیر آبادی ہندی حنفی چشتی ماتریدی حکیم (فلسفی) خیر آباد میں پیدا ہوئے، انگریزی حکومت سے مقابلہ کیا تو حکومت نے آپ کو گرفتار کر کے جزیرۂ رنگون (بلکہ انڈمان) بھیج دیا، آپ نے وہیں وفات پائی۔"

---

[1] محمود احمد برکاتی، حکیم سید : فضل حق خیر آبادی اور سن ستاون، ص ۶۲

[2] ایضاً : ص ۶۴-۶۵

[3] عمر رضا کحالہ : معجم المؤلفین (مطبوعہ بیروت) ج ۱۱، ص ۱۳۰

marfat.com

پنجاب یونیورسٹی کی طرف سے شائع ہونے والے اردو دائرۂ معارفِ اسلامیہ میں بزمی انصاری لکھتے ہیں :-

"۱۸۵۷ء میں انگریزوں کے خلاف مسلح بغاوت ہوئی تو مولوی فضل حق نے اس بغاوت میں نمایاں حصہ لیا، بغاوت کے الزام میں ان پر مقدمہ چلا اور عمر قید کی سزا پائی۔" [1]

سعید احمد اکبر آبادی فاضلِ دیوبند لکھتے ہیں :-

"اس وقت ہمارے سامنے فتوے کی جو نقل ہے اس پر ۳۸ دلی کے علماء و مشائخ کے دستخط ہیں، مولانا فضل حق خیر آبادی کے اس پر دستخط نہیں ہیں لیکن ان کا ایک الگ مستقل فتوئے جہاد تھا جس کا ذکر ۱۸۵۷ء کی جنگِ آزادی کی اسلامی تاریخوں میں تفصیل کے ساتھ کیا گیا ہے۔

مولانا بلند پایہ عالمِ دین ہونے کے ساتھ رئیسانہ طور طریقِ زندگی رکھتے تھے لیکن اس کے باوجود ان کی ایمانی جرأت و جسارت اور دینی حمیت و غیرت کا یہ عالم تھا کہ انہوں نے ہر چیز سے بے نیاز ہو کر دلی کی جامع مسجد میں نمازِ جمعہ کے بعد جہاد کے واجب ہونے پر ایک نہایت ولولہ انگیز تقریر کی اور اس کے بعد جہاد کے ایک اور فتوے کا اعلان ہوا جس پر صدر الصدور مفتی صدر الدین خاں آزردہ، مولانا فیض احمد بدایونی، ڈاکٹر مولوی وزیر خاں اکبر آبادی اور دوسرے علماء کے دستخط تھے۔" [2]

---

[1] بزمی انصاری : اردو دائرہ معارفِ اسلامیہ (مطبوعہ پنجاب یونیورسٹی) ج ۱۵ ص ۳۷۵

[2] سعید احمد اکبر آبادی : ہندوستان کی شرعی حیثیت (مطبوعہ علی گڑھ ۱۹۶۸ء) ص ۲-۴۱

marfat.com

یہ امر مسلّم ہے کہ "اَلْوَلَدُ سِرٌّ لِاَبِیْہِ" انگریزوں سے علامہ کی نفرت و عداوت اور ان کے ناپاک قدموں سے سرزمینِ ہند کے پاک ہونے کی آرزو کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ آپ کے فرزندِ جلیل علامہ عبدالحق خیرآبادی نے یہ وصیت فرمائی تھی کہ جب انگریز چلے جائیں تو میری قبر پر آکر اطلاع دے دینا۔

مولانا عبدالشاہد خاں شروانی لکھتے ہیں :-

"مولانا (عبدالحق خیرآبادی) نے آخر وصیت بھی فرمائی کہ جب انگریز ہندوستان سے جائیں تو میری قبر پہ خبر کردی جائے چنانچہ ۱۵ راگست ۱۹۴۷ر کو رفیقِ محترم مولوی سید نجم الحسن صاحب رضوی خیرآبادی نے مولانا کے مدفن (درگاہ مخدومیہ) پر ایک جم غفیر کے ساتھ حاضر ہو کر میلاد شریف کے بعد قبر پہ فاتحہ خوانی کی اور اس طرح پورے پچاس سال کے بعد انگریزی سلطنت کے خاتمہ کی خبر سنا کر وصیت پوری کی، جزاہ اللہ خیر الجزاء" [1]

علامہ فضلِ حق خیرآبادی کے مجاہدانہ کارناموں کی تفصیلات معلوم کرنے کے لئے درجِ ذیل کتابیں خاص طور پہ ملاحظہ کی جائیں :-

۱ : فضلِ حق خیرآبادی اور سن ستاون : مطبوعہ برکات اکیڈمی کراچی ۱۹۷۵ر از حکیم سید محمود احمد برکاتی (مکتبہ قادریہ لاہور سے دستیاب ہے)

۲ : باغی ہندوستان : (مطبوعہ مکتبہ قادریہ لاہور) تصنیف علامہ فضل حق خیرآبادی ، ترجمہ و تقدیم عبدالشاہد خاں شروانی۔

۳ : امتیازِ حق : (مکتبہ قادریہ، لاہور، ۱۹۷۹ر) از راجا غلام محمد

---

[1] عبدالشاہد خاں شروانی : مقدمہ زبدۃ الحکمۃ (مطبوعہ علی گڑھ ۱۹۴۹ر) ص ۱۲

marfat.com

ذیل میں مولانا عبدالشاہد خاں شروانی (مؤلف باغی ہندوستان) کے مکتوب کا عکس پیش کیا جاتا ہے جو امتیازِ حق پر ان کے تاثرات کے علاوہ نہایت وقیع معلومات پر مشتمل ہے۔

۷۸۶

زاویہ علمیہ (دفتر جمہور) محمد علی روڈ (اوپر کوٹ) علی گڑھ   ۱۰؍۷۹ء

محترم المقام دام لطفکم   السلام علیکم ورحمۃ اللہ

مرسلہ کتابوں کا پیکٹ ۶؍۹؍۷۹ء کو اور مکرمت نامہ مورخہ ۷؍۹؍۷۹ء ایک ساتھ ملا
پیکٹ میں باغی ہندوستان اور امتیازِ حق کی دو دو جلدیں تھیں۔ آپ نے باغی ہندوستان کی
۴ جلدیں خط میں لکھی ہیں۔ غالباً سہواً باغی ہندوستان کے بجائے امتیازِ حق کی مزید جلد
رکھدی گئی۔

سرکاری ملازم شوکت علی صاحب کا ایک خط عرصہ ہوا آیا تھا انہوں نے مزار علامہ کی
نشاندہی کی تھی وہ خود مزار پر حاضر ہوئے ہیں۔ علامہ کے مزار کے ساتھ مولوی
لیاقت علی صاحب کی قبر بھی ہے۔

یہ مزار سمندر کے کنارے ساؤتھ پائنٹ میں ہے جو عرف عام میں نمک بھٹہ
کہلاتا ہے۔ یہ بستی Ross جزیرہ کے قریب ہے جہاں لاکر علماء کو جہاز سے
اتارا جاتا تھا۔

اب تک میں نے رائلٹی کی طرف آپکی توجہ مبذول نہیں کرائی تھی کیونکہ ضرورت نہ تھی
اب ریٹائر ہونے کے بعد ضرورت محسوس ہوئی۔ کیا آپ توجہ کریں گے؟

میں نے گزشتہ سال رامپور رضا لائبریری میں علامہ کا وہ خط دیکھا جا حوالہ

marfat.com

عرشی صاحب نے اپنے مضمون میں دیا تھا۔ اس پر نہ تو علامہ کے دستخط ہیں نہ ان کا رسم الخط

میں رسم خط اچھی طرح پہچانتا ہوں۔ مولانا آزاد لائبریری میں خود نوشت

نسخے موجود ہیں۔

المبین کی اشاعت بڑی علمی خدمت ہے پہلا ایڈیشن ملتا نہیں سب نے خود مولانا مرحوم نے

امتناع النظیر کے ساتھ دی تھی۔

امتیاز حق، راجہ صاحب کی تتبع و تلاش کا شاہکار ہے۔ تاریخ تناولیان نے یہ مسئلہ

پہلے ہی صاف کر دیا تھا۔ امتیاز حق، نے یہ پہلو بھی صاف کر دیا کہ وہ انگریزوں کے مخالف

نہیں بلکہ موافق و حامی تھے۔ شہر کے دست راست گوبلز کا قول تھا کہ جھوٹ اتنی بار

بولو کہ سچ معلوم ہو۔

بلا شبہ باغی ہندوستان کا جدید ایڈیشن

نقاش نقش ثانی بہتر کشد ز اول کا مصداق ہے۔ جزاکم اللہ

تاخیر جواب کے لئے معذرت خواہ ہوں۔ سفر حج کی چار ماہ کی غیر حاضری نے

کام بہت بڑھا دیا پھر واپسی پر شدید بیماری نے ڈیڑھ ماہ معطل رکھا۔

رفقاء کی خدمت میں سلام شوق۔

مہربانی ہوگی اگر دونوں کارڈوں پر ٹکٹ لگا کر پوسٹ فرما دیں۔

دونوں حکومتوں نے ڈاک محصول اتنا بڑھا دیا ہے کہ خط لکھنے کے لئے کئی بار

سوچنا پڑتا ہے۔ والسلام

خیر اندیش

شاہد شروانی ۱۱ ۵/۹ ع

مصنفِ تقویۃ الایمان

مولوی اسمٰعیل دہلوی، حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے پوتے، حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلوی کے بھتیجے ۱۲ ربیع الثانی ۱۱۹۳ھ/۱۷۷۹ء کو دہلی میں شاہ عبد الغنی کے گھر پیدا ہوئے [1] تعلیم اپنے والد اور شاہ عبد العزیز محدثِ دہلوی سے حاصل کی۔ صراطِ مستقیم، تقویۃ الایمان، تنویر العینین، رسالہ اصول فقہ، رسالہ توحید، ایضاح الحق، منصبِ امامت، رسالہ بے نمازاں اور رسالہ یکروزی وغیرہ کتابیں لکھیں [2]

مولوی اسمٰعیل دہلوی نے سید احمد بریلوی کے ہاتھ پر بیعت کی اور انہیں ساتھ لے کر "جہاد" کا منصوبہ بنایا، ہندوستان پر انگریز کی حکومت تھی پنجاب پر سکھ حکومت کر رہے تھے، ان میں سے کسی ایک سے ٹکر لئے بغیر صوبہ سرحد کا رُخ کیا اور سب سے پہلے یاغستان کے مسلمان حکمران یار محمد خاں سے "جہاد" کیا [3] پھر سکھوں کے سب سے بڑے مخالف سرحد کے جیالے مسلمان پٹھان پائندہ خاں سے محاذ آرائی کی، اسے اپنی بیعت پر مجبور کیا

---

[1] مرزا حیرت دہلوی : حیاتِ طیبہ (مکتبۃ السلام، لاہور، ۱۹۵۸ء) ص ۳۲

[2] رحمٰن علی، مولانا : تذکرہ علماءِ ہند اردو ترجمہ (مطبوعہ کراچی ۱۹۶۱ء) ص ۴۱۲

[3] عاشق الٰہی میرٹھی : تذکرۃ الرشید، ج ۲، ص ۲۷۰

marfat.com

اور جب اس نے بیعت سے انکار کر دیا تو اس پر کفر کا فتوے لگا کر اس پر چڑھ دوڑے، پائندہ خاں نے (جو تمام عمر سکھوں سے جنگ کرتا رہا) مجبوری کی حالت میں سکھوں سے صلح کر لی اور دو پلٹن فوج لے کر "مجاہدین" کو شکستِ فاش دی اور اپنے علاقے سے نکال باہر کیا، چنانچہ مولوی اسمٰعیل دہلوی، سید صاحب اور ان کے ساتھیوں نے پنجتار کا رخ کیا [1]

سرحدی مسلمان سکھوں کے ساتھ جہاد کے نام پر مجاہدین کا ساتھ دے رہے تھے۔ مولوی اسمٰعیل دہلوی اور ان کے ساتھیوں کے وہابیانہ عقائد، بات بات پر کفر کے فتوے اور مجاہدین کے ساتھ پٹھان خواتین کے جبری نکاح [2] وغیر ذلک، وہ امور تھے جنہوں نے سرحد کے غیرت مند پٹھانوں کو مشتعل کر دیا، چنانچہ پشاور میں مجاہدین کی خاصی بڑی جماعت کو تہِ تیغ کر دیا گیا۔ سر سیّد تو یہاں تک کہتے ہیں کہ ۱۲۴۶ھ/۱۸۳۱ء میں انہی کے ہاتھوں بالاکوٹ میں مولوی اسمٰعیل دہلوی، سید صاحب اور ان کے ساتھیوں کا خاتمہ ہوا۔

سر سید لکھتے ہیں:

"۱۸۲۴ء میں وہابیوں نے پہاڑوں میں جا کر قیام کیا اور انہوں نے اس بات کا قصد کیا کہ سکھوں پر ہم لوگ جہاد کریں اور شہید ہوں لیکن چونکہ پہاڑی قومیں ان کے عقائد کے مخالف تھیں اس لئے وہ وہابی ان پہاڑیوں کو ہرگز اس بات پر راضی نہ کر سکے کہ وہ ان کے مسائل کو بھی اچھا سمجھنے لگیں مگر چونکہ وہ سکھوں کے جور و ستم

---

[1] مراد علی، سید: تاریخ تناولیاں، (مکتبہ قادریہ، لاہور) ص ۴۷ تا ۵۴

[2] حیرت دہلوی، مرزا: حیات طیبہ، ص ۳۵۶

سے نہایت تنگ تھے اس سبب سے وہابیوں کے اس منصوبہ میں شریک ہو گئے کہ سکھوں پر حملہ کیا جاوے اور آخرکار وہابیوں اور پہاڑیوں نے متفق ہو کر سکھوں پر حملہ بھی کیا لیکن چونکہ یہ قوم مذہبی مخالفت میں نہایت سخت ہے اس سبب سے اس قوم نے اخیر میں وہابیوں سے دغا کر کے سکھوں سے اتفاق کر لیا اور مولوی محمد اسمٰعیل صاحب اور سید احمد صاحب کو شہید کیا" [1]

اسی لئے امام احمد رضا بریلوی فرماتے ہیں ؎

وہ جسے وہابیہ نے دیا ہے لقب شہید و ذبیح کا
وہ شہید لیلائے نجد تھا وہ ذبیحِ تیغِ خیار ہے

مولوی اسمٰعیل دہلوی کے "جہاد" کا مقصد متعین کرتے ہوئے مولوی حسین احمد مدنی لکھتے ہیں :-

"سید صاحب کا اصل مقصد چونکہ ہندوستان سے انگریزی تسلط اور اقتدار کا قلع قمع کرنا تھا جس کے باعث ہندو اور مسلمان دونوں ہی پریشان تھے، اس بنا پر آپ نے اپنے ساتھ ہندوؤں کو بھی شرکت کی دعوت دی اور صاف صاف انہیں بتا دیا کہ آپ کا واحد مقصد ملک سے بدیسی لوگوں کا اقتدار ختم کرنا ہے، اس کے بعد حکومت کس کی ہو گی؟ اس سے آپ کو غرض نہیں ہے، جو لوگ حکومت کے اہل ہوں گے ہندو یا مسلمان یا دونوں، وہ حکومت کریں گے۔" (نقشِ حیات ج ۲، ص ۱۳)

---

[1] سرسید : مقالاتِ سرسید، حصہ نہم، (مجلس ترقی ادب، لاہور) ص ۱۳۹، ۱۴۰

marfat.com

اس پر علامہ ارشد القادری نے یہ نوٹ لکھا :

"آپ ہی انصاف سے بتایئے کہ مذکورہ حوالہ کی روشنی میں سید صاحب کے اس لشکر کے متعلق سوا اس کے اور کیا رائے قائم کی جاسکتی ہے کہ وہ ٹھیک انڈین نیشنل کانگریس کے رضاکاروں کا ایک دستہ تھا جو ہندوستان میں سیکولر اسٹیٹ (لادینی حکومت) قائم کرنے کے لئے اٹھا تھا۔" (ص ۱۰۰)

اس پر عامر عثمانی ایڈیٹر ماہنامہ تجلی دیوبند نے کھلے دل سے اعتراف کیا ہے، لکھتے ہیں :-

"ہم کتنی ہی جانب داری سے کام لیں، زیادہ سے زیادہ یہ کہہ سکتے ہیں کہ اس ریمارک میں لفظاً تلخی آگئی ہے لیکن معنوی اور منطقی اعتبار سے بھی اس میں کوئی نقص ہے؟ کوئی افترا ہے؟ کوئی زیادتی ہے؟

کوئی شک نہیں اگر استادِ محترم حضرتِ مدنی کے ارشادِ گرامی کو درست مان لیا جائے تو حضرت اسمٰعیل کی شہادت محض افسانہ بن جاتی ہے، مادی پریشانیوں کو رفع کرنے کے لئے غیر ملکی حکومت کے خاتمے کی کوشش کرنا ذرا بھی مقدس نصب العین نہیں، اس نصب العین میں کافر و مومن سب یکساں ہیں، اس طرح کی کوشش کے دوران مارا جانا اس شہادت سے بھلا کیا تعلق رکھے گا جو اسلام کی ایک معزز ترین اور مخصوص اصطلاح ہے اور اس طرح کی کوششوں کے نتیجہ میں قید و بند کی مصیبتیں اٹھانا اجرِ آخرت کا موجب کیوں ہوگا؟" (تبصرہ بر زلزلہ، ص ۱۸۷)

marfat.com

مولوی اسمٰعیل دہلوی کے مزاج میں ابتدا ہی سے آزاد خیالی اور لاابالی پن پایا جاتا تھا، تعلیم کے دوران بقول مرزا حیرت دہلوی یہ عالم تھا کہ:

"نہ آپ مطالعہ کرتے، نہ گھر میں جا کے سبق یاد کرتے تھے تو اکثر یہ ہو جاتا تھا کہ جب آپ دوسرے دن سبق پڑھنے کیلئے کتاب کھولتے تھے تو یہ بھول جایا کرتے تھے کہ کل سبق کہاں تک پڑھا تھا۔" [1]

اپنے آباء و اجداد جو علم و فضل اور تقوےٰ و دیانت میں مسلم الثبوت تھے، کے مذہب کے خلاف رفع یدین کیا کرتے تھے، حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کے ایماء پر حضرت شاہ عبدالقادر نے مولوی محمد یعقوب کے ذریعے پیغام دیا کہ رفع یدین چھوڑ دو، اس سے خواہ مخواہ فتنہ پیدا ہوگا، مولوی اسمٰعیل دہلوی نے جواب دیا کہ اگر عوام کے فتنہ کا خیال کیا جائے تو اس حدیث کا کیا مطلب ہوگا کہ جو شخص میری امت کے فساد کے وقت میری سنت پر عمل کرے گا اُسے سو شہید کا ثواب ملے گا۔

اس پر شاہ عبدالقادر نے فرمایا:-

"بابا ہم تو سمجھتے تھے کہ اسمٰعیل عالم ہو گیا مگر وہ تو ایک حدیث کے معنی بھی نہ سمجھا، یہ حکم تو اس وقت ہے جبکہ سنت کے مقابل خلافِ سنت ہو اور ما نحن فیہ (جس مسئلہ کے متعلق گفتگو ہے) میں سنت کا مقابل خلافِ سنت نہیں بلکہ دوسری سنت ہے کیونکہ جس طرح رفع یدین سنت ہے یونہی ارسال لا رفع یدین

---

[1] حیرت دہلوی، مرزا: حیاتِ طیبہ، ص ۳۹

marfat.com

نہ کرنا ، بھی سنت ہے ۔" ؎

اس جواب پر مولوی اسمٰعیل دہلوی خاموش ہو گئے مگر رفع یدین ترک نہ کیا اور جب پشاور میں پٹھان علماء نے اعتراض کیا تو رفع یدین ترک کر دیا اور سو شہید کے ثواب سے دستبردار ہو گئے۔

آزادروی اور دین سے بے قیدی یہاں تک بڑھی کہ جب محمد بن عبدالوہاب نجدی کی تصانیف مطالعہ سے گزریں تو دل و جان سے ان پر فریفتہ ہو گئے اور ان افکار و نظریات کو اردو میں ڈھال کر تقویۃ الایمان کے نام سے فتنۂ عوام کے لئے پیش کر دیا ، دونوں کی ہم آہنگی معلوم کرنے کے لئے سیف اللہ المسلول مولانا شاہ فضل رسول بدایونی قدس سرہ کی تصنیف سیف الجبار کا مطالعہ مفید رہے گا۔

قرآن و حدیث کی تعلیم کے مطابق راہِ راست وہ صحیح طریقہ ہے جس پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ، صحابہ کرام اور سلف صالحین چلتے رہے ۔ مولوی اسمٰعیل دہلوی نے پوری کوشش کی کہ امتِ مسلمہ کا تعلق سلف صالحین اور بارگاہِ رسالت سے منقطع کر دیا جائے اور جو مسلمان اس تعلق کا تحفظ کرنا چاہیں انہیں بلا دریغ کافر و مشرک قرار دے دیا جائے۔

آج اگر مسلمان اس ظلم و ستم کے خلاف صدائے احتجاج بلند کرتے ہیں تو اسے " فرقہ واریت " قرار دیا جاتا ہے ۔ یہ کہاں کا انصاف ہے کہ جو شخص اپنے اور عامۃ المسلمین کے ایمان کے تحفظ کی کوشش کرے وہ گردن زدنی قرار دیا جائے اور جو بیک جنبشِ قلم تمام امتِ مسلمہ کو کافر و مشرک قرار دے ڈالے ،

؎ اشرف علی تھانوی : حکایاتِ اولیاء (ارواحِ ثلاثہ) مطبوعہ دارالاشاعت کراچی ، ص ۱۱۹ ، ۱۲۱

marfat.com

اللہ تعالیٰ ۔ تمام انبیاء، ملائکہ اور اولیاء کی تنقیصِ شان کا مرتکب ہو، اس پر کوئی قدغن نہ ہو، اس سے کوئی باز پرس کرنے والا نہ ہو، اس کا مطلب یہ ہے کہ ہمارے اندر غیرت ایمانی نام کی کوئی چیز باقی نہیں ہے۔

محبوبانِ الٰہی کی شان میں تقویۃ الایمان کی گستاخانہ عبارات پڑھنے سے پہلے دل پر ہاتھ رکھ کر صراطِ مستقیم کی ایک عبارت ملاحظہ کیجیے:

"صرفِ ہمت بسوئے شیخ و امثالِ آں از معظمین گو جنابِ رسالت مآب باشند بچندیں مرتبہ بدتر از استغراق در صورتِ گاؤ و خرِ خود است۔" [1]

(ترجمہ) شیخ اور اس جیسے بزرگ حضرات کی طرف توجہ لگا دینا اگرچہ جناب رسالت مآب ہی ہوں، اپنے گدھے اور گائے کی صورت میں غرق ہونے سے بدرجہا بدتر ہے۔"

معاذ اللہ! ثم معاذ اللہ! کیا ایسے کلمات نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ وسلم کی اذیت کا سبب نہ ہوں گے؟ کیا ایسے نازیبا کلمات استعمال کرنا غضبِ الٰہی کو دعوت دینے کے مترادف نہیں ہے؟ ارشادِ الٰہی ہے:

وَالَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ لَعَنَھُمُ اللّٰہُ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ وَاَعَدَّ لَھُمْ عَذَابًا مُّھِیْنًا۔

"بے شک جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کو ایذاء دیتے ہیں اللہ نے ان پر دنیا اور آخرت میں لعنت فرمائی اور آخرت میں ان کے لئے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔"

---

[1] اسمٰعیل دہلوی: صراطِ مستقیم (مکتبہ سلفیہ، لاہور)، ص ۸۶

marfat.com

خدا و محبوبانِ خدا کی شان میں خوفناک جسارت

۱ : سو اس طرح غیب کا دریافت کرنا اپنے اختیار میں ہو کہ جب چاہے کر لیجئے
یہ اللہ صاحب ہی کی شان ہے [۱]

اس عبارت کا صاف مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ کو بھی ہمیشہ غیب کا علم نہیں ہوتا، البتہ اس کے اختیار میں ہے کہ جب چاہے دریافت کرلے، حالانکہ اللہ تعالےٰ کا علم اور دیگر صفاتِ حقیقیہ قدیم ہیں، کبھی معدوم نہیں ہوتیں
اس عبارت میں واضح طور پر اللہ تعالےٰ کے علم کو حادث قرار دیا گیا ہے جو کھلم کھلا گمراہی ہے۔ "اللہ صاحب" کا استعمال بھی قابلِ توجہ ہے کیونکہ تمام مسلمان اللہ تعالےٰ یا اللہ جل مجدہ العظیم کہتے ہیں۔

۲ : یہ یقین جان لینا چاہیئے کہ ہر مخلوق بڑا ہو یا چھوٹا، اللہ کی شان کے
آگے چمار سے زیادہ ذلیل ہے [۲]

استغفر اللہ! ایک ہی جملے میں تمام انبیاء، اولیاء اور ملائکہ کی منہ بھر کر توہین کی گئی ہے کیا توحید کا یہی تقاضا ہے؟

۳ : دوسری جگہ تو اس سے زیادہ صراحت کے ساتھ کہتا ہے :
" اللہ کی شان بہت بڑی ہے کہ سب انبیاء اور اولیاء اس کے
روبرو ایک ذرۂ ناچیز سے بھی کمتر ہیں" [۳]

---

[۱] اسمٰعیل دہلوی : تقویۃ الایمان (مرکنٹائل پرنٹنگ دہلی)، ص ۲۳

[۲] ایضاً ، ص ۱۶

[۳] ایضاً : ص ۶۳

marfat.com

جس شخص کے دل میں رائی کے برابر بھی ایمان ہوگا، اللہ تعالےٰ کے محبوب صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم اور دیگر محبوبانِ الٰہی کی بارگاہ میں اس قدر دریدہ دہنی کی جرأت نہیں کرسکتا، اللہ تعالےٰ ارشاد فرماتا ہے :۔

لِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ

"اللہ ہی کے لئے عزت ہے اور اس کے رسول اور ایمانداروں کیلئے"

عَسٰٓى اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا

"قریب ہے کہ تمہارا رب تمہیں مقامِ محمود پر فائز فرمائے"

اللہ تعالےٰ قیامت کے دن جنہیں مقامِ محمود پر فائز فرمانے کا وعدہ کرے اور جن کے طفیل دنیا و آخرت میں غلاموں کو بھی عزت عطا فرمائے اس ذاتِ کریم کے بارے میں خدا کی پناہ "ذرۂ ناچیز سے بھی کمتر" اور "چمار سے زیادہ ذلیل" ایسے الفاظ استعمال کرنا ایسی جسارت ہے جس کا نتیجہ ایمان کی بربادی کے علاوہ کچھ نہیں ہوسکتا۔

رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی نے ایک موقع پر کہا تھا :

لَئِنْ رَّجَعْنَآ اِلَى الْمَدِيْنَةِ لَيُخْرِجَنَّ الْاَعَزُّ مِنْهَا الْاَذَلَّ ۔

"اگر ہم لوٹ کر مدینہ گئے تو عزت والا وہاں سے ذلت والے کو نکال دے گا"

تقویۃ الایمان میں اس سے بھی زیادہ شدت اختیار کی گئی ہے۔ اس نے "اذل" کا لفظ استعمال کیا جس کا معنی ہے بہت ذلیل، اور تقویۃ الایمان میں "چمار سے زیادہ ذلیل" اور "ذرۂ ناچیز سے بھی کمتر" کہا ہے، اس نے صرف نبی اکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالےٰ عنہم کے

marfat.com

بارے میں وہ ناپاک الفاظ کہے تھے اور تقویۃ الایمان میں تمام انبیاء، ملائکہ، صحابہ اور اولیاء کرام کے بارے میں غلیظ الفاظ استعمال کئے گئے ہیں۔

امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں ؎

وہ جسے وہابیہ نے دیا ہے لقب شہید و ذبیح کا
وہ شہید لیلیٰ نجد تھا وہ ذبیح تیغ خیار ہے
یہ ہے دیں کی تقویت اس کے گھر یہ ہے مستقیم صراط شر
جو شقی کے دل میں ہے گاؤ خر تو زباں پہ چوڑھا چمار ہے
وہ حبیب پیارا تو عمر بھر کرے فیض وجود تو سر بسر
ارے تجھ کو کھائے تپ سقر ترے دل میں کس سے بخار ہے [1]

۴ : "جو کچھ کہ اللہ اپنے بندوں سے معاملہ کرے گا خواہ دنیا میں خواہ قبر میں خواہ آخرت میں، سو اس کی حقیقت کسی کو معلوم نہیں، نہ نبی کو، نہ ولی کو، نہ اپنا حال، نہ دوسرے کا" (ص ۳۱)

نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تمام جہانوں کے لئے رحمت ہیں وما ارسلنٰک الا رحمۃ للعٰلمین، رب کائنات نے وعدہ فرمایا کہ اے حبیب! ہم تمہیں اتنا دیں گے کہ تم راضی ہو جاؤ گے ولسوف یعطیک ربک فترضٰی، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم امت کے لئے ذریعہ مغفرت ہیں انا فتحنا لک فتحا مبینا لیغفر لک اللہ ما تقدم من ذنبک وما تأخر "بے شک ہم نے تمہارے لئے روشن فتح فرما دی تاکہ اللہ تمہارے سبب سے تمہارے اگلوں اور پچھلوں کے گناہ بخشے" حدیث

---

[1] احمد رضا بریلوی، امام : حدائق بخشش، حصہ دوم، (مطبوعہ کراچی) ص ۵۸

marfat.com

شریف میں ارشادِ ربانی ہے انا سنرضیك فی امتك ولا نسوءك "ہم تمہیں تمہاری امت کے بارے میں راضی کردیں گے اور تمہیں تکلیف نہیں دیں گے"۔ قیامت کے روز جب تمام انبیاء نفسی نفسی فرما رہے ہوں گے، تمام انسانیت کی مشکل کشائی حضور صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہی فرمائیں گے، جس کے دل میں رتی برابر ایمان ہوگا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شفاعت کی برکت سے عذابِ جہنم سے نجات پائے گا۔ پہلی امتوں پر عام عذاب نازل ہوتا رہا لیکن یہ امت اپنے آقا کی برکت سے عام عذاب سے محفوظ رہی یہاں تک کہ کافر بھی عذاب سے پناہ میں رہے وما کان اللہ لیعذبھم وانت فیھم عشرہ مبشرہ کے جنتی ہونے کی بشارت دی، اہلِ بدر کے جنتی ہونے کا اعلان فرمایا۔

اس ذاتِ کریم، امام الانبیاء، محبوبِ خدا صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بارے میں یہ کہنا کہ انہیں بھی معلوم نہ تھا کہ دنیا قبر اور آخرت میں میرے ساتھ کیا ہونے والا ہے، انتہائی شقاوت اور دین و ایمان سے بے بہرہ ہونے کی بیّن دلیل ہے۔

۵ : جس کا نام محمد یا علی ہے وہ کسی چیز کا مختار نہیں [۱]

کیا کوئی کھلم کھلا غیر مسلم نبی اکرم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور حضرتِ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نام اس طریقہ سے لے گا اور اس بے باکی سے ان کے اختیارات کی یکسر نفی کی جرأت کرے گا؟

۶ : سارا کاروبار جہاں کا اللہ ہی کے چاہنے سے ہوتا ہے، رسول کے چاہنے سے کچھ نہیں ہوتا [۲]

---

[۱] اسمٰعیل دہلوی : تقویۃ الایمان ، ص ۴۷

[۲] ایضاً ، ص ۶۶

marfat.com

امام احمد رضا بریلوی فرماتے ہیں ؎

سورج اُلٹے پاؤں پلٹے چاند اشارے سے ہو چاک
اندھے نجدی دیکھ لے قدرت رسول اللہ کی

۷ : جیسا ہر قوم کا چودھری اور گاؤں کا زمیندار، سو ان معنوں پر ہر پیغمبر اپنی امت کا سردار ہے [1]

۸ : کسی بزرگ کی تعریف میں زبان سنبھال کر بولو اور جو بشر کی سی تعریف ہو سو ہی کرو سو اس میں بھی اختصار ہی کرو [2]

۹ : اولیاء و انبیاء و امام زادہ، پیر و شہید یعنی جتنے اللہ کے مقرب بندے ہیں وہ سب انسان ہی ہیں اور بندے عاجز اور ہمارے بھائی مگر انکو اللہ نے بڑائی دی، وہ بڑے بھائی ہوئے، ہم کو ان کی فرمانبرداری کا حکم ہے، ہم ان کے چھوٹے ہیں [3]

گویا ان لوگوں کے نزدیک اللہ تعالیٰ کی عظمت و جلالت اتنی ہی ہے کہ اگر انبیاء و اولیاء کی تعریف و تعظیم عام انسانوں، گاؤں کے چودھری اور بڑے بھائی سے زیادہ کر دی تو خدا کی خدائی خطرے میں پڑ جائے گی۔

جب تقویۃ الایمان کی تصریح کے مطابق تمام انسان بھائی بھائی ہیں اور جسے اللہ تعالیٰ نے کوئی بڑائی عطا کی وہ بڑا بھائی اور دوسرا چھوٹا بھائی ہوا تو یہ بھی کہہ دینا چاہیے تھا کہ فرعون، ہامان اور ابوجہل سب انسان ہی ہیں اور بندے عاجز

---

[1] اسمٰعیل دہلوی : تقویۃ الایمان، ص ۷۲

[2] ایضاً : ص ۷۱، ۷۲

[3] ایضاً : ص ۹۸

marfat.com

اور ہمارے بھائی سمجھ ہیں اللہ تعالےٰ نے بڑائی دی، وہ چھوٹے بھائی ہوئے اور ہم ان کے بڑے، ظاہر ہے اس طرح کہنے سے اپنی اَنا کو ٹھیس پہنچی تھی جو کسی صورت گوارا نہیں، رسالت کی عظمت و تقدیس مجروح ہوتی ہے تو ہوتی رہے۔

۱۰ : حضرت قیس بن سعد مقام حیرہ تشریف لے گئے، وہاں دیکھا کہ وہ لوگ اپنے سردار کو سجدہ کرتے تھے، انہوں نے واپس آکر بارگاہِ رسالت میں عرض کی کہ حضور آپ اس بات کے زیادہ مستحق ہیں کہ آپ کو سجدہ کیا جائے، حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر تم میری قبر کے پاس سے گزرو تو کیا اسے سجدہ کروگے ہ عرض کیا نہیں، فرمایا پھر مجھے بھی سجدہ نہ کرو۔

یہ حدیث نقل کر کے اپنی طرف سے یہ اضافہ کیا :-

"یعنی میں بھی ایک دن مر کر مٹی میں ملنے والا ہوں تو کب سجدہ کے لائق ہوں" [1]

حالانکہ حدیث شریف کے کسی جملہ کا یہ معنی نہیں اور نہ ہی حدیث سے یہ مطلب سمجھ آتا ہے، جو شخص قصداً غلط بات حضور صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف منسوب کرتا ہے، اس کے لئے صاف وعید ہے فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ [2] (وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنالے)۔

حدیث شریف میں ہے :

اِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ عَلَى الْاَرْضِ اَنْ تَاْكُلَ اَجْسَادَ الْاَنْبِيَاءِ [3]

---

[1] اسمٰعیل دہلوی : تقویۃ الایمان ، ص ۶۹

[2] سلیمان بن الاشعث، ابو داؤد، امام : سنن ابو داؤد (کراچی) ج ۲ ، ص ۱۵۸

[3] ابن قیم : جلاء الافہام (مکتبہ نوریہ رضویہ، فیصل آباد) ص ۶۳

marfat.com

"بے شک اللہ تعالٰی نے زمین پر حرام فرمایا کہ انبیاء کے اجسادِ مبارکہ کو کھائے۔"

پھر کس قدر جرأت ہے کہ حضور سیدِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے بارے میں یہ کہا جائے کہ "میں بھی ایک دن مر کر مٹی میں ملنے والا ہوں۔" اور ستم یہ کہ اسے حضور صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا فرمان قرار دیا جائے۔

تقویۃ الایمان میں متعدد مقامات پر وہ آیات، انبیاء و اولیاء پر چسپاں کی گئی ہیں جو بتوں کے بارے میں وارد تھیں، اسی لئے حضرت پیر سید مہر علی شاہ گولڑوی قدس سرہ فرماتے ہیں:

"الحاصل مابین اصنام و ارواح کمّل فرقیست بیّن و امتیاز لیست باہر، پس آیاتِ واردہ فی حق الاصنام را بر انبیاء و اولیاء صلوات اللہ وسلامہ علیہم اجمعین حمل نمودن کما فی تقویۃ الایمان تحریفے است قبیح و تخریبے است شنیع۔" [1]

الحاصل بتوں اور کاملین کی ارواح میں فرق ظاہر و باہر ہے لہٰذا بتوں کے بارے میں نازل ہونے والی آیات کو انبیاء و اولیاء پر چسپاں کرنا جیسا کہ تقویۃ الایمان میں ہے قبیح تحریف اور بدترین تخریب ہے۔

مذکورہ بالا عبارات میں تاویل و توجیہ سے بات بنانے کی کوئی گنجائش نہیں ہے، خود مولوی اسمٰعیل دہلوی نے کہا ہے:

"یہ بات محض بے جا ہے کہ ظاہر میں لفظ بے ادبی کا بولے اور اس سے کچھ اور معنی مراد لے کہ معما اور پہیلی بولنے کی اور بہت جگہ ہیں۔" [2]

---

[1] مہر علی شاہ گولڑوی، حضرت پیر سید: اعلاء کلمۃ اللہ، ص ۱۷۱

[2] اسمٰعیل دہلوی: تقویۃ الایمان، ص ۶۴

marfat.com

مولوی حسین احمد مدنی نے لکھا ہے :

"حضرت مولانا گنگوہی .... فرماتے ہیں کہ جو الفاظ موہم تحقیر حضور سرورِ کائنات علیہ السلام ہوں، اگرچہ کہنے والے نے نیتِ حقارت نہ کی ہو مگر ان سے بھی کہنے والا کافر ہو جاتا ہے"[1]

غرض یہ کہ جسے اپنا دین وایمان عزیز ہو اسے ان لوگوں سے دور اور الگ رہنا چاہیے۔ سلسلۂ نقشبندیہ مجددیہ کے مقتدر بزرگ حضرت شاہ احمد سعید نقشبندی مجددی قدس سرہ کا ارشاد ملاحظہ ہو، بیان کرنے والے ہیں ان کے فرزندِ گرامی حضرت شاہ محمد مظہر نقشبندی مجددی مہاجر مدنی قدس سرہ فرماتے ہیں :-

ولم یذکر احدا بالسوء الا الفرقۃ الضالۃ الوھابیۃ لتحذیر الناس من قباحۃ افعالھم واقوالھم[2]

پھر اسی صفحہ پر حاشیہ میں لکھتے ہیں :-

وکان قدس سرہ یقول ادنی ضرر صحبتھم ان محبۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم التی ھی من اعظم ارکان الایمان تنقص ساعۃ فساعۃ حتی لا یبقی منھا غیر الاسم والرسم فکیف یکون اعلاہ فالحذر الحذر عن صحبتھم ثم الحذر الحذر عن رؤیتھم اہ فاحفظہ (منہ)

---

[1] حسین احمد مدنی : الشہاب الثاقب ، ص ۵۷

[2] محمد مظہر مہاجر مدنی، حضرت مولانا شاہ : المناقب الاحمدیہ والمقامات السعیدیہ (مطبوعہ ۱۸۹۶ء) ص ۱۷۶

marfat.com

حضرت شاہ احمد سعید قدس سرہ کسی کی برائی نہیں کرتے تھے سوائے وہابیہ کے گمراہ فرقہ کے، تاکہ لوگوں کو ان کے افعال و اقوال کی قباحت سے ڈرائیں، حضرت فرمایا کرتے تھے کہ وہابیوں کی صحبت کا معمولی نقصان یہ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبت جو ایمان کے بڑے ارکان میں سے ہے، لحظہ بہ لحظہ کم ہوتی جاتی ہے یہاں تک کہ نام و نشان کے علاوہ کچھ بھی نہیں رہ جاتا، جب معمولی ضرر کا یہ حال ہے تو بڑے نقصان کا کیا عالم ہوگا؟ لہٰذا ان کی صحبت سے بچو، ضرور بچو بلکہ ان کی صورت تک دیکھنے سے ضرور بالضرور اجتناب کرو۔

marfat.com

امتِ مسلمہ تقویۃ الایمانی شرکیات اور بدعات کی زد میں

حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی قدس سرہ العزیز کے زمانہ تک متحدہ پاک و ہند میں دو ہی گروہ تھے، اہلِ سنت اور اہلِ تشیع، لیکن اسمٰعیل دہلوی نے محمد بن عبدالوہاب نجدی کی تعلیمات سے متاثر ہو کر بے دھڑک امتِ مسلمہ کو کافر و مشرک قرار دیا اور وہابیت کا ایسا فتنہ چھوڑا جو آج تک تفریق و انتشار کا سبب بن رہا ہے۔

مولوی اسمٰعیل دہلوی کے عام سوانح نگار یہ ماننے سے گریزاں دکھائی دیتے ہیں کہ انہوں نے محمد بن عبدالوہاب نجدی کی پیروی کی ہے لیکن نواب وحید الزمان (غیر مقلد) بڑی صفائی سے اس کا اعتراف کر گئے ہیں، ہدیۃ المہدی میں لکھتے ہیں :-

"ہمارے بعض متاخرین بھائیوں نے شرک کے بارے میں بہت شدت اختیار کی ہے اور اسلام کا دائرہ تنگ کر دیا ہے اور مکروہ یا حرام امور کو شرک قرار دے دیا ہے"۔ (ترجمہ عربی عبارت)

پھر اس کے حاشیہ میں بتایا کہ وہ کون لوگ ہیں :-

"وہ شیخ عبدالوہاب ہیں جنہوں نے ان امور کو شرک قرار دیا جیسا کہ اہلِ مکہ کی طرف ارسال کردہ اس کے بیٹے محمد اور پوتے عبداللہ کے مکتوب سے معلوم ہوتا ہے اور مولانا اسمٰعیل شہید نے تقویۃ الایمان

marfat.com

ہیں اکثر امور میں اس کی پیروی کی ہے۔" لے

تقویۃ الایمان کی شرک و کفر کے چند نمونے آپ بھی ملاحظہ فرمائیں اور تلاش کریں کہ دنیا میں کون ساخوش نصیب ہے جو اُن کی زد میں نہیں آتا:۔

● "اول سننا چاہیئے کہ شرک لوگوں میں بہت پھیل رہا ہے اور اصل توحید نایاب لیکن اکثر لوگ شرک و توحید کے معنی نہیں سمجھتے اور ایمان کا دعوےٰ رکھتے ہیں حالانکہ شرک میں گرفتار ہیں۔" (ص ۵)

یعنی جب تقویۃ الایمان نامی کتاب لکھی گئی، اکثر لوگ (مسلمان) مشرک تھے اور توحید نایاب تھی، اب ذرا اس شرک کی تفصیل بھی دیکھیئے:۔

● "مشکل کے وقت پیروں، پیغمبروں، اماموں، شہیدوں اور فرشتوں کو پکارنا شرک، ان سے مرادیں مانگنا شرک، ان کی منتیں ماننا شرک، حاجت برآری کے لئے ان کی نذر و نیاز شرک، بلا کے ٹلنے کے لئے اپنے بیٹوں کی نسبت ان کی طرف کرنا شرک، عبدالنبی، علی بخش، حسین بخش، پیر بخش، غلام محی الدین، غلام معین الدین نام رکھنا شرک" (ملخصاً) (ص ۵)

صاحبِ تقویۃ الایمان کو مسلمانوں کی یہ وضاحت بھی مطمئن نہیں کرتی کہ ہم ان حضرات کو اللہ تعالےٰ کے برابر نہیں سمجھتے، ہم انہیں اللہ تعالےٰ کا بندہ اور مخلوق سمجھتے ہیں، یہ حضرات اللہ تعالےٰ کی بارگاہ میں ہمارے سفارشی ہیں، ان کے ملنے سے خدا ملتا ہے، اس قسم کی وضاحت کو یہ کہہ کر کہ "اسی طرح کی خرافاتیں بکتے ہیں،" (ص ۶) رد کر دیتا ہے۔

لے وحید الزمان، نواب : ہدیۃ المہدی (میو پریس، دہلی) ج ۱، ص ۲۶

marfat.com

ارشادِ الٰہی وَیَعۡبُدُوۡنَ مِنۡ دُوۡنِ اللّٰہِ مَا لَا یَضُرُّھُمۡ وَلَا یَنۡفَعُھُمۡ الآیۃ نقل کر کے کہتا ہے :-

"یہ بھی معلوم ہوا کہ جو کوئی کسی کو سفارشی بھی سمجھ کر پوجے وہ بھی شرک ہوتا ہے" (ص ۷)

حالانکہ یہ آیت صراحۃً ان لوگوں (مشرکوں اور کافروں) کے بارے میں ہے جو اللہ تعالےٰ کے ماسوا کسی کی عبادت کرتے ہیں اور دنیا کا کوئی مسلمان کسی مخلوق کی عبادت (پوجا) نہیں کرتا، صاف پتا چلتا ہے کہ دہلوی نے تمام مسلمانوں ہی کو پہلے کافر اور مشرک قرار دے رکھا ہے، پھر جتنی آیات کافروں کے بارے میں وارد ہیں مسلمانوں پر چسپاں کردی ہیں ورنہ قرآنِ کریم کی کسی آیت سے ثابت نہیں ہوتا کہ مقبولانِ بارگاہِ الٰہی کو سفارشی ماننے والا کافر ہے۔

"جو کوئی کسی سے یہ معاملہ (پکارنا، منت ماننا، نذر و نیاز کرنا، وکیل اور سفارشی ماننا) کرے، گو کہ اس کو اللہ کا بندہ و مخلوق ہی سمجھے، سو ابوجہل اور وہ شرک میں برابر ہے" (ص ۸)

"پھر خواہ یوں سمجھے کہ یہ بات ان کو اپنی ذات سے ہے خواہ اللہ کے دینے سے، غرض اس عقیدے سے ہر طرح شرک ثابت ہوتا ہے" (ص ۱۰)

یعنی اللہ تعالےٰ کی عطا سے علم و قدرت ماننا بھی شرک ہے، اب خود ہی سوچئے کہ اٰتَیۡنٰہُ مِنۡ لَّدُنَّا عِلۡمًا اور وَعَلَّمَکَ مَا لَمۡ تَکُنۡ تَعۡلَمُ وَکَانَ فَضۡلُ اللّٰہِ عَلَیۡکَ عَظِیۡمًا۔ بزرگانِ دین کا غلاف پکڑ کر دعا مانگنا شرک، اردگرد روشنی کرنا شرک، مجاور بن کر خدمت کرنا مثلاً جھاڑو دینا شرک، روشنی کرنا شرک، فرش بچھانا شرک، پانی پلانا شرک، وضو غسل کا لوگوں کے لئے سامان

marfat.com

درست کرنا شرک (ص ۱۱)

- "پھر خواہ یوں سمجھے کہ یہ آپ ہی اس تعظیم کے لائق ہیں یا یوں سمجھے کہ ان کی اس طرح کی تعظیم کرنے سے اللہ خوش ہوتا ہے اور اس تعظیم کی برکت سے اللہ مشکلیں کھول دیتا ہے، ہر طرح شرک ثابت ہوتا ہے۔" (ص ۱۲)
- "یہ کہنا کہ اللہ و رسول چاہے گا تو میں آؤں گا، شرک، کسی کو داتا کہنا شرک، کسی کو شہنشاہ کہنا شرک" (ص ۱۴)

تقویۃ الایمان کے مطابق موحد بن جائیے پھر چاہے فرعون، ہامان بلکہ شیطان جتنے گناہ بھی کر لیجئے، سب معاف بلکہ گناہوں کے مطابق رحمت ملے گی چلو چھٹی ہوئی :-

- " اس دنیا میں سب گنہگاروں نے گناہ کئے ہیں کہ فرعون بھی اس دنیا میں تھا اور ہامان بھی اس میں بلکہ شیطان بھی اسی میں ہے پھر یوں سمجھے کہ جتنے گناہ ان گنہگاروں سے ہوئے ہیں سو ایک آدمی وہ سب کچھ کرے لیکن شرک سے پاک ہو تو جتنے اس کے گناہ ہیں اللہ صاحب اتنی ہی اس پر بخشش کرے گا۔" (ص ۲۲)
- " یہ جو بعضے لوگ اگلے بزرگوں کو دور دور سے پکارتے ہیں اور اتنا ہی کہتے ہیں کہ یا حضرت تم اللہ کی جناب میں دعا کرو کہ وہ اپنی قدرت سے ہماری حاجت روا کرے ...... یہ بات غلط ہے اس واسطے کہ گو اس مانگنے کی راہ سے شرک ثابت نہیں ہوتا لیکن پکارنے کی راہ سے ثابت ہو جاتا ہے۔" (ص ۲۷)

گویا دور سے پکارنا اللہ تعالیٰ کے ساتھ مختص ہے اور یہ اسی وقت ہوگا

marfat.com

جب اللہ تعالیٰ کو دور مانا جائے گا، مقبولانِ بارگاہِ الٰہی کو دور سے پکارا تو شرک لازم آئے گا، معاذ اللہ!

حصن حصین میں حدیث ہے :-

وَاِنْ اَرَادَ عَوْنًا فَلْيَقُلْ يَا عِبَادَ اللّٰهِ اَعِيْنُوْنِيْ يَا عِبَادَ اللّٰهِ اَعِيْنُوْنِيْ يَا عِبَادَ اللّٰهِ اَعِيْنُوْنِيْ۔

"اگر مدد طلب کرے تو کہے اے اللہ کے بندو! میری مدد کرو، اے اللہ کے بندو میری مدد کرو، اے اللہ کے بندو میری مدد کرو۔"

نواب قطب الدین ظفر جلیل شرح حصن حصین میں لکھتے ہیں :-

"میرک شاہ نے بعض علماءِ ثقات سے نقل کیا ہے کہ یہ حدیث حسن ہے اور محتاج ہیں طرف اس کے تمام مسافر اور مشائخ سے روایت کی گئی ہے کہ یہ مجرب ہے اس مقدمہ میں۔" [1]

تقویۃ الایمان کے مطابق اس حدیث پر نہ صرف پکارنے کے اعتبار سے بلکہ مانگنے کے اعتبار سے بھی شرک کا حکم عائد ہوگا، نعوذ باللہ تعالیٰ من ذلک۔

"سو اب بھی جو کوئی کسی مخلوق کا عالم میں تصرف ثابت کرے اور اپنا وکیل سمجھ کر اس کو مانے سو اب اس پر شرک ثابت ہو جاتا ہے گو کہ اللہ کی برابر نہ سمجھے اور اس کے مقابلہ کی طاقت اس کو ثابت نہ کرے۔"

(ص ۳۲)

مشرک گری کا شوق کس قدر شدید ہے کہ جو شخص کسی مخلوق کے لئے جہان میں تصرف ثابت کرے یا کسی کو اپنا وکیل مانے اس پر شرک کا فتوٰی جاری

---

[1] قطب الدین، نواب : ظفر جلیل مطبع عبدالغفور شاہجہان آبادی، ص ۲۰۲ (بحوالہ الطیب البیان)

marfat.com

کر دیا جائے گا اگرچہ وہ اس مخلوق کو اللہ تعالیٰ کے برابر نہ جانے، اللہ تعالیٰ فرشتوں کے بارے میں فرماتا ہے: فَالْمُدَبِّرٰتِ اَمْرًا "قسم ہے ان فرشتوں کی جو امورِ عالم کا انتظام کرنے والے ہیں" قرآنِ پاک کے مطابق بنی اسرائیل عرض کرتے ہیں: یٰمُوْسَی ادْعُ لَنَا رَبَّکَ "اے موسیٰ! (علیہ السلام) اپنے رب سے ہمارے لئے دعا کیجئے"

حدیث شریف میں ہے کہ قیامت کے روز تمام مخلوق انبیاء کرام کی خدمت میں حاضر ہوگی اور سرورِ عالم محبوبِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہو کر عرض کریں گے کہ بارگاہِ الٰہی میں ہماری شفاعت کیجئے اور ہمیں اس مصیبت سے نجات دلائیے جس میں ہم مبتلا ہیں، یہ وکالت نہیں تو اور کیا ہے؟

تقویۃ الایمان کے مطابق تو قرآن و حدیث پر بھی شرک کا الزام آئے گا اور جب قرآن و حدیث ہی اس الزام سے بری نہ ہوئے تو اور کسی کے لئے کہاں گنجائش ہوگی؟

صفحہ ۳۵ سے ۴۰ تک شفاعت کا کھلم کھلا انکار کیا ہے جس کی تفصیل آپ تحقیق الفتویٰ میں ملاحظہ فرمائیں گے۔

سلف صالحین سے برگشتہ کرنے کے لئے لکھا ہے:۔

"کسی کی راہ و رسم کو ماننا اور اسی کے حکم کو اپنی سند سمجھنا یہ بھی انہی باتوں میں سے ہے کہ خاص اللہ نے اپنی تعظیم کے واسطے ٹھہرائی پھر جو کوئی یہ معاملہ کسی مخلوق سے کرے تو اس پر بھی شرک ثابت ہوتا ہے" (ص ۴۷)

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

فَسْئَلُوْٓا اَھْلَ الذِّکْرِ اِنْ کُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ

marfat.com

"اگر تم نہیں جانتے تو علم والوں سے پوچھو"

اب سوال یہ ہے کہ اہلِ علم کے قول پر اعتماد کیا جائے گا یا نہیں، اگر اعتماد نہیں تو پوچھنے کا کیا فائدہ؟ کیا معاذ اللہ! اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو عبث کا حکم دیتا ہے؟ اور اگر ان کے قول پر اعتماد کیا جائے تو تقویۃ الایمان کے مطابق شرک ٹھہرے گا، اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی تعمیل ہو تو کیونکر؟ یہ بات پیشِ نظر رہے کہ کوئی ایماندار عالم کتاب و سنت کے مقابل قول کرنے کی جرأت نہیں کر سکتا وہ وہی حکم بیان کرے گا جو خدا و رسول کا ہو۔

پھر اللہ تعالیٰ نے سورۂ فاتحہ میں ہمیں دعا مانگنے کا طریقہ یہ بتایا ہے کہ اے اللہ! ہمیں راہِ راست کی ہدایت عطا فرما، چونکہ ہر گمراہ اور غلط کار یہ کہتا ہے کہ جس راہ پر میں چل رہا ہوں وہی راہِ راست ہے، اس لئے صراطِ مستقیم کی نشانی یہ بیان فرما دی صراط الذین انعمت علیہم یعنی جو شخص انعام یافتہ حضرات (انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین) کی راہ اختیار کرے گا وہ راہِ راست پر ہے اور جو ان کی راہ سے برگشتہ ہوا غلط کار اور گمراہ ہے، مگر مولوی اسمٰعیل کو اصرار ہے کہ "کسی کی راہ و رسم کو ماننا اور اسی کے حکم کو اپنی سند سمجھنا شرک ہے"

ع ببیں تفاوتِ راہ از کجاست تا بہ کجا

معاملہ سلف صالحین تک ہی نہیں رہ جاتا بلکہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حکم کو واجب الاطاعت ماننا بھی شرک قرار دیا ہے:

"یا خود پیغمبر ہی کو یوں سمجھے کہ شرع انہیں کا حکم ہے، ان کا جو جی چاہتا تھا اپنی طرف سے کہہ دیتے تھے اور وہی بات انکی امت پر لازم ہو جاتی تھی، سو ایسی باتوں سے شرک ثابت ہوتا ہے بلکہ اصل حاکم اللہ ہے اور پیغمبر خبر دینے والا ہے۔" (ص ۴۷)

marfat.com

ارشادِ ربانی ہے اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو۔ اگر رسول کے حکم کی اطاعت لازم نہیں ہے تو واطیعوا الرسول کی کیا گنجائش رہ جاتی ہے؟

حضرت اقرع بن حابس نے پوچھا کیا حج ہر سال فرض ہے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سکوت فرمایا، جب انہوں نے دوسری اور تیسری بار یہی سوال کیا تو فرمایا لَوْ قُلْتُ نَعَمْ لَوَجَبَتْ اگر میں ہاں کہہ دیتا تو حج ہر سال فرض ہو جاتا۔ مولوی اسمٰعیل دہلوی کا تمرّد دیکھئے کہ جو شخص یہ سمجھے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اپنے فرمان سے کوئی بات واجب ہو جاتی ہے تو دہلوی کے نزدیک شرک واجب ہو جاتا ہے۔ اہلِ سنت کا عقیدہ یہ ہے کہ وہ اشیاء جن کے بارے میں نص وارد نہیں ہوئی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان کا حکم فرمادیں تو واجب اور اگر منع فرمادیں تو ممنوع، مَآ اٰتٰکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْہُ وَمَا نَھٰکُمْ عَنْہُ فَانْتَھُوْا۔

علامہ شرف الدین بوصیری قدس سرہ فرماتے ہیں ؎

نَبِیُّنَا الْاٰمِرُ النَّاہِیْ فَلَآ اَحَدٌ
اَبَرَّ فِیْ قَوْلِ لَآ مِنْہُ وَلَا نَعَمِ

"ہمارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حکم دینے والے، منع فرمانے والے ہیں، کوئی شخص نَعَم اور لَا (ہاں اور نہیں) کہنے میں آپ سے سچا نہیں ہو سکتا۔"

امتِ مسلمہ کو جس بے دردی سے مشرک قرار دیا ہے وہ بڑا ہی خوفناک انداز ہے، یوں معلوم ہوتا ہے کہ ایک دیوانہ یا سویا ہوا آدمی جو واہی تباہی مُنہ میں آتا ہے، کہے جاتا ہے، ملاحظہ ہو:۔

"اور کسی کی قبر پر یا چلّہ پر یا کسی کے تھان پر جانا اور دور سے

marfat.com

قصد کرنا اور سفر کی رنج و تکلیف اٹھا کر میلے کچیلے ہو کر وہاں پہنچنا اور وہاں جا کر جانور چڑھانے اور منتیں پوری کرنی اور کسی قبر یا مکان کا طواف کرنا اور اس کے گرد و پیش کے جنگل کا ادب کرنا، وہاں شکار نہ کرنا، درخت نہ کاٹنا، گھانس نہ اکھاڑنا اور اسی قسم کے کام کرنے اور ان سے کچھ دین و دنیا کے فائدے کی توقع رکھنی، یہ سب شرک کی باتیں ہیں، ان سے بچنا چاہیئے کیونکہ یہ معاملہ خالق ہی سے کیا چاہیئے، کسی مخلوق کی یہ شان نہیں کہ اس سے یہ معاملہ کیجئے۔" (ص ۴۵)

اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ معاذ اللہ! اللہ تعالےٰ کی قبر بھی ہے جہاں دور سے قصد کر کے جانا چاہیئے اور اس کا طواف کرنا چاہیئے کیونکہ بقول تقویۃ الایمان یہ معاملہ خالق ہی سے کیا چاہیئے۔

ان امور پر تفصیلاً گفتگو تو صدر الافاضل حضرت مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی قدس سرہ کی تصنیفِ لطیف اطیب البیان میں کی گئی ہے۔ نبیِ اکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"میں نے تمہیں قبروں کی زیارت سے منع کیا تھا، خبردار! تم قبروں کی زیارت کیا کرو کہ یہ زیارت آخرت کی یاد دلاتی ہے اور دنیا سے بے رغبت کرتی ہے۔"

لیکن تقویۃ الایمان کے مطابق قبر پر جانا شرک ہے، خاص طور پر روضہ مبارکہ کی زیارت کے بارے میں متعدد حدیثیں وارد ہیں۔ ایک حدیث میں ہے مَنْ حَجَّ وَلَمْ یَزُرْنِیْ فَقَدْ جَفَانِیْ جس نے حج کیا اور میری زیارت نہ کی اس نے مجھ پر ظلم کیا، تقویۃ الایمان کی رو سے دور سے قصد کر کے جانا شرک ہے۔

marfat.com

طوافِ قبر کے متعلق شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کا ارشاد ملاحظہ ہو :-

"بعدہ ہفت کرت طواف کند، دراں تکبیر بخواند و آغاز از راست بکند بعدہ طرف پایاں رخسارہ نہد و بیاید نزدیک روئے میت بہ نشیند بگوید یارب، بست و یک بار۔"

(الانتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ)

تقویۃ الایمانی دین کے مطابق حضرت شاہ صاحب مشرک ٹھہرے کہ وہ طوافِ قبر کا حکم دے رہے ہیں کہ دائیں جانب سے شروع کرے، سات چکر لگائے، ان میں تکبیر کہے، میت کے پاؤں کی طرف رخسارہ رکھے پھر میت کے چہرے کے سامنے آکر ۲۱ مرتبہ یارب کہے۔

نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں :-

اِنِّی اُحَرِّمُ مَا بَیْنَ لَابَتَیِ الْمَدِیْنَۃِ اَنْ یُّقْطَعَ عِضَاھُھَا اَوْ یُقْتَلَ صَیْدُھَا۔

(مشکوٰۃ شریف، ص ۲۲۹)

"میں مدینہ طیبہ کے دونوں سنگستانوں کے درمیانی حصہ کو حرام کرتا ہوں، اس کے درختوں کا کاٹنا اور اس کا شکار کرنا"

اسی کو تقویۃ الایمان میں شرک قرار دیا گیا ہے۔

تذکیر الاخوان، تقویۃ الایمان کا دوسرا حصہ عربی میں تھا، مولوی اسمٰعیل دہلوی کا ارادہ تھا کہ اس کا اردو ترجمہ کیا جائے لیکن مہلت نہ ملی، اس کے مرید محمد سلطان نے اردو ترجمہ کیا، اس میں جن امور کو بدعت اور گمراہی قرار دیا ہے ان کی فہرست طویل ہے، چند مثالیں ملاحظہ ہوں :-

"پھر ان میں کوئی قادری، کوئی سہروردی، کوئی نقشبندی، کوئی چشتی

marfat.com

بنے، حکم یہی ہے کہ سب مل کر قرآن و حدیث پر عمل کرو اور سنت کے طریقے کے موافق مسلمان رہو اور یہود و نصاریٰ کی طرح کئی فرقے مت ہو جاؤ۔" (ص ۹)

یعنی چشتی، نقشبندی، قادری اور سہروردی بننا یہود و نصاریٰ کی تفرقہ بازی کی طرح ہے۔

نئے نئے فرقوں اور بدعتوں کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھا:۔

"ایک فرقے نے گوشہ نشینی اور ترک امر بالمعروف و نہی عن المنکر اختیار کر کے شغل برزخ (تصور شیخ) اور نماز معکوس اور ختم اور توشے اور طرح طرح کے درود وظیفہ اور فالنامے اور گنڈے تعویذ اور اُتارے اور حاضراتیں اور عرس اور قبروں پر مراقبہ اور باجہ راگ سننا اور حال لانا ایجاد کیا اور مشائخ اور پیر کہلاتے، پھر کسی نے آپ کو چشتی مقرر کیا اور کسی نے قادری اور کسی نے نقشبندی کسی نے سہروردی، کسی نے رفاعی ٹھہرالیا۔" (ص ۸۱)

تقویۃ الایمان کے مطابق تمام سلاسل کے مشائخ اور مریدین بدعتی ٹھہرے۔

"شادی میں سہرا باندھنا، عید میں بغلگیر ہو کر ملنا، شبرات میں روشنی کرنا، تیجہ، دسواں، چالیسواں، برسی مردوں کی کرنا، نشانِ قدمِ رسول وغیرہ کی تعظیمیں کرنا، یہ سب ہندوؤں کی اور اپنے عالموں اور مولویوں اور درویشوں کی نکالی ہوئی ایجادی بات کو خدا اور رسول کے فرمودے کے برابر سمجھنا اور اس کی تحقیق نہ کرنا۔" (ملخصاً) (ص ۸۴)

لڑکا پیدا ہونے پر چھٹی کرنا، بسم اللہ کے واسطے چار برس اور چار مہینے کی قید کرنا اور بسم اللہ کی شادی کی محفل کرنا، ربیع الاول میں مولودی

marfat.com

محفل ترتیب دینا اور جب وہاں ذکر حضرت کے پیدا ہونے کا آوے کھڑے ہو جانا، ربیع الثانی کو گیارہویں کرنا، شعبان میں حلوا پکانا، شوال میں عید کے روز سوئیاں پکانا اور بعد نمازِ عیدین بغلگیر ہو کر ملنا یا مصافحہ کرنا اور ذیقعدہ کے مہینے میں نکاح کرنا، کفنی پر کلمہ وغیرہ لکھنا اور قبر میں قُل کے ڈھیلے رکھنا اور شجرہ رکھنا اور تیجہ دسواں چالیسواں اور چھ ماہی اور برسی عرس مُردوں کے کرنا اور اسقاط مروجہ کرنا، حافظوں کو قبروں پر بٹھلانا، قبروں پر چادریں ڈالنا، مقبرے بنانا، قبروں پر تاریخ لکھنا، وہاں چراغ جلانا اور وِرد ناد علی اور ختم بزرگوں کے نام کے اور مقلد کے حق میں تقلید ہی کافی جاننا" (ملخصاً) (ص ۸۶ تا ۸۸)

غرض یہ کہ ایک سوچے سمجھے منصوبے کے تحت عامۃ المسلمین کو مشرک اور بدعتی قرار دے کر ایک نئے فرقے کی بنیاد رکھی گئی ہے اور مشرک سازی کا جنون اس حد تک پہنچا کہ جو نظر کے سامنے آیا اسے مشرک قرار دے دیا، یہ بھی مشرک وہ بھی مشرک، تم بھی مشرک اور میں بھی مشرک، تقویۃ الایمان کے مطابق مولوی اسمٰعیل دہلوی سمیت دنیا کے تمام افراد مشرک ہیں۔

مشکوٰۃ شریف کے حوالے سے دہلوی صاحب نے ایک حدیث نقل کی ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ قیامت کے اللہ تعالیٰ ایک پاکیزہ ہوا بھیجے گا جو ہر اس شخص کو قبض کر لے گی جس کے دل میں رائی کے برابر ایمان ہو گا، وہی لوگ باقی رہ جائیں گے جن میں کچھ خیر نہ ہو گی تو وہ اپنے آباء کے دین کی طرف لوٹ جائیں گے۔

اس کے بعد مولوی اسمٰعیل دہلوی نے بے فائدہ ایک فائدہ کا اضافہ

marfat.com

کرتے ہوئے لکھا :-

"اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آخر زمانہ میں قدیم شرک بھی رائج ہوگا
سو پیغمبرِ خدا کے فرمانے کے موافق ہوا" (ص ۵۰)

لیجئے وہ ہوا (دہلوی کی قسمت کے لئے) چل چکی اور دنیا میں کوئی ایسا شخص باقی نہیں رہا جس کے دل میں رائی کے دانہ کے برابر بھی ایمان ہو، تو خود مولوی اسمٰعیل دہلوی کا کیا حال ہوگا؟

حضرت علامہ قاضی عیاض قدس سرہ شفا شریف میں فرماتے ہیں :-

نَقْطَعُ بِتَكْفِيرِ كُلِّ قَائِلٍ قَالَ قَوْلاً يُتَوَصَّلُ بِهِ إِلَى تَضْلِيلِ الْأُمَّةِ -

"جو کوئی ایسی بات کہے جس سے تمام امت کو گمراہ ٹھہرانے کی طرف راہ نکلے وہ یقیناً کافر ہے" [۱]

چونکہ تقویۃ الایمان میں عامۃ المسلمین کو مشرک اور بدعتی قرار دیا گیا تھا اس لئے علماء اہلِ سنت نے سختی سے اس کا نوٹس لیا یہاں تک کہ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی نے بھی اس سے برارت اور بیزاری کا اظہار فرمایا۔ مولانا محمد مخصوص اللہ، مولانا محمد موسٰے، حضرت شاہ احمد سعید مجددی، مفتی صدرالدین آزردہ، شاہ فضل حق خیرآبادی، شاہ عبدالمجید بدایونی اور شاہ فضل رسول بدایونی قدست اسرارہم ایسے اکابر معاصرین نے تقریر و تحریر کے ذریعے ردِ بلیغ کیا۔ کچھ لوگوں نے ان نظریات کو اپنا کر حمایت کا راستہ اختیار کیا، پھر فریقین میں وہ معرکہ آرائی ہوئی کہ پورا ہند میدانِ کارزار دکھائی دینے لگا۔

---

[۱] امام احمد رضا بریلوی : الکوکبۃ الشہابیہ ، ص ۱۲

marfat.com

آج غیر مقلدین، دیوبندی، جماعت اسلامی، تبلیغی جماعت تقویۃ الایمانی عقائد و نظریات پر کاربند ہیں اور اسی رشتے کی بنا پر نجدیوں کی تمام تر مالی، علمی اور اخلاقی امداد ان جماعتوں کو حاصل ہے، صرف اہل سنت و جماعت (جن کا پاک و ہند میں امتیازی نشان بریلوی ہے) سلف صالحین کے مسلک پر عمل پیرا ہیں اور ان عقائد کے حامل ہیں جو تقویۃ الایمان سے پہلے تمام مسلمانان عالم کے عقائد تھے اور آج بھی مسلمانوں کی اکثریت انہی عقائد پر ہے، ان کی خصوصیت یہ ہے کہ دنیا و آخرت کی نجات نبی اکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی سچی محبت اور اتباع میں مضمر مانتے ہیں،

فریقین کے درمیان اصولی (اعتقادی) اختلافات کی خلیج اتنی وسیع ہے جسے پاٹنا نہایت مشکل ہے، پہلا فریق تقویۃ الایمانی معتقدات سے دستبردار ہونے کے لئے ہرگز تیار نہیں ہوگا اور دوسرا فریق انبیاء و اولیاء کی محبت و عقیدت اور سلف صالحین کی روش سے منحرف ہونا گوارا نہیں کرے گا اور یہ سب کچھ مولوی اسمٰعیل دہلوی کا کیا دھرا ہے جس نے دیدہ دانستہ اختلاف و انتشار کی تخم ریزی کی اور جواز یہ پیش کیا کہ خود لڑ بھڑ کر ٹھیک ہو جائیں گے،

چنانچہ ایک مقام پر اعتراف کرتے ہوئے لکھا :-

"میں نے یہ کتاب لکھی ہے اور میں جانتا ہوں کہ اس میں بعض جگہ ذرا تیز الفاظ بھی آگئے ہیں اور بعض جگہ تشدد بھی ہو گیا ہے مثلاً ان امور کو جو شرک خفی تھے شرکِ جلی لکھ دیا گیا ہے، ان وجوہ سے مجھے اندیشہ ہے کہ اس کی اشاعت سے شورش ضرور ہوگی ۔۔۔ مگر توقع ہے کہ لڑ بھڑ کر خود ٹھیک ہو جائیں گے" [۱]

---

[۱] اشرف علی تھانوی : حکایاتِ اولیاء (دارالاشاعت، کراچی) ص ۴ - ۱۰۳

marfat.com

کیا کوئی ذی ہوش یہ فارمولا تسلیم کرلے گا کہ چونکہ لڑائی بھڑائی کے بعد خود مصالحت ہو جائے گی اس لئے افتراق کا بیج بو دینا چاہیئے، یہ تو ایسا ہی ہے کہ کسی شخص کو اس توقع پر زہر دے دیا جائے کہ خود الٹ پلٹ ہونے کے بعد صحیح ہو جائے گا، کاش کہ مولوی اسمٰعیل دہلوی یہ کتاب لکھ کر شیرازۂ امت کو بکھیرنے کا سبب نہ بنتا۔

مجاہدِ اسلام مولانا حسین حلمی بن سعید مدظلہ کو اللہ تعالےٰ دنیا و آخرت کی برکتوں اور سعادتوں سے مالا مال فرمائے کہ انہوں نے مکتبہ الیشق، استنبول، ترکی سے اہلِ سنت وجماعت کی حمایت اور وہابیت کے رد میں بے اندازلٹریچر شائع کر کے بین الاقوامی سطح پر مفت تقسیم کیا ہے، ان کی کوششیں پیرانِ گرامی، مشائخِ عظام اور علماءِ دین کے لئے بہترین مثال کی حیثیت رکھتی ہیں۔ ہم سب عزت و عافیت مسلکِ اہلِ سنت کی بقاء سے وابستہ ہے اس لئے مسلکِ اہلِ سنت وجماعت کا تحفظ اور اس کی اشاعت کا فریضہ ہم سب پر عائد ہوتا ہے۔

marfat.com

تحقیق الفتوےٰ فی ابطال الطغوےٰ

مولوی اسمٰعیل دہلوی نے ۱۵ر محرم ۱۲۴۰ھ کو تقویۃ الایمان لکھی، کسی شخص نے اس کی ایک عبارت نقل کر کے شاہ فضل حق خیر آبادی کی خدمت میں پیش کی جس میں شفاعت کا انکار کیا گیا تھا۔ علامہ نے ۱۸ر رمضان المبارک ۱۲۴۰ھ/۱۸۲۵ء میں تحقیق الفتوےٰ فی ابطال الطغوےٰ (سرکشی کے ابطال میں فتوے کی تحقیق) لکھی اور جواب کا حق ادا کر دیا۔

تقویۃ الایمان (مطبوعہ مرکنٹائل پرنٹنگ دہلی) کے ص ۳۵ سے ۳۸ تک مسئلہ شفاعت پر گفتگو کی گئی ہے جس کا خلاصہ درج ذیل ہے:

شفاعت کی تین قسمیں ہیں:۔

(۱) شفاعتِ وجاہت، مثلاً بادشاہ کے پاس کسی معتمد وزیر نے ایک مجرم کی سفارش کی، بادشاہ اس خطرے کے پیشِ نظر اس کی سفارش مان لیتا ہے کہ نہ ماننے کی صورت میں وزیر ناراض ہو جائے گا اور نظامِ مملکت میں خلل پڑ جائے گا۔

اس اعتبار سے بارگاہِ الٰہی میں شفاعت نہیں ہو سکتی کیونکہ کسی بھی بزرگ شخصیت کو بارگاہِ الٰہی میں یہ مرتبہ حاصل نہیں ہے۔

”اس شہنشاہ کی تو یہ شان ہے کہ ایک آن میں ایک حکم کُن سے چاہے تو کروڑوں نبی اور ولی اور جن و فرشتہ جبرئیل اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی برابر پیدا کر ڈالے“ (ص ۳۵)

۲ : شفاعت بالمحبت : مثلاً بادشاہ کا محبوب سفارش کرے اور بادشاہ اس کی سفارش اس لئے قبول کرلے کہ کہیں محبوب رُوٹھ نہ جائے اور اس کے روٹھنے سے مجھے رنج لاحق نہ ہو۔ یہ شفاعت بھی بارگاہِ الٰہی میں نہیں ہو سکتی۔

۳ : شفاعت بالاذن : مثلاً چور گرفتار ہو کر بادشاہ کے سامنے پیش ہوتا ہے وہ ہمیشہ کا چور نہیں ہے، اپنے کئے پر نادم ہے اور کسی امیر وزیر کی پناہ نہیں لیتا، بادشاہ اسے معاف کرنا چاہتا ہے لیکن آئین بادشاہت کا خیال کر کے بے سبب درگزر نہیں کر سکتا، کوئی امیر وزیر اس کی مرضی پا کر اس تقصیر وار کی سفارش کرتا ہے اور بادشاہ اس امیر کی عزت بڑھانے کو ظاہر میں اس کی سفارش کا نام کر کے اس چور کی تقصیر معاف کر دیتا ہے، سو اللہ کی جناب میں ایسی قسم کی شفاعت ہو سکتی ہے اور جس نبی و ولی کی شفاعت کا قرآن و حدیث میں ذکر ہے، سو اس کے معنی یہی ہیں (ملخصاً)

چونکہ قرآن و حدیث سے انبیاء و اولیاء کی شفاعت ثابت ہے اس لئے پہلی دو قسموں کا کھلم کھلا انکار کیا اور تیسری قسم کے انکار میں حیلہ بہانہ سے کام لیا کیونکہ تقویۃ الایمان کے مطابق تیسری قسم میں محض بظاہر شفاعت ہے، درحقیقت اللہ تعالےٰ خود مجرم کو معاف کرنا چاہے گا لیکن آئینِ بادشاہت کا خیال کر کے بے سبب درگزر نہیں کر سکے گا اس لئے نبی اور ولی، اللہ تعالےٰ کا منشا معلوم کر کے شفاعت کریں گے اور اللہ تعالےٰ برائے نام اس شفاعت کو قبول کر کے ازخود مجرم کو معاف کر دے گا۔

دیکھا آپ نے کہ کس طرح اللہ تعالےٰ کا عجز ثابت کیا کہ بے سبب درگزر نہیں کر سکے گا اور کس عیاری سے انبیاء و اولیاء سے شفاعت کی اس قسم کی بھی نفی کر دی۔

marfat.com

سائل نے یہ عبارت نقل کر کے علامہ فضل حق خیر آبادی سے درج ذیل امور دریافت کیے :۔

(۱) یہ قول حق ہے یا باطل ؟

(۲) یہ کلام حضور سید الانام صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی تنقیص شان پر مشتمل ہے یا نہیں ؟

(۳) اگر یہ کلام تنقیص شان ہے تو اس قائل کا شرعی طور پر کیا حکم ہے ؟

حضرت علامہ نے جواب کو چار مقامات پر تقسیم کیا ہے :

پہلا مقام : شفاعت کی حقیقت اور اس کے اقسام اور بالخصوص سید الشافعین صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی شفاعت کا بیان۔

دوسرا مقام : قائل مذکور کے کلام کا ابطال۔

تیسرا مقام : یہ کلام حضور سید المقربین صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی تنقیص شان پر مشتمل ہے۔

چوتھا مقام : علمارِ شریعت کے نزدیک اس جرم کے مرتکب کا حکم۔

ہر مقام میں عقلی و نقلی دلائل تفصیل سے بیان کیے اور آخر میں سوال مذکور کے ہر جُز کا جواب بیان کیا جس کا خلاصہ یہ ہے :۔

(۱) یہ کلام سراپا جھوٹ اور فریب ہے کیونکہ اس میں گناہگاروں کی نجات کے لیے شفاعت کے سبب ہونے کا انکار ہے اور نبیِ اکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم تمام انبیاء و اولیاء اور ملائکہ کی شفاعتِ وجاہت اور شفاعتِ محبت کی نفی ہے اور یہ عقیدہ قرآن و حدیث اور اجماعِ امت کے خلاف ہے جیسا کہ تفصیلاً پہلے مقام میں بیان ہوا۔

(۲) بے شک اس کا یہ کلام حضرتِ محبوبِ رب العلمین تمام انبیاء، ملائکہ

marfat.com

اور اولیاءِ کرام کی تنقیصِ شان پر مشتمل ہے جیسا کہ تیسرے مقام میں بیان ہوا۔

(۳) اس بے فائدہ کلام کا قائل شریعتِ مبارکہ کی رو سے بلاشبہ کافر و بے دین ہے، ہرگز مسلمان نہیں ہے اور شرعاً اس کا حکم قتل اور تکفیر ہے۔

یہ فتوے بعد کے علماء کے لئے مشعلِ راہ ثابت ہوا اور اکابر علماء نے بطور حوالہ اس کی عبارتیں نقل کی ہیں۔

حضرت مولانا شاہ فضل رسول بدایونی قدس سرہ فرماتے ہیں :۔

" مولوی فضل حق خیر آبادی نے (جزاہ اللہ خیراً) کہ علم و فضل میں مولوی اسمٰعیل وغیرہ کو ان سے کچھ نسبت نہیں، علومِ عقلیہ و نقلیہ اپنے والدِ ماجد سے کہ یگانۂ عصر تھے، حاصل کئے، مولوی اسمٰعیل کے روبرو ان کا رد و ابطال کیا اور تکفیر کی، نوبت تحریر کی آئی، مسئلۂ شفاعت میں مولوی اسمٰعیل نے حرکت مذبوحی کچھ جواب میں کی، آخر کو عاجز و ساکت ہو گئے اور تحقیق الفتوے فی رد اہل الطغوٰی کمال شرح و بسط سے مولوی فضل حق صاحب نے لکھا ۔" [1]

اس کے بعد تحقیق الفتوے کے آخر سے فتوے کا خلاصہ نقل کیا اور بعد میں فرمایا :۔

" مہریں و دستخط اکثر علماء کی اس پر ثبت ہوئیں " [2]

حضرت مولانا غلام قادر بھیروی (جنہ...

گیارہ کتابیں لکھیں اور بے شمار خلقِ خدا ۱۱

---

[1] شاہ فضل رسول بدایونی : سیف الجبار (مکتبہ رضویہ، لاہور ۱۹۷۳ء) ص ۶ - ۱۰

[2] ایضاً : ص ۸۸

(مطبع محبوبی، دہلی ۱۰۶۶ھ ص ۱۲) کے حوالہ سے فتوے کا خلاصہ نقل کیا ہے اور خلاصہ نقل کرنے سے پہلے فرماتے ہیں :-

"یہ آج کی بات نہیں بلکہ ایسے مباحثے و مذاکرہ مصنفِ تقویۃ الایمان سے دہلی میں علماء و فضلاء اہلِ سنت وجماعت نے کئے تھے اور اس وقت مصنفِ مذکور مغلوب ہو گیا تھا لیکن اب ہوائے نفسانی کو کام فرما کر اپنی عادت سے باز نہ آیا، اس پر کئی فتوے تکفیر کے باعث تصنیف کتاب مذکورہ کے تحریر ہوئے" ؎۱

فتوے نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں :-

"اور اکثر علماء شاہ جہان آباد کی مہریں اس پر ثبت ہیں" ؎۲

علامہ فضل حق خیر آبادی نے تقویۃ الایمان کی اس عبارت پر

"اس شہنشاہ کی تو یہ شان ہے الخ"

گرفت فرماتے ہوئے مسئلہ امتناع النظیر پر بھی بحث کی تھی کہ اوصافِ کاملہ میں نبی اکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی نظیر ممتنع بالذات ہے اور اس پر ایک دلیل یہ دی کہ :-

"اگر ایجاد و تکوین کا تعلق اوصافِ کاملہ میں نبی اکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی نظیر کے ساتھ صحیح ہو تو اللہ تعالےٰ کے جھوٹ کا صحیح ہونا لازم آئے گا کیونکہ اوصافِ کاملہ میں حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی نظیر اور آپ کا مساوی نبی ہی ہو گا اور حضور

؎۱ غلام قادر بھیروی، امام علامہ : اسلام کی آٹھویں کتاب (جے ایس سنت سنگھ لاہور ۱۹۳۹ء) ص ۵-۴

؎۲ ایضاً : ص ۹

marfat.com

صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے بعد (نئے نبی کا وجود نص قرآنی وَلٰکِنْ رَّسُوْلَ اللّٰہِ وَخَاتَمَ النَّبِیّٖنَ کے کذب کو مستلزم ہے اور جھوٹ چونکہ عیب ہے اس لئے اللہ تعالےٰ کے لئے محال بالذات ہے۔"

مولوی اسمٰعیل دہلوی نے اپنے عقیدہ امکانِ نظیر کی حمایت میں کہہ دیا کہ اللہ تعالےٰ کا جھوٹا ہونا (معاذ اللہ) ممکن ہے، اس سے ایک اور بحث کا دروازہ کھل گیا۔ مولوی محمد بن عبد القادر لودھیانوی (دیوبندی) نے ایک رسالہ تقدیس الرحمٰن عن الکذب والنقصان لکھا اور مسئلہ امکانِ کذب کا شدید رد کیا، چنانچہ لکھتے ہیں :۔

"فریقِ اول کا یہ دعوےٰ کہ خدا تعالےٰ کی کلام میں کذب ممکن ہے، سخت بے جا ہے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ کیونکہ عدم اس کا بر خلاف ممکن کے ضروری ہے، دلائل عقلیہ و نقلیہ سے علمائے اسلام نے کذب کا امتناع ثابت کیا ہے، کتبِ تفسیر و عقائد و اصول میں یہ مسئلہ مشرحاً موجود ہے۔" [1]

چند دلائل دینے کے بعد لکھتے ہیں :۔

"اس مسئلے میں مولوی اسمٰعیل صاحب نے اعلیٰ درجے کی غیر مقلدی کا رتبہ حاصل کیا کیونکہ ادنیٰ درجے کی غیر مقلدی تو صرف یہی ہے کہ ہم امامانِ دین کی تقلید نہیں کرتے۔ آیات واحادیث پر عمل بموجب فہم اپنے کے کرتے ہیں اور اعلیٰ درجے کی غیر مقلدی یہ ہے کہ قرآن حدیث

---

[1] مولوی محمد : تقدیس الرحمٰن (مطبع صحافی، لاہور) ص ۳

marfat.com

کی بھی تقلید نہ کی جاوے جیسا اپنے زعم میں آوے، گو آیاتِ قطعیہ اور جمہور عقلاء کے مخالف ہو، درست ہے جیسے مولوی اسمٰعیل صاحب نے کذب کا امکان کلامِ ربانی میں مخالف ادلہ نقلیہ و عقلیہ کے جائز رکھ کر مع متبعین مورد آیۂ فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰی عَلَی اللّٰہِ کَذِبًا لِّیُضِلَّ النَّاسَ بِغَیْرِ عِلْمٍ اِنَّ اللّٰہَ لَا یَھْدِی الْقَوْمَ الظّٰلِمِیْنَ کے ہوئے "[1]

البتہ مولوی محمد لدھیانوی نے مسئلہ امتناع النظیر میں شاہ فضلِ حق خیر آبادی کی مخالفت کی ہے اور لکھا ہے :

" مولوی فضلِ حق صاحب اور متبعین ان کے مثل مولوی غلام دستگیر صاحب قصوری وغیرہ نظیر خاتم النبیین کو ممتنع بالذات قرار دینے میں سخت غلطی پر ہیں، دلائل عقلیہ و نقلیہ بالکل ان کے مخالف ہیں "[2]

معلوم ہوتا ہے کہ علامہ فضل حق خیر آبادی کی کوئی تصنیف مولوی محمد لدھیانوی کے سامنے نہیں تھی اس لئے علامہ کی کسی دلیل کو نقل کر کے اس کا جواب نہیں دیا۔

امکانِ کذبِ باری تعالیٰ کے رد میں اعلیٰ حضرت امامِ اہلِ سنت مولانا شاہ احمد رضا خاں بریلوی قدس سرہ نے متعدد رسائل تحریر فرمائے ہیں جو سبحٰن السبوح میں چھپ چکے ہیں، آج تک بفضلہ تعالیٰ کسی کو ان کے جواب دینے کی ہمت نہیں ہوئی۔

---

[1] مولوی محمد : تقدیس الرحمٰن ، ص ۸ - ۷

[2] ایضاً : ، ص ۱۳

marfat.com

مولانا احمد حسن کانپوری نے رسالہ مبارکہ تنزیہ الرحمٰن عن شائبۃ الکذب والنقصان لکھا اور اس میں مناظرۂ بہاولپور کے دیوبندی استدلالات پر بھی کلام کیا [۱]

مولوی محمود حسن دیوبندی نے اس کے جواب میں الجہد المقل لکھی جس میں اللہ تعالیٰ کے لئے جھوٹ کا امکان ثابت کرتے کرتے تمام افعالِ قبیحہ قدرتِ باری تعالیٰ کے تحت داخل ہونے کا اعتراف کر گئے ہیں، چنانچہ لکھتے ہیں :-

"افعالِ قبیحہ کو مثل دیگر ممکناتِ ذاتیہ مقدورِ باری جملہ اہلِ حق تسلیم فرماتے ہیں کیونکہ خرابی ہے تو ان (اُن) کے صدور میں ہے نفسِ مقدوریت میں اصلاً کوئی خرابی نظر نہیں آتی"

چند سطور کے بعد لکھتا ہے :-

"بالجملہ قبائح کے صدور کو ممکن بالذات کہنا بجا اور مذہبِ اہلِ سنت ہے البتہ بوجہ امتناع بالغیر ان کے تحقق وفعلیّت صدور کی کبھی نوبت نہیں آسکتی" [۲]

مولانا حکیم سید برکات احمد ٹونکی نے الصمصام القاضب لرأس المفتری علی اللہ الکذب اور مولانا مفتی محمد عبد اللہ ٹونکی نے عجالۃ الراکب فی امتناع کذب الواجب لکھ کر عقیدۂ امکانِ کذب کا ردِ بلیغ فرمایا۔

حضرت پیر سید مہر علی شاہ گولڑوی قدس سرہ نے ۱۹ محرم ۱۳۳۱ھ/

---

[۱] محمود احمد قادری، مولانا شاہ : تذکرۂ علمائے اہل سنت (مطبوعہ کانپور ۱۳۹۱ھ) ص ۲۸

[۲] محمود حسن دیوبندی : الجہد المقل (مطبع بلالی، ساڈھورہ) ج ۱، ص ۴۱

marfat.com

۱۹۱۲ء کو انجمن نعمانیہ، لاہور کے پچیسویں سالانہ جلسہ میں تقریر فرمائی۔ مشہور محدّث حضرت مولانا شاہ وصی احمد محدث سورتی قدس سرہ بھی تشریف فرما تھے، حضرت نے اپنے خطبہ میں مسئلۂ امتناعِ نظیر اس عمدگی سے بیان کیا کہ اہلِ علم عش عش کر اُٹھے، فرمایا :-

واول ظهورات حين الرحمٰن على العرش استوىٰ، ثاني شيونات المبشر بما ارسلنك الا رحمة للعٰلمين كما ان اٰخر اٰخر رحمات (ينبغي ان يكون كما انه اٰخر رحمات) اذا ما يشفع عنده الا باذنه اول اذناته، فهو صلى الله تعالىٰ عليه وسلم اول ما خلق الله نوره كما ان اٰخر بخاتم النبيين ظهوره ومن هنا امتنع مثله و نظيره، فان الاول ليس بثان وكما ان الثاني ليس باول، فامتناع شريك الباري عزّ اسمه من ذاته كما ان عدم امكان نظيره صلى الله عليه وسلم من حيث بعض صفاته نظاهر ان المقدورات غير محيطة بالمعلومات فاتضح الامر باوضح الدلالات بغير مدخل مسئلة امكان الكذب وامتناعه اللّٰهم ارنا حقيقة الاشياء كما هي ؎

؎ فیض احمد، مولانا : مہرِ منیر ، ص ۴۶۴

"اس کا پہلا ظہور الرحمٰن علی العرش استویٰ کے وقت تھا، اس کی دوسری شان وہ ہے جس کی بشارت وما ارسلنٰک الا رحمۃ للعٰلمین میں دی گئی ہے جسطرح اللہ تعالےٰ کی آخری رحمت نبی اکرم صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم ہیں جنہیں سب سے پہلے شفاعت کی اجازت دی جائے گی، نبی اکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کا نور اللہ تعالےٰ نے سب سے پہلے پیدا فرمایا جیسے کہ خاتم النبین ہونے کی حیثیت سے آپ کا ظہور سب سے آخر میں ہے، اس بنا پر آپ کی مثل اور نظیر ممتنع ہے کیونکہ اول ثانی نہیں ہوسکتا جیسے کہ ثانی اول نہیں ہوسکتا۔ شریک الباری، ذاتِ الٰہی کے اعتبار سے ممتنع ہے اور نبی اکرم صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی نظیر آپ کے بعض اوصاف کے اعتبار سے ممتنع ہے کیونکہ ظاہر ہے کہ تمام معلومات، قدرت کے تحت داخل نہیں (واجب اور ممتنع، معلوم ہیں لیکن قدرت کے تحت داخل نہیں) مسئلۂ امکانِ کذب اور امتناعِ کذب کو دخل دیئے بغیر مسئلہ (امتناعِ نظیر) نہایت واضح طور پر ثابت ہوگیا، اے اللہ! ہمیں اشیاء کی حقیقتِ واقعیہ دکھا۔"

سیف الجبار کے حوالہ سے اس سے قبل بیان ہوچکا ہے کہ علامہ فضل حق خیرآبادی کا مولوی اسمٰعیل دہلوی سے تحریری مناظرہ بھی ہوتا رہا جس میں مولوی اسمٰعیل دہلوی عاجز و ساکت ہوئے، تحقیق الفتویٰ کے جواب مولوی اسمٰعیل دہلوی کے شاگرد مولوی حیدر علی ٹونکی نے ایک رسالہ لکھا جس کے رد میں حضرتِ علامہ نے امتناع النظیر ایسی شہرۂ آفاق کتاب فارسی میں لکھی جس کا جواب آج تک کسی سے نہ بن سکا۔ حضرت مولانا سید سلیمان اشرف

marfat.com

ہماری سابق صدر شعبۂ دینیات مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ کی کوشش سے انتناع النظیر ایک دفعہ چھپی۔ کوئی صاحب ہمت اگر اس کی دوبارہ اشاعت کا اہتمام کرے تو یہ بڑی علمی و دینی خدمت ہوگی۔

تحقیق الفتوے، مسئلۂ شفاعت پر بے نظیر کتاب ہے اس میں اگر مباحث ہیں تو اہلِ محبت کے لئے فضائل و مناقب کا خاصا ذخیرہ بھی موجود ہے، اس کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ حضرتِ علامہ صرف منطق و حکمت اور ادب عربی پر ہی کامل دسترس نہیں رکھتے تھے بلکہ علومِ دینیہ تفسیر، حدیث اور اصولِ فقہ میں بھی گہری نظر رکھتے تھے، بلا شبہ یہ کتاب اربابِ نظر اور اہلِ محبت کے لئے ارمغانِ عظیم ہے۔ اصل کتاب چونکہ فارسی زبان میں تھی اس لئے فارسی کے ساتھ ساتھ اردو ترجمہ بھی پیش کیا جا رہا ہے۔

ہماری معلومات کے مطابق یہ کتاب اس سے پہلے نہیں چھپی، حیرت کی بات ہے کہ اتنی اہم کتاب ایک سو ساٹھ سال تک منظرِ عام پر نہ آسکی جب کہ تقویۃ الایمان کے بیسیوں ایڈیشن چھپ گئے، در اصل جنگِ آزادی ۱۸۵۷ء کے بعد سب سے زیادہ مصائب و آلام کا شکار علماءِ اہلِ سنت ہوئے۔

انگریز کی نظر میں قابلِ عتاب اہلِ سنت ہی تھے، پھر جب پریس پر ہندوؤں کا اثر و نفوذ بڑھا تو بھی ان کے قہر و غضب کا ہدف علماءِ اہلِ سنت ہی تھے، نتیجہ یہ ہوا کہ لٹریچر کی اشاعت کے میدان میں وہ کام نہ ہو سکا جو ہونا چاہئے تھا اگرچہ تصنیف و تالیف کے میدان میں اہلِ سنت نے بڑا کام کیا لیکن اس کی خاطر خواہ اشاعت نہ ہو سکی، گھٹن زدہ ماحول میں اشاعتی ادارے بھی کچھ زیادہ قائم نہ ہو سکے، اسی سبب سے اہلِ سنت کا لٹریچر ضرورت

marfat.com

کے مطابق دستیاب نہ ہوتا تھا، اب بحمدہٖ تعالیٰ پاکستان میں متعدد اشاعتی اداری قائم ہو چکے ہیں اور ان کی طرف سے بڑی مقدار میں لٹریچر سامنے آرہا ہے۔ یہ ادارے اگر منظم طریقے پر کام کریں تو ان کی کارکردگی میں بے پناہ اضافہ ہو سکتا ہے۔

تحقیق الفتویٰ کا ایک مخطوطہ مولانا عبدالقادر شہید بانی جامعہ قادریہ فیصل آباد کے پاس تھا۔ برادرِ محترم مولانا محمد عبدالغفار ظفر صابری مدظلہ آستانہ عالیہ حضرتِ محدثِ اعظم پاکستان مولانا سردار احمد چشتی قادری قدس سرہ نے ۱۹۵۸ء میں ان سے لے کر نقل کیا۔

مولانا قاضی عبدالنبی کوکب رحمہ اللہ تعالیٰ کی معرفت معلوم ہوا کہ اس کا ایک مخطوطہ پنجاب یونیورسٹی لائبریری، لاہور میں موجود ہے، انہی کے توسط سے دونوں نسخوں کے مقابلہ کا موقع ملا، ۲۱ نومبر ۱۹۷۳ء کو راقم الحروف تقابل سے فارغ ہوا۔

گزشتہ سال ۱۳۹۸ھ/۱۹۷۸ء رمضان المبارک کی تعطیلات میں اس کا ترجمہ کرنے کا موقع ملا، اتنے مراحل کے بعد اب یہ کتاب قارئین کی خدمت میں پیش کی جا رہی ہے، پہلے اردو ترجمہ اور آخر میں اصل کتاب فارسی رکھی گئی ہے تاکہ عام قارئین کے لئے آسانی رہے۔ فارسی نسخہ کے حواشی میں دونوں نسخوں کا اختلاف دکھایا گیا ہے۔ پنجاب یونیورسٹی لائبریری کے نسخہ کے لئے (پ) اور ذاتی نسخہ کے لئے (ذ) علامت استعمال کی گئی ہے۔

ان دونوں نسخوں کے علاوہ ایک تیسرا قلمی نسخہ قاضی صدرالدین ہزاروی (ہری پور) کے کتب خانہ میں موجود ہے، مولانا قاضی عبدالنبی کوکب رحمہ اللہ تعالیٰ

marfat.com

نے راقم کو بتایا تھا کہ وہ نسخہ ناقص الآخر ہے ۔ ایک نسخہ مولانا صاحبزادہ عبدالصبور صاحب (گکھڑ منڈی) کے پاس تھے ، افسوس کہ راقم الحروف آخر الذکر نسخوں کی زیارت نہیں کر سکا ۔

تحقیق الفتویٰ کی اہمیت کے لئے علامہ فضلِ حق خیرآبادی کا نام ضمانت کی حیثیت رکھتا ہے ، کتاب کے آخر میں دہلی کے مشہور اکابر کی تصدیقی مہریں ثبت ہیں جن سے کتاب کی ثقاہت میں مزید اضافہ ہو جاتا ہے ۔

محمد عبدالحکیم شرف قادری

یکم رمضان المبارک ۱۳۹۹ھ

marfat.com

استفتاء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اللہ تعالےٰ کی حمد و ثنا کرتے ہوئے، اس کی بارگاہ میں نذرانۂ عجز پیش کرتے ہوئے، اس کے حبیب پر صلوٰۃ و سلام عرض کرتے ہوئے اور بارگاہِ الٰہی میں حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم سے شفاعت طلب کرتے ہوئے استفسار ہے۔

علماءِ شریعت اور اربابِ صدق و یقین مفتیانِ مخلصین کیا فرماتے ہیں اس شخص (مولوی اسمٰعیل دہلوی) کے بارے میں جس نے فارسی سے ناواقف عوام الناس کی تعلیم کے لئے ایک رسالہ اردو میں تحریر کیا، مسئلۂ شفاعت میں اپنی زبان ان کلمات سے آلودہ کی اور اپنے دل کا مخفی عقیدہ اِن الفاظ میں پیش کیا ہے:

"اس جگہ ایک بات بڑے کام کی ہے، اس کو کان رکھ کر سن لینا چاہیے .... کہ شفاعت کہتے ہیں سفارش کو، اور دنیا میں سفارش کئی طرح کی ہوتی ہے جیسے ظاہر کے بادشاہ کے ہاں کسی شخص کی چوری ثابت ہو جائے اور کوئی امیر و وزیر اس کو اپنی سفارش سے بچا لے تو ایک تو یہ صورت ہے کہ بادشاہ کا جی تو اس چور کے پکڑنے ہی کو چاہتا ہے اور اس کے آئین کے موافق اس کو سزا پہنچتی ہے مگر اس امیر سے دب کر اس کی سفارش مان لیتا ہے اور اس چور کی تقصیر معاف کر دیتا ہے کیونکہ وہ امیر اس کی سلطنت کا بڑا رکن ہے اور اس کی بادشاہت کو بڑی رونق دے رہا ہے، بادشاہ یہ سمجھ رہا ہے کہ ایک جگہ اپنے غصے کو تھام لینا اور ایک

marfat.com

چور سے درگزر کر جانا بہتر ہے اس سے کہ اتنے بڑے امیر کو ناخوش کر دیجئے کہ بڑے بڑے کام خراب ہو جائیں اور سلطنت کی رونق گھٹ جائے، اس کو شفاعتِ وجاہت کہتے ہیں یعنی اس امیر کی وجاہت کے سبب سے اس کی سفارش قبول کی، اس قسم کی سفارش اللہ کی جناب میں ہرگز ہرگز نہیں ہو سکتی اور جو کوئی نبی و ولی کو یا امام اور شہید کو یا کسی فرشتے کو یا کسی پیر کو اللہ کی جناب میں اس قسم کا شفیع سمجھے وہ اصلی مشرک ہے اور بڑا جاہل کہ اس نے خدا کے کچھ معنی ہی نہیں سمجھے اور اس مالک الملک کی قدر کچھ بھی نہ پہچانی، اس شہنشاہ کی تو یہ شان ہے کہ ایک آن میں ایک حکمِ کُن سے چاہے تو کروڑوں نبی اور ولی اور جن اور فرشتہ جبرئیل اور محمد صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے برابر پیدا کر ڈالے اور ایک ہی دم میں سارا عالم عرش سے فرش تک اُلٹ پلٹ کر ڈالے اور ایک اور ہی عالم اس جگہ قائم کرے کہ اس کے تو محض ارادے ہی سے ہر چیز ہو جاتی ہے. کسی کام کے واسطے کچھ اسباب اور سامان جمع کرنے کی کچھ حاجت نہیں۔

اور جو سب لوگ پہلے اور پچھلے اور آدمی اور جن بھی سب مل کر جبرئیل اور پیغمبر ہی سے ہو جائیں تو اس مالک الملک کی سلطنت میں ان کے سبب کچھ رونق بڑھ نہ جائے گی اور جو سب شیطان اور دجال ہی سے ہو جائیں تو اس کی کچھ رونق گھٹنے کی نہیں، وہ ہر صورت میں بڑوں کا بڑا ہے اور بادشاہوں کا بادشاہ، اس کا نہ کوئی کچھ بگاڑ سکے اور نہ کچھ سنوار سکے۔

دوسری صورت یہ ہے کہ کوئی بادشاہزادوں میں سے یا بیگمات میں سے یا کوئی بادشاہ کا معشوق اس چور کا سفارشی ہو کر کھڑا ہو جاوے اور چوری کی سزا نہ دینے دے اور بادشاہ اس کی محبت سے

لاچار ہو کر اس چور کی تقصیر معاف کر دے تو اس کو شفاعتِ محبت کہتے ہیں، یعنی بادشاہ نے محبت کے سبب سے سفارش قبول کر لی اور یہ بات سمجھی کہ ایک بار غصہ پی جانا اور ایک چور کو معاف کر دینا بہتر ہے اس رنج سے کہ جو اس محبوب کے روٹھ جانے سے مجھ کو ہوگا۔ اس قسم کی شفاعت بھی اس دربار میں کسی طرح ممکن نہیں اور جو کوئی کسی کو اس جناب میں اس قسم کا شفیع سمجھے، وہ بھی ویسا ہی مشرک ہے اور جاہل جیسا کہ اول مذکور ہو چکا، وہ مالک الملک اپنے بندوں کو بہتیرا ہی نوازے اور کسی کو حبیب کا اور کسی کو خلیل کا اور کسی کو کلیم کا اور کسی کو روح اللہ و جیہ کا خطاب بخشے اور کسی کو رسولِ کریم اور مکین اور روح القدس اور روح الامین فرما دے مگر پھر مالک مالک ہے اور غلام، غلام، کوئی بندگی کے رتبے سے قدم باہر نہیں رکھ سکتا اور غلامی کی حد سے زیادہ نہیں بڑھ سکتا جیسا اس کی رحمت کے سبب سے ہر دم خوشی سے جھکتو لیتا ہے اس کی ہیبت سے رات دن زہرہ پھٹتا ہے۔

تیسری صورت یہ ہے کہ چور پر چوری ثابت ہوگئی مگر وہ ہمیشہ کا چور نہیں اور چوری کو اس نے کچھ اپنا پیشہ نہیں ٹھہرایا مگر نفس کی شامت سے قصور ہو گیا، اس پر شرمندہ ہے اور رات دن ڈرتا ہے اور بادشاہ کے آئین کو سر و آنکھوں پر رکھ کر اپنے تئیں تقصیر وار سمجھتا ہے اور لائق سزا کے جانتا ہے اور بادشاہ سے بھاگ کر کسی امیر و وزیر کی پناہ نہیں ڈھونڈتا اور اس کے مقابلہ میں کسی کی حمایت نہیں جتاتا اور رات دن اسی کا منہ دیکھ رہا ہے کہ دیکھئے میرے حق میں کیا حکم فرما دے؟ اس کا یہ حال دیکھ کر بادشاہ کے دل میں اس پر ترس آتا ہے مگر آئینِ بادشاہت کا خیال کر کے بے سبب درگزر نہیں کرتا کہ کہیں لوگوں کے دلوں میں اس

marfat.com

آئین کی قدر گھٹ جائے، کوئی امیر و وزیر اس کی مرضی پا کر اس تقصیروار کی سفارش کرتا ہے اور بادشاہ امیر کی عزت بڑھانے کو ظاہر میں اس کی سفارش کا نام کر کے اس چور کی تقصیر معاف کر دیتا ہے۔ اس امیر نے اس چور کی سفارش اس لئے نہیں کی کہ اس کا قرابتی ہے یا آشنا یا اس کی حمایت اس نے اٹھائی بلکہ محض بادشاہ کی مرضی سمجھ کر، کیونکہ وہ تو بادشاہ کا امیر ہے نہ چوروں کا تھانگی، جو چور کا حمایتی بن کر اس کی سفارش کرتا ہے تو آپ بھی چور ہو جاتا ہے، اس کو شفاعت بالاذن کہتے ہیں، یعنی یہ سفارش خود مالک کی پروانگی سے ہوتی ہے۔ اللہ کی جناب میں ایسی قسم کی شفاعت ہو سکتی ہے اور جس نبی ولی کی شفاعت کا قرآن و حدیث میں مذکور ہے اس کے معنی یہی ہیں۔

ہر بندے کو چاہیئے کہ ہر دم اللہ ہی کو پکارے اور اسی سے ڈرتا رہے اور اسی کی التجا کرتا رہے اور اسی کے روبرو اپنے گناہوں کا قائل رہے اور اس کو اپنا مالک بھی سمجھے اور حمایتی بھی اور یہاں تک خیال دوڑائیے اللہ کے سوائے کہیں اپنا بچاؤ نہ جانے اور کسی کی حمایت پر بھروسا نہ کرے کیونکہ وہ خود بڑا غفور الرحیم ہے، سب مشکلیں اپنے ہی فضل سے کھول دے گا اور سب گناہ اپنی ہی رحمت سے بخش دیگا اور جس کو چاہے گا اپنے حکم سے اس کا شفیع بنا دے گا"[1]

اس قائل کا یہ قول حق ہے یا باطل، کچھ بھی ہو حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بلند مقام کی توہین و تنقیص پر دلالت کرتا ہے یا نہیں؟ اگر اس جرم عظیم اور بہت بڑی جرأت پر دلالت کرتا ہے تو اس کا قائل دینی اعتبار سے کون ہے اور

---

[1] اسمٰعیل دہلوی، مولوی : تقویۃ الایمان ۔ (مطبوعہ دفتر اخبار محمدی باڑہ ہندو راؤ، دہلی) ص ۳۸-۳۵

marfat.com

شرعاً اس کا کیا حکم ہے ؟

چونکہ یہ مسئلہ مسائلِ دینیہ سے ہے اور حضور افضل الرسل سید الاولین والآخرین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان سے متعلق ہے اس لئے مخلص علماء سے امید ہے کہ حقیقتِ حال کے بیان کرنے اور سوال کے جواب میں کسی کی رو رعایت نہیں کریں گے اور بلا خوفِ لومۃ لائم، کلمۂ حق آشکارا فرمائیں گے اور بلا حیل وحجت صحیح جواب تحریر فرمائیں گے، اور تلبیس والتباس کے دفع کرنے میں ذرہ برابر تساہل نہیں فرمائیں گے تا کہ ہدایت کے متلاشی قولِ مذکور کو حق وصواب نہ سمجھنے لگیں ۔

جواب

وہ بات جو ان کے منہ سے نکلتی ہے بہت بڑی ہے، وہ صرف جھوٹی بات کہتے ہیں، یہ بے فائدہ کلام جو جھوٹے اقوال اور عجیب وغریب غلط باتوں پر مشتمل ہے، درستی اور سچائی کے ساتھ ذرہ برابر تعلق نہیں رکھتا، اس کا قائل، شفاعت کی قسمیں بیان کرتے ہوئے متعدد امورِ شنیعہ کا مرتکب ہوا ہے اور اس نے متقدمین اور متاخرین کے نزدیک بالاتفاق اشرف الاشراف صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان رفیع میں تنقیص سے اپنے ایمان کی آبرو ضائع کی اور بے علموں کے تاریک دلوں میں فتنہ اور گمراہی کا بیج بویا ہے ۔

اس اجمال کی تفصیل چار مقام میں تحریر کی جائے گی ۔

پہلا مقام ۔ عام شفاعت کی حقیقت اور اس کے اقسام میں ہوگا ۔ اس میں حضور مرجعِ خلائق، قیامت کے دن شفاعت کرنے والوں کے سردار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شفاعت کا خصوصیت کے ساتھ ذکر ہوگا ۔ ضمناً اس کلام کے فساد کے بعض کی طرف اشارہ ہوگا ۔

دوسرا مقام اس بے فائدہ گفتگو کے رد میں جسے یہ قائل حضور سید الاولین و

marfat.com

الآخرین صلی اللہ تعالے علیہ وسلم کی شان میں زبان پر لایا ہے۔

تیسرا مقام۔ اس امر کے اثبات میں کہ یہ پر ضلالت گفتگو اس ذاتِ کریم کی توہین و تنقیص پر مشتمل ہے جن کی تعظیم فرض ہے اور جو بارگاہِ الٰہی کے مقربین کے سردار ہیں۔

چوتھا مقام، علماءِ شریعت کے نزدیک اس جرمِ شنیع کے مرتکب کے حکم میں۔

پہلا مقام

شفاعت کے اقسام

شفاعت، سفارش کو کہتے ہیں۔ اس کی دو قسمیں ہیں:

(۱) گناہوں کی بخشش کے لئے۔ (۲) مراتب کی بلندی کے لئے۔

ایک شخص دوسرے کے سامنے کسی کی سفارش کرتا ہے تو وہ اس لئے مقبول و منظور ہوتی ہے کہ پہلے شخص کو دوسرے کے سامنے عزت و شرافت حاصل ہوتی ہے، عزت و شرافت کی چند وجہیں ہوتی ہیں:

شفاعتِ وجاہت

(۱) جس کے پاس سفارش کی گئی ہے اس نے سفارش کرنے والے کو اپنی بارگاہ میں قرب عطا کیا ہے اور اپنے متعلقین میں اسے عزت و امتیاز بخشا ہے، ان عزتوں میں سے ایک یہ ہے کہ دیگر ماتحت افراد کے مراتب کی بلندی اور گناہگاروں کی معافی کے لئے اسے بات کرنے کی اجازت ہے، اس کی عرض قبول کی جاتی ہے اور اس کی سفارش مانی جاتی ہے۔ اگر اس معزز شخصیت کی عرض اور سفارش کو نہ مانا جائے تو اس کے رنجیدہ ہونے سے اس شخص کو (جس کی بارگاہ میں سفارش کی گئی ہے) کوئی رنج یا نقصان نہیں پہنچے گا لیکن اس کی عرض کو نہ ماننا اور اس کی بات کو اہمیت نہ دینا اس عزت افزائی اور بندہ نوازی کے خلاف ہے جو اس شخص کو دی گئی ہے، یہ شفاعتِ وجاہت ہے۔ اس میں یہ

marfat.com

شرط نہیں ہے کہ جس کے پاس سفارش کی گئی ہے، اسے شفاعت کرنے والے کی ناخوشی سے خطرہ ہو اور سفارش قبول نہ کرنے کی صورت میں نقصان کا خوف ہو کیونکہ شفاعت کا معنی سفارش اور وجاہت کا معنی لحاظ اور عزت ہے، کسی لفظ سے ڈر اور زور نہیں سمجھا جاتا۔

بایں ہمہ ہر شخص جانتا ہے کہ شفاعت اور سینہ زوری الگ الگ ہیں، سفارش میں سینہ زوری نہیں ہوتی، اگر کوئی شخص کسی کی بات نقصان یا ضرر کے ڈر سے مانتا ہے تو یہ نہیں کہا جا سکتا کہ اس نے سفارش مان لی، یہ سفارش کا ماننا نہیں بلکہ اپنے نقصان اور ضرر کو دور کرنا ہے، اسے اطاعت کہا جا سکتا ہے کیونکہ نافرمانی کی صورت میں نقصان کا خوف ہوتا ہے، سفارش قبول کرنے میں کوئی خوف شامل نہیں ہوتا مثلاً ایک صاحبِ اقتدار بادشاہ اپنے ہمنشینوں میں سے کسی کو اتنا مقام و مرتبہ عطا کرتا ہے کہ اسے حاجت مندوں کی حاجتیں پیش کرنے اور مجرموں کے لئے معافی چاہنے کی اجازت ہے، اسے دوسروں کی نسبت یہ خصوصیت حاصل ہے، وہ شخص بادشاہ سے کسی ایسے گناہ کے بخشنے کی درخواست کرتا ہے جسے بخش دینا بادشاہ سے بعید نہیں ہے۔ بادشاہ اس کے جاہ و منزلت کا لحاظ کرتے ہوئے وہ گناہ معاف کر دیتا ہے اور اس مقرب کی سفارش قبول کر کے اس کی عزت افزائی کرتا ہے تو نہیں کہا جا سکتا کہ بادشاہ نے اپنے کارخانۂ سلطنت میں خلل کے خوف سے سفارش قبول کی ہے بلکہ صحیح بات یہ ہے کہ بادشاہ نے اپنے مقرب ترین خادم کے مقام کی رعایت اور اس کی دلداری کے لئے اس کی سفارش قبول کی ہے اور مجرموں کے گناہ معاف کر دیئے ہیں، وہ اگر کوئی شخص برائے نام بادشاہ ہو اور امورِ مملکت کے بست و کشاد اور قوانین سلطنت کے نفاذ کی صلاحیت نہ رکھتا ہو، دوسرے لوگ حکومت کے تمام شعبوں پر مسلط ہوں، ملک کے بست و کشاد اور نظم و ضبط پر مکمل اختیار رکھتے ہوں، ان اربابِ اقتدار میں سے کوئی شخص برائے نام بادشاہ سے کسی مجرم کی معافی کا مطالبہ کرتا ہے اور بادشاہ اس خوف سے کہ اگر اس کے کہنے پر عمل نہ کیا تو

marfat.com

اس سے ضرر پہنچے گا یعنی ظاہری حکومت بھی جاتی رہے گی۔ اس کے کہنے پر عمل کرتا ہے اور مجرم کا گناہ معاف کر دیتا ہے تو نہیں کہا جاسکتا کہ بادشاہ نے اس کی شفاعت قبول کرلی ہے بلکہ بادشاہ فی الواقع ان لوگوں کا تابع اور پابند ہے اور ان کی بات ماننے پر مجبور ہے، اسے فرمانبرداری اور اطاعت تو کہا جاسکتا ہے، قبولِ شفاعت نہیں کہا جاسکتا۔

اس تقریر سے واضح ہو گیا کہ وجاہت و عزت، خوف اور اندیشہ کے بغیر قبولِ شفاعت کا سبب بن سکتی ہے۔

یہ تو ہوئی عقلی دلیل، اب سنئے نقلی دلیل۔ اللہ تعالیٰ حضرتِ عیسیٰ علیہ السلام کی شان میں فرماتا ہے اور دنیا و آخرت کی وجاہت سے ان کی تعریف فرماتا ہے:

وَجِيهًا فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَمِنَ الْمُقَرَّبِينَ

"دنیا اور آخرت میں وجاہت (عزت) والے اور مقربین میں سے ہیں۔"

مفسرین، اُخروی وجاہت کو شفاعت پر محمول فرماتے ہیں۔ علامہ بیضاوی اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

اَلْوَجَاهَةُ فِي الدُّنْيَا النُّبُوَّةُ وَفِي الْآخِرَةِ الشَّفَاعَةُ

"یعنی وجاہت دنیا میں نبوت ہے اور آخرت میں شفاعت"

(۲) شفاعتِ محبت

جس کے پاس سفارش کی گئی ہے اسے سفارشی سے محبت ہو، محبت کا تقاضا یہ ہے کہ محبوب کی رضاجوئی اور ہر طرح اس کے دل کو خوش کرنا منظور رہتا ہے، دل شکنی اور رنج کے اسباب اس سے دور رکھے جاتے ہیں کیونکہ مُحِبّ، محبوب کی دل شکنی بلکہ دوست دوستوں کا دل دکھانے کے روادار نہیں ہوتے، اہلِ محبت محبوبوں کی دل آزاری گوارا نہیں کرتے، ان کی فرمائش قبول کرتے ہیں اور ان کی سفارش قبول کرتے ہیں اور اکثر ان کی سفارش قبول کرنے میں

marfat.com

یہ امر ملحوظ نہیں ہوتا کہ اگر ان کی سفارش قبول نہ کی گئی تو غیظ و غضب میں آکر ان کو رنجیدہ کر سکتے ہیں یا غصہ میں آکر ان کے دلوں کو صدمہ پہنچا سکتے ہیں کیونکہ دلداری محبت کا تقاضا ہے اور محبوب کی بات مان لینا اس صفت کو لازم ہے۔ بہ حال اس شخص سے پوچھا جا سکتا ہے جو محبت رکھتا ہو، یہ حقیقت عقلاً اور نقلاً ثابت ہے۔

عقلی ثبوت تو بیان ہو چکا، نقلی ثبوت ملاحظہ ہو۔ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

كَمْ اَشْعَثَ اَغْبَرَ ذِي طِمْرَيْنِ لَا يُؤْبَهُ لَهُ لَوْ اَقْسَمَ عَلَى اللّٰهِ لَاَبَرَّهُ۔

"بہت سے گرد آلود بالوں والے، خاکسار، جن کے پاس دو پرانی چادروں کے علاوہ کچھ نہ ہو اور جنہیں کوئی اہمیت نہ دی جاتی ہو ایسے ہوتے ہیں کہ اگر اللہ تعالےٰ کے حق میں قسم کھائیں تو اللہ تعالےٰ ان کی قسم پوری کر دے گا۔"

یعنی اللہ تعالےٰ ان کی دلداری کرے گا اور جس بات کی انہوں نے قسم کھائی ہے اسے پورا کر دے گا اور ان کی خواہش رد نہیں فرمائے گا۔

غور کیجئے! یہ تمام تقاضائے محبت ہے ورنہ یہ خاکسار، اللہ تعالےٰ کو کونسا نفع یا نقصان پہنچا سکتے ہیں؟

ہاں بارگاہِ ایزدی کے محبوبوں کی شان وہ ہے جو حدیث قدسی میں وارد ہوئی ہے:

فَاِذَا اَحْبَبْتُهُ فَكُنْتُ سَمْعَهُ الَّذِي يَسْمَعُ بِهٖ وَبَصَرَهُ الَّذِي يُبْصِرُ بِهٖ وَيَدَهُ الَّتِي يَبْطِشُ بِهَا وَرِجْلَهُ الَّتِي يَمْشِي بِهَا (وفی روایۃ) وَلِسَانَهُ

marfat.com

الَّذِیْ یَنْطِقُ بِہٖ -

" جب میں اس بندے کو محبوب بنا لیتا ہوں تو میں اس کا کان ہوتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے، اس کی آنکھ ہوتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے، اس کا ہاتھ ہوتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے، اس کا پاؤں ہوتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے (اور ایک روایت میں ہے) اس کی زبان ہوتا ہوں جس سے وہ بولتا ہے (یعنی ان کے اعضار میری قدرت کے مظہر اور میری رضا کے پابند ہوتے ہیں)

اس حدیثِ قدسی کی بنا پر محبوبانِ الٰہی کے قرب، عزت اور ان کی محبوبیت کے آثار پر ایمان لانا چاہیئے۔ شفاعت کی مقبولیت کی دیگر وجوہ بھی ہیں جن کا حاصل یہ ہے کہ سفارش کرنے والے کو مستشفع الیہ (جس کے سامنے سفارش کی گئی) کے نزدیک عزت اور امتیازی مقام حاصل ہوتا ہے چونکہ ان وجوہ کا تعلق اس مقام سے نہیں ہے اس لئے اسی بیان پر اکتفار کیا جاتا ہے۔

اس تمہید کے بعد سنیئے !

اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں تمام مخلوق انسان ہوں یا فرشتے، نبی ہوں یا امتی، بادشاہ ہوں یا خدام، جہاں تک بندگی کا تعلق ہے یکساں نسبت رکھتی ہے کسی کو کسی لحاظ سے اس کے ملک و اقتدار میں شرکت یا اس کے ارادہ و اختیار میں مزاحمت یا اس کے حکم اور فعل میں تابِ مقابلہ نہیں ہے، وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے، جو چاہتا ہے اس کے مطابق فیصلہ فرماتا ہے اور جس طرح اس کا ارادہ ہوتا ہے، کائنات میں تصرف فرماتا ہے، اس کا نہ کوئی شریک ہے نہ ہمسر، نہ مددگار ہے نہ کارساز، اسے کسی وزیر کی امداد اور کسی مددگار کے تعاون کی حاجت نہیں ہے، کسی کی رضا اور خوشنودی سے اس کی مملکت میں رونق کا اضافہ نہیں ہوتا، نہ ہی کسی کی

marfat.com

ناراضگی سے اس کے کارخانۂ حکمت میں خلل پیدا ہوتا ہے۔

ہاں اس نے اپنی مخلوق کو مختلف مراتب اور مقامات دے کر پیدا کیا ہے، ان کے مراتب و درجات میں بہت فرق رکھا ہے، بعض کو برگزیدہ اور بارگاہِ قدس کا مقرب بنایا اور بعض کو مردود، ذلیل اور گمراہ کیا۔ دونوں قسموں میں مختلف مراتب اور متفرق درجات رکھے اور اپنی بارگاہ کے مقربین کو ان کے درجات کے مطابق مقام و مرتبہ عطا فرمایا۔ ان میں سے ہر ایک کو اس کے مرتبہ کے مطابق عزت و کرامت عطا فرمائی، ان میں سے ہر ایک کو بارگاہِ الٰہی میں جتنی عزت اور خداوندی محبت ہے، اس کے مطابق ان کے وابستگان اور متوسلین کی دینی اور دنیاوی حاجتوں کے بارے میں ان کی سفارش قبول فرماتا ہے اور اپنی بارگاہ کے مقربین کو ان کے مراتب کے مطابق اجازت عطا فرماتا ہے کہ اپنے متعلقین اور متوسلین کے لیے دنیا و آخرت میں مصیبت اور عذاب کے دفع کرنے اور منافع کے حصول کے لیے سفارش کریں۔ اس عزت افزائی کے ذریعے انہیں مخلوق میں ممتاز فرماتا ہے۔

اسی لیے اکثر لوگ ہر دو جہان کی حاجتوں میں ان سے شفاعت اور سفارش کے طلبگار ہوتے ہیں اور ان مقربین کی شفاعت کے فیض سے اپنے مقاصد میں کامیاب ہوئے اور ہوتے ہیں اور ہوں گے۔ ان کی شفاعت اکثر مقبول ہوتی ہے اور قول و فعل سے ان کی ایذا رسانی اور بے ادبی کے درپے ہونے والے اکثر لوگ اللہ تعالیٰ کے غضب میں گرفتار ہو کر دین و دنیا کو برباد کر چکے اور کرتے ہیں اور کریں گے۔ چونکہ بارگاہِ الٰہی میں مقربین کی عزت و وجاہت ان کی شفاعت اور ان کے سوال کی قبولیت کا سبب ہے اسی لیے دوسروں کی نسبت صالحین کی دعائیں زیادہ مقبول ہوتی ہیں۔ اگر کوئی شخص از راہِ عناد یہ بات نہ مانے یا بدعقیدگی کی بنا پر اسے شک لاحق ہو تو اسے کتبِ صحاح میں حضور سیدِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سیرت کا مطالعہ کرنا چاہیئے تاکہ اسے معلوم ہو کہ جن حضرات نے

marfat.com

حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم سے دعا کی گزارش کی یا شفاعت کی درخواست کی وہ دنیا و آخرت
میں خیرات و برکات سے مالا مال ہوئے اور جو لوگ درپئے ایذا اور بے ادبی ہوئے
وہ ہلاکتوں میں گرفتار ہوئے اور جہنم کے نچلے طبقوں میں داخل ہوئے۔

جب شفاعت کا معنی سفارش ہے اور بارگاہِ الٰہی میں شفاعت کے
منظور ہونے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ کسی کو اس کے کارخانہ تقدیر پر تسلط حاصل ہو، یا
سفارش کرنے والے کی دل شکنی کے سبب اس کی مملکت میں خلل کا احتمال ہو یا اسے
ضرر کے لاحق ہونے، منافع کے فوت ہونے یا رنج و ملال عارض ہونے کا اندیشہ ہو
(حاشا وکلا یہ کسی کا عقیدہ نہیں ہے) بلکہ شفاعت کے مقبول ہونے کا مطلب یہ ہے کہ
اللہ تعالےٰ نے اہلِ محبت و اطاعت کو بیش از بیش انعام و اکرام سے نوازا ہے اور ان
کے درجات دوسری مخلوق سے بلند فرما کر انہیں اپنی بارگاہ کا مقرب بنایا ہے۔

شفاعت اور دعا

اب شفاعت کے ثبوت اور بارگاہِ الٰہی میں مقبول ہونے کی
دلیل سنیے:

بارگاہِ الٰہی میں ایک شخص کے دوسرے شخص کے لئے شفاعت کرنے اور دعا
کرنے میں کوئی فرق نہیں، یہ دو لفظ ہیں جن کا معنی ایک ہے اور دعا
دو حال سے خالی نہیں، یا تو کہا جائے کہ دعا لغو اور بے فائدہ فعل ہے، کارخانۂ قضا و
قدر کسی انسان کی دعا کسی نفع کے حصول یا کسی نقصان کے دور کرنے میں اثر نہیں رکھتی، دعا
کرنا اور نہ کرنا برابر ہے، یا کہا جائے کہ دعا کرنے سے اللہ تعالےٰ مقصد پورا کر دیتا ہے،
مطالب عطا کر دئے جاتے ہیں اور مصیبتیں دور کر دی جاتی ہیں، پہلی صورت باطل اور کتاب و
سنت کی نصوص کے مخالف ہے،

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:

وَصَلِّ عَلَيْهِمْ إِنَّ صَلٰوتَكَ سَكَنٌ لَّهُمْ

"اے حبیب! ان کے لئے دعا کیجئے، بے شک تمہاری دعا ان کے اطمینان

سکون کا سبب ہے ۔"

اس کے علاوہ بے شمار آیات ہیں ۔

حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں :

لَا یَرُدُّ الْقَضَاءَ اِلَّا الدُّعَاءُ

" قضا کو صرف دعا لوٹا سکتی ہے ۔"

اس کے علاوہ بہت سی حدیثیں وارد ہیں، علماء دین کی تصانیف حصن حصین وغیرہ جو ہر جگہ اہل علم کے پاس موجود ہیں۔ انہی دعاؤں کے جمع کرنے کے لیے لکھی گئی ہیں، دعا کی فضیلت، اللہ تعالیٰ کی عبادت ہونے اور بارگاہِ الٰہی میں اس کی مقبولیت کا انکار صریح کفر ہے جس سے نصوصِ قرآن و حدیث کا انکار لازم آتا ہے، ثابت ہوا کہ دعا حصولِ مقصد کا ذریعہ ہے اور یہ بارگاہِ الٰہی میں مقبول ہوتی ہے ۔

انبیاء و اولیاء کی دعاؤں کی قبولیت

اب غور فرمائیے ! کہ کیا انبیاء اور عوام الناس اور اشقیاء، نیکوں اور بدکاروں، مقربانِ حضرتِ باری تعالیٰ اور مردودانِ بارگاہ، مؤمنین صالحین اور بدبخت کافروں کی دعائیں مقبولیت کی کمی اور زیادتی میں برابر ہیں یا انبیاء و اولیاء، ابرار اور مؤمنین صالحین کی دعائیں عوام، اشقیاء، اشرار و کفار کی دعاؤں سے زیادہ مقبول ہوتی ہیں اور اکثر طور پر حصولِ مراد کا ذریعہ ہوتی ہیں، پہلی شق باطل ہے، چند دلیلیں ملاحظہ ہوں :

(۱) عقلی کہ دعا اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مقبول ہوتی ہے اور اس کی رحمت نیکوں کے قریب اور بدکاروں سے بعید ہوتی ہے۔ انبیاء و اولیاء، ابرار و صالحین کو رحمتِ الٰہیہ کے قرب و بعد میں عوام الناس، اشقیاء، اشرار اور مفسدہ پردازوں کے برابر جاننا کفر اور الحاد ہے ۔

(۲) دلیلِ سمعی : احادیثِ کثیرہ سے ثابت ہے کہ انبیاء و صالحین کی دعائیں،

marfat.com

عامۃ الناس اور خطا کاروں کی نسبت زیادہ قبول ہوتی ہیں اور حصولِ مدعا کا اکثر سبب بنتی ہیں اس امر کی حقیقت کا انکار بھی کفر اور زندقہ کی طرف لے جائیگا اور درحقیقت نبوت و ولایت کے انکار تک پہنچا دے گا۔

لہٰذا دوسری شق متعین ہو گئی اور واضح ہو گیا کہ دعا کی قبولیت، قرب اور نیکی کی علامت ہے، ہر شخص کو اجازت ہے کہ اللہ تعالےٰ کی بارگاہ سے اپنی ذات کے لئے اپنوں اور بیگانوں کے لئے دعا کر سکتا ہے مگر شرط یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور مومنوں کو اس کے لئے دعا سے منع نہ فرمایا ہو جیسے کہ مشرکین کے لئے دعا کرنے سے ممانعت فرمائی ہے،

ارشادِ ربانی ہے :

مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِينَ آمَنُوا أَنْ يَسْتَغْفِرُوا لِلْمُشْرِكِينَ وَلَوْ كَانُوا أُولِي قُرْبَىٰ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمْ أَنَّهُمْ أَصْحَابُ الْجَحِيمِ۔

"نبی اور مسلمانوں کو جائز نہیں کہ وہ مشرکوں کے لئے مغفرت کی دعا کریں اگرچہ وہ قریبی رشتہ دار ہوں جبکہ ظاہر ہو چکا کہ وہ جہنمی ہیں"

اسی لئے حضرتِ ابراہیم علیٰ نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ممانعت سے پہلے مشرکین اور آزر کے لئے مغفرت اور توفیقِ ایمان کی دعا کی :

فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهُ أَنَّهُ عَدُوٌّ لِلَّهِ تَبَرَّأَ مِنْهُ إِنَّ إِبْرَاهِيمَ لَأَوَّاهٌ حَلِيمٌ۔

"جب حضرتِ ابراہیم پر ظاہر ہو گیا کہ وہ دشمنِ خدا ہے تو اس سے بیزاری کا اظہار کیا۔ بے شک ابراہیم علیہ السلام نرم دل اور حلیم ہیں"

اسی رقتِ قلبی کی بنا پر حضرت ابراہیم علیہ السلام نہیں چاہتے تھے کہ حضرتِ لوط

marfat.com

علیہ السلام کی قوم پر عذاب آئے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

فَلَمَّا ذَهَبَ عَنْ إِبْرَٰهِيمَ الرَّوْعُ وَجَآءَتْهُ الْبُشْرَىٰ يُجَٰدِلُنَا فِى قَوْمِ لُوطٍ إِنَّ إِبْرَٰهِيمَ لَحَلِيمٌ أَوَّٰهٌ مُّنِيبٌ.

"جب ابراہیم علیہ السلام سے اضطراب دور ہوا اور انہیں بشارت پہنچی تو قومِ لوط کے بارے میں ہم سے مجادلہ کرنے لگے، بے شک ابراہیم علیہ السلام حلیم، نرم دل اور اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنے والے ہیں۔"

اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے مجادلہ کو ناپسند نہیں فرمایا بلکہ حلم و رقتِ قلبی سے تعریف فرمائی جو مجادلہ کا باعث بنی تھی۔

اس کے بعد ارشاد فرمایا:

يَٰٓإِبْرَٰهِيمُ أَعْرِضْ عَنْ هَٰذَآ إِنَّهُۥ قَدْ جَآءَ أَمْرُ رَبِّكَ وَإِنَّهُمْ ءَاتِيهِمْ عَذَابٌ غَيْرُ مَرْدُودٍ.

"اے ابراہیم! اس سے اعراض کرو، تحقیق تیرے رب کا حکم آگیا اور بے شک ان پر (مجادلہ یا دعا سے) نہ ٹلنے والا عذاب آنیوالا ہے۔"

اس بیان سے ظاہر ہوگیا کہ قبولِ شفاعت کی دو شرطیں ہیں:

(۱) ایسے شخص کی سفارش کی گئی ہو جس کے لئے سفارش کرنے سے اللہ تعالیٰ نے ممانعت نہ فرمائی ہو۔

(۲) سفارش کرنے والے کو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ کا قرب حاصل ہو لہٰذا اگر مقربِ دربارِ الٰہی کسی ایسے شخص کی شفاعت کرے جس کی شفاعت سے ممانعت وارد نہ ہو تو اس کی شفاعت مقبول ہو گی جیسے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

marfat.com

وَلَا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ عِنْدَهٗٓ اِلَّا لِمَنْ اَذِنَ لَهُ الرَّحْمٰنُ وَرَضِیَ لَهٗ قَوْلًا۔

" قیامت کے دن اللہ تعالےٰ کے پاس صرف اس شخص کی شفاعت فائدہ دے گی جسے اس نے اجازت دی ہوگی اور جس کا قول پسند ہوگا "
(یعنی بلند مقام اور پسندیدہ گفتگو والے کی شفاعت ہی فائدہ دیگی)

دوسرے مقام پر ارشاد ہے :

لَا یَتَکَلَّمُوْنَ اِلَّا مَنْ اَذِنَ لَهُ الرَّحْمٰنُ وَقَالَ صَوَابًا۔

حدیثِ صحیح میں آیا ہے کہ قیامت کے دن رسولوں کے علاوہ کسی کو کلام کی اجازت نہیں دی جائے گی اور جو شخص بارگاہِ الٰہی میں کوئی مرتبہ نہیں رکھتا اور اس کی گفتگو اللہ تعالےٰ کی بارگاہ میں پسندیدہ نہیں ہے اسے اس کے دربار میں بات کہنے اور شفاعت کرنے کی طاقت نہیں ہوگی۔

یا آیۂ کریمہ کا معنی یہ ہے کہ قیامت کے دن شفاعت صرف ان گناہگاروں کو فائدہ دے گی جن کی شفاعت کی اجازت اللہ تعالےٰ نے دی ہوگی اور ان کی گفتگو یعنی شہادت کے دو کلمے (اشہد ان لا الٰہ الا اللہ و اشہد ان محمدا عبدہٗ و رسولہٗ) اس سے پسند فرمائے ہیں۔

امامِ رازی تفسیر کبیر میں فرماتے ہیں :

" یہ آیت اس امر پر بہت ہی مضبوط دلیل ہے کہ شفاعت فاسقوں کے لئے مفید ہے "

(۳) شفاعت بالاذن شفاعت بالاذن کا معنی اس طرح سمجھنا چاہیے کہ مثلاً اگر بادشاہ کے دربار میں ایسے مجرم کو پکڑ کر پیش کیا جائے

marfat.com

کہ اس جیسے اکثر جرائم بادشاہ نے معاف کر دیئے ہیں، کچھ مقرب جو بادشاہ کے سامنے بات کر سکتے ہیں اور اپنے ہم رتبہ افراد میں عزت و مرتبہ کی زیادتی کے اعتبار سے ممتاز ہیں اس مجرم کی شفاعت کرنا چاہتے ہیں۔ ممکن ہے کہ اس کے دربار میں شفاعت کے لئے لب کشائی کریں کیونکہ انہیں بادشاہ کے سامنے ایسے جرائم کی معافی طلب کرنے کی اجازت ہوتی ہے اور جرم ایسا نہیں ہے کہ بادشاہ نے عہد کیا ہو کہ اس جرم کے مرتکب کو ضرور سزا دے گا، ہو سکتا ہے کہ بادشاہ ان مقربین کے مقام اور مرتبہ کے پیشِ نظر جو اسی کا عطا کردہ ہے، سفارش قبول کرے اور اس مجرم کو سزا نہ دے۔

ہاں ہر کس و ناکس جو بادشاہ کے سامنے بات کرنا تو کجا اونچا سانس تک نہیں لے سکتا، اس کی یہ مجال نہیں کہ مجرم کی طرف دیکھے، وہ خود کسی حیثیت کا مالک نہیں، اس کی بات کی کیا وقعت ہوگی شفاعت تو دور کی بات ہے۔

اگر جرم ایسا ہے کہ بادشاہ کی عادت ہے کہ اس کے بدلے ضرور سزا دیتا ہے تو کسی کی ہمت نہیں پڑے گی کہ اس کی معافی کی درخواست کرے اور اس کی بخشش چاہے کیونکہ ہر شخص جانتا ہے کہ بادشاہ نے عہد کر رکھا ہے کہ اس جرم پر ضرور سزا دی جائے گی لہٰذا کسی کی طاقت نہیں کہ سر اٹھا کر بادشاہ کو دیکھے اور اس مجرم کو چھڑوا لے۔

شفاعت بالاذن کی صورت میں یہ نہیں کہا جا سکتا کہ بادشاہ خود بخود از راہِ مہربانی اس مجرم کا گناہ بخشنا چاہتا تھا، مقربین کی سفارش لغو اور بے فائدہ ہے کیونکہ بادشاہ نے خود رحم نہیں کیا بلکہ سفارش ہی سفارش بخشش کا سبب بنی ہے لہٰذا اگر مجرم کہے کہ بادشاہ نے از خود رحم فرما کر مجھے بخش دیا ہے اور شفاعت کا کوئی دخل نہیں ہے تو نعمتِ شفاعت کا ناشکرا ہو گا۔

ایک شبہ کا ازالہ اس جگہ بُرے دل میں ایک شک گزرتا ہے کہ اگر شفاعت بارگاہِ خداوندی میں مقبول ہو تو دو ہی صورتیں ہوں گی تقدیرِ

marfat.com

میں مجرم کی بخشش ثابت تھی یا نہیں اگر ثابت تھی تو شفاعت نے کیا کیا، تقدیر میں جو کچھ تھا وہ ہو کر رہے گا، کوئی شفاعت کرے یا نہ کرے اور اگر مجرم کی تقدیر میں نہیں تھی تو شفاعت کس طرح عقدہ کشائی کرے گی کیونکہ شفاعت، قضا کو تبدیل نہیں کر سکتی۔

یہ شبہ وہم سے زیادہ کچھ حقیقت نہیں رکھتا، اگر یہ شبہ درست ہو تو اعمالِ شرعیہ کی تکلیف بلکہ تمام دینی اور دنیاوی کوششیں باطل اور بے فائدہ ٹھہریں گی کیونکہ ایسی ہی شقیں ہر جگہ جاری کی جاسکتی ہیں۔ اس شبہ کا حل یہ ہے کہ ہم پہلی شق اختیار کرتے ہیں کہ مجرم کی بخشش تقدیر میں اس شرط کے ساتھ ثابت ہے کہ اگر فلاں مقرب جرم کی معافی چاہے گا تو اللہ تعالےٰ معاف فرمادے گا جیسے کہ کامیابی اور ناکامی جریدۂ تقدیر میں اس شرط کے ساتھ ثابت ہے کہ اگر فلاں شخص ایمان لائے گا، نیک عمل کریگا، کامیاب ہوگا اور اگر برے کام کرے گا، ناکامی کا شکار ہوگا۔

اس گفتگو کا خلاصہ یہ ہے کہ جس چیز کو اللہ تعالےٰ نے اسباب کے ساتھ پیدا کیا ہے اس چیز کا وجود ان اسباب سے وابستہ فرمایا ہے، اگرچہ وہ قادر ہے کہ اگر چاہے تو اس چیز کو بغیر اسباب کے پیدا فرمادے۔ مثلاً اگر ایک آدمی دوسرے کو قتل کردے تو اللہ تعالےٰ نے مقتول کی موت قاتل کے فعل (قتل) کے سبب پیدا فرمائی ہے حالانکہ وہ قادر ہے کہ اگر چاہتا تو اس کی موت قتل کے سبب سے نہ ہوتی (بلکہ کسی اور طرح سے واقع ہوجاتی)

اب اگر کوئی شخص کہے کہ مقتول کی موت تقدیر میں ثابت تھی، قاتل کا اس میں کچھ دخل نہیں تھا، قاتل سے قصاص کیوں طلب کیا جارہا ہے؟ اس کی یہ بات سماعت کے لائق نہیں ہے۔ اسی طرح اگر کوئی یہ کہے کہ فلاں گناہ کی بخشش تقدیر میں ثابت تھی اور شفاعت کرنے والے کا اس میں کوئی دخل نہیں ہے تو اس کی

marfat.com

بات بھی قابلِ توجہ نہیں ہو گی۔

یہ گفتگو عام شفاعت کی حقیقت میں تھی۔

محبوبِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شفاعت

گوشِ دل سے سننا چاہیئے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم اولین و آخرین کے سردار، انبیاء و مرسلین سے افضل، بارگاہِ ایزدی میں سب سے زیادہ معزز اور بعد از خدائے قدوس تمام موجودات سے محبوب ترین ہستی ہیں اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں وہ مقام و مرتبہ اور عزت و فضیلت حاصل ہے کہ کسی مخلوق کو اس میں شرکت یا ہمسری حاصل نہیں ہے۔ آیاتِ قرآنیہ، احادیثِ نبویہ، آثارِ صحابہ و تابعین، ائمہ مجتہدین اور تمام علماءِ دین کے اقوال اس پر دال اور اس دعوے کی صداقت پر حجتِ قطعیہ اور برہانِ یقینی کا درجہ رکھتے ہیں۔ کسی مدعیٔ اسلام کو اس کے خلاف مجالِ دم زدن نہیں ہے [1]

مقامِ مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

پہلی آیت ملاحظہ ہو، اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ

"اے حبیب! ہم نے تمہیں نہیں بھیجا مگر تمام جہانوں کے لئے رحمت بنا کر۔"

عالمین میں تمام اگلے اور پچھلے فرشتے، انسان اور ان کے علاوہ داخل ہیں، حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے حضرت جبرئیل امین سے پوچھا کہ تمہیں بھی اس رحمت سے کچھ حصہ ملا ہے؟ انہوں نے کہا ہاں! میں اپنے انجام سے خائف رہتا تھا، اللہ تعالےٰ کے تعریف فرمانے پر:

ذِيْ قُوَّةٍ عِنْدَ ذِي الْعَرْشِ مَكِيْنٍ مُّطَاعٍ ثَمَّ اَمِيْنٍ

[1] تفصیل کیلئے تجلی الیقین، از امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ ملاحظہ ہو۔

marfat.com

(مالکِ عرش کے حضور عزت والا، وہاں اس کا حکم مانا جاتا ہے)

میں مطمئن ہو گیا ہوں، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا وجودِ مسعود بھی تمام جہانوں کے لئے رحمت اور حضور کا وصال بھی رحمت تھا، چنانچہ فرماتے ہیں:

حَیَاتِیْ خَیْرٌ لَّکُمْ وَ مَمَاتِیْ خَیْرٌ لَّکُمْ (الحدیث)

" میری ظاہری زندگی بھی تمہارے لئے بہتر ہے اور میری وفات بھی تمہارے لئے بہتر ہے۔"

دوسری حدیث میں ہے:

اِذَآ اَرَادَ اللّٰہُ رَحْمَۃً بِاُمَّۃٍ قَبَضَ نَبِیَّھَا قَبْلَھَا فَجَعَلَہٗ لَھَا فَرَطاً وَّ سَلَفاً۔

" جب اللہ تعالیٰ کسی امت پر رحمت کا ارادہ فرماتا ہے، ان کے نبی کو ان سے پہلے قبض فرما لیتا ہے اور اس نبی کو جنت میں جانے کے لئے امت کا پیشرو اور کارساز بنا دیتا ہے۔"

فَرَط اس شخص کو کہتے ہیں جو قافلے سے پہلے منزل پر جا کر کھانے، پانی اور چارپایوں کے چارے کا انتظام کرتا ہے تاکہ جب قافلہ پہنچے تو تمام ضروریات انہیں مہیا کر دے۔

حضرتِ ابنِ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مومنوں کے لئے بھی رحمت ہیں اور کافروں کے لئے بھی، کیونکہ اس زمانے کے کافر ان عذابوں سے محفوظ ہیں جو پہلے کافروں پر نازل ہوتے رہے جیسے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

مَا کَانَ اللّٰہُ لِیُعَذِّبَھُمْ وَ اَنْتَ فِیْھِمْ

" اللہ تعالیٰ کی یہ شان نہیں کہ انہیں عذاب دے جبکہ اے حبیب!

marfat.com

تم ان میں موجود ہو"۔

دوسری آیت :

وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ

"اے حبیب! ہم نے تمہارے لئے تمہارا ذکر بلند کر دیا"

جب میرا ذکر ہوگا تمہارا ذکر بھی ہوگا۔ جیسے کہ کلمہ اور اذان میں ہے۔

حضرتِ قتادہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالےٰ نے حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کا ذکر دنیا اور آخرت میں بلند فرمایا کیونکہ جو بھی خطبہ، تشہد اور نماز پڑھے گا اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ پڑھے گا۔

حضرتِ ابوسعید خدری روایت کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے فرمایا :

"میرے پاس جبرئیل امین آئے اور کہا اللہ تعالےٰ فرماتا ہے اے حبیب! تم جانتے ہو اللہ تعالےٰ نے جہان میں تمہارا ذکر کس طرح بلند کیا؟ حضورؐ نے فرمایا اللہ تعالےٰ بہتر جانتا ہے، حضرتِ جبرئیل نے کہا اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے کہ جب میرا ذکر ہوگا، تمہارا ذکر بھی ہوگا"۔

حضرتِ عطا فرماتے ہیں : اللہ تعالےٰ فرماتا ہے میں نے ایمان کی تکمیل اپنے اور تمہارے ذکر سے فرمائی ہے۔ یہ بھی فرمایا کہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے اے حبیب! میں نے تمہیں اپنا ذکر بنا دیا ہے کیونکہ جو تمہارا ذکر کرے گا وہ میرا ذکر کرے گا۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے :

قَدْ اَنْزَلَ اللّٰهُ اِلَيْكُمْ ذِكْرًا رَّسُوْلًا

"تحقیق اللہ تعالےٰ نے تمہاری طرف ذکر بھیجا جو رسول ہے"

حضرتِ امام جعفر صادق رضی اللہ تعالےٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے

marfat.com

جو رسالت کے ساتھ تمہارا ذکر کرے گا وہ ربوبیت کے ساتھ میرا ذکر کرے گا۔

اللہ تعالےٰ کے ذکر کے ساتھ حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے ذکر کی ایک مثال یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ نے اپنی طاعت کے ساتھ حضور کی طاعت اور اپنے نام کے ساتھ حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے نام کو متصل فرمایا ہے،

ارشاد ہوتا ہے:

اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ

اور اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ

اللہ تعالےٰ نے اپنا اور اپنے حبیب پاک صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کا نام واو عاطفہ (جو جمع اطراف کیلئے آتی ہے) سے یکجا فرمایا ہے اور یہ بات کسی دوسرے کے حق میں درست نہیں ہے۔

شرح شفا میں ہے:

رُبَمَا يُقَالُ اِنَّ اِسْمَهٗ سُبْحٰنَهٗ مَعَ اِسْمِ رَسُوْلِهٖ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مَرْسُوْمٌ عَلٰی كُلِّ شَيْءٍ مِّنَ الْاَشْيَاءِ بِحُكْمِ قَوْلِهٖ تعالیٰ وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ اَیْ جَعَلْنَا ذِكْرَنَا مَعَكَ فِیْ كُلِّ شَيْءٍ مِّنْ مَلَكٍ وَّ فَلَكٍ وَّ بِنَاءٍ وَّ سَمَاءٍ وَّ فَرْشٍ وَّ عَرْشٍ وَّ حَجَرٍ وَّ مَدَرٍ وَّ شَجَرٍ وَّ ثَمَرٍ وَّ نَحْوِ ذٰلِكَ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ الْخَلْقِ لَا يُبْصِرُوْنَ تَصْوِيْرَهُمْ وَ نَظِيْرُهٗ قَوْلُهٗ سُبْحٰنَهٗ وَاِنْ مِّنْ شَيْءٍ اِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ وَلٰكِنْ لَّا تَفْقَهُوْنَ تَسْبِيْحَهُمْ۔

"بہت سے علماء فرماتے ہیں کہ اللہ تعالےٰ کا نام حضور سید عالم صلی اللہ

marfat.com

تعالیٰ علیہ وسلم کے نام کے ساتھ ورفعنا لک ذکرک کے مطابق
ہر شے پر نقش ہے یعنی اے حبیب! فرشتہ ہو یا آسمان، عمارت ہو یا عرش و
فرش، پتھر ہو یا کچی اینٹ، درخت ہو یا پھل وغیرہ، ہم نے ہر چیز پر اپنے ذکر
کے ساتھ تمہارا ذکر نقش کر دیا ہے اگرچہ اکثر مخلوق اس کی تصویر نہیں دیکھ پاتی
اس کی نظیر اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ ہر شے اللہ تعالیٰ کی حمد کے ساتھ
تسبیح کرتی ہے لیکن تم ان کی تسبیح کو نہیں سمجھتے"

تیسری آیتِ کریمہ :

وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ لَمَآ اٰتَيْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّحِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ ۚ قَالَ ءَاَقْرَرْتُمْ وَاَخَذْتُمْ عَلٰى ذٰلِكُمْ اِصْرِيْ ۚ قَالُوْٓا اَقْرَرْنَا ۚ قَالَ فَاشْهَدُوْا وَاَنَا مَعَكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِيْنَ ۔

"اے حبیب! اس وقت کو یاد کیجئے جب اللہ تعالیٰ نے انبیاء
سے وعدہ لیا کہ جب میں تمہیں کتاب اور حکمت دے دوں پھر تمہارے
پاس تمہاری کتابوں کی تصدیق کرنے والا رسول عظیم تشریف لے آئے
تو تم ضرور ان پر ایمان لے آنا اور ان کی امداد کرنا، اللہ تعالیٰ نے فرمایا کیا
تم نے اقرار کیا اور اس پر میرا عہد لے لیا؟ انبیاء نے کہا ہاں ہم نے اقرار
کیا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا تم گواہ ہو جاؤ اور میں بھی تمہارے ساتھ گواہ
ہوں"

اس سے ظاہر ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو وہ
فضیلت و کرامت عطا فرمائی ہے جس میں ... سے کو شریک نہیں کیا اور آنحضرت

marfat.com

صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کو اس فضیلت و شرافت میں تمام انبیاء و مرسلین سے ممتاز فرمایا ہے۔

مفسرین فرماتے ہیں کہ اللہ تعالےٰ نے جتنے نبی بھی دنیا میں بھیجے، انہیں حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کا نام اور آپ کے اوصاف بتا دیئے اور ان سے عہد لیا کہ اگر وہ حضورؐ سیدِ عالم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کو پالیں تو آپ پر ایمان لائیں۔

امیر المؤمنین حضرتِ علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالےٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالےٰ نے حضرتِ آدم اور ان کے بعد جتنے نبی بھیجے ان سے وعدہ لیا کہ اگر ان کی حیاتِ ظاہرہ میں حضور سیدِ عالم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم مبعوث ہو جائیں تو ان پر ایمان لانا، ان کی امداد کرنا اور اپنی قوم کو بھی یہ حکم دینا۔

چوتھی آیتِ مبارکہ :

وَاِذْ اَخَذْنَا مِنَ النَّبِيّٖنَ مِيْثَاقَهُمْ وَمِنْكَ وَمِنْ نُّوْحٍ وَّاِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى وَعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ۔

" اے حبیب! یاد کیجیے جب ہم نے انبیاء سے عہد لیا اور تم سے اور نوح، ابراہیم، موسےٰ اور عیسٰی بن مریم (علیہم السلام) سے "

حضرتِ عمر فاروق رضی اللہ تعالےٰ عنہ (حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے وصال کے بعد) روتے ہوئے کہہ رہے تھے یا رسول اللہ! صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم میرے والدین آپ پر قربان، اللہ تعالےٰ کی بارگاہ میں آپ کا پایہ اتنا بلند تھا کہ آپ کو تمام انبیاء علیہم السلام کے بعد مبعوث فرمایا اور سب سے پہلے آپ کا ذکر کیا اور فرمایا :

وَاِذْ اَخَذْنَا مِنَ النَّبِيّٖنَ مِيْثَاقَهُمْ وَمِنْكَ وَمِنْ نُّوْحٍ وَّاِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى وَعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ۔

یا رسول اللہ! میرے [illegible] باپ آپ پر [illegible] جنابِ الٰہی میں آپ کی اتنی فضیلت ہے کہ

marfat.com

اہلِ دوزخ آرزو کریں گے کہ کاش آپ کی اطاعت کرتے اور حالت عذاب میں کہیں گے اے کاش! ہم نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی ہوتی اور رسولِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی فرمانبرداری کی ہوتی۔

حضرتِ قتادہ فرماتے ہیں آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا میں تخلیق میں تمام انبیاء سے پہلے تھا اور بعثت میں سب سے آخر ہوں۔

پانچویں آیت طیبہ :

تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ مِنْهُمْ مَّنْ كَلَّمَ اللّٰهُ وَرَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجَاتٍ۔

" وہ رسولانِ گرامی، ہم نے ان میں سے بعض کو بعض پر فضیلت دی، ان میں سے بعض وہ ہیں جن کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے (بلا واسطہ) کلام کیا اور ان میں سے بعض کے (بے شمار) درجے بلند کیے "۔

مفسرین فرماتے ہیں کہ وَرَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجَاتٍ سے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مراد ہیں کیونکہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سرخ اور سفید یعنی تمام مخلوق کی طرف مبعوث ہیں، کفار کا مالِ غنیمت آپ کے لئے حلال کیا گیا۔ آپ کے دستِ مبارک پر بے شمار معجزے ظاہر ہوئے، انبیاء کرام کو جو بھی فضیلت و کرامت عطا کی گئی ویسی ہی عزت و شرافت حضور کو دی گئی۔

بعض مفسرین فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ایک فضیلت یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے دیگر انبیاء کو ناموں سے خطاب فرمایا اور حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو نبوت و رسالت کے وصف سے یاد کیا اور فرمایا یَآ اَیُّهَا النَّبِیُّ یَآ اَیُّهَا الرَّسُوْلُ۔

چھٹی آیت :

marfat.com

طٰهٰ ۝ مَآ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْاٰنَ لِتَشْقٰٓى

" اے ظاہر! یا اے راہنما! ہم نے تم پر قرآن اس لئے نہیں اتارا
کہ تم مشقت اٹھاؤ "

اس آیت سے اللہ تعالیٰ کی بے پایاں مہربانی اور تکریم، حبیبِ پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بندگی میں آپ کی مشقت اور تکلیف روا نہیں رکھی۔

ساتویں آیت :

وَالضُّحٰى ۝ وَالَّيْلِ اِذَا سَجٰى ۝ مَا وَدَّعَكَ
رَبُّكَ وَمَا قَلٰى ۝ وَلَلْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لَّكَ مِنَ
الْاُوْلٰى ۝ وَلَسَوْفَ يُعْطِيْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى ۝

" قسم ہے چاشت کے وقت کی اور قسم ہے رات کی جب پُر سکون ہو جائے، تمہارے رب نے نہ تمہیں چھوڑا اور نہ دشمن رکھا، بے شک تمہارے لئے آخرت دنیا سے بہتر ہے، عنقریب تمہارا رب تمہیں اتنا دے گا کہ تم خوش ہو جاؤ گے "

ایک وقت بعض وجوہ کی بنا پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی کے پہنچنے میں دیر ہو گئی تو بے دین مشرکوں نے مشہور کر دیا کہ (معاذ اللہ) اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو چھوڑ دیا ہے اور دشمن رکھا ہے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وحی کی تاخیر سے پریشان تھے۔ حضرتِ جبریلِ امین بشارت کی یہ وحی لائے جس میں اللہ تعالیٰ نے قسم یاد فرما کر چھوڑ دینے اور دشمن رکھنے کی نفی فرمائی جس کی تشہیر ملعون مشرکین کر رہے تھے اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو تسلی دی کہ اللہ تعالیٰ نے نہ آپ کو چھوڑا ہے اور نہ دشمن رکھا بلکہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں آپ کے مراتب و مناصب میں دن بدن

marfat.com

ترقی ہے اور دنیا کی نسبت آخرت میں آپ کی عزت افزائی اور زیادہ ہوگی کیونکہ آپ دنیا میں وہ سب کچھ کرتے ہیں جو اللہ تعالےٰ آپ سے چاہتا ہے، قیامت کے روز اس کی جزا یہ ہوگی کہ آپ اللہ تعالےٰ سے جو درخواست کریں گے، آپ کو عطا فرمائے گا حتیٰ کہ آپ راضی ہو جائیں گے۔

ایک روایت میں ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے فرمایا میں اس وقت تک ہرگز راضی نہیں ہونگا جب تک میرا ایک امتی بھی دوزخ میں رہے گا گویا اللہ تعالےٰ اس پُر بشارت آیت میں قسم یاد فرما کر فرماتا ہے کہ اے حبیب! تمہارے رب نے تمہیں نہیں چھوڑا بلکہ تمہارے عزت و شرافت کے مراتب میں دن بدن اضافہ فرمائے گا، تمہاری رضامندی اور تمہیں خوش رکھنے کے لئے تمہارے کسی پیروکار اور متبع پر غضب نہیں فرمائے گا کیونکہ ان میں سے کسی پر غضب کرنا تمہیں پسند نہیں ہوگا یعنی اللہ تعالےٰ حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے متبعین اور محبین پر بھی (حضور کی نسبت کے سبب) غضب نہیں فرمائے گا چہ جائیکہ حبیبِ پاک صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم پر غضب فرمائے۔

اس آیتِ کریمہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالےٰ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رضا اور خوشنودی چاہتا ہے، ہاں حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے محبوب ہیں اور بلاشبہ محب، محبوب کی خوشی اور رضا کا طالب ہوتا ہے، کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے ؎

گفتنا وصل بہ یا ہجر از دوست
گفتا ہرچہ میلِ خاطرِ اوست

"کسی نے پوچھا محبوب کی ملاقات اچھی ہے یا جدائی؟ تو محب نے کہا جو محبوب کو پسند ہو۔"

marfat.com

آٹھویں آیت :

لَعَمْرُكَ إِنَّهُمْ لَفِي سَكْرَتِهِمْ يَعْمَهُونَ

" اے حبیب! تمہاری زندگی کی قسم تحقیق قریش یا قومِ لوط اپنی گمراہی میں سرگرداں رہتے ہیں "

مفسرین کا اس پر اتفاق ہے کہ اس کلام میں اللہ تعالےٰ نے حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی مدتِ حیات کی قسم یاد فرمائی اور اس کا معنی یہ ہے کہ اے حبیب تمہاری بقا کی قسم [1]۔ بعض نے فرمایا تمہاری زندگی کی قسم، بعض نے فرمایا تمہاری حیات کی قسم! اس میں حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی حد درجہ تعظیم و تکریم ہے۔

حضرتِ ابنِ عباس رضی اللہ تعالےٰ عنہما فرماتے ہیں کہ اللہ تعالےٰ نے ایسا کوئی انسان پیدا نہیں فرمایا جو اس کی بارگاہ میں حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم سے زیادہ معزز ہو اور میں نے نہیں سنا کہ حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے سوا اللہ تعالےٰ نے کسی کی زندگی کی قسم یاد فرمائی ہو۔

حضرتِ ابوالجوزا ر فرماتے ہیں اللہ تعالےٰ نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سوا کسی کی زندگی کی قسم یاد نہیں فرمائی کیونکہ حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم بارگاہِ الٰہی میں تمام مخلوق سے زیادہ عزت والے ہیں۔

نویں آیت :

لَآ أُقْسِمُ بِهَٰذَا الْبَلَدِ وَأَنتَ حِلٌّ بِهَٰذَا الْبَلَدِ وَوَالِدٍ وَمَا وَلَدَ

" اے حبیب! مجھے قسم ہے اس شہر کی جس میں تم جلوہ افروز ہو اور قسم

---

[1] امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں ؎ وہ خدا نے ہے مرتبہ تجھ کو دیا نہ کسی کو ملے نہ کسی کو ملا ؛ کہ کلامِ مجید نے کھائی شہا ترے شہر و کلام و بقا کی قسم

ہے جننے والے اور جنے ہوئے کی ۔"

وَاَنْتَ حِلٌّۢ بِهٰذَا الْبَلَدِ (اے حبیب! تم اس شہر میں جلوہ افروز ہو) میں حضور سید عالم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی کس قدر بزرگی اور عظمت کا اظہار ہے، ہر ذوقِ سلیم والا اس کا اندازہ کر سکتا ہے۔ بعض تفاسیر میں ہے کہ وَمَا وَلَدَ سے مراد حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم ہیں۔

دسویں آیت :

اِنَّ الَّذِيْنَ يُبَايِعُوْنَكَ اِنَّمَا يُبَايِعُوْنَ اللّٰهَ يَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَيْدِيْهِمْ۔

" اے حبیب! بے شک جو لوگ تمہاری بیعت کرتے ہیں، سوائے اس کے نہیں کہ وہ اللہ کی بیعت کرتے ہیں۔ ان کے ہاتھوں پر اللہ کا ہاتھ ہے ۔"

انہی آیات میں سے سورۂ بنی اسرائیل اور سورۂ نجم کی وہ آیات ہیں جن میں حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے معراج کا ذکر ہے، مسجدِ حرام (مکہ معظمہ) سے مسجدِ اقصیٰ تک وہاں سے آسمانوں تک اور وہاں سے قربِ خاص تک آیاتِ مبارکہ، احادیثِ طیبہ، صحابۂ کرام اور ائمۂ دین کے اقوال ذکر کئے جائیں تو گفتگو طویل ہو جائے گی محققین صحابہ اور ائمہ مجتہدین اس کے قائل ہیں کہ حضور صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کو بیداری کی حالت میں عرش مجید (بلکہ اس سے بھی آگے) تک جسمانی معراج ہوئی اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بلا واسطہ اللہ تعالےٰ سے ہمکلامی کا شرف حاصل ہوا۔ البتہ اس میں اختلاف ہے کہ ذاتِ مقدس کی تجلی کا دیدار سر کی آنکھوں سے ہوا یا دل کی آنکھوں سے، اور دَنَا فَتَدَلّٰى فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰى کے مطابق کمال قرب تک پہنچے۔

marfat.com

مختصر یہ کہ قرآنِ پاک اول سے آخر تک حضور ختم المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خلافت اور نیابتِ الٰہیہ کو بیان کرتا ہے اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے کمال اور بلندیٔ مرتبہ پر دلیلِ صادق ہے، اس کے احاطہ کے لئے بڑی تفسیر درکار ہے اس جگہ جو کچھ بیان ہوا، اسی پر اکتفار کیا جاتا ہے کیونکہ آیاتِ مذکورہ اس مقصد کے لئے کافی ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم انبیاء و مرسلین کے سردار، اللہ تعالیٰ کے دربار میں اولین و آخرین سے زیادہ معزز اور اللہ تعالیٰ کو تمام مخلوق سے زیادہ محبوب ہیں اور اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو تمام انبیاء و مرسلین کا امام اور سردار بنایا[1] اور تمام انبیاء و مرسلین سے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی فرمانبرداری اور امداد کا وعدہ لیا اور اللہ تعالیٰ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رضا کا طالب ہے۔

احادیثِ طیبہ

اب چند احادیثِ نبویہ ملاحظہ ہوں :

پہلی حدیث :

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالیٰ عنہما قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اِنَّ اللّٰہَ قَسَمَ الْخَلْقَ قِسْمَیْنِ فَجَعَلَنِیْ فِیْ خَیْرِھِمْ قِسْمًا فَذٰلِکَ قَوْلُہٗ اَصْحٰبُ الْیَمِیْنِ وَ اَصْحٰبُ الشِّمَالِ فَاَنَا مِنْ اَصْحٰبِ الْیَمِیْنِ وَاَنَا خَیْرُ اَصْحٰبِ الْیَمِیْنِ ثُمَّ جَعَلَ الْقِسْمَیْنِ اَثْلَاثًا فَجَعَلَنِیْ فِیْ خَیْرِھَا ثُلُثًا فَذٰلِکَ قَوْلُہٗ تَعَالیٰ اَصْحٰبُ الْمَیْمَنَۃِ وَ اَصْحٰبُ

---

[1] اس عنوان پر تفصیلی مطالعہ کیلئے دیکھئے "تجلی الیقین بان نبینا سید المرسلین" از امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ۔

marfat.com

الْمَشْأَمَةِ وَالسّٰبِقُوْنَ السّٰبِقُوْنَ فَاَنَا مِنَ السّٰبِقِيْنَ وَاَنَا خَيْرُ السّٰبِقِيْنَ ثُمَّ جَعَلَ الْاَثْلَاثَ قَبَآئِلَ فَجَعَلَنِيْ فِيْ خَيْرِهَا قَبِيْلَةً وَذٰلِكَ قَوْلُهٗ تَعَالٰى جَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ وَاَنَا اَتْقٰى وُلْدِ اٰدَمَ وَاَكْرَمُهُمْ عَلَى اللّٰهِ تَعَالٰى وَلَا فَخْرَ ثُمَّ جَعَلَ الْقَبَآئِلَ بُيُوْتًا فَجَعَلَنِيْ مِنْ خَيْرِهَا بَيْتًا فَذٰلِكَ قَوْلُهٗ تَعَالٰى اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالےٰ عنہما فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا تحقیق اللہ تعالےٰ نے مخلوق یعنی جن اور انسان کی دو قسمیں فرمائیں، مجھے ان میں سے بہترین قسم میں سے بنایا، یہ ہے اللہ تعالےٰ کا فرمان ایک قسم اصحابِ یمین ہے اور دوسری قسم اصحابِ شمال، میں اصحابِ یمین میں سے ہوں اور اصحابِ یمین میں سے بہتر ہوں، پھر ان دو قسموں کی تین قسمیں بنائیں اور مجھے ان تین میں سے بہتر قسم میں بنایا، یہ ہے اللہ تعالیٰ کا فرمان کہ ایک قسم خوش بخت ہے، دوسری بدبخت، تیسری نیکی میں سبقت کرنے والے، میں سابقین میں سے ہوں اور سابقین میں سے بہتر، پھر اللہ تعالےٰ نے ان تین قسموں کو قبیلے بنایا اور مجھے ان میں سے بہترین قبیلے میں بنایا، یہ ہے اللہ تعالےٰ کا ارشاد، ہم نے تمہیں اصول اور گروہ بنایا تاکہ تم ایک دوسرے کو پہچانو، تحقیق تم میں اللہ تعالےٰ کے نزدیک زیادہ عزت والا وہ ہے جو زیادہ متقی ہے، بیشک اللہ تعالےٰ

marfat.com

جاننے والا خبر والا ہے، میں اولادِ آدم میں سب سے زیادہ پرہیزگار اور اللہ تعالےٰ کے نزدیک زیادہ عزت والا ہوں اور میں فخر نہیں کرتا، پھر اللہ تعالےٰ نے قبائل کو گھروں میں تقسیم فرمایا اور مجھے بہترین گھر میں پیدا فرمایا، یہ ہے اللہ تعالےٰ کا قول کہ اللہ تعالےٰ نہیں چاہتا مگر یہ کہ پلیدی دور کرے تم سے اے اہلِ بیت اور تمہیں پاک کرے پاک کرنا۔"

دوسری حدیث :

حضرتِ انس رضی اللہ تعالےٰ عنہ فرماتے ہیں حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے فرمایا :

اَنَا اَکْرَمُ وُلْدِ اٰدَمَ عِنْدَ رَبِّیْ وَلَا فَخْرَ

"میں اپنے رب کے نزدیک اولادِ آدم میں سب سے زیادہ عزت والا ہوں اور میں فخر نہیں کرتا۔"

تیسری حدیث :

حضرتِ ابنِ عباس رضی اللہ تعالےٰ عنہما راوی ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا :

اَنَا اَکْرَمُ الْاَوَّلِیْنَ وَ الْاٰخِرِیْنَ وَلَا فَخْرَ

"میں پہلی اور پچھلی تمام مخلوق سے زیادہ عزت والا ہوں اور میں اس پر فخر نہیں کرتا۔"

چوتھی حدیث :

حضرتِ ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا راوی ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا :

marfat.com

اَتَانِیْ جِبْرَئِیْلُ علیہ السلام فَقَالَ لِیْ قَلَّبْتُ مَشَارِقَ الْاَرْضِ وَمَغَارِبَهَا فَلَمْ اَرَ رَجُلًا اَفْضَلَ مِنْ مُحَمَّدٍ وَلَمْ اَرَ بَنِیْ اَبٍ اَفْضَلَ مِنْ بَنِیْ هَاشِمٍ۔

"میرے پاس جبرئیل امین علیہ السلام آئے، انہوں نے مجھے کہا کہ میں نے زمین کے مشرق و مغرب چھان ڈالے لیکن میں نے حضور سے زیادہ فضیلت والا کوئی شخص نہیں دیکھا[1] اور کسی باپ کے بیٹے بنو ہاشم سے زیادہ فضیلت والے نہیں دیکھے۔"

پانچویں حدیث :

ابن وہب راوی ہیں کہ حضور سیدِ عالم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

"اللہ تعالےٰ نے فرمایا اے حبیب! مجھ سے مانگ! میں نے عرض کیا اے پروردگار! میں تجھ سے کیا مانگوں؟ تو نے حضرتِ ابراہیم کو خلیل بنایا، حضرتِ موسیٰ سے بلاواسطہ کلام کیا، حضرتِ نوح کو برگزیدہ فرمایا حضرتِ سلیمان کو وہ سلطنت دی کہ ان کے بعد کسی کے لائق نہیں (علیہم السلام) اللہ تعالےٰ نے فرمایا اے حبیب! میں نے جو کچھ تمہیں دیا وہ ان سب سے بہتر ہے۔ میں نے تمہیں حوضِ کوثر دیا، تمہارا نام اپنے نام

---

[1] امامِ اہلِ سنت شاہ احمد رضا بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں ؎

یہی بولے سدرہ والے چمنِ جہاں کے تھالے

سبھی میں نے چھان ڈالے ترے پایہ کا نہ پایا

تجھے یک نے یک بنایا

marfat.com

کے ساتھ رکھا کہ آسمانوں میں پکارا جاتا ہے، تمہارے لئے اور تمہاری امت کے لئے زمین کو پاک کرنے والی بنایا (اس سے تیمم کیا جاسکتا ہے) تمہارے طفیل تمہارے اگلوں اور پچھلوں کے گناہ معاف کر دئے، تم لوگوں میں اس حال میں چلتے ہو کہ تمہارے طفیل گناہ بخش دئے گئے ہیں، یہ اعزاز و اکرام تم سے پہلے کسی کو نہیں دیا، تمہاری امت کے دل مصحف بنا دئے کہ وہ قرآن پاک یاد کرتے ہیں، تمہارے لئے میں نے شفاعت محفوظ رکھی، تمہارے سوا کسی پیغمبر کے لئے شفاعت محفوظ نہیں رکھی "

چھٹی حدیث :

طویل حدیث میں ہے کہ فرشتوں نے حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کو کہا :

مَا اَكْرَمَكَ عَلَى اللهِ اِنَّ اللهَ مَعَكَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ

" اللہ تعالےٰ کی بارگاہ میں آپ کی کتنی عزت ہے، تحقیق اللہ تعالیٰ آپ کے ساتھ ہے اور اس کے فرشتے "

ساتویں حدیث :

شفاء شریف میں ابو محمد مکی اور ابو اللیث سمرقندی وغیرہما سے منقول ہے :

" حضرتِ آدم علیہ السلام نے اپنی لغزش کے بعد کہا اے اللہ احمدِ مصطفےٰ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے طفیل میری لغزش معاف فرما، اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام سے فرمایا تم نے محمدِ مصطفےٰ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کو کہاں سے پہچانا؟ آدم علیہ السلام نے کہا میں نے جنت میں ہر جگہ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللهِ لکھا دیکھا، ایک روایت میں ہے — مُحَمَّدٌ عَبْدِیْ وَرَسُوْلِیْ (محمد میرے بندے اور رسول ہیں) اس سے میں نے جانا کہ وہ تیرے نزدیک تمام مخلوق سے زیادہ عزت والے

marfat.com

ہیں، اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کی توبہ قبول کی اور ان کی لغزش معاف فرما دی، اس کلام کے قائل کے نزدیک اللہ تعالیٰ کے ارشاد فَتَلَقّٰی اٰدَمُ مِنْ رَّبِّہٖ کَلِمٰتٍ فَتَابَ عَلَیْہِ (آدم علیہ السلام نے اپنے رب سے چند کلمات حاصل کئے تو اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول کر لی) کا یہی مطلب ہے۔"

ایک روایت میں ہے کہ حضرتِ آدم علیہ السلام نے کہا اے پروردگار جب تو نے مجھے پیدا کیا تو میں نے سر اٹھایا، دیکھا کہ عرشِ مجید پر لکھا ہوا تھا "لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ" پس میں نے جان لیا کہ تیرے نزدیک کسی کا مقام اس ذاتِ کریم سے بلند نہیں ہے جن کا نام تو نے اپنے نام کے ساتھ جمع کیا ہے، اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کی طرف وحی نازل فرمائی کہ مجھے اپنی عزت اور جلال کی قسم، محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تمہاری اولاد میں سے آخری پیغمبر ہیں، اگر وہ نہ ہوتے تو تمہیں بھی پیدا نہ فرماتا۔

بعض روایات میں ہے کہ آدم علیہ السلام کی کنیت ابو محمد تھی۔ ایک روایت میں ہے ان کی کنیت ابو البشر تھی یعنی حضرتِ آدم علیہ السلام کی کنیت میں باپ ہونے کی نسبت حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ماسوا کسی کی طرف نہ تھی [1]

شریح بن یونس فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے کچھ فرشتے ایسے ہیں جو زمین پر گشت لگاتے ہیں اور اس گھر والوں کی کثرت سے زیارت کرتے ہیں جس میں احمد یا محمد نام والا کوئی شخص ہو، یہ فرشتوں کی طرف سے تعظیم ہے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی۔

---

[1] حضرت سیدی شیخ ابن الفارض قدس سرہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زبانی کہتے ہیں ؎

انی وان کنت ابن اٰدم صورۃ   فلی فیہ معنی شاھد بابوتی

"اگرچہ ظاہر کے لحاظ سے آدم علیہ السلام کا بیٹا ہوں، میرے اندر ایک ایسا معنی ہے جو میرے باپ ہونے پر شاہد ہے"

marfat.com

قاضی ابنِ قانع، ابوحمراء سے راوی ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جب فرشتے مجھے آسمان پر لے گئے تو میں نے دیکھا عرش پر لکھا ہوا تھا لا اِلٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔

آٹھویں حدیث :

حضرتِ ابنِ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ جنت کے دروازے پر لکھا ہوا ہے :

انی انا اللہ لا الٰہ الا انا، محمد رسول اللہ لا اعذب من قالھا۔

"بے شک میں خدا ہوں، میرے سوا کوئی معبود نہیں، محمد اللہ کے رسول ہیں، اس کلمہ کے کہنے والے کو میں عذاب نہیں دونگا۔"

امام جعفر صادق اپنے والدِ ماجد محمد باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی ہیں کہ قیامت کے دن ایک منادی کرنے والا کہے گا کہ :

"جس کا نام محمد ہے اُٹھے اور جنت میں داخل ہوجائے، یہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نام پاک کی تعظیم ہوگی۔"

نویں حدیث :

مشکوٰۃ شریف میں ہے، حضرتِ امام جعفر صادق اپنے والد ماجد سے راوی ہیں :

ان رجلا من قریش دخل علی ابیہ علی بن الحسین فقال الا احدثك عن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال بلی حدثنا عن ابی القاسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

marfat.com

"ایک قریشی، حضرتِ محمد باقر کے والد علی بن حسین (امام زین العابدین) رضی اللہ تعالےٰ عنہم کی خدمت میں حاضر ہوا، حضرتِ علی بن حسین نے فرمایا کیا میں تمہیں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حدیث بیان نہ کروں؟ اس شخص نے کہا ہاں مجھے حضرتِ ابوالقاسم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی حدیث بیان کیجئے"

قَالَ لَمَّا مَرِضَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اتاہ جبرئیل۔

"علی بن حسین نے فرمایا جب رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی طبیعت مبارکہ ناساز ہوئی تو آپ کی خدمت میں جبرئیل امین علیہ السلام حاضر ہوئے"۔

فَقَالَ يَا مُحَمَّدُ اِنَّ اللّٰهَ اَرْسَلَنِيْ اِلَيْكَ تَكْرِيْمًا لَّكَ وَتَشْرِيْفًا لَّكَ خَاصَّةً لَّكَ يَسْأَلُكَ عَمَّا هُوَ اَعْلَمُ بِهٖ مِنْكَ يَقُوْلُ كَيْفَ تَجِدُكَ قَالَ اَجِدُنِيْ يَا جِبْرَئِيْلُ مَغْمُوْمًا وَاَجِدُنِيْ يَا جِبْرَئِيْلُ مَكْرُوْبًا۔

"جبرئیل امین نے عرض کیا اللہ تعالےٰ نے مجھے آپ کی تکریم و تشریف کے لئے آپ کے پاس بھیجا ہے اور یہ آپ کی خصوصیت ہے، اس چیز کے بارے میں پوچھتا ہے جسے وہ آپ سے زیادہ جانتا ہے، فرماتا ہے اے حبیب! تم اپنا مزاج کیسا پاتے ہو؟ حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے فرمایا اے جبرئیل! میں اپنے آپ کو غمگین اور تکلیف میں پاتا ہوں"۔

ثُمَّ جَاءَهُ الْيَوْمَ الثَّانِيْ فَقَالَ لَهٗ ذٰلِكَ فَرَدَّ عَلَيْهِ النَّبِيُّ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم كَمَا رَدَّ اَوَّلَ يَوْمٍ ثُمَّ جَاءَهُ الْيَوْمَ الثَّالِثَ فَقَالَ لَهٗ كَمَا قَالَ اَوَّلَ يَوْمٍ

marfat.com

وَ رَدَّ عَلَيْهِ كَمَا رَدَّ عَلَيْهِ۔

"پھر حضرتِ جبرئیل علیہ السلام دوسرے روز حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے اور وہی بات عرض کی حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے وہی پہلے دن والا جواب دیا، پھر حضرت جبرئیل علیہ السلام تیسرے روز حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے اور وہی کچھ کہا جو پہلے روز کہا تھا اور حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے انہیں وہی جواب دیا۔"

وَ جَاءَ مَعَهٗ مَلَكٌ يُقَالُ لَهٗ اِسْمٰعِيْلُ عَلٰى مِائَةِ اَلْفِ مَلَكٍ كُلُّ مَلَكٍ عَلٰى مِائَةِ اَلْفِ مَلَكٍ فَاسْتَأْذَنَ عَلَيْهِ فَسَأَلَهٗ عَنْهُ ثُمَّ قَالَ جِبْرَئِيْلُ هٰذَا مَلَكُ الْمَوْتِ يَسْتَأْذِنُ عَلَيْكَ مَا اسْتَأْذَنَ عَلٰى اٰدَمِيٍّ قَبْلَكَ وَ لَا يَسْتَأْذِنُ عَلٰى اٰدَمِيٍّ بَعْدَكَ فَقَالَ ائْذَنْ لَهٗ فَاَذِنَ لَهٗ فَسَلَّمَ عَلَيْهِ۔

"اور حضرتِ جبریل علیہ السلام کے ساتھ ایک فرشتہ آیا جسے اسمٰعیل کہتے ہیں وہ ایک لاکھ فرشتوں پر حاکم ہے ان میں سے ہر ایک، لاکھ فرشتوں پر حاکم مقرر ہے۔ انہوں نے بارگاہِ رسالت میں حاضری کی اجازت طلب کی، حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے حضرتِ جبریل علیہ السلام سے اس فرشتے کے بارے میں پوچھا جسے اسمٰعیل کہتے ہیں (اتنے میں ملک الموت حاضر ہوتے) حضرت جبریل علیہ السلام نے کہا یہ ملک الموت ہیں آپ سے اجازت چاہتے ہیں، انہوں نے آپ سے پہلے کسی انسان سے اجازت نہیں لی اور نہ آپ کے بعد کسی سے اجازت لیں گے، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا انہیں اجازت دے دو، حضرتِ جبریل نے انہیں اجازت

marfat.com

دی تو انہوں نے (حاضر ہو کر) سلام عرض کیا۔

ثُمَّ قَالَ يَا مُحَمَّدُ اِنَّ اللّٰهَ اَرْسَلَنِيْ اِلَيْكَ فَاِنْ اَمَرْتَنِيْ اَنْ اَقْبِضَ رُوْحَكَ قَبَضْتُ وَاِنْ اَمَرْتَنِيْ اَنْ اَتْرُكَهٗ تَرَكْتُهٗ، فَقَالَ وَتَفْعَلُ يَا مَلَكَ الْمَوْتِ قَالَ نَعَمْ بِذٰلِكَ اُمِرْتُ وَاُمِرْتُ اَنْ اُطِيْعَكَ۔

"پھر ملک الموت نے کہا یا رسول اللہ! اللہ تعالیٰ نے مجھے آپ کی طرف بھیجا ہے، اگر آپ فرمائیں تو آپ کی روح قبض کر لوں اور اگر آپ فرمائیں تو قبض نہ کروں، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تو میرے کہنے پر عمل کرے گا؟ انہوں نے کہا ہاں مجھے اسی کا حکم دیا گیا ہے مجھے حکم دیا گیا ہے کہ آپ کی اطاعت کروں۔"

قَالَ فَنَظَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلٰى جِبْرَئِيْلَ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَقَالَ جِبْرَئِيْلُ يَا مُحَمَّدُ اِنَّ اللّٰهَ قَدِ اشْتَاقَ اِلٰى لِقَائِكَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَلَكَ الْمَوْتِ اِمْضِ لِمَا اُمِرْتَ بِهٖ فَقَبَضَ رُوْحَهٗ۔

"راوی کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت جبریل علیہ السلام کی طرف دیکھا، انہوں نے کہا یا رسول اللہ! اللہ تعالیٰ آپ کی ملاقات کا مشتاق ہے تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ملک الموت! تجھے جو حکم دیا گیا ہے اس کی تعمیل کر چنانچہ انہوں نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی روح قبض کر لی۔"

marfat.com

اس حدیث سے سیدِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عزت، جلالت اور محبوبیت معلوم کی جاسکتی ہے، حضرتِ جبریلِ امین کا اللہ تعالیٰ کی طرف سے تین دن حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عیادت اور مزاج پرسی کے لئے حاضر ہونا حضرتِ ملک الموت کا زیارت اور روح قبض کرنے کے لئے حاضری کی اجازت طلب کرنا، اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی فرمانبرداری کا پابند ہونا اور حضرتِ جبریلِ امین کا یہ عرض کرنا کہ اللہ تعالیٰ آپ کی ملاقات کا مشتاق ہے، ایسے امور ہیں جن سے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا بارگاہِ الٰہی میں مقام و منصب معلوم کیا جاسکتا ہے۔

دسویں حدیث :

حضرتِ ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حدیثِ معراج میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی انبیاءِ کرام علیہم السلام سے ملاقات کا ذکر کیا ہے اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی گفتگو بیان کی ہے، فرماتے ہیں :

اِنَّ مُحَمَّدًا اَثْنٰی عَلٰی رَبِّہٖ

"نبیِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے رب کی تعریف کی"

فَقَالَ کُلُّکُمْ اَثْنٰی عَلٰی رَبِّہٖ وَاَنَا اُثْنِیْ عَلٰی رَبِّیْ

"حضور نے فرمایا تم میں ہر ایک نے اپنے رب کی تعریف کی، اب میں اپنے رب کی تعریف کرتا ہوں"

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَرْسَلَنِیْ رَحْمَۃً لِّلْعٰلَمِیْنَ وَکَآفَّۃً لِّلنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ بَشِیْرًا وَّنَذِیْرًا۔

"تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے جس نے مجھے تمام جہانوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا اور تمام انسانوں کے لئے خوشخبری اور ڈر سنانے والا بنا کر بھیجا"

marfat.com

وَ اُنزِلَ عَلَیَّ الفُرقَانُ فِیہِ تِبیَانُ لِکُلِّ شَیءٍ

"اور مجھ پر قرآنِ پاک اتارا جس میں ہر شے کا بیان ہے"

وَ جَعَلَ اُمَّتِی اُمَّۃً وَّسَطًا

"اور میری امت کو بہترین امت بنایا"

وَجَعَلَ اُمَّتِی ھُمُ الاَوَّلُونَ وَھُمُ الاٰخِرُونَ

"اور میری امت کو (جنت میں داخل ہونے میں) پہلی امت اور وجود کے اعتبار سے آخری امت بنایا"

وَ شَرَحَ لِی صَدرِی وَ وَضَعَ عَنِّی وِزرِی

"اور میرے دل کو علوم وحکم کیلئے کھول دیا اور میرے لئے تبلیغ و رسالت کا بوجھ آسان فرمادیا"

وَ رَفَعَ ذِکرِی وَجَعَلَنِی فَاتِحًا وَخَاتِمًا

"اور میرا ذکر بلند فرمایا، مجھے تمام اولین وآخرین میں فاتح (اول) اور تمام انبیاء ومرسلین کا خاتم بنایا"

فَقَالَ اِبرَاھِیمُ عَلَیہِ السَّلَامُ بِھٰذَا فَضَلَکُم مُحَمَّدٌ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

"حضرتِ ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا اے انبیاء! اسی لئے محمد صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم تم سے افضل ہوئے ہیں"

گیارہویں حدیث :

یہ بھی احادیث میں وارد ہے :

فَقَالَ لَہٗ رَبُّہٗ تَعَالیٰ قَدِ اتَّخَذتُکَ حَبِیبًا فَھُوَ مَکتُوبٌ فِی التَّورَاۃِ مُحَمَّدٌ حَبِیبُ الرَّحمٰنِ۔

marfat.com

"اللہ تعالےٰ نے فرمایا میں نے تمہیں محبوب بنالیا، توراۃ میں لکھا ہے محمد صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم اللہ تعالےٰ کے محبوب ہیں۔"

وَ اَرْسَلْتُكَ اِلَى النَّاسِ كَافَّةً وَ جَعَلْتُ اُمَّتَكَ هُمُ الْاَوَّلُوْنَ وَ الْاٰخِرُوْنَ۔

"ہم نے تمہیں تمام انسانوں کی طرف رسول بنا کر بھیجا اور تمہاری امت کو سعادت میں پہلی اور وجود میں آخری امت بنایا۔"

وَ جَعَلْتُ اُمَّتَكَ لَا يَجُوْزُ لَهُمْ خُطْبَةٌ حَتّٰى يَشْهَدُوْا اَنَّكَ عَبْدِيْ وَ رَسُوْلِيْ۔

"اور آپ کی امت پر لازم کیا کہ ان کے لئے کوئی خطبہ جائز نہیں جب تک یہ گواہی نہ دیں کہ آپ میرے عبد خاص اور رسول ہیں۔"

وَ جَعَلْتُ اَوَّلَ النَّبِيِّيْنَ خَلْقًا وَّ اٰخِرَهُمْ بَعْثًا

"اور میں نے تمہیں خلقت میں سب سے پہلے اور بعثت میں سب سے آخر بنایا۔"

وَ اَعْطَيْتُكَ سَبْعًا مِّنَ الْمَثَانِيْ وَ الْقُرْاٰنَ الْعَظِيْمَ۔

"اور میں نے تمہیں سبع مثانی (سورۂ فاتحہ جس کی سات آیتیں ہیں یا سات طوال سورتیں) دی اور قرآن عظیم۔"

وَ اَعْطَيْتُكَ خَوَاتِيْمَ سُوْرَةِ الْبَقَرَةِ مِنْ كَنْزٍ تَحْتَ عَرْشِيْ لَمْ اُعْطِهَا نَبِيًّا قَبْلَكَ وَ جَعَلْتُكَ فَاتِحًا وَّ خَاتِمًا۔

"اور میں نے تمہیں اس خزانے سے جو عرش کے نیچے ہے سورۂ بقرہ کی آخری آیتیں دیں، آپ سے پہلے کسی نبی کو نہیں دیں اور میں نے تمام انبیاء

marfat.com

سے اول اور آخر بنایا "

بارہویں حدیث :

أَنَا سَيِّدُ وُلْدِ آدَمَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَبِيَدِي لِوَاءُ الْحَمْدِ وَلَا فَخْرَ مَا مِنْ نَبِيٍّ يَوْمَئِذٍ آدَمُ فَمَنْ دُوْنَهٗ إِلَّا تَحْتَ لِوَائِي وَأَنَا أَوَّلُ مَنْ تَنْشَقُّ عَنْهُ الْأَرْضُ وَلَا فَخْرَ۔

" قیامت کے روز میں اولادِ آدم علیہ السلام کا سردار ہوں گا اور میرے ہاتھ میں لواء الحمد (حمد کا جھنڈا) ہوگا ۔ اس دن آدم علیہ السلام اور ان کے ماسوا تمام نبی میرے ہی جھنڈے کے نیچے ہوں گے اور میں ہی وہ پہلا شخص ہوں گا جو زمین سے نکلوں گا اور میں فخر نہیں کرتا "

تیرھویں حدیث : أَمَا تَرْضَوْنَ أَنْ يَكُوْنَ إِبْرَاهِيْمُ وَعِيْسٰى فِيْكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ إِنَّهُمَا فِي أُمَّتِي يَوْمَ الْقِيٰمَةِ۔

" کیا تم اس پر خوش نہیں ہو کہ قیامت کے دن حضرتِ ابراہیم اور حضرتِ عیسٰے تم میں ہوں گے اور یہ دونوں حضرات قیامت کے دن میری امت میں ہوں گے "

مختصر یہ کہ اس سلسلے میں آیات و احادیث اس قدر زیادہ ہیں کہ ان کے احاطے کے لئے کئی دفتروں کی ضرورت ہے ۔ اگر کوئی شخص ان کو جمع کرنے کا ارادہ کرے اور تمام زندگی اس مبارک مصروفیت میں صرف کر دے تو اللہ تعالٰی کے عطیات اور بے شمار مناقب جو اللہ تعالٰی نے سیدِ ممکنات ، سرورِ کائنات اور خلاصۂ مخلوقات صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو عطا فرمائے ہیں ، میں سے ہزارواں حصہ اور بے حد و حساب میں سے معمولی مقدار بھی جمع نہیں کر پائے گا ۔

marfat.com

اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کو جو اعزاز و اکرام اور فضائل جمیلہ و مناصبِ جلیلہ عطا فرمائے ہیں، ان میں سے بعض آپ نے ملاحظہ کر لئے۔ اب گوشِ دل اور کامل توجہ سے سنئے کہ جب معلوم ہو گیا کہ آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کو بارگاہِ کبریا میں وہ وجاہت، عزت، مرتبہ محبوبیت اور مقامِ مقبولیت حاصل ہے کہ اس میں اولین و آخرین اور انبیاء و مرسلین میں سے کسی کو حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے ساتھ شرکت اور ہمسری حاصل نہیں ہے اور اس سے پہلے یہ بھی معلوم ہو چکا کہ وجاہت، عزت اور رتبہ محبوبیت، شفاعت اور سفارش کی مقبولیت کا سبب ہے تو اب جان لینا چاہیے کہ شفاعتِ کبریٰ حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کا خاص منصب ہے حضور کی شفاعت بلاشبہ مقبول و مستجاب ہے اور حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم قیامت کے دن شفاعت کرنے والوں کے سردار، سب سے اول اور سب سے افضل ہیں کیونکہ حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی ذاتِ ستودہ صفات تمام جہانوں کے لئے رحمت، جنوں انسانوں اور فرشتوں کے لئے ملجا و ماویٰ ہے۔ مشرکینِ مکہ حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے وجودِ فائض الجود کی برکت سے مکہ مکرمہ میں عذابِ الٰہی سے محفوظ رہے۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:

وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ

"اللہ تعالیٰ کی یہ شان نہیں کہ کفارِ مکہ کو عذاب دے جبکہ اے حبیب! تم ان میں موجود ہو"

جب حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم مکہ مکرمہ سے مدینہ طیبہ تشریف لے آئے تو اللہ تعالےٰ نے مشرکوں کو عذاب میں مبتلا فرما دیا، مومنوں کو ان پر غالب و مسلط فرما دیا، مسلمانوں کی تلواریں ان کے لئے حاکم بنا دیں اور ان کی زمینیں، علاقے اور مال مسلمانوں کو بطورِ غنیمت عطا فرما دئے۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:

marfat.com

وَمَا لَهُمْ اَنْ لَّا يُعَذِّبَهُمُ اللّٰهُ

" ان کی کیا حیثیت ہے کہ اللہ تعالےٰ انہیں عذاب نہ دے (کہ حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم مدینہ طیبہ تشریف لے گئے ہیں جن کی ذاتِ مبارکہ ان کے لئے باعثِ امن تھی)"

شفاعتِ مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

جرائم کی معافی اور درجات کی بلندی کے لیے حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی شفاعت کا مقبول ہونا کتاب وسنت سے ثابت ہے۔

چند آیاتِ مبارکہ ملاحظہ ہوں :

وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْۢبِكَ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ

ظاہر ہے کہ ایماندار مردوں اور عورتوں کے لئے مغفرت کا چاہنا ان کے لئے شفاعت ہے اور اللہ تعالےٰ نے حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کو حکم فرمایا ہے کہ ان کے لئے شفاعت کیجئے، اب دو ہی صورتیں ہیں یہ شفاعت مقبول ہو یا نامقبول، دوسری صورت باطل ہے کیونکہ اس وقت لازم آئے گا کہ اللہ تعالےٰ کا امر عبث اور بے فائدہ ہو بلکہ ناپسندیدہ مزاح یا وعدہ کی خلاف ورزی ہو، اللہ کی پناہ ایسی بات سے، تو پہلی صورت متعین ہوگئی اور وہی مقصود ہے (کہ حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی شفاعت مقبول ہے)

۲ : وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا۔

" اگر وہ منافق جس وقت (نفاق سے) اپنی جانوں پر ظلم کریں تو (معذرت کے لئے) تمہارے پاس آجائیں، پھر (نفاق سے توبہ کرتے ہوئے

marfat.com

اور اخلاص اختیار کرتے ہوئے) اللہ تعالےٰ سے مغفرت کا سوال کریں اور رسول ان کے لئے (کبیرہ گناہوں کی) مغفرت طلب کریں تو یہ لوگ اللہ تعالےٰ کو توبہ قبول کرنے والا، رحم فرمانے والا پائیں گے۔"

اس آیتِ کریمہ سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالےٰ کا منافقین کی توبہ قبول کرنا اور ان پر رحم فرمانا اس بات پر معلق ہے کہ یہ اپنے نفاق کی مغفرت چاہیں اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان کے لئے ان کے کبیرہ گناہوں کی مغفرت طلب کریں، اور اگر معاذاللہ! حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی شفاعت کو کسی قسم کا دخل نہ ہو تو وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُولُ کا کوئی فائدہ نہ ہوگا۔

تفسیر مدارک میں ہے :

"ایک اعرابی نے حاضر ہوکر اپنے آپ کو روضۂ مقدسہ پر گرادیا اور روضۂ منورہ کی خاکِ مبارک کو اپنے سر پر ڈال کر عرض پرداز ہوا کہ اے رسولِ خدا! میں نے اپنے اوپر ظلم کیا ہے، میں توبہ و استغفار لایا ہوں آپ میری مغفرت کی دعا کریں، روضۂ مبارک سے آواز آئی تیرا گناہ بخش دیا گیا۔"

ہاں حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی حیاتِ ظاہری میں اور وفات کے بعد شفاعت کا مفید ہونا برابر ہے اور بہر صورت حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کو بارگاہِ الٰہی میں وجاہت حاصل ہے اور اس کمال الجمال اور جمیل الکمال ہستی کی محبوبیت ظاہری حیات اور وصال کے بعد بارگاہِ ایزدی میں یکساں طور پر قبولیتِ شفاعت کا سبب ہے۔

۳۔ وَلَلْآخِرَةُ خَيْرٌ لَّكَ مِنَ الْأُولَىٰ وَلَسَوْفَ يُعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرْضَىٰ۔

"تحقیق آخرت تمہارے لئے دنیا سے بہتر ہے (یعنی آخرت میں آپ کا

marfat.com

مقام اور بلند ہو جائے گا اور قیامت کے دن آپ تمام مخلوق کے ملجا و ماویٰ ہوں گے) اور تحقیق تمہارا پروردگار تمہیں اتنا دے گا کہ تم خوش ہو جاؤ گے"

اس آیت سے دو طرح استدلال کیا جا سکتا ہے :

(۱) اللہ تعالےٰ نے حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کو دنیا میں مومن مردوں اور عورتوں کی مغفرت طلب کرنے کا حکم دیا اور ظاہر ہے کہ جو کسی سے کوئی چیز طلب کرتا ہے اس پر راضی نہیں ہوگا کہ اس کی درخواست رد کر دی جائے وہ اسی صورت میں خوش ہوگا کہ اس کی درخواست قبول کر لی جائے۔ اللہ تعالےٰ نے پختہ وعدہ فرمایا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کو اتنا دے گا کہ آپ راضی ہو جائیں گے لہٰذا یہ مومن مردوں اور عورتوں کے لئے کی جانے والی شفاعت کے قبول کرنے کا پختہ وعدہ ہے۔

(۲) احادیث کثیرہ وارد ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی خوشی اسی میں تھی کہ امت کے گنہگار بخشے جائیں اور حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم ہمیشہ اپنی امت کے گنہگاروں کی چارہ سازی میں مصروف رہے تاکہ وہ آگ کے عذاب سے نجات پائیں، پس یہ مؤکد وعدہ جو حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کو خوش کرنے کے بارے میں وارد ہوا ہے، یہ اس امر کا وعدہ ہے کہ حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی وجاہت اور محبوبیت کے سبب امت کے مجرموں کو رہا کر دیا جائے گا، احادیث میں آیا ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے فرمایا :

اِذًا لَّا اَرْضٰی وَوَاحِدٌ مِّنْ اُمَّتِیْ فِی النَّارِ

"تب تو میں اس وقت تک راضی نہیں ہونگا جب تک میرا ایک امتی بھی آگ میں رہے گا"

اس روایت سے ثابت ہو گیا کہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم

marfat.com

اپنے ہر امتی کی شفاعت فرمائیں گے۔

حضرتِ امام محمد باقر رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت ہے :

اَھْلُ الْقُرْاٰنِ یَقُوْلُوْنَ اَرْجٰی اٰیَۃٍ قَوْلُہٗ تَعَالٰی یٰعِبَادِیَ الَّذِیْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓی اَنْفُسِھِمْ وَ اَمَّا اَھْلُ الْبَیْتِ فَیَقُوْلُوْنَ اَرْجٰی اٰیَۃٍ قَوْلُہٗ تَعَالٰی وَلَسَوْفَ یُعْطِیْکَ رَبُّکَ فَتَرْضٰی اِنَّھَا الشَّفَاعَۃُ لِیُعْطِیْھَا فِیْٓ اَھْلِ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ حَتّٰی یَقُوْلَ رَضِیْتُ۔

" اہلِ قرآن (عامۃ المسلمین) کہتے ہیں کہ وہ آیت جس سے بہت امید بندھتی ہے یہ ہے : یٰعبادی الذین اسرفوا علیٰ انفسھم (اپنی جانوں پر زیادتی کرنے والو! اللہ تعالےٰ کی رحمت سے ناامید نہ ہو) لیکن اہلِ بیتِ کرام فرماتے ہیں کہ بہت زیادہ امید دلانے والی آیت یہ ہے : وَ لسوف یعطیک ربک فترضیٰ ، بے شک یہ عطیہ شفاعت ہے جو اللہ تعالےٰ کلمہ طیبہ پڑھنے والوں کے بارے میں دے گا یہاں تک کہ حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کہیں گے کہ میں راضی ہو گیا ہوں "

حضرتِ امام جعفر صادق رضی اللہ تعالےٰ عنہ فرماتے ہیں :

رِضٰی جَدِّیْ اَنْ لَّا یَدْخُلَ النَّارَ اَحَدٌ

" میرے جدِ امجد صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی خوشنودی یہ ہے کہ کوئی توحید کا پرستار آگ میں داخل نہ ہو "

مشکوٰۃ شریف میں صحیح مسلم شریف کے حوالہ سے حضرتِ عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت ہے :

marfat.com

اِنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ تعالیٰ علیہ وسلم تَلٰی قَوْلَ اللّٰہِ تَعَالٰی رَبِّ اِنَّھُنَّ اَضْلَلْنَ کَثِیْرًا مِّنَ النَّاسِ فَمَنْ تَبِعَنِیْ فَاِنَّہٗ مِنِّیْ وَقَالَ عِیْسٰی اِنْ تُعَذِّبْھُمْ فَاِنَّھُمْ عِبَادُکَ فَرَفَعَ یَدَیْہِ فَقَالَ اَللّٰھُمَّ اُمَّتِیْ اُمَّتِیْ وَبَکٰی فَقَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی یَا جِبْرَئِیْلُ اِذْھَبْ اِلٰی مُحَمَّدٍ وَرَبُّکَ اَعْلَمُ فَاسْئَلْہُ مَا یُبْکِیْہِ فَاَتَاہُ جِبْرَئِیْلُ فَسَاَلَہٗ فَاَخْبَرَہٗ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تعالیٰ علیہ وسلم بِمَا قَالَ فَقَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی لِجِبْرَئِیْلَ اذْھَبْ اِلٰی مُحَمَّدٍ فَقُلْ اِنَّا سَنُرْضِیْکَ فِیْ اُمَّتِکَ وَلَا نَسُوْءُکَ۔

"تحقیق نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ آیت پڑھی" اے پروردگار! بے شک بتوں نے بہت سے لوگوں کو گمراہ کر دیا ہے پس جو میری پیروی کرے گا وہ مجھ سے ہے" (یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا ہے) اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے کہا: اگر تو انہیں عذاب دے تو وہ تیرے بندے ہیں حضور صلی اللہ تعالیٰ نے دست مبارک اٹھائے اور کہا اے اللہ! میری امت، میری امت (کو بخش دے) اور رو دئیے، اللہ تعالیٰ نے حضرت جبریل کو فرمایا اے جبریل! محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس جا حالانکہ تیرا رب بہتر جانتا ہے اور پوچھ کہ انہیں کونسی چیز رلاتی ہے حضرت جبریل بارگاہ اقدس میں حاضر ہوئے اور رونے کا سبب پوچھا، حضور نے وہ کلمات بتائے (جو دعا میں کہے تھے) اللہ تعالیٰ نے جبریل امین کو فرمایا میرے حبیب کی خدمت میں جاؤ اور کہو ہم تمہیں تمہاری امت کے بارے میں خوش کر دیں گے اور تمہیں ناخوش نہیں کریں گے"۔

marfat.com

اس حدیث سے حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی اپنی امت پر شفقت و رحمت اور اللہ تعالےٰ کی حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے لئے رحمت و محبت اور رضاجوئی اور امت کے حق میں حضور کی شفاعت کا قبول کرنا یہاں تک کہ آپ راضی ہو جائیں، معلوم کیا جاسکتا ہے۔

(۴) عَسٰٓى اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا

"قریب ہے کہ تمہارا رب تمہیں مقامِ محمود پر فائز فرمائے۔"

حضرتِ عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہما راوی ہیں کہ قیامت کے دن لوگ جماعتوں کی صورت میں پھریں گے، ہر امتی اپنے پیغمبر کے پاس جائے گا اور کہے گا، ہماری شفاعت کیجئے حتیٰ کہ آخر میں نبیِ اکرم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں شفاعت کی درخواست کریں گے[1] پس وہی دن ہے کہ اللہ تعالےٰ حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کو مقامِ محمود پر فائز فرمائے گا۔

حضرتِ ابوہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ فرماتے ہیں، صحابہ کرام نے نبیِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اس آیت کے بارے میں پوچھا تو حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے فرمایا وہ (مقامِ محمود) شفاعت (عامہ) ہے۔

حضرتِ کعب بن مالک رضی اللہ تعالےٰ عنہ فرماتے ہیں حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

"قیامت کے دن لوگ جمع کئے جائیں گے، میں اور میری امت بلندی پر ہوں گے، مجھے میرا رب سبز حلہ پہنائے گا، پھر میں وہ کچھ عرض کروں گا جو اللہ تعالےٰ چاہے گا، یہی مقامِ محمود ہوگا۔"

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

"مقامِ محمود، عرشِ مجید کی دائیں جانب وہ مقام ہے جہاں میں کھڑا ہونگا

---

[1] امام احمد رضا بریلوی فرماتے ہیں ؎ خلیل و نجی، مسیح و صفی سبھی سے کہی کہیں نہ بنی - یہ بے خبری کہ خلق پھری کہاں سے کہاں تمہارے لئے

وہاں اور کوئی کھڑا نہ ہوگا۔ اس مقام پر پہلے اور پچھلے رشک کریں گے ؛؛

ایک روایت میں ہے کہ حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے فرمایا : مقامِ محمود وہ ہے جہاں میں اپنی امت کی شفاعت کرونگا ؛

حضرتِ حذیفہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ راوی ہیں :

يَجْمَعُ اللّٰهُ النَّاسَ فِي صَعِيْدٍ وَّاحِدٍ حَيْثُ يَسْمَعُهُمُ الدَّاعِيْ وَيَنْفُذُهُمُ الْبَصَرُ حُفَاةً عُرَاةً كَمَا خُلِقُوْا سُكُوْتًا لَا تَتَكَلَّمُ نَفْسٌ اِلَّا بِاِذْنِهٖ۔

" اللہ تعالےٰ تمام انسانوں کو ایسی ہموار زمین میں جمع فرمائے گا کہ پکارنے والے کی آواز اور نظر ان سب تک پہنچے گی، تمام کے پاؤں اور جسم پیدائش کے دن کی طرح برہنہ ہوں گے، سب خاموش ہوں گے اور کوئی اللہ تعالےٰ کی اجازت کے بغیر بات نہیں کر سکے گا ؛؛

فَيُنَادِيْ مُحَمَّدًا فَيَقُوْلُ لَبَّيْكَ وَسَعْدَيْكَ وَالْخَيْرُ فِيْ يَدَيْكَ وَالشَّرُّ لَيْسَ اِلَيْكَ وَالْمُهْتَدِيْ مَنْ هَدَيْتَ وَعَبْدُكَ بَيْنَ يَدَيْكَ وَلَكَ الْحَمْدُ وَاِلَيْكَ لَا مَلْجَأَ مِنْكَ اِلَّا اِلَيْكَ تَبَارَكْتَ وَتَعَالَيْتَ سُبْحٰنَكَ رَبَّ الْبَيْتِ فَذٰلِكَ الْمَقَامُ الْمَحْمُوْدُ الَّذِيْ ذَكَرَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى۔

" پس اللہ تعالےٰ نبی اکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کو پکارے گا تو حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم عرض کریں گے، میں تیری اطاعت کے لئے حاضر ہوں اور نیک بختی تیری ہی طرف سے ہے، ہر اچھائی تجھی سے ہے اور برائی تیری طرف منسوب نہیں ہے (یا یہ معنی ہے کہ برائی تیری طرف اوپر نہیں جاتی)

marfat.com

ہدایت پانے والا وہ ہے جسے تو ہدایت دے اور تیرا بندہ تیری بارگاہ میں اطاعت کے لئے حاضر ہے، حمد تیرے لئے ہے اور تیری طرف رجوع کرنے والی ہے، تیری بارگاہ کے سوا کوئی جائے پناہ نہیں، تو بابرکت اور بلند ہے، اے ربِ کعبہ! تیرے لئے پاکیزگی ہے، تو یہ مقامِ محمود ہے جس کا ذکر اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے۔"

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے:

اِذَا دَخَلَ اَهْلُ النَّارِ النَّارَ وَاَهْلُ الْجَنَّةِ الْجَنَّةَ فَتَبْقٰى اٰخِرُ زُمْرَةٍ مِّنَ الْجَنَّةِ وَاٰخِرُ زُمْرَةٍ مِّنَ النَّارِ فِي النَّارِ فَيَقُوْلُ زُمْرَةُ النَّارِ لِزُمْرَةِ الْجَنَّةِ مَا نَفَعَكُمْ اِيْمَانُكُمْ فَيَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ وَيَضِجُّوْنَ فَيَسْمَعُهُمْ اَهْلُ الْجَنَّةِ فَيَسْئَلُوْنَ اٰدَمَ وَغَيْرَهٗ بَعْدَهٗ فِي الشَّفَاعَةِ لَهُمْ فَكُلٌّ يَعْتَذِرُ حَتّٰى يَاْتُوْا مُحَمَّدًا فَيَشْفَعُ لَهُمْ فَذٰلِكَ الْمَقَامُ الْمَحْمُوْدُ۔

"جب دوزخی دوزخ میں اور جنتی جنت میں داخل ہوجائیں گے تو ایک آخری گروہ جنت سے رہ جائے گا اور ایک جہنمی گروہ جہنم سے رہ جائے گا، جہنمی گروہ جنتی گروہ کو کہے گا کہ تمہیں تمہارے ایمان نے نفع نہ دیا، یہ جنتی گروہ اللہ تعالےٰ سے دعا کرے گا اور وہ آہ و زاری کرے گا جسے اہلِ جنت سُن لیں گے، یہ لوگ پہلے آدم علیہ السلام سے پھر دوسرے انبیاء علیہم السلام سے عرض کریں گے کہ ہماری شفاعت کیجئے، تمام انبیاءِ کرام عذر کردیں گے پھر یہ لوگ نبیِ اکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے پاس آئیں گے تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

لہ شفاء شریف۔ ج ۱ ص ۱۲۳

marfat.com

ان کی شفاعت کریں گے، تو یہ ہے مقامِ محمود "۔

حضرتِ جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالٰی عنہ نے یزید فقیر کو فرمایا تم نے نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے مقام کے بارے میں سنا جس پر اللہ تعالٰی اپنے حبیب صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو فائز فرمائے گا، یزید نے کہا ہاں، حضرتِ جابر نے فرمایا وہ مقامِ محمد ہے جس کا نام مقامِ محمود رکھا گیا ہے۔ اس مقام کی بدولت اللہ تعالٰی دوزخیوں کو دوزخ سے نجات عطا فرمائیگا، پھر حضرتِ جابر نے وہ حدیث بیان کی جس میں اس امت کے دوزخیوں کو دوزخ سے نکالنے کی شفاعت کا ذکر ہے، اسی طرح حضرتِ انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی ہے، انہوں نے فرمایا یہی مقامِ محمود ہے جس کا وعدہ اللہ تعالٰی نے حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے کیا ہے۔ حضرتِ شیبان فرماتے ہیں مقامِ محمود، قیامت کے دن امت کی شفاعت ہے۔ حضرتِ قتادہ فرماتے ہیں :

كَانَ أَهْلُ الْعِلْمِ يَرَوْنَ الْمَقَامَ الْمَحْمُوْدَ شَفَاعَةً يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۔

" اہلِ علم، مقامِ محمود، قیامت کے دن کی شفاعت کو قرار دیتے تھے "

اب احادیثِ مبارکہ ملاحظہ ہوں :

۱۔ حدیثِ صحیح ہے :

لِكُلِّ نَبِيٍّ دَعْوَةٌ يَدْعُوْ بِهَا وَاخْتَبَأْتُ دَعْوَتِيْ شَفَاعَةً لِأُمَّتِيْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۔

---

[1] حضرتِ حسن رضا بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں ؎

فقط اتنا سبب ہے انعقادِ بزمِ محشر کا
کہ ان کی شانِ محبوبی دکھائی جانے والی ہے

marfat.com

"ہر نبی کے لیے ایک (یقینی) مقبول دعا ہے جو وہ مانگ سکتے ہیں، میں نے اپنی دعا چھپا رکھی ہے تاکہ قیامت کے دن اپنی امت کی شفاعت کروں۔"

اہلِ علم فرماتے ہیں کہ اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ ہر نبی کے لیے ایک ایسی دعا ہوتی ہے جو ضرور قبول ہوتی ہے اور دعا کرتے ہی اس کا قبول ہونا یقینی ہوتا ہے ورنہ ہر پیغمبر کی بے شمار دعائیں مقبول ہوتی ہیں اور ہمارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مقبول دعائیں تو حد و حساب سے باہر ہیں۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شفاعت اور دعا اپنی امت کے لیے یقیناً مقبول ہوگی۔

۲۔ حضرتِ انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم يَقُوْلُ لَاَشْفَعَنَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ لِاَكْثَرَ مِمَّا فِي الْاَرْضِ مِنْ حَجَرٍ وَّ شَجَرٍ۔

"میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنا کہ تحقیق میں قیامت کے دن، زمین کے پتھروں اور درختوں سے زیادہ انسانوں کی شفاعت کروں گا۔"

۳۔ حدیث کی صحیح کتابوں میں ہے:

قَالَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ يَجْمَعُ اللّٰهُ الْاَوَّلِيْنَ وَالْاٰخِرِيْنَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَيَهْتَمُّوْنَ اَوْقَالَ فَيُلْهَمُوْنَ فَيَقُوْلُوْنَ لَوِاسْتَشْفَعْنَا اِلٰى رَبِّنَا۔

"آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ اولین اور آخرین کو قیامت کے دن جمع فرمائے گا پس تمام غمگین ہو جائیں گے، یا فرمایا (راوی کو شک ہے) انہیں الہام کیا جائیگا کہ شفاعت طلب کرنے کے لیے جائیں

تو وہ کہیں گے کتنا اچھا ہوتا کہ ہم دربارِ الٰہی میں کسی کو شفیع بناتے ۔"

بعض روایات میں آتا ہے :

مَاجَ النَّاسُ بَعْضُهُمْ فِي بَعْضٍ

"بعض لوگ بعض سے ٹکرائیں گے ۔"

حضرتِ ابوہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت ہے :

فَتَدْنُو الشَّمْسُ فَيَبْلُغُ النَّاسَ مِنَ الْغَمِّ مَا لَا يُطِيقُونَ وَلَا يَحْتَمِلُونَ فَيَقُولُونَ أَلَا تَنْظُرُونَ مَنْ يَشْفَعُ لَكُمْ۔

" آفتاب قریب ہو جائے گا اور لوگوں کو اتنا غم لاحق ہو گا جس کی طاقت نہیں رکھیں گے، اسے برداشت نہیں کر پائیں گے تو آپس میں کہیں گے کیا تم ایسی ہستی کو نہیں ڈھونڈتے جو تمہاری شفاعت کرے :

فَيَأْتُونَ آدَمَ فَيَقُولُونَ أَنْتَ آدَمُ أَبُو الْبَشَرِ خَلَقَكَ اللّٰهُ بِيَدِهٖ وَنَفَخَ فِيكَ مِنْ رُوحِهٖ وَأَسْكَنَكَ جَنَّتَهٗ وَأَسْجَدَ لَكَ مَلٰٓئِكَتَهٗ وَعَلَّمَكَ أَسْمَاءَ كُلِّ شَيْءٍ اِشْفَعْ لَنَا عِنْدَ رَبِّكَ حَتّٰى يُرِيحَنَا مِنْ مَكَانِنَا أَلَا تَرٰى مَا نَحْنُ فِيهِ۔

"پس حضرتِ آدم علیہ السلام کی خدمت میں آئیں گے اور عرض کریں گے ، آپ ابوالبشر آدم ہیں ، اللہ تعالےٰ نے آپ کو اپنے دستِ قدرت سے پیدا کیا اور آپ (کے جسدِ مبارک) میں اپنی (مخلوق) روح پھونکی ، آپ کو اپنی جنت میں جگہ دی ، اپنے فرشتوں سے آپ کو سجدہ کرایا اور آپ کو ہر شے کے نام سکھائے ، اللہ تعالےٰ کی بارگاہ میں ہماری شفاعت کیجئے

تاکہ ہمیں اس مشکل جگہ سے نجات عطا فرمائے، کیا آپ اس مشکل کو ملاحظہ نہیں فرماتے جس میں ہم مبتلا ہیں؟

فَيَقُولُ إِنَّ رَبِّي غَضِبَ الْيَوْمَ غَضَبًا لَمْ يَغْضَبْ قَبْلَهُ مِثْلَهُ، وَلَا يَغْضَبُ بَعْدَهُ مِثْلَهُ، وَنَهَانِي عَنِ الشَّجَرَةِ فَعَصَيْتُ نَفْسِي نَفْسِي اِذْهَبُوا إِلَى غَيْرِي اِذْهَبُوا إِلَى نُوحٍ۔

"حضرتِ آدم علیہ السلام فرمائیں گے۔ بے شک آج اللہ تعالیٰ کا ایسا غضب ظہور پذیر ہوا ہے کہ اس سے پہلے اس نے ایسا غضب نہیں فرمایا اور نہ ہی آئندہ فرمائے گا، مجھے اللہ تعالیٰ نے پودے سے منع فرمایا تھا، مجھ سے لغزش ہوئی جاؤ کسی اور کے پاس، نوح علیہ السلام کے پاس چلے جاؤ۔"

فَيَأْتُونَ نُوحًا فَيَقُولُونَ أَنْتَ أَوَّلُ الرُّسُلِ إِلَى أَهْلِ الْأَرْضِ وَسَمَّاكَ اللّٰهُ عَبْدًا شَكُورًا أَلَا تَرَى مَا نَحْنُ فِيهِ أَلَا تَرَى مَا بَلَغَنَا أَلَا تَشْفَعُ لَنَا عِنْدَ رَبِّكَ؟

"پھر حضرتِ نوح علیہ السلام کے پاس آئیں گے اور کہیں گے آپ اہلِ زمین کی طرف بھیجے جانے والے پہلے رسول ہیں، اللہ تعالیٰ نے آپ کا نام "عبدِ شکور" (شکرگزار بندہ) رکھا، کیا آپ ہماری مصیبت ملاحظہ نہیں فرماتے؟ کیا آپ ہمیں پہنچنے والی اذیت نہیں دیکھتے؟ کیا آپ اپنے رب سے ہماری شفاعت نہیں کریں گے؟"

فَيَقُولُ إِنَّ رَبِّي غَضِبَ الْيَوْمَ غَضَبًا لَمْ يَغْضَبْ

marfat.com

قَبْلَہٗ وَلَا یَغْضَبُ بَعْدَہٗ مِثْلَہٗ نَفْسِیْ نَفْسِیْ۔

"حضرت نوح علیہ السلام فرمائیں گے تحقیق میرے رب نے آج ایسا غضب کیا ہے کہ نہ اس سے پہلے ظاہر فرمایا اور نہ آیندہ ظاہر فرمائے گا اور فرمائیں گے نفسی نفسی" (آج تو مجھے اپنا خیال ہے)

حضرت انس کی روایت میں ہے:

وَیَذْکُرُ خَطِیْئَتَہُ الَّتِیْ اَصَابَ سُؤَالَہٗ رَبَّہٗ بِغَیْرِ عِلْمٍ۔

"حضرت نوح علیہ السلام اپنی اس لغزش کا ذکر کریں گے کہ انہوں نے لاعلمی میں اپنے بیٹے کی نجات کا سوال کیا تھا۔"

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے:

وَقَدْ کَانَتْ لِیْ دَعْوَۃٌ دَعَوْتُھَا عَلٰی قَوْمِیْ

"حضرت نوح علیہ السلام فرمائیں گے، میرے لئے ایک دعا تھی جو میں نے اپنی قوم کے لئے کر دی تھی۔"

اِذْھَبُوْا اِلٰی غَیْرِیْ اِذْھَبُوْا اِلٰی اِبْرَاھِیْمَ فَاِنَّہٗ خَلِیْلُ اللّٰہِ۔

"کسی اور کے پاس جاؤ، حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس چلے جاؤ کہ وہ اللہ کے خلیل ہیں۔"

فَیَاْتُوْنَ اِبْرَاھِیْمَ فَیَقُوْلُوْنَ اَنْتَ نَبِیُّ اللّٰہِ وَخَلِیْلُہٗ مِنْ اَھْلِ الْاَرْضِ اِشْفَعْ لَنَا عِنْدَ رَبِّکَ اَلَا تَرٰی اِلٰی مَا نَحْنُ فِیْہِ۔

"پھر تمام لوگ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس آئیں گے اور کہیں گے کہ آپ اللہ تعالیٰ کے نبی اور اہل زمین میں سے اس کے خلیل ہیں۔

marfat.com

اپنے رب کے پاس ہماری شفاعت کیجئے، کیا آپ ہماری تکلیف ملاحظہ نہیں فرماتے"

فَيَقُوْلُ اِنَّ رَبِّيْ غَضِبَ الْيَوْمَ غَضَبًا فَذَكَرَ مِثْلَهٗ وَيَذْكُرُ ثَلٰثَ كَلِمَاتٍ كَذَبَهُنَّ نَفْسِيْ نَفْسِيْ وَلٰكِنْ عَلَيْكُمْ بِمُوْسٰى فَاِنَّهٗ كَلِيْمُ اللّٰهِ۔

"حضرتِ ابراہیم علیہ السلام وہی کچھ فرمائیں گے جو حضرتِ نوح علیہ السلام نے فرمایا تھا اور اپنی وہ تین باتیں ذکر کریں گے جو بظاہر جھوٹ تھیں (در حقیقت جھوٹ نہ تھیں) نفسی نفسی، ہاں تم حضرتِ موسےٰ علیہ السلام کے پاس جاؤ کہ وہ اللہ تعالےٰ کے کلیم ہیں"

فَاِنَّهٗ عَبْدٌ اٰتَاهُ اللّٰهُ التَّوْرٰىةَ وَكَلَّمَهٗ وَقَرَّبَهٗ نَجِيًّا۔

"بے شک وہ عبدِ مکرم ہیں جنہیں اللہ تعالےٰ نے توراۃ دی، ان سے کلام کیا اور انہیں حالتِ مناجات میں قرب عطا کیا"

قَالَ فَيَاْتُوْنَ مُوْسٰى فَيَقُوْلُ لَسْتُ لَهَا وَيَذْكُرُ خَطِيْئَتَهُ الَّتِيْ اَصَابَ وَقَتْلَهُ النَّفْسَ وَلٰكِنْ عَلَيْكُمْ بِعِيْسٰى فَاِنَّهٗ رُوْحُ اللّٰهِ وَكَلِمَتُهٗ۔

"پھر حضرتِ موسےٰ علیہ السلام کے پاس آئیں گے، وہ فرمائیں گے میں شفاعت (کبریٰ) کے لئے نہیں ہوں اور اپنی لغزش اور قبطی کے قتل کرنے کا ذکر کریں گے، تم پر لازم ہے کہ حضرتِ عیسےٰ علیہ السلام کے پاس جاؤ کہ وہ روح اللہ اور کلمۃ اللہ ہیں"

فَيَاْتُوْنَ عِيْسٰى فَيَقُوْلُ لَسْتُ لَهَا وَلٰكِنْ عَلَيْكُمْ

marfat.com

بِمُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَبْدٌ غَفَرَ اللّٰہُ لَہٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِہٖ وَمَا تَاَخَّرَ۔

"پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس آئیں گے، وہ فرمائیں گے، میں شفاعت (کبریٰ) کے لئے نہیں ہوں، تم پر لازم ہے کہ حضرت محمد صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے پاس جاؤ وہ ایسے عبد مکرم ہیں کہ اللہ تعالےٰ نے ان کے اگلے اور پچھلے ذنوب معاف فرما دئے ہیں۔"

فَیَاْتُوْنِیْ فَاَقُوْلُ اَنَا لَھَا فَاَنْطَلِقُ فَاَسْتَاْذِنُ عَلٰی رَبِّیْ فَیُؤْذَنُ لِیْ فَاِذَا رَاَیْتُہٗ وَقَعْتُ سَاجِدًا۔

"پھر میرے پاس آئیں گے تو میں کہوں گا کہ میں خاص شفاعت (کبریٰ) کے لئے ہوں، میں دربارِ الٰہی میں جاؤں گا اور اجازت طلب کرونگا مجھے اجازت دے دی جائے گی، جب میں اللہ تعالےٰ کو دیکھوں گا تو سجدے میں چلا جاؤں گا۔"

ایک روایت میں ہے:

فَاٰتِیْ تَحْتَ الْعَرْشِ فَاَخِرُّ سَاجِدًا

"میں عرش کے نیچے آؤں گا اور سجدہ ریز ہو جاؤں گا۔"

ایک روایت میں ہے:

فَاَقُوْمُ بَیْنَ یَدَیْہِ فَاَحْمَدُہٗ بِمَحَامِدَ لَآ اَقْدِرُ عَلَیْھَا اِلَّآ اَنْ یُّلْھِمَنِیْھَا اللّٰہُ۔

"میں اللہ تعالےٰ کے دربار میں کھڑا ہو جاؤں گا اور اس کی ایسی تعریفیں کروں گا جو اس کے الہام کے بغیر نہیں ہو سکتیں۔"

ایک روایت میں ہے:

marfat.com

فَيَفْتَحُ اللّٰهُ عَلَيَّ بِمَحَامِدِهٖ وَحُسْنِ الثَّنَاءِ عَلَيْهِ

شَيْئًا لَمْ يَفْتَحْهُ عَلٰى اَحَدٍ قَبْلِیْ۔

"اللہ تعالٰی مجھ پر ایسی تعریفیں اور اپنی بہترین ثنا منکشف فرمائے گا کہ مجھ سے پہلے کسی پر منکشف نہیں کی۔"

فَيُقَالُ يَا مُحَمَّدُ اِرْفَعْ رَاْسَكَ سَلْ تُعْطَهْ

وَاشْفَعْ تُشَفَّعْ۔

"حکم دیا جائے گا کہ اے محمد! (صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم) سر اٹھاؤ، مانگو (جو مانگو گے) دیا جائے گا۔ شفاعت کرو تمہاری شفاعت قبول کی جائے گی۔"

فَاَرْفَعُ رَاْسِیْ فَاَقُوْلُ يَا رَبِّ اُمَّتِیْ اُمَّتِیْ۔

"میں سر اٹھاؤں گا اور عرض کروں گا اے رب! میری امت، میری امت! (بخش دے)"

فَيَقُوْلُ اَدْخِلْ مِنْ اُمَّتِكَ مَنْ لَا حِسَابَ عَلَيْهِ مِنَ الْبَابِ الْاَيْمَنِ مِنْ اَبْوَابِ الْجَنَّةِ وَهُمْ شُرَكَاءُ النَّاسِ فِيْمَا سِوٰى ذٰلِكَ مِنَ الْاَبْوَابِ۔

"اللہ تعالٰی فرمائے گا اپنے ان امتیوں کو جنت کے دائیں دروازے سے داخل کرو جن پر حساب نہیں ہے اور وہ دوسرے دروازوں میں باقی لوگوں کے ساتھ شریک ہیں۔"

ایک اور روایت میں ہے:

فَيُقَالُ لِیْ يَا مُحَمَّدُ اِرْفَعْ رَاْسَكَ وَقُلْ تُسْمَعْ لَكَ وَاشْفَعْ تُشَفَّعْ وَسَلْ تُعْطَهْ فَاَقُوْلُ يَا رَبِّ

marfat.com

أُمَّتِيْ أُمَّتِيْ ۔

"مجھے کہا جائے گا اے حبیب! اپنا سر اٹھائیے اور کہیے، تمہاری سنی جائے گی، شفاعت کیجئے قبول کی جائے گی اور مانگئے (جو مانگو گے) دیا جائیگا تو میں کہوں گا، اے میرے رب، میری امت، میری امت۔"

فَيُقَالُ اِنْطَلِقْ فَمَنْ كَانَ فِيْ قَلْبِهٖ مِثْقَالُ حَبَّةٍ مِنْ بُرَّةٍ اَوْ شَعِيْرٍ مِنْ اِيْمَانٍ فَاَخْرِجْهُ فَاَنْطَلِقُ فَاَفْعَلُ ۔

"پس فرمایا جائے گا جائیے اور جس شخص کے دل میں گندم یا جَو کے دانے کے برابر ایمان ہو اسے نکال لائیے چنانچہ میں جا کر انہیں نکال لاؤں گا۔"

ثُمَّ اَرْجِعُ اِلٰى رَبِّيْ فَاَحْمَدُهٗ بِتِلْكَ الْمَحَامِدِ وَذَكَرَ مِثْلَ الْاَوَّلِ وَقَالَ فِيْهِ مِثْقَالُ حَبَّةٍ مِّنْ مِنْ خَرْدَلٍ فَاَفْعَلُ ۔

"پھر میں اللہ تعالےٰ کی بارگاہ میں جاؤں گا اور اس کی وہی تعریفیں کروں گا جن کا ذکر اس سے پہلے ہو چکا ہے، اور حدیث شریف میں فرمایا (اللہ تعالےٰ فرمائیگا) رائی کے دانہ کی مثل یعنی جس کے دل میں رائی برابر بھی ایمان ہو اسے آگ سے نکال لائیے تو میں انہیں نکال لاؤں گا۔"

ثُمَّ اَرْجِعُ وَذَكَرَ مِثْلَ مَا تَقَدَّمَ وَقَالَ فِيْهِ مَنْ كَانَ فِيْ قَلْبِهٖ اَدْنٰى مِنْ مِثْقَالِ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ فَاَفْعَلُ ۔

"پھر واپس جاؤں گا اور حضور انور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے

marfat.com

وہی کچھ ذکر فرمایا جو اس سے پہلے گذر چکا، اس دفعہ اللہ تعالےٰ فرمائے گا کہ جس کے دل میں رائی کے دانہ سے بہت ہی کم ایمان ہے اسے بھی آگ سے باہر لے آیئے، میں انہیں بھی نکال لاؤں گا۔"

ثُمَّ اَرْجِعُ وَ ذَکَرَ فِی الْمَرَّۃِ الرَّابِعَۃِ فَیُقَالُ لِیَ ارْفَعْ رَأْسَکَ وَقُلْ تُسْمَعْ وَاشْفَعْ تُشَفَّعْ وَسَلْ تُعْطَہْ فَاَقُوْلُ یَارَبِّ ائْذَنْ لِیْ فِیْ مَنْ قَالَ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ۔

"پھر میں واپس جاؤں گا اور حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے چوتھی مرتبہ کہا جائے گا اپنا سر اٹھائیے اور کہیے تمہاری سُنی جائے گی، شفاعت کیجیے قبول کی جائے گی اور مانگیے تمہیں دیا جائیگا تو میں کہوں گا اے میرے رب! مجھے کلمہ پڑھنے والوں کے حق میں اجازت عطا فرما! (تاکہ انہیں بھی دوزخ سے نکال لاؤں)"

قَالَ لَیْسَ ذٰلِکَ اِلَیْکَ وَلٰکِنْ وَعِزَّتِیْ وَکِبْرِیَآئِیْ وَعَظْمَتِیْ وَجِبْرِیَآئِیْ لَاُخْرِجَنَّ مِنَ النَّارِ مَنْ قَالَ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ۔

"ارشاد ہوگا اے حبیب! یہ تمہارے سپرد نہیں لیکن مجھے اپنی عزت و کبریائی اور عظمت و جبروت (قہر) کی قسم! میں کلمہ طیبہ پڑھنے والوں کو آگ سے ضرور نکالوں گا۔"

حضرت قتادہ حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم سے راوی ہیں:

قَالَ فَلَآ اَدْرِیْ فِی الثَّالِثَۃِ اَوِ الرَّابِعَۃِ فَیَقُوْلُ یَارَبِّ مَا بَقِیَ فِی النَّارِ اِلَّا مَنْ حَبَسَہُ الْقُرْاٰنُ اَیْ

marfat.com

وَجَبَ عَلَیْہِ الْخُلُوْدُ۔

"راوی کہتا ہے میں نہیں جانتا کہ تیسری دفعہ یا چوتھی دفعہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عرض کریں گے اے میرے پروردگار! آگ میں صرف وہ لوگ رہ گئے ہیں جنہیں قرآن پاک نے قید کر دیا ہے یعنی اس پہ لازم ہے، کہ وہ ہمیشہ کے لئے دوزخ میں رہے۔"

اس حدیث سے، جو کتب صحاح میں مختلف طریقوں سے مروی ہے، چند مطالب ثابت ہوتے ہیں :

(۱) تمام اولین و آخرین، میدانِ محشر میں حیران اور پریشان ہو کر سوائے اس کے کوئی راستہ نہیں پائیں گے کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں کوئی وسیلہ اور شفیع تلاش کریں اور ان میں سے کوئی بھی پناہ حاصل کرنے اور وسیلہ ڈھونڈنے سے سرتابی نہیں کر سکے گا اور تمام لوگ پہلے حضرتِ آدم علیہ السلام کے پاس پھر دیگر رسولانِ عظام کے پاس دوڑتے ہوئے جائیں گے لیکن رسولوں کے سرتاج، اولین و آخرین کے سردار اور اللہ تعالیٰ کے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سوا کسی کو شفاعت کی اجازت نہیں ملے گی۔

پس گنہگارِ ناہنجار، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شفاعت سے نا امیدوار (مولوی اسمٰعیل دہلوی) جو از راہِ ہرزہ سرائی اور یاوہ گوئی کہتا ہے اور عقیدہ رکھتا ہے کہ کسی سے التجا اور وسیلہ طلبی کئے بغیر اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شفاعت کے نہ ہونے ہوئے رحمتِ الٰہیہ کا مستحق بن جائے گا۔ اس کا خیال خام اور سودائے ناتمام ہے۔

(۲) حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اس فرمانِ فیض ترجمان :

فَاَقُوْلُ اَنَا لَهَا فَانْطَلِقُ فَاَسْتَاْذِنُ عَلٰی رَبِّیْ

marfat.com

(میں کہوں گا کہ میں شفاعت کے لئے ہوں، میں جاؤں گا اور اپنے رب سے اجازت لوں گا)

سے ظاہر و باہر ہے کہ حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کو اللہ تعالےٰ کے ارشاد :

سَلْ تُعْطَہْ وَاشْفَعْ تُشَفَّعْ

سے پہلے ہی شفاعت کی اجازت تھی اور حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کو شفاعت کی قبولیت کا یقین تھا کیونکہ اللہ تعالےٰ کی طرف سے اجازت اور قبولیتِ شفاعت کے یقین کے بغیر یہ کلمہ (اَنَا لَھَا) کوئی معنی نہیں رکھتا پس شفاعت کی اجازت وہی ہے جو قرآنِ پاک میں ہے :

وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْبِکَ وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ

اور قبولیتِ شفاعت کا یقین اس بشارت سے حاصل ہے :

وَلَسَوْفَ یُعْطِیْکَ رَبُّکَ فَتَرْضٰی

اور اس لحاظ سے کہ حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی شفاعت وہ دعا مقبول ہے جو آپ نے اپنی امت کے لئے چھپا رکھی تھی (یہ کہا جا سکتا ہے کہ شفاعت آپکو) حاصل تھی۔

(۳۲) حضور سیدِ عالم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کو بارگاہِ ایزدی میں انتہائی وجاہت اور کامل محبوبیت حاصل ہے کیونکہ اس وقت تمام اولوالعزم رسول اپنی جگہ (خشیت الٰہی سے) کانپ رہے ہوں گے اور اپنے معاملے میں حیران ہوں گے ایسے وقت میں حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم اپنی عزت و وجاہت اور محبوبیت و مقبولیت کے سبب، شفاعت طلب کرنے والوں کا سوال پورا کرنے کے لئے قدم اٹھائیں گے اور ان کی شفاعت کی ذمہ داری انجام دیں گے۔

marfat.com

(۴) ایسے لوگوں کے لئے حضور صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم کی شفاعت، نجات کا سبب نہیں بنے گی جو توحید کے اقراری اور رسالت کے منکر ہوں گے اور اللہ تعالٰی توحید و رسالت کے ماننے والوں کی بخشش حضور صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم کی شفاعت کے وسیلے کے بغیر نہیں فرمائے گا۔[1]

(۵) اللہ تعالٰے کے دربار میں حضور صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم کی انتہائی عزت اس حدیث سے مستنبط ہوتی ہے کہ بارگاہِ الٰہی میں قبولیت اور اجابت، حضور صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم کی دعا کا استقبال کرے گی کیونکہ دعا سے پہلے ارشاد ہوگا[2] :

سَلْ تُعْطَهْ وَاشْفَعْ تُشَفَّعْ

(مانگئے، تمہیں دیا جائے گا اور شفاعت کیجئے، قبول کی جائیگی)

(۶) اس حدیث سے حضور صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم کی امت کے حال پر کمال شفقت و رحمت کا پتہ چلتا ہے کیونکہ حضور صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم کو قیامت کے دن، فکرِ امت کے علاوہ کوئی امر پیشِ نظر نہیں ہوگا چنانچہ دوسرے رسولان گرامی کو اپنی فکر ہوگی، وہ نفسی نفسی کہیں گے اور حضور رحمتِ مجسم صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم کو امت کی فکر ہوگی اور آپ امتی امتی کہیں گے۔

(۷) کبیرہ گناہوں کے مرتکب مومن، حضور صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم کی شفاعت سے نجات پا جائیں گے کیونکہ وہ یقیناً ذرہ کی مقدار ایمان رکھتے ہیں لہٰذا حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی شفاعت انہیں بھی شامل ہوگی، رہا معتزلہ کا یہ گمان کہ شفاعت کبیرہ گناہوں

---

[1] اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی فرماتے ہیں ؎

آج لے ان کی پناہ آج مدد مانگ ان سے   کل نہ مانیں گے قیامت میں اگر مان گیا

[2] امام اہلسنت فرماتے ہیں ؎ اجابت نے جھک کر گلے سے لگایا   بڑھی ناز سے جب دعاءِ محمد (صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم)

marfat.com

کے بخشوانے میں دخل نہیں رکھتی تو یہ اس سراپا رسوائی گروہ کی جہالت اور نادانی ہے۔

۴۔ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عنہما عَنْہُ عَلَیْہِ السَّلَامُ یُوْضَعُ لِلْاَنْبِیَاءِ مَنَابِرُ یَجْلِسُوْنَ عَلَیْہَا وَیَبْقٰی مِنْبَرِیْ لَا اَجْلِسُ عَلَیْہِ قَائِمًا بَیْنَ یَدَیْ رَبِّیْ مُنْتَصِبًا۔

"حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے راوی ہیں کہ انبیاء کرام کے لیے منبر رکھے جائیں گے جن پر وہ بیٹھ جائیں گے، میرا منبر خالی رہے گا، میں اس پر نہیں بیٹھوں گا، میں اللہ تعالٰی کے دربار میں کھڑا رہوں گا"

فَیَقُوْلُ اللّٰہُ تَبَارَکَ وَتَعَالٰی مَا تُرِیْدُ اَنْ اَصْنَعَ بِاُمَّتِکَ فَاَقُوْلُ یَا رَبِّ عَجِّلْ حِسَابَہُمْ فَیُدْعٰی بِہِمْ فَیُحَاسَبُوْنَ فَمِنْہُمْ مَنْ یَدْخُلُ الْجَنَّۃَ بِرَحْمَتِہٖ وَمِنْہُمْ مَنْ یَدْخُلُ الْجَنَّۃَ بِشَفَاعَتِیْ۔

"اللہ تعالٰی فرمائے گا اے حبیب! تم کیا چاہتے ہو کہ تمہاری امت سے کیسا معاملہ کروں؟ میں عرض کروں گا اے پروردگار! ان کا حساب جلدی فرما، پس انہیں بلایا جائے گا اور ان کا حساب لیا جائے گا، ان میں سے بعض وہ ہوں گے جو اللہ تعالٰی کی رحمت سے جنت میں داخل ہوں گے اور بعض میری شفاعت سے"

وَلَا اَزَالُ اَشْفَعُ حَتّٰی اُعْطٰی صِکَاکًا بِرِجَالٍ قَدْ اُمِرَ بِہِمْ اِلَی النَّارِ حَتّٰی اَنَّ خَازِنَ النَّارِ یَقُوْلُ یَا مُحَمَّدُ مَا تَرَکْتَ لِغَضَبِ رَبِّکَ فِیْ اُمَّتِکَ

marfat.com

مِنْ نَقْمَتِہٖ۔

"اور میں شفاعت کرتا رہوں گا حتیٰ کہ مجھے ایسے لوگوں کے ناموں کے دفتر دیدیئے جائیں جن کے لئے جہنم کا حکم ہو چکا ہوگا اور مجھے جہنم کا داروغہ کہے گا یا رسول اللہ! آپ نے تو اپنی امت میں خدا کے غضب کی کچھ سزا بھی نہیں رہنے دی۔"

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی وجاہت و محبت کے سبب آپ کی امت کے ساتھ آپ کی رضا کے موافق معاملہ فرمائے گا، آپ کی درخواست کے مطابق ان کے حساب وکتاب میں جلدی فرمائے گا، جو لوگ بے گناہ ہوں گے یا جن کی نیکیاں زیادہ ہوں گی وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کے سبب جنت میں چلے جائیں گے، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شفاعت ان کے لئے عذاب سے نجات دینے میں نہ ہوگی بلکہ حساب کی جلدی میں ہوگی اور جو گنہگار ہوں گے اور اپنے برے اعمال کے سبب گرفتار ہوں گے، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شفاعت سے جنت میں داخل ہو جائیں گے اور آپ کی شفاعت ان کی نجات کا سبب ہوگی یہاں تک کہ جن کے جہنم میں جلنے کا حکم ہو چکا ہوگا، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شفاعت کے فیض سے رہائی پا جائیں گے اور دوزخ کا داروغہ آپ سے عرض کرے گا کہ آپ نے اپنا کوئی امتی اللہ تعالیٰ کے غضب کے لئے نہیں چھوڑا۔

۵۔ مَا رُوِیَ عَنِ النَّبِیِّ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم شَفَاعَتِیْ لِاَھْلِ الْکَبَائِرِ مِنْ اُمَّتِیْ۔

"میری شفاعت میرے ان امتیوں کے لئے ہوگی جو کبائر کے مرتکب ہوں گے۔"

۶۔ عَنِ النَّبِیِّ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اَتَانِیْ

marfat.com

اتٍ مِّنْ عِنْدِ رَبِّیْ فَخَیَّرَنِیْ بَیْنَ اَنْ یَّدْخُلَ نِصْفُ اُمَّتِیَ الْجَنَّۃَ وَبَیْنَ الشَّفَاعَۃِ فَاخْتَرْتُ الشَّفَاعَۃَ وَھِیَ لِمَنْ مَّاتَ لَایُشْرِکُ بِاللّٰہِ شَیْئًا۔

"میرے رب کی طرف سے آنے والا میرے پاس آیا اور اس نے مجھے اختیار دیا ہمیں کہ میری نصف امت جنت میں چلی جائے، اور شفاعت میں، پس میں نے شفاعت اختیار کی اور وہ شفاعت اس شخص کے لئے ہو گی جو اس حال میں مرا کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہراتا تھا"

مختصر یہ کہ اس سلسلے میں بے شمار آیات و احادیث وارد ہیں اور جتنی ہم نے ذکر کر دیں وہی کافی ہیں۔

تقویۃ الایمان کی عبارت پر گفتگو

اب جبکہ عام شفاعت کی حقیقت معلوم ہو گئی اور سید الاولین والآخرین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خاص شفاعت کا حال واضح ہو گیا، قائل کے بے فائدہ کلام میں غور کرنا چاہیئے جس کے سچ یا جھوٹ ہونے کے بارے میں مستفتی نے سوال کیا ہے۔ جاننا چاہیئے کہ وہ کلام اول سے آخر تک ناقص اوہام کا مجموعہ ہے بلکہ پختہ سودا اور خیالِ خام ہے۔

چند دلائل ملاحظہ ہوں :

(۱) اس قائل نے امیدوار ہونے کو بھول قرار دیا ہے۔ ہم بے طاعت گنہگاروں، شفاعت کے امیدواروں کو غلط فہمی اور جہالت سے منسوب کر کے خود غلطی میں واقع ہوا ہے اور دوسروں کو غلطی میں ڈالنے کی کوشش کی ہے کیونکہ ثابت ہو چکا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شفاعت اہلِ کبائر کے لئے یقینی ہے لہٰذا امیدواروں کو غلط سمجھنے اور بھولنے والا کہنا بہت بڑی خود فراموشی، غلط فہمی

marfat.com

اور بد دینی ہے، خدا کرے جو شفاعت سے ناامید ہو ناامید رہے۔

(۲) اس قائل نے سفارش کی تین قسمیں بیان کی ہیں، ان تینوں قسموں میں سفارش کا معنی درست نہیں ہے کیونکہ پہلی اور دوسری صورت میں حکم چلانا اور فرمان جاری کرنا پایا جاتا ہے (سفارش نہیں ہے) تیسری صورت میں بادشاہ نے مجرم پر خود رحم کھایا ہے وہ اپنے آئین کا لحاظ رکھتے ہوئے خود رحم کا اظہار نہیں کر سکتا، مجبوراً یہ بہانہ تراشا کہ کسی کو اس کا سفارشی ظاہر کر کے معافی کا اعلان کرتا ہے' یہ سب مکر و فریب ہے،

اور یہ قائل یا تو جاہل ہے جو اپنے آپ کو عالم ظاہر کرنا چاہتا ہے' اسے سفارش کا معنی ہی معلوم نہیں، یا عالم ہے جو جہالت کا مظاہرہ کر رہا ہے کہ سفارش کا معنی الٹ دکھاتا ہے۔

(۳) اس شخص نے پہلی قسم کا نام شفاعتِ وجاہت رکھا ہے، ظاہر ہے کہ اس نے وجاہت کا معنی نہیں سمجھا یا سفارش کا معنی نہیں جانا کیونکہ صورتِ مذکورہ میں جرم اس لئے معاف کیا گیا ہے کہ شفاعت قبول نہ کرنے کی صورت میں ضرر کا خوف ہے اور یہ معنی نہ لفظِ شفاعت سے سمجھا جاتا ہے نہ وجاہت سے، نہ معلوم یہ معنی اس تحریر کے لکھنے والے کے دل میں کہاں سے آگیا اور لفظ مذکور (شفاعتِ وجاہت) لحاظ اور پاسداری کے معنی سے نکل کر خود ساختہ معنی (سینہ زوری) میں کس طرح استعمال ہوا اور عقائد کے مذکورہ رسالہ (تقویۃ الایمان) میں کس طرح مذکور ہوا اور چند بازاری قسم کے لوگوں میں کیسے مشہور ہوا۔

علاوہ ازیں اللہ تعالٰے نے قرآن پاک میں انبیاء و مرسلین کی تعریف وجاہت سے فرمائی ہے۔ حضرت موسٰے علیہ السلام کے حق میں فرمایا:

وَكَانَ عِنْدَ اللّٰهِ وَجِيْهًا

marfat.com

اور حضرتِ عیسےٰ علیہ السلام کے حق میں فرمایا :

وَجِیۡهًا فِی الدُّنۡیَا وَالۡاٰخِرَةِ وَمِنَ الۡمُقَرَّبِیۡنَ

مفسرین نے آخرت میں وجاہت کی تفسیر شفاعت سے کی ہے، اس سے قائل مذکور کی تفسیرِ قرآن سے واقفیت معلوم کی جاسکتی ہے۔

سوال اس قائل نے اصطلاح بنائی ہے کہ پہلی صورت کو شفاعت بالوجاہت کہا جائے گا، اصطلاح پر کوئی پابندی نہیں ہے اور اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ کہنا کہ پہلی صورت اللہ تعالےٰ کی بارگاہ میں پائی جاسکتی ہے، شرک اور جہالت ہے۔

جواب جو الفاظ قرآن وحدیث میں استعمال ہوئے ہیں، ان میں اصطلاح بنانا اور انہیں معانی فاسدہ کے مقابل مقرر کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ ایسی اصطلاح کا اختیار کرنا لوگوں کو گمراہی اور جہالت میں ڈالنے کے مترادف ہے مثلاً کوئی شخص کہے کہ حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم رسول نہیں ہیں اور یہ بات ایسی کتاب میں لکھ دے جو عوام الناس کو عقائد سکھانے کے لئے لکھی ہے، جب کوئی اس پر مواخذہ کرے کہ حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم سے نبوت ورسالت کی نفی کفر اور نصوص کا انکار ہے، تو کہہ دے کہ نبوت ورسالت کا معنی غلبہ اور تسلط ہے اور بلا شبہ حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے لئے اللہ تعالےٰ کی ذات پر غلبہ اور تسلط ثابت کرنا شرک اور کفر ہے، کیا ایسے بے دین کو ایسی اصطلاح میں معذور قرار دیا جائے گا اور عذر میں یہ کہا جاسکے گا کہ اصطلاح پر کوئی پابندی نہیں ہے ؟ ہرگز نہیں، وہ شخص محض اس اصطلاح کے بنانے سے کافر ہو جائے گا۔

اسی طرح اگر کوئی شخص کہتا ہے کہ حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم یا حضرتِ موسیٰ اور حضرتِ عیسےٰ علیہما السلام اللہ تعالےٰ کے نزدیک وجیہ نہیں ہیں اور جب اس پر کوئی شخص گرفت کرے کہ ان حضرات سے وجاہت کی نفی کفرِ صریح

marfat.com

ہے تو کہتا ہے کہ میں نے اصطلاح بنائی ہے کہ وجاہت میں تسلط اور ضرر پہنچا سکنے کی قدرت معتبر ہے اور یہ معنی ان انبیاء کرام سے اللہ تعالےٰ کی نسبت سے یقیناً منتفی ہے وہ بے دین محض اس اصطلاح کے قائم کرنے سے دائرۂ ایمان سے یقینی طور پر خارج ہو جائے گا اور یہ کہنا کہ اصطلاح پہ کوئی پابندی نہیں، اس کے لئے وجہِ معذرت نہیں بن سکتا۔

باایں ہمہ یہ قائل اپنی اصطلاح کا دعویٰ نہیں کرتا بلکہ کہتا ہے کہ اس صورت کو شفاعتِ وجاہت کہتے ہیں لہٰذا وہ شفاعتِ مذکورہ کے علاوہ جھوٹ اور افتراء میں بھی مبتلا ہوا ہے، ہم گمراہی اور گمراہ گری سے اللہ تعالےٰ کی پناہ مانگتے ہیں۔

۴۔ قائل مذکور کا یہ قول :

اوس شہنشاہ کی یہ شان ہے (الیٰ آخرہ)

ماقبل سے تعلق نہیں رکھتا کیونکہ اس کلام کا معنی جیسے کہ مقامِ ثانی میں مذکور ہوگا یہ ہے ہزارہا انبیاء، اولیاء، جنوں، فرشتوں اور حضرتِ جبریلِ امین اور حضرت سید المرسلین صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی ہزارہا مثالوں کے ساتھ ایجاد کا تعلق صحیح ہے، کارخانۂ ملکِ الٰہی میں کسی کے دخل کے نہ ہونے سے اس معنی کا کوئی واضح تعلق نہیں ہے مثلاً اگر کوئی شخص کہے کہ ایک بادشاہ کے کارخانۂ حکومت میں کسی امیر یا وزیر کو دخل اور بڑا تسلط ہے اور وہ جو کچھ کہتا ہے بادشاہ کو رونق اور سلطنت کی حفاظت کیلئے ماننا پڑتا ہے، اس کلام کی نفی میں نہیں کہا جا سکتا کہ بادشاہ اگر چاہے تو دوسروں کو اس امیر کے مرتبے تک پہنچا دے اور رعایا کو اس عالی مرتبت امیر کے برابر کردے کیونکہ اس سے کارخانۂ حکومت میں اس امیر کی مداخلت کی نفی نہیں ہوتی بلکہ کہنا یوں چاہیئے تھا کہ کسی کو اللہ تعالےٰ کے کارخانۂ قدرت میں کسی قسم کی مداخلت حاصل نہیں ہے،

marfat.com

حتیٰ کہ اس کی رنجیدگی اور ناخوشی سے کارخانۂ الٰہی میں بے رونقی کا امکان ہوتا خواہ وہ شخص ممکن الوجود ہو یا ناممکن اور خواہ اس شخص کی بہت سی مثالیں ہوں یا وہ بے نظیر ہو، پس یہ کلام فی نفسہٖ باطل ہونے کے باوجود (جیسا کہ مقامِ ثانی میں آئے گا) ماقبل سے بھی بے تعلق ہے اور اگر تکلف سے تعلق دکھایا بھی جائے تو اس کلام میں قباحت اور بڑھ جائے گی جیسا کہ عنقریب مقامِ ثالث میں آئے گا۔

۵۔ اس کا یہ قول

اور سب لوگ اگلے اور پچھلے (الیٰ آخرہٖ)

ماقبل سے متعلق نہیں ہے، مقام کے مناسب یہ تھا کہ کہتا ہر شخص کو رونق اور عزت اللہ تعالیٰ نے ہی دی ہے، اس کے کارخانۂ قدرت کو کوئی شخص کیسے رونق دے سکتا ہے؟

اس کا یہ فقرہ :

- اور جو سب لوگ پہلے اور پچھلے اور آدمی اور جن بھی سب مل کر جبریل اور پیغمبر ہی سے ہو جائیں تو اس مالک الملک کی سلطنت میں ان کے سبب کچھ رونق بڑھ نہ جائے گی اور جو سب شیطان اور دجال ہی سے ہو جائیں تو اس کی کچھ رونق گھٹنے کی نہیں (تقویۃ الایمان)

بلا تکلف کلام کے سیاق و سباق کے مطابق نہیں، ہاں اس عبارت کے ہر فقرہ سے ایک غرض قائل کے دل میں پوشیدہ ہے جسے مقامِ ثالث میں واضح کیا جائے گا ان شاء اللہ تعالیٰ،

۶۔ اس نے دوسری قسم کو شفاعتِ محبت کہا ہے، کہتا ہے اس کو شفاعتِ محبت کہتے ہیں، یہ معنی اور یہ تفسیر بھی اس کی خود ساختہ ہے کیونکہ اس سے پہلے گزر چکا کہ مستشفع الیہ (جس سے سفارش کی گئی) کی شفیع سے محبت، قبولیتِ شفاعت کا سبب ہے، شفاعت کا قبول کرنا آثارِ محبت سے ہے اور محبوب کی رضا خواہی اس صفت (محبت) کا مقتضا ہے، مجبوری، اضطرار اور دل آزاری کا اندیشہ، شفاعت

marfat.com

محبت میں داخل نہیں ہے اور جب مجبوری اور اضطرار تک معاملہ پہنچ جائے تو شفاعت کا معنی باطل ہو جائے گا اور اس جگہ حکمرانی اور فرمان جاری کرنے کا معنی درست ہوگا، اللہ تعالیٰ کے ارشاد :

وَلَسَوْفَ يُعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرْضَىٰ

کی تفسیر اور اس کے علاوہ گزر چکا کہ اللہ تعالیٰ حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبت کے سبب آپ کی رضا کا طالب ہے اور بلاشبہ محبت کی شان محبوب کی رضا جوئی ہے اور کوئی محبوب اس پر راضی نہیں ہوگا کہ اس کی شفاعت اس کے محب کی بارگاہ میں مردود ہو اور اس کا وسیلہ پکڑنے والا محب کے دربار سے ناکام لوٹا دیا جائے۔

۷۔ یہ قائل جو بارگاہِ الٰہی میں حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور انبیاء و اولیاء کی شفاعتِ محبت کی نفی کرتا ہے، دو حال سے خالی نہیں، یا تو اس کا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور انبیاء و اولیاء سے محبت ہی نہیں، شفاعتِ محبت کیسے متحقق ہوگی، یہ کفر صریح ہے اور نصوصِ قطعیہ و احادیث صحیحہ کا انکار ہے، یا محبت کو قبول شفاعت کا سبب نہیں مانتا، یہ عقیدہ بھی نصوصِ صریحہ اور احادیثِ صحیحہ کے انکار تک لے جائیگا جیسا کہ

وَالضُّحَىٰ وَاللَّيْلِ إِذَا سَجَىٰ

اور دوسری آیات کی تفسیر اور احادیث میں مذکور ہوا، اور اگر کہے کہ اصطلاح بنائی گئی ہے کہ اضطرار، مجبوری اور اندیشۂ دلآزاری، شفاعتِ محبت کے مفہوم میں ماخوذ ہے تو اس کا جواب تیسری وجہ میں گزر گیا ہے۔

۸۔ اس کا قول :

"مالک اپنے بندوں کو" (الیٰ آخرہ)

marfat.com

گزشتہ کلام سے موافقت اور مناسبت نہیں رکھتا کیونکہ اس کا حاصل یہ ہے کہ تمام مقرب فرشتے اور انسان اس کے بندے ہیں اور راہِ بندگی سے باہر ایک قدم بھی نہیں چل سکتے، اس سے لازم نہیں آتا کہ کوئی فرشتہ اور کوئی نبی اللہ تعالیٰ کے دربار میں محبوب نہ ہو اور کسی کی شفاعت محبوبیت کے سبب مقبول و منظور نہ ہو، البتہ اس عبارت میں قائل کی ایک غرض پوشیدہ ہے جس پر مقامِ ثانی میں تنبیہ کی جائیگی۔

۹- اس قائل نے تیسری صورت کا نام شفاعت بالاذن رکھا ہے حالانکہ جیسا پہلے معلوم ہو چکا ہے شفاعت بالاذن کا معنی یہ ہے کہ جس کے لئے شفاعت کی گئی ہے، شفاعت کرنے والے کو مستشفع الیہ کے سامنے اس کی شفاعت پیش کرنے کی اجازت ہو، اس میں یہ شرط نہیں ہے کہ مستشفع الیہ کو شفاعت سے پہلے اس مجرم پر رحم آیا ہو لیکن وہ اپنے قانون کی حفاظت کے پیشِ نظر اس مجرم کا گناہ معاف نہ کر سکتا ہو، اگر اسے شفاعت سے پہلے رحم آیا ہو تو شفاعت رحم اور معافی کا سبب نہیں ہو گی بلکہ اس صورت میں شفاعت لغو اور بیکار ہو گی اور اگر شفاعت فائدہ مند ہے تو مستشفع الیہ کے لئے ہو گی نہ کہ اس شخص کے لئے جس کے لئے شفاعت کی گئی ہے کیونکہ صورتِ مذکورہ میں مستشفع الیہ کو شفاعت کے ذریعے اپنے قانون کی حفاظت کا موقع ملا ہے اور مجرم پر رحم کھانے کا بہانہ سامنے لا سکا ہے ورنہ اس بیچارے کو اپنے قانون کی حفاظت کرتے ہوئے مجرم کو معاف کرنے کی کوئی صورت نہ ملتی، رہا مجرم جس کے لئے شفاعت کی گئی ہے اسے تو بخشنے والے کا رحم اور اپنے جرم کی سزا سے نجات درکار ہے اور وہ شفاعت سے پہلے ہی حاصل ہے لہٰذا شفیع کا اس کے حال پر کونسا احسان ہے اور شفاعت کو اس کی نجات میں کیا دخل؟

marfat.com

قائل مذکور اس جگہ انصاف کرتے ہوئے خود کہہ گیا ہے کہ اس صورت میں درحقیقت شفاعت متحقق نہیں ہے بلکہ بادشاہ لوگوں کے دلوں میں بظاہر اس امیر کی عزت افزائی بڑھانے کے لئے اس امیر کی نام نہاد شفاعت کی بنا پر مجرم کا جرم معاف کردیتا ہے، دراصل یہ شفاعت ہے ہی نہیں کیونکہ اسے مجرم کے حق میں رحم کھانے اور بخش دینے میں کوئی دخل ہی نہیں ہے۔

مثلاً اگر کوئی خدمتگار نافرمانی کا مرتکب ہو کر گرفتار ہو جاتا ہے اور مخدوم بظاہر بیزار ہے اور دلی طور پر اس بدکردار کو معاف کرنے کے بہانے کا متلاشی ہے اس بنا پر کسی شخص کو کہہ دیتا ہے کہ مجھ سے فلاں خدمتگار کے جرم کی معافی کا مطالبہ کرو اور اس کے رویے سے درگزر کا مجھ سے تقاضا کرو کیونکہ میں اسے معاف کرنا چاہتا ہوں مگر اس خیال سے کہ دوسرے خدمتگاروں کی نظر میں نافرمانی معمولی دکھائی نہ دے اور ان کے دل میں میرے فرمان کی تعظیم و تکریم کم نہ ہو جائے، میں بغیر کسی بہانے کے اسے برملا معاف نہیں کرسکتا اور اپنی بخشش کا اظہار نہیں کرسکتا، وہ شخص مخدوم کی مرضی پا کر خدمتگار کی معافی اور مغفرت کی درخواست پیش کر دیتا ہے اور مخدوم جو بہانے کی تلاش میں تھا اس کی درخواست کو غنیمت جانتے ہوئے اس خدمت گار کو معاف کر دیتا ہے تو نہیں کہا جاسکتا کہ یہ واقعی شفاعت ہے کیونکہ مخدوم نے جو خادم پر رحم کیا اور اسے معاف کر دیا اس میں شفاعت کا کوئی دخل نہیں ہے، اگر اس شفاعت نے فائدہ دیا ہے تو مخدوم کو دیا ہے کہ اس شفاعت کے طفیل اسے معاف کرنے کا بہانہ مل گیا، اس شفاعت نے خادم کو کوئی فائدہ نہیں دیا کیونکہ اس کی نجات کا سبب مخدوم کا وہ رحم ہے جو شفاعت سے پہلے ہی موجود تھا، ایسا شفیع، خادم پر اس وقت تک ہی احسان جتلا سکتا ہے جب تک

marfat.com

حقیقتِ حال اس پر منکشف نہ ہو اور اگر خادم کو حقیقت کا پتہ چل جائے تو وہ کہہ سکتا ہے کہ تم مجھ پر کیا احسان جتلا رہے ہو؟ تم نے کیا کیا؟ میرے آقا کو خود مجھ پہ رحم آیا اور اس نے معاف کر دیا، اسی طرح لوگوں کے دلوں میں مخدوم کے دربار میں اس شفیع کی عزت افزائی کا احساس اس وقت تک رہے گا جب تک وہ یہ سمجھتے رہیں گے کہ مخدوم نے اس کی شفاعت کے سبب فلاں خادم کو معاف کر دیا ہے اور اگر انہیں پتہ چل جائے کہ مخدوم نے از خود معاف کیا ہے، شفاعت صرف بہانہ تھی تو شفاعت کرنے والے کی عزت . ان کے دلوں میں کیا بڑھے گی؟ پس ظاہر ہو گیا کہ صورتِ مذکورہ بظاہر شفاعت ہے درحقیقت شفاعت نہیں ہے، یہ مطلب بھی اس قائل کا خود ساختہ ہے۔

در اصل شفاعت بالاذن، شفاعتِ محبت کے مقابل نہیں ہے بلکہ دونوں (شفاعتِ محبت اور شفاعتِ وجاہت) شفاعت بالاذن کی قسمیں ہیں کیونکہ کوئی مقرب، مالک کے سامنے کسی کے گناہوں کے بخشنے یا مراتب کے بلند کرنے کے لیے اس طرح شفاعت کرتا ہے کہ اس مقرب کو مالک کی بارگاہ میں ایسے شخص کے بارے میں بات کہنے کی اجازت حاصل ہے جیسے کہ حضرات انبیاء و اولیاء کو قیامت کے دن، اللہ تعالےٰ کی بارگاہ میں ایمانداروں کے بارے میں درخواست پیش کرنے کی اجازت ہو گی اگرچہ وہ ایماندار کبائر کے مرتکب ہی کیوں نہ ہوں جیسے کہ اس سے پہلے آیات و احادیث سے ثابت و واضح ہو چکا ہے۔

اس (شفاعت بالاذن) کی دو قسمیں ہیں:

(۱) وہ شفاعت جس کی قبولیت کا سبب شفیع کی وجاہت ہے۔

(۲) وہ شفاعت جس کی قبولیت کا سبب شفیع کی محبت ہے۔

marfat.com

یہ مسئلہ (شفاعت کی دونوں قسموں کا مقبول ہونا) اس سے پہلے کتاب و سنت سے ثابت ہوچکا ہے۔

۱۰۔ قائلِ مذکور کا یہ قول

"مگر وہ ہمیشہ کا چور نہیں اور چوری کرنا اوس نے کچھ اپنا پیشہ نہیں ٹھیرایا" (الیٰ آخرہ)

اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ اگر گنہگار ایک سے زیادہ مرتبہ جرم نہیں کرتا اور اپنے کیے پر پشیمان ہے تو اس کے حق میں شفاعت بالاذن ہوسکتی ہے حالانکہ اگر اس نے متعدد بار جرم کیا ہے اور اپنے جرم پر پشیمان اور شرمندہ نہیں ہے چوری اس کا پیشہ ہے اور یہ جرم ہمیشہ کرتا ہے تو بھی آیات و احادیث کی رُو سے اس کے لئے شفاعت ہوسکتی ہے کیونکہ بار بار گناہ کرنے سے شرک اور کفر لازم نہیں آتا حتی کہ وہ شفاعت سے محروم ہوجائے۔ گناہِ کبیرہ کا مرتکب ایماندار اگرچہ اس نے توبہ نہ کی ہو اور وہ نادم اور پشیمان نہ ہوا ہو، شفاعت کا مستحق ہے، نبیِ اکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

شَفَاعَتِیْ لِاَھْلِ الْکَبَائِرِ مِنْ اُمَّتِیْ

"میری شفاعت، میرے ان امتیوں کے لئے ہوگی جو کبائر کے مرتکب ہوں گے۔"

نیز فرمایا:

اَتَرَوْنَھَا لِلْمُتَّقِیْنَ وَلٰکِنَّھَا لِلْمُذْنِبِیْنَ الْخَطَّائِیْنَ۔

"کیا تمہارا یہ گمان ہے کہ میری شفاعت پرہیزگاروں کے لئے (ہی) ہوگی (نہیں بلکہ) تحقیق میری شفاعت گنہگاروں اور بہت بڑے گنہگاروں

کے لئے ہو گی "

اور اگر گنہگار اپنے کئے پر پشیمان اور شرمندہ ہے اور اس نے دوبارہ گناہ نہیں کیا تو وہ خود تائب ہے کیونکہ توبہ کا معنی، گناہ پر نادم ہونا ہے بعض علماء نے فرمایا کہ اس کے ساتھ یہ عزم بھی ہو کہ یہ گناہ دوبارہ نہیں کرونگا اور بعض علماء کے نزدیک یہ شرط نہیں ہے، گناہ سے توبہ کرنے والا ایسا ہے کہ گویا اس نے گناہ کیا ہی نہیں، پس وہ گنہگار (جس نے توبہ کر لی ہے) نجات یافتہ ہے، اسے شفاعت سے کیا تعلق اور اسے شفاعت کی کیا ضرورت ؟

۱۱- اس کا یہ قول :

" اور بادشاہ سے بھاگ کر کسی امیر اور وزیر کی پناہ نہیں ڈھونڈتا "

جہلاء کو فریب دینے والی کیسی عجیب بات ہے، یہ قائل ابلہ فریب انداز بیان سے توسل اور طلبِ شفاعت (جو تمام اہل ایمان کے نزدیک نصِ صریح سے ثابت ہے) کی نفی کرنا چاہتا ہے، اس مکر و فریب کی وضاحت سنئے ! اگر اس قائل کا یہ مقصود ہے کہ مجرم کسی امیر وزیر کی پناہ اس لئے نہیں ڈھونڈتا کہ اس امیر و وزیر کو بادشاہ کا مقابل اور ہمسر سمجھتا ہے اور اعتقاد رکھتا ہے کہ اگر بادشاہ مجھے قطعی طور پر سزا دینا چاہتا ہے تو کوئی امیر اور وزیر اس کی مزاحمت اور مدافعت کر سکتا ہے تو اس معنی کے اعتبار سے پناہ لینے کی نفی درست ہے لیکن اس سے قائل کا یہ مقصد ثابت نہیں ہوتا کہ وسیلہ اور شفاعت طلب کرنے کی نفی ہو جائے،

اور اس کا یہ قول :

" اور رات دن اسی کا منہ دیکھ رہا ہے کہ دیکھئے میرے حق میں کیا حکم فرما دے "

marfat.com

درست نہیں رہتا کیونکہ اس قول کا مطلب وسیلہ اور شفاعت طلب کرنے کی نفی ہے، اس کا یہ کہنا کہ :

"کسی کی پناہ نہیں ڈھونڈتا"

باطل اور نص کے مخالف ہے کیونکہ اس سے پہلے احادیثِ شفاعت میں بیان ہو چکا ہے کہ مومن بلکہ تمام اولین اور آخرین، میدانِ محشر میں حیران و پریشان ہو کر شفاعت کرنے والے اور وسیلہ کو تلاش کریں گے، پہلے حضرتِ آدم علیہ السلام کے پاس پھر دیگر رسولانِ عظام کے پاس مخلوق کے لئے شفاعت طلب کرنے اور گناہوں کی مغفرت چاہنے جائیں گے، آخر میں حضور سید الابرار صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی پناہ لیں گے اور التجا کریں گے، حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم ان کی شفاعت کا ذمہ لیں گے، اس قائل کے دل میں ایک اور غرض پوشیدہ ہے اور اس کلام میں اس کی طرف اشارہ ہے اور وہ یہ ہے کہ جو لوگ توسل اور شفاعت طلب کرنے کے قائل ہیں اور ان کا عقیدہ ہے کہ شفاعت کرنے والوں اور وسیلوں کا بخشش میں دخل ہے وہ شفاعت کے مستحق نہیں ہیں، پس جاہلوں کو فریب دینے والے ایسے کلمات سے بازاری قسم کے عوام کو اپنے جال میں لانا چاہتا ہے اور گمراہ کرتا ہے اور حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم اور دیگر انبیاء علیہم الصلوات والسلام اور اولیاء کی شفاعت اور وسیلے کی نفی کو عوام کی نظروں میں خوبصورت بنا کر پیش کرنا چاہتا ہے۔

۱۲۔ اس کا یہ قول،

مگر آئین بادشاہت کا خیال کر کر (الیٰ آخرہ)

ایسے مقام میں کتنی سخت بات کہہ گیا ہے، اللہ تعالےٰ پاک ہے اس کی شان اس سے بلند و برتر ہے کہ وہ مجرم پر رحم فرمانے کے باوجود قانون کا پاس

marfat.com

کرتے ہوئے اسے معاف نہ کر سکے۔

سُبْحَانَ اللّٰہِ رَبِّ الْعَرْشِ عَمَّا یَصِفُوْنَ ۔
لَا یُسْئَلُ عَمَّا یَفْعَلُ وَھُمْ یُسْئَلُوْنَ ۔

" اللہ تعالیٰ پاک ہے اس سے، جو یہ بیان کرتے ہیں، وہ جو کچھ کرتا ہے اس سے باز پرس نہیں ہو سکتی (البتہ) ان سے پوچھا جائیگا "

آیاتِ مبارکہ اور احادیثِ طیبہ اس عقیدہ کی تلقین کرتی ہیں کہ:

اِنَّ اللّٰہَ یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِیْعًا

" اللہ تعالیٰ تمام گناہ بخش دے گا "

اور اس کی بخششِ بے پایاں کو بیان کرتی ہیں، دیکھنا چاہیئے کہ یہ علامۂ زماں کس بے باکی سے اندھوں کی طرح چلتا ہے، نہ خود غور کرتا ہے نہ اس کے معتقدین اس انداز سے آگاہ ہوتے ہیں۔

۱۳۔ اس کا یہ کہنا

" اوس امیر نے اوس چور کی (الیٰ آخرہ)

ایسا کلام ہے جو جاہلوں کو فریب دینے کے لئے بنا سنوار کر پیش کیا گیا ہے بہت دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ ایک بلند مرتبہ امیر، بادشاہ کے دربار میں عزت و منزلت رکھتا ہے، اس کی عزت، محبوبیت اور بلندئ مرتبت کے سبب اسے دربارِ شاہی میں بخشش طلب کرنے کے لئے گفتگو کی اجازت ہوتی ہے۔ اس کی بات کا وزن ہوتا ہے اور اس کی درخواست مقبول ہوتی ہے، وہ ازراہِ ترحم یا اس لئے کہ مجرم نے اسے وسیلہ بنایا ہے یا اسکی بے کسی اور بے چارگی پر نظر کرتے ہوئے ایسے مجرم کی شفاعت کرتا ہے کہ بادشاہ نے اس کی سزا کا حتمی فیصلہ نہیں کیا، اس امیر کی شفاعت مقبول و منظور ہوتی ہے۔ اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ امیر

marfat.com

مجرموں کا حمایتی ہے اور بادشاہ کے فرمان سے سرکش ہے، اس کی مزاحمت کرتا ہے اور اس کا مدِ مقابل ہے اور یہ بھی لازم نہیں آتا کہ وہ عالی قدر امیر اس گنہگار کی سفارش کی بنا پر بدکردار چوروں کا ساتھی قرار دیا جائے۔

ہاں اگر ایسا ہو کہ کوئی شخص چوری کو جرم نہ سمجھے، چور کو مجرم نہ جانے، چور کی رہائی کے لئے شور و شر برپا کرے اور بادشاہ کی نافرمانی کی ٹھان لے، وہ خود مجرم، گنہگار اور بدکردار چوروں کا شریکِ کار ہے، اسے شفیع نہیں کہا جا سکتا، سوائے اس قائل کی اصطلاح کے جو عقائدِ دین کے باب میں نئی اصطلاحیں اختراع کرتا ہے اور ایسی اختراع پر ہزار آفرین کا منتظر ہے۔

۱۴۔ اس کا یہ کہنا :

"سو اللہ کی جناب میں اس قسم کی شفاعت ہو سکتی ہے" (الیٰ آخرہ)

یقیناً باطل ہے اور اصول یعنی قرآن پاک، احادیثِ سید المرسلین، اجماعِ امت اور عقلِ سلیم کے خلاف ہے۔

قرآنِ پاک کی آیات :

(۱) يَوْمَئِذٍ لَّا تَنفَعُ الشَّفَاعَةُ إِلَّا مَنْ أَذِنَ لَهُ الرَّحْمَٰنُ وَرَضِيَ لَهُ قَوْلًا۔

اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ شفاعت اس شخص کے لئے فائدہ مند ہو گی جس کے لئے اللہ تعالےٰ شفاعت کی اجازت دے گا اور جس کی گفتگو یعنی کلمۂ شہادت پسند فرمائی ہے، اس قائل کے قول و اعتقاد سے ثابت ہوتا ہے کہ شفاعت کو کسی کی نجات میں دخل نہیں ہے بلکہ اس کے نزدیک شفاعت، اللہ تعالےٰ کے رحم فرمانے کے بعد ہو گی اور اللہ تعالےٰ شفاعت کے دخل کے بغیر محض اپنی رحمت سے تمام گناہ بخش دیتا ہے، پس اس قائل کی دانست میں شفاعت بے فائدہ اور بے کار ہے اور کسی کی

marfat.com

شفاعت بھی فائدہ مند اور نافع نہیں ہے، شفاعت صرف اس صورت میں متصور ہو گی کہ اللہ تعالیٰ کے رحم فرمانے اور بخش دینے کے بعد ہو۔

(۲) وَلَا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ عِنْدَہٗۤ اِلَّا لِمَنْ اَذِنَ لَہٗ

اس آیت سے بھی قائل مذکور کی مرضی کے خلاف اس شخص کی شفاعت ثابت ہوتی ہے جسے بارگاہِ الٰہی میں عرضِ مدعا کا مقام حاصل ہے اور اس شخص کے حق میں کہ اس کی مغفرت طلب کرنے سے ممانعت وارد نہیں ہے،

(۳) وَلَوْ اَنَّھُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَھُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰہَ وَاسْتَغْفَرَ لَھُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰہَ تَوَّابًا رَّحِیْمًا۔

اللہ تعالیٰ نے توبہ قبول کرنے اور رحم فرمانے کو نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بخشش طلب کرنے پر مرتب اور معلق فرمایا ہے اور اگر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا بخشش طلب کرنا اور شفاعت کرنا، اللہ تعالیٰ کے رحم فرمانے کے سبب نہ ہوتا تو اس تعلیق کا کوئی مطلب نہ ہوتا، ایسی بات سے خدا کی پناہ!

(۴) سَلٰمٌ لَّكَ مِنْ اَصْحٰبِ الْیَمِیْنِ

حضرتِ امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

اِنَّمَا وَقَعَتْ سَلَامَتُھُمْ مِنْ اَجْلِ کَرَامَۃِ مُحَمَّدٍ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

"ان کی سلامتی صرف حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عزت و کرامت کے سبب واقع ہوئی کہ آپ تمام جہان والوں کے لئے رحمت ہیں"

احادیثِ مبارکہ

(۱) فَیَقُوْلُ اللّٰہُ تَبَارَكَ وَتَعَالیٰ مَا تُرِیْدُ اَنْ اَصْنَعَ بِاُمَّتِكَ؟

marfat.com

اس حدیث سے ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رضا چاہتے ہوئے فرمائے گا تم کیا چاہتے ہو کہ تمہاری امت سے (وہ معاملہ) کروں پس جو کچھ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم شفاعت میں عرض کریں گے اللہ تعالیٰ قبول فرمائے گا لہٰذا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شفاعت گنہگاروں کی نجات اور قیدیوں کی رہائی کا سبب ہوگی۔

(۲) نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

فَمِنْهُمْ مَنْ يَدْخُلُ الْجَنَّةَ بِرَحْمَةِ اللهِ

وَمِنْهُمْ مَنْ يَدْخُلُ الْجَنَّةَ بِشَفَاعَتِيْ۔

یہ حدیث نصِ صریح ہے اس پر کہ بعض محض رحمتِ الٰہی سے اور بعض حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شفاعت سے جنت میں داخل ہوں گے۔ کون مدعیٔ اسلام ہے جو تمام مخلوق سے زیادہ صادق ہستی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے کلام کی تکذیب کر سکتا ہے،

(۳) نبیِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حدیثِ شفاعت میں فرماتے ہیں:

فَيَقُوْلُوْنَ اَلَا تَنْظُرُوْنَ مَنْ يَشْفَعُ لَكُمْ (الی

آخر الحدیث)

اس حدیث سے ثابت ہے کہ میدانِ محشر میں وسیلہ اور شفیع تلاش کئے بغیر چارہ نہ ہوگا اور حضور سید الشافعین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی پناہ لئے بغیر گزارہ نہ ہوگا۔ اس قائل نے جو ذرائع اور وسائل کی نفی کی ہے، نصِ صریح اور حدیثِ صحیح کا انکار کیا ہے۔ ممکن ہے کہ وہ اور اس کے معتقدین اپنی دانست میں، حدیث شریف کے ان الفاظ

يَجْمَعُ اللهُ الْاَوَّلِيْنَ وَالْاٰخِرِيْنَ

(اللہ تعالیٰ تمام اولین اور آخرین کو جمع فرمائیگا)

marfat.com

میں داخل نہ ہوں، نعوذ باللہ من ذٰلک!

(۴) نبی اکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لَيَدْخُلَنَّ بِشَفَاعَةِ عُثْمَانَ سَبْعُوْنَ اَلْفًا كُلُّهُمْ اِسْتَوْجَبُوا النَّارَ الْجَنَّةَ بِغَيْرِ حِسَابٍ۔

"تحقیق عثمانِ غنی کی شفاعت کے سبب سے ستر ہزار ایسے افراد بغیر حساب کے جنت میں داخل ہوں گے جو سب کے سب دوزخ کے مستحق ہو چکے ہوں گے۔"

اس کے علاوہ بہت سے آثار اور بے شمار حدیثیں وارد ہیں کہ ان میں سے بعض اس سے پہلے مذکور ہوئیں جو (قائلِ مذکور کی) گفتگو کے ابطال کے لئے کافی اور کمزور ایمان والوں کی سمجھ کی بیماریوں کے لئے شافی ہیں۔

اجماعِ مسلمین

تمام اہلِ اسلام قائل ہیں کہ شفاعت لغو اور بیکار نہیں ہے، اختلاف یہ ہے کہ اہلِ سنت وجماعت اور دیگر فرقِ اسلامیہ، معتزلہ اور ان کے قدم بہ قدم چلنے والوں کے علاوہ شفاعت کو گناہوں کی سزا سے نجات کے لئے بھی سبب مانتے ہیں، معتزلہ اور ان کے متبعین شفاعت کو بلندیٔ درجات کا سبب مانتے ہیں، گناہوں کی معافی کا سبب ہونے سے انکار کرتے ہیں اور یہ قائل تمام اہلِ اسلام کے برخلاف شفاعت کو بیکار اور بے دخل مانتا ہے، ظاہری طور پر کہتا ہے کہ شفاعت اللہ تعالیٰ کے رحم فرمانے اور معافی دینے کے بعد ہوگی (ورنہ) اس کا عقیدہ یہ ہے کہ دراصل شفاعت متحقق ہی نہیں ہے جیسا کہ اس سے پہلے مذکور ہو چکا۔

اس تمام گفتگو کے باوجود (ایک اور امر قابلِ توجہ ہے) اس سے پہلے گزر چکا کہ ایک شخص کا دوسرے کے لئے شفاعت کرنا اور دوسرے کے لئے دعا کرنا درحقیقت ایک

marfat.com

ہی ہے لہٰذا شفاعت کو بے دخل اور بیکار جاننا ایک شخص کی دوسرے کیلئے دعا کو بے دخل و بیکار جاننا ہے، یہ بھی کتاب و سنت اور اجماعِ امت کے خلاف ہے۔

عقلِ سلیم کا فیصلہ

اس سے پہلے گزر چکا کہ شفاعت وہی ہے جس کا کچھ اثر بھی ہو (اگر شفاعت کا کچھ بھی اثر نہ ہوا ہو تو وہ شفاعت ہی نہ ہوگی) اور رہ وہ جو اس قائل کا گمان ہے، غلط بیانی، حیلہ سازی اور مکر و فریب ہے۔ پس جاہلوں کے اس گمراہ کنندہ کے گمراہ اور گمراہ کن حال پر اس ہدایت دہندہ آیت کا مضمون صادق آتا ہے:

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا شَيٰطِيْنَ الْاِنْسِ وَالْجِنِّ يُوْحِيْ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ زُخْرُفَ الْقَوْلِ غُرُوْرًا۔

"اور اسی طرح ہم نے ہر نبی کے لئے دشمن بنائے، انسانوں اور جنوں کے شیطان کو دھوکہ دینے کے لئے ان میں سے بعض، بعض کے دلوں میں ایسی باتیں ڈالتے ہیں جو بظاہر حسین ہوں۔"

اور جو کچھ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں اور اس کے رسولِ مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے احادیثِ صادقہ میں بیان فرمایا ہے، پردۂ غیب سے عرصۂ ظہور پر جلوہ گر ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ اپنی قوت و طاقت سے جنّی شیطان اور اس کے مکر سے بچائے اور اس کے جالوں اور چکر بند سے نجات عطا فرمائے، اپنے عزت والے، بیان فرمانے والے حبیب اور شفیع المذنبین کریم و امین رسول اور ان کی روشن چہرے والی بابرکت آل اور ان کے سابقین اولین اور اصحاب یمین صحابہ کے طفیل۔ آمین یارب العالمین۔

---

marfat.com

مقامِ ثانی

حضور سید الاولین والآخرین صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی شان میں اس قائل بے فائدہ کلام کا بطلان بیان کرنے میں

وہ بے فائدہ کلام یہ ہے :

" اس شہنشاہ کی تو یہ شان ہے کہ ایک آن میں ایک حکم کُن سے چاہے تو کروڑوں نبی و ولی و جن و فرشتے جبرئیل اور محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے برابر پیدا کر ڈالے "

امکانِ نظیر کا مطلب یہ کلام ناتمام جھوٹ، خلافِ واقع اور بے نور لاف و گزاف ہے۔

پہلے یہ جاننا چاہیئے کہ حضور صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے برابر سے اس قائل کی مراد وہ افراد نہیں ہیں جو حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے ساتھ صرف حقیقتِ انسانیہ میں شریک ہوں کیونکہ ہر زمانے میں سینکڑوں انسان اللہ تعالےٰ کی قدرتِ کاملہ اور مشیتِ شاملہ سے موجود ہوتے ہیں۔ آج بھی ہزاروں انسان روئے زمین پر موجود ہیں، یہ کہنا کہ " اس کی شان یہ ہے کہ جب چاہے سینکڑوں انسان ایک آن میں ایک کلمہ کن سے پیدا کر دے "، نہ تو محتاجِ بیان ہے اور نہ ہی سیاق و سباق سے مناسبت رکھتا ہے بلکہ اس قائل کی مراد وہ فرد ہے جو اس ذاتِ اقدس کے ساتھ ماہیت اور ان تمام اوصافِ کاملہ میں شریک ہو جو اس ذاتِ قدسی صفات، سرورِ کائنات، مفخرِ ممکنات صلی اللہ تعالےٰ

marfat.com

علیہ وسلم میں موجود ہیں۔

اول وجہ اب سنئے! اس قائل کا کلام دو وجہوں سے کاذب اور باطل ہے، اردو دان حضرات پر مخفی نہیں کہ ایک شخص کہتا ہے "فلاں شخص چاہے تو فلاں کام کر سکے" دوسرا شخص کہتا ہے "فلاں شخص چاہے تو فلاں کام کر ڈالے" ان دونوں میں فرق ہے کیونکہ پہلے کلام کا مطلب یہ ہے کہ فلاں شخص کی قدرت کا تعلق فلاں کام سے ہو سکتا ہے اور دوسرے کا مطلب یہ ہے کہ فلاں شخص کی صفتِ تکوین (کسی فعل کا کرنا) کا تعلق اس کام سے ہو سکتا ہے کیونکہ "کر ڈالنے" کا مطلب فعل کا واقع کرنا اور وجود میں لانا ہے نہ کہ اس فعل پر قادر ہونا اور کر سکنا۔

اسی طرح اگر کوئی شخص کہے کہ:

"فلاں شخص چاہتا تو فلاں کام کر ڈالتا"

اور دوسرا شخص کہے کہ:

"فلاں شخص چاہے تو فلاں کام کر سکے یا چاہے تو کر ڈالے"

ان میں بھی بہت فرق ہے، پہلے قول کا مطلب یہ ہے کہ اگر فلاں شخص ابتداءً چاہتا تو فلاں کام کر سکتا تھا یا وقوع میں لا سکتا تھا لیکن اب کسی مانع کے سبب نہیں کر سکتا اور دوسرے قول کا مطلب یہ ہے کہ فلاں شخص اگر چاہے تو فلاں کام اس وقت کر سکتا ہے یا وقوع میں لا سکتا ہے مثلاً ایک امی (ناخواندہ) کہے کہ:

"چاہوں تو ایک گھڑی میں ایک جز کتاب کا لکھ ڈالوں"

اردو زبان سمجھنے والا اس کی تکذیب کرے گا کیونکہ اس کلام کا مطلب یہ ہے کہ اسی وقت صفتِ تکوین کا تعلق کتابت سے صحیح ہے اور اس کا دار و مدار کتابت کی قوت قریبہ پر ہے اور امی میں کتابت کی قوت قریبہ بالفعل نہیں ہے اور اگر امی کہے کہ:

marfat.com

"چاہوں تو ایک گھڑی میں ایک جز کتاب کا لکھ سکوں"

اردو جاننے والا اس کی تکذیب نہیں کرسکتا کیونکہ اگر وہ امی چاہے تو کتابت سیکھے اور کتاب کی ایک جز ایک ساعت میں لکھ دے اور اس کا دار و مدار کتابت کے امکان پر ہے اگرچہ قوت بعیدہ سے ہی ہو، اور اگر امی کے لئے کتابت کے سیکھنے سے کوئی دائمی مانع موجود ہو اور وہ کہے کہ :

"چاہوں تو کتاب لکھ ڈالوں یا لکھ سکوں"

تو زبان دان اس کی تکذیب کرے گا کیونکہ کتابت کے سیکھنے سے دائمی مانع کے ہوتے ہوئے، کتابت کو بالفعل واقع میں لانا اس امی کے اختیار میں نہیں ہے اور اگر (وہی امی) کہے کہ :

"چاہتا تو کتاب لکھ ڈالتا یا لکھ سکتا"

تو زبان سے واقف اس کی تکذیب نہیں کرسکتا کیونکہ اس کے کلام کا معنی یہ ہے کہ اگر ابتدائً دائمی مانع کے پیدا ہونے سے پہلے چاہتا تو کتابت سیکھ لیتا اور کتاب لکھتا یا لکھ سکتا تھا، یہ معنی صحیح ہے، دائمی مانع کا موجود ہونا اس کلام کی صحت سے مانع نہیں ہے۔

واضح ہو کہ یہ مثالیں ان کلمات کے معانی اور مدلولات کی تفہیم کے لئے ہیں، کسی کو یہ گمان نہ گزرے کہ اس جگہ اللہ تعالےٰ کی قدرت اور تکوین کا ذکر ہے اور اللہ تعالےٰ نظیروں اور مثالوں سے بلند ہے کیونکہ مقصد نظیر پیش کرنا نہیں بلکہ مقصد ان کلمات کے مدلولات کا بیان کرنا ہے،

مختصر یہ کہ اگر کلام کا مطلب یہ ہے کہ ابتدائً قدرت یا تکوین کا تعلق کسی کام سے صحیح ہے تو ابتدا میں اس کام کا امکان ضروری ہے اور اگر کلام کا یہ مطلب ہو کہ اس وقت قدرت یا تکوین کا تعلق کسی کام سے صحیح ہے تو اس وقت اس کا امکان

marfat.com

ضروری ہے۔ امکان سے مراد امکانِ وقوعی نفس الامری (یعنی اس کام کا وقوع واقعی ممکن ہے) کیونکہ عرف عام میں یہی معنی فوری طور پر ذہن میں جاتا ہے۔ مثلاً اگر کوئی شخص کہے کہ "فلاں فقیر بادشاہِ ظالم کو قید میں بھیج سکتا ہے" تو عرف عام میں اس کا معنی یہی ہوگا کہ فقیر کے بادشاہ کو قید میں بھیجنے کا وقوع ممکن ہے اسی لئے عرف میں اس قائل کو بیہودہ گو اور ہرزہ سرا کہا جائے گا۔

اگر قائل یہ تاویل کرے کہ میرا مقصد نفسِ ذات کے لحاظ سے امکانِ ذاتی ہے اور حقیقتِ انسانی کے اعتبار سے ممکن ہے کہ فقیر کو بادشاہ پر تسلط حاصل ہو جائے تو کوئی شخص اس تاویل کو قبول نہیں کرے گا کیونکہ عرف میں امکانِ ذاتی ہرگز متبادر نہیں ہے اور کسی کی سمجھ میں نہیں آتا، معنی متبادر خود اپنا کام کرتا ہے، تاویل اس کی تلافی نہیں کر سکتی۔

امتناعِ نظیر پر دلیل

اس تمہید کے بعد سنئے! کہ اس قائل کے کلام کا مطلب یہ ہے کہ حضور سیدِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے تمام کمالات میں برابر کروڑوں اشخاص سے تکوین کا تعلق صحیح ہے جو شخص اردو زبان سے تھوڑی سی واقفیت رکھتا ہے، اس عبارت سے اس معنی کے متبادر ہونے میں شک نہیں کرے گا حالانکہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات ستودہ صفات سے تمام اوصاف و کمالات میں برابری رکھنے والے ایک شخص سے بھی تکوین کے تعلق کا صحیح ہونا باطل ہے کیونکہ ایسا ایک شخص بھی موجود ہوا تو نصِ قرآنی کا کذب لازم آئے گا اور اللہ تعالیٰ کا کذب محال بالذات ہے [۱] اور جسے محال بالذات لازم ہو اس سے تکوین کا تعلق صحیح نہیں ہوتا، (منطقی انداز میں) اس قیاس (اقترانی حملی) کی ترتیب یوں ہوگی:

---

[۱] اس مسئلے کی تفصیل کیلئے ملاحظہ ہو: سبحان السبوح عن عیب کذب مقبوح، از امام احمد رضا بریلوی قدس سرہٗ

marfat.com

(i) کمالات میں حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے برابر کا موجود ہونا محال بالذات کو مستلزم ہے۔

(ii) اور جو محال بالذات کو مستلزم ہو اس سے تکوین کا تعلق صحیح نہیں ہے یا بصورت قیاس استثنائی اتصالی) کہا جائے۔

اگر کمالات میں حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے برابر سے تکوین کا تعلق صحیح ہوتا تو اللہ تعالےٰ کا کذب بھی صحیح ہوتا" لیکن تالی (اللہ تعالےٰ کا کذب) باطل ہے لہٰذا مقدم (کمالات میں حضور کے برابر سے تکوین کے تعلق کا صحیح ہونا) بھی باطل ہوگا۔

حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے برابر کا موجود ہونا کذبِ الٰہی کو مستلزم ہے اس کا بیان یہ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے برابر نبی کے سوا اور کوئی شخص نہیں ہو سکتا اور حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے بعد (سنئے) نبی کے موجود ہونے سے نصِ قرآنی کا کذب لازم آتا ہے اس لئے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کا خاتم جمیع انبیاء ہونا نصِ قرآنی سے ثابت ہے،

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ۔

لہٰذا اگر حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے برابر کا تکوین کے تحت داخل ہونا صحیح ہو تو اس نصِ صریح کا کذب صحیح ہو جائے گا العیاذ باللہ تعالیٰ من ذلک۔

رہا یہ امر کہ اللہ تعالےٰ کا کذب محال بالذات ہے تو اس کا بیان یہ ہے کہ

---

(۱) قاسم نانوتوی نے تحذیر الناس میں لکھا ہے کہ اگر بالفرض زمانۂ نبوی میں یا اس کے بعد کوئی نبی آجائے تو میں کوئی فرق نہیں پڑتا (مفہوماً) یہ ختم نبوت کے عقیدۂ قطعیہ کی کھلی مخالفت ہے ۱۲

کذب صفت نقص اور عیب ہے اور اللہ تعالےٰ کا صفات نقص وعیب سے متصف ہونا محال بالذات ہے۔

امکانِ کذب کی دلیل اور اس کا رد

اور وہ جو اس قائل نے بعض رسائل[1] میں لکھا ہے کہ اللہ تعالےٰ کا کذب اور اس کا اس نقص سے متصف ہونا محال بالذات نہیں ہے کیونکہ ایسا قضیہ بنانا جو واقع کے مطابق نہ ہو اور اس کا ملائکہ اور انبیاء پر القاء کرنا قدرتِ الٰہیہ سے خارج نہیں ہے، ورنہ لازم آئیگا کہ انسانی قدرت اللہ تعالےٰ کی قدرت سے زائد ہو اس لئے کہ ایسا قضیہ بنانا جو واقع کے مطابق نہ ہو اور اسے مخاطبین پر پیش کرنا، اکثر انسانوں کی قدرت میں ہے، ہاں کذب مذکور چونکہ حکمت کے منافی ہے اس لئے ممتنع بالغیر ہے اسی لئے عدمِ کذب کو اللہ تعالےٰ کے کمالات میں سے شمار کرتے ہیں اور اس کے ساتھ اس کی تعریف کرتے ہیں برخلاف پتھر اور گونگے کے کہ کوئی شخص عدمِ کذب سے ان کی تعریف نہیں کرتا اور ظاہر ہے کہ کمال یہی ہے کہ جو شخص کلامِ کاذب پر قدرت رکھتا ہے لیکن مصلحت اور تقاضائے حکمت کی بنا پر جھوٹ بولنے کا ارتکاب نہیں کرتا وہ جھوٹ نہ بولنے اور کمال صدق سے متصف ہونے کے سبب مستحقِ تعریف ہے، برخلاف اس شخص کے جس کی زبان ماؤف ہے اور وہ جھوٹ بولنے کی طاقت نہیں رکھتا، یا اس کی قوتِ متفکرہ میں فساد ہے کہ وہ واقع کے خلاف قضیہ تیار نہیں کر سکتا، یا جس وقت وہ سچ کہنا چاہتا ہے، کہہ دیتا ہے اور جب جھوٹ بولنا چاہتا ہے، اس کی آواز رک جاتی ہے یا اس کی زبان ماؤف ہو جاتی ہے یا کوئی شخص اس کا منہ بند کر دیتا ہے یا اس کا گلا دبا دیتا ہے، یا اس شخص نے بہت سے سچے قضایا (اقوال) یاد کر رکھے ہیں اور وہ دوسرے

---

[1] یکروزی ۱۲

قضایا تیار ہی نہیں کر سکتا اس لئے اس سے کلامِ کاذب صادر نہیں ہوتا، یہ اشخاص مذکورہ عقلاء کے نزدیک مستحقِ ستائش نہیں ہیں۔

حاصل یہ کہ جھوٹ سے بچتے ہوئے اور اس کی آلودگی سے دامن بچاتے ہوئے، جھوٹ نہ بولنا صفاتِ مدح سے ہے اور اس لئے جھوٹ نہ بولنا کہ اس کی طاقت ہی نہیں، کسی طرح بھی صفاتِ مدح میں سے نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ پاک ہے اور بہت بلند ہے اس سے جو ظالم کہتے ہیں، یہ کیا عقیدہ ہے جو اس قائل کی زبان سے صادر ہو رہا ہے اور کیا گمراہانہ کلام ہے جو اس کے قلم کی نوک سے بے باکانہ ٹپک رہا ہے۔

یہ قائل مانتا ہے کہ جھوٹ نقص اور عیب ہے، اس کے باوجود کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا کذب سے متصف ہونا ممکن ہے لہٰذا یہ صریح اعتراف ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ناقص اور عیب دار ہونا ممکن ہے، اللہ تعالیٰ پاک ہے اس سے جو یہ بیان کرتے ہیں، اب یہ شکایت ختم ہو جاتی ہے کہ اس نے بد طینتی کی بنا پر حضور سیدِ کائنات اور دیگر حضرات انبیاء و ملائکہ و اولیاء کے بارے میں تنقیص اور توہین آمیز کلمات کہے ہیں کیونکہ اس کا عقیدہ خالقِ کائنات کے بارے میں یہ ہے (کہ اس کا جھوٹ اور نقص و عیب سے متصف ہونا ممکن ہے) تو مخلوقات کے بارے میں کیا کچھ نہ کہے گا!

اس کا یہ استدلال کہ :

"ایسا قضیہ بنانا جو واقع کے مطابق نہ ہو اور اس کا ملائکہ و انبیاء پر القاء کرنا، قدرتِ الٰہیہ سے خارج نہیں ہے۔"

باعثِ تعجب ہے کیونکہ ایسا قضیہ بنانا جو واقع کے مطابق نہ ہو اور اس کا مخاطب پر القاء کرنا مطلقاً جھوٹ نہیں ہے، اللہ تعالیٰ نے قرآنِ پاک میں اکثر مقامات پر مخلوق سے حکایت کرتے ہوئے قضایا کاذبہ ذکر فرمائے ہیں، قائل کے کذب کا معنی یہ ہے کہ وہ مخالف واقع قضیہ

marfat.com

سے خبر دے اور یہ صفت عیب اور نقص ہے، اور یہ کہنا کہ اللہ تعالیٰ کا عیب اور نقص سے موصوف ہونا ممکن ہے، اہلِ ایمان کی شان سے بعید ہے، ایسا کلام زبان پر لانا اور اس کا سننا مسلمانوں کی سماعت پر بہت گراں ہے، یہ صحیح ہے کہ یہ باتیں اس شخص کو کہی جاسکتی ہیں جس کا ایمان سے کچھ تعلق نہ ہو۔

اس کا یہ کہنا کہ :

"ورنہ لازم آئے گا کہ قدرتِ انسانی قدرتِ الٰہیہ سے زیادہ ہو"

تعجب بالائے تعجب کا سبب ہے اور دیکھنے والوں کی نگاہوں میں قائل کی دقیقہ رسی اور زیرکی کی قوت کو ظاہر کرتا ہے، سبحان اللہ و تعالیٰ عما یصفون، ظاہر ہے کہ بدترین فواحش اور شنیع قبائح، جن سے اللہ تعالیٰ کا متصف ہونا عقلی، نقلی طور پر بدیہی اور شرعی طور پر ممتنع ذاتی اور محالِ عقلی ہے¹، قدرتِ انسانیہ کے تحت داخل اور قدرتِ الٰہیہ کے تحت داخل نہیں ہیں، اس قائل کے زعم پر لازم آئے گا کہ قدرتِ انسانی، قدرتِ ربانی سے زائد ہو العیاذ باللہ !

اس شبہ کا حل یہ ہے کہ عیوب و نقائص سے اتصاف اور قبائح و فواحش کے ارتکاب کی قدرت خود عیب اور نقص ہے، اللہ تعالیٰ تمام نقائص، عیوب، قبائح اور فواحش سے پاک ہے، جو قدرت اللہ تعالیٰ کے اوصافِ کاملہ میں سے ہے، وہ تمام ممکنات کے ایجاد کی قدرت ہے، گویا مطلق قدرت دو قسم ہے، ایک قدرت کاملہ جو اللہ تعالیٰ

---

[1] ستم یہ ہے کہ مولوی محمود حسن دیوبندی نے صراحۃً اقرار کیا ہے کہ تمام افعالِ قبیحہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کے تحت داخل ہیں لکھا ہے "صدور قبائح اور قدرت علی القبائح میں زمین و آسمان کا فرق ہے، امر اول کو عند اہل السنۃ بہ نسبت ذات خالق الکائنات محال کہا جاتا ہے اور دوم مسلمات میں سے ہے، سب جانتے ہیں کہ ذات تعالیٰ شانہ سے افعالِ قبیحہ کے صدور کی نوبت نہیں آسکتی لیکن افعالِ قبیحہ کو مثل دیگر ممکنات ذاتیہ مقدور باری جملہ اہل حق تسلیم کرتے ہیں کیونکہ خرابی ہے تو ان کے صدور میں ہے نفسِ مقدوریت میں اصلاً کوئی خرابی لازم نہیں آتی (جہد المقل مطبع بلالی ساڈھورہ، ج ۱، ص ۴۱) یعنی ان کے نزدیک چوری، بدکاری، زنا، لواطت اور دیگر تمام فواحش اللہ تعالیٰ کی قدرت کے تحت داخل ہیں، نعوذ باللہ تعالیٰ من ذلک ۱۲ شرف قادری

marfat.com

کے اوصافِ مختصہ سے ہے، دوسری قدرتِ ناقصہ جو صفاتِ مخلوق سے ہے، دوسری قدرت پہلی قدرت سے بمراتبِ غیر متناہیہ ناقص ہے، پس انسان میں دوسری قدرت کے موجود ہونے اور ذاتِ باری تعالےٰ میں اس کے ممکن نہ ہونے سے قدرتِ انسانی کا قدرتِ ربانی پر زائد ہونا لازم نہیں آتا، شاید زیادتی کا معنیٰ "خیال شریف" میں نہیں آیا ہوگا۔

ایک شے کا دوسری شے پر زائد ہونا یہ ہے کہ پہلی شے دوسری شے پر مشتمل ہو اور اس کے ماسوا پر بھی، اسے چاہیے تھا کہ پہلے ثابت کرتا کہ قدرتِ انسانی قدرتِ ربانی پر مشتمل ہے، پھر بیان کرتا کہ قدرتِ انسانی قدرتِ ربانی کے ماسوا پر بھی مشتمل ہے، تب یہ کہہ سکتا تھا کہ قدرتِ انسانی کا قدرتِ ربانی پر زائد ہونا لازم آتا ہے، سبحان اللہ! اس مبلغِ علم اور اتنی سمجھ کے ساتھ کیا ضروری ہے کہ معقولات میں دخل دیا جائے! اسی لئے علماء نے کہا ہے:

مَنْ اَرَادَ اَنْ یَّتَکَلَّمَ بِالْحِکْمَۃِ فَلْیُحْدِثْ لِنَفْسِہٖ فِطْرَۃً اُخْرٰی،

"جو شخص حکمت میں کلام کرنا چاہے اسے اپنے لئے ایک اور فطرت (علوم و فنون میں مہارت) تیار کرنی چاہیے۔"

اس کا یہ گمان کہ، عدمِ کذب کو اللہ تعالےٰ کی تعریفات میں اسی لئے شمار کرتے ہیں کہ وہ کذب پر قدرت کے باوجود کلام کاذب کا تکلم نہیں فرماتا جیسے اس نے عوام کالانعام کو فریب دینے کے لئے کم معنی اور زیادہ الفاظ والی طویل عبارات سے بیان کیا ہے، ملمع کاری سے زیادہ کچھ نہیں کیونکہ تمام عیوب و نقائص اور قبائح و فواحش سے اللہ تعالےٰ کی تنزیہ، محامد و مدائح الٰہیہ سے شمار کی گئی ہے اور نصوص میں مقامِ ثناء میں موجود ہے حالانکہ اللہ تعالےٰ کا ان نقائص اور فواحش سے متصف ہونا ممتنعاتِ عقلیہ اور مستحیلاتِ ذاتیہ سے ہے۔ شانِ الٰہی کی انتہائی تعریف یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ کا کسی عیب اور نقص سے

marfat.com

موصوف ہونا تجویزِ عقلی میں بھی ممکن نہیں ہے، یہی کمال تنزیہ اور تقدیس ہے، اللہ تعالےٰ کا کذب کے اتصاف سے اس لئے پاک ہونا کہ اس ذاتِ کریمہ کا عیوب و نقائص سے موصوف ہونا ناممکن ہے، عجز نہیں ہے اس لئے کہ جس شے کی شان یہ ہے کہ وہ قدرت میں ہو، اس کا قدرت میں نہ ہونا عجز ہے اور چونکہ اللہ تعالےٰ کا کذب سے موصوف ہونا ممتنع ہے اور قدرت میں نہیں ہے لہٰذا اس پر قدرت کا نہ ہونا عجز نہیں ہوسکتا [1]

اب قائل کے اس قول میں غور کرنا چاہیئے کہ :

"عجز کی بنا پر جھوٹ نہ بولنا کسی طرح صفاتِ مدح میں سے نہیں ہے۔"

عجز کا معنی ہی خیال شریف میں نہیں آیا! اللہ تعالےٰ ہی حکمت والا اور حفاظت فرمانیوالا ہے۔

جاننا چاہیئے کہ یہ گفتگو اس مقصد کے لئے ہے کہ جو شخص صفاتِ کمال میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے برابر فرض کیا جائے اس کے ساتھ تکوین کا تعلق صحیح نہیں ہے۔ قائل مذکور جو ایسے شخص سے تکوین کا تعلق صحیح دکھانا چاہتا ہے، اس کے ابطال کے لئے یہ بیان کافی اور بے غبار ہے،

رہا یہ کہ اللہ تعالےٰ کی قدرت کا تعلق ایسے شخص سے نہیں ہوسکتا، اس کے لئے یہ بیان جاری کرنا خلل سے خالی نہیں ہے کیونکہ اس بیان سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ تمام کمالات میں کسی شخص کا حضورِ انور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے برابر ہونا ممتنع بالغیر ہے اور ضروری نہیں کہ ممتنع بالغیر اللہ تعالیٰ کی قدرت کے تحت داخل نہ ہوسکنے کہ

---

[1] اللہ تعالےٰ کا عدم اور اس کا شریک ممکن نہیں اور جو ممکن نہ ہو اس پر قادر نہ ہونا عجز نہیں کہلاتا اس لئے اللہ تعالیٰ کا اپنے شریک کے پیدا کرنے اور اپنے عدم پر قدرت نہ ہونا، عجز نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کا عدم اور شریک باری تعالیٰ ممکن نہیں اور نہ اس قابل ہے کہ اس کے ساتھ قدرت کا تعلق ہو سکے ۱۲ شرف قادری

marfat.com

لازم آئے کہ ایسا شخص قدرتِ الٰہیہ کے تحت داخل نہ ہو، ہماری یہ گفتگو بر سبیلِ تنزل اور کسی حد تک قائلِ مذکور سے موافقت کرتے ہوئے ہے ورنہ اصل مذہب وہی ہے جو وجہِ ثانی میں مذکور ہوگا۔

وجہِ ثانی جاننا چاہیئے کہ جب قائلِ مذکور کی اس گفتگو (اس شہنشاہ کی تو یہ شان ہے الخ) سے حضور سید الاولین والآخرین صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی شان میں اس کا دلی عقیدہ ظاہر ہوا اور مخلص ایمانداروں کے دلوں میں اس کے ایمان کے بارے میں شبہ واقع ہوگیا تو اس قائل نے اپنے کلام کے مدلول سے اغماض اور چشم پوشی کرتے ہوئے اس عبارت کا خود ساختہ معنی بیان کیا اور کوشش کی کہ اس عبارت کو اللہ تعالےٰ کی قدرت کے عموم اور حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے برابر کے امکان ذاتی پر محمول کر کے اس قباحت سے جان چھڑالے جس میں وہ واقع ہوا ہے۔ ہماری اس تقریر اور اس سے پہلے کی تحقیق سے اس طرف کا راستہ بند ہو چکا ہے، اس خیال اور حیلہ سازی کو ہم اہلِ فہم کے دماغوں سے دور اور ختم کر چکے ہیں، اس کے باوجود ہمارا ارادہ ہے کہ بہ طریقِ تنزل اس کے کلام کا مزید بطلان پیش کریں اور ان غلط تاویل کی ہوس اس کے دل میں نہ رہنے دیں۔

اس سے پہلے گزر چکا ہے کہ حضورِ اکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے برابر سے اس قائل کی مراد ایسا فرد ہے جو ماہیت میں حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے ساتھ شریک اور اوصافِ کاملہ میں آپ کے مساوی ہو یعنی جو کمال حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں پایا جاتا ہے اس کی مثل اس فرد میں بھی موجود ہو جو ماہیت میں آپ کے ساتھ شریک اور اوصافِ کاملہ میں آپ کے مساوی ہو، اور اگر ایک فرد نبیِ اکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے ساتھ ماہیت میں شریک ہو لیکن وہ آپ کے تمام اوصاف و کمالات کا جامع نہ ہو، آپ کے بعض کمالات اس فرد میں موجود نہ ہوں

marfat.com

یا، العیاذ باللہ اس طرح ہو کہ وہ فرد آپ کے تمام کمالات کا جامع ہو اور اس میں بعض ایسے کمالات پائے جائیں جو آپ میں نہ ہوں وہ فرد حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے برابر نہیں ہے بلکہ کم ہے یا معاذ اللہ زیادہ بلند ہے۔

اب ہم دعوےٰ کرتے ہیں کہ وہ شخص جو تمام کمالات میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے برابر ہو، ممتنع بالذات ہے (یہ صغریٰ ہے) اور جو ممتنع بالذات ہو، قدرتِ الٰہی کے تحت داخل نہیں ہے (یہ کبرےٰ ہے) لہٰذا ثابت ہوا کہ وہ شخص کہ تمام کمالات میں حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے برابر ہو، قدرتِ الٰہی کے تحت داخل نہیں ہے (یہ نتیجہ ہے)

کبریٰ کا بیان یہ ہے کہ اگر کوئی ممتنع بالذات قدرتِ الٰہی کے تحت داخل ہو تو وہ (ممتنع ذاتی نہیں رہے گا بلکہ) ممکن ذاتی ہوگا اور ممتنع ذاتی کا ممکن ذاتی بن جانا محال بالذات ہے (جیسا کہ علماءِ معقول کا اتفاق ہے) پس جو ممتنع ذاتی ہے قدرتِ الٰہی کے تحت داخل نہ ہوگا۔

ایک شبہ کا ازالہ اور وہ جو عوام الناس کے دل میں خدشہ پیدا ہوتا ہے اور انہیں تشویش میں مبتلا کرتا ہے کہ ممتنعاتِ ذاتیہ پر اللہ تعالےٰ کی قدرت کی نفی سے اس کے عجز کا قول لازم آتا ہے، جہالت سے زیادہ نہیں ہے کیونکہ جو چیز مقدور بننے کی صلاحیت رکھتی ہو، اس پر قدرت نہ ہونے کو عجز کہتے ہیں (یعنی عجز اور قدرت میں تقابل عدم والملکہ ہے) اور ممتنع ذاتی مقدور بننے کی صلاحیت ہی نہیں رکھتا اس پر قدرت نہ ہونے سے اللہ تعالےٰ کا عجز لازم نہیں آئیگا۔ مثلاً اگر کوئی شخص کہے کہ اللہ تعالےٰ اپنی نظیر یا اپنے شریک کے پیدا کرنے یا اجتماعِ نقیضین و ارتفاعِ نقیضین کے پیدا کرنے پر قادر نہیں ہے تو نہیں کہا جا سکتا کہ اس نے اللہ تعالےٰ کے عاجز ہونے کا قول کیا ہے۔

marfat.com

وہ آیات کہ اللہ تعالٰی کی قدرت کے عموم پر دلالت کرتی ہیں مثلاً :

اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ

یا اللہ تعالٰی کا فرمان :

وَکَانَ اللّٰہُ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ مُّقْتَدِرًا

ممتنعاتِ عقلیہ کو شامل نہیں ہیں کیونکہ ممتنع عقلی شئے نہیں ہے (شئے اسے کہتے ہیں جس سے مشیت کا تعلق ہو سکے اور وہ لازماً ممکن ہی ہوگی ممتنع نہیں ہو سکتی) حتیٰ کہ "کل شئے" کے عموم میں داخل ہو۔ اگر کوئی شخص ممتنعاتِ ذاتیہ اور مستحیلاتِ عقلیہ پر اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نفی سے گریز کرتا ہے اور اسے بارگاہِ الٰہی کی بے ادبی گمان کرتا ہے، اسے ایمان و توحید کو ایک طرف رکھنا پڑے گا اور اللہ تعالٰی کے شریک اور اس کے عدم کے امکان اور اللہ تعالٰی کے نقائص و قبائح سے اتصاف، جسم ہونے، مکان میں ہونے اور تغیر پذیر ہونے کے امکان کا عقیدہ رکھنا پڑے گا کیونکہ یہ سب ممتنع ذاتی ہیں، اگر اس کی قدرت میں ہوں گے تو لازماً ممکن ہوں گے، تعالیٰ اللہ عما یصفون۔

پس حق یہ ہے کہ اللہ تعالٰی ہر ممکن ذاتی پر قادر ہے، ممتنع ذاتی چونکہ مقدور بننے کی صلاحیت ہی نہیں رکھتا اس لئے مقدور نہیں ہے، قدرتِ الٰہی کا ممتنعاتِ ذاتیہ کو شامل نہ ہونا معاذ اللہ! اس کے عجز کی بنا پر نہیں ہے بلکہ اس لئے ہے کہ ان ممتنعاتِ ذاتیہ میں وجود کی صلاحیت ہی نہیں ہے ہاں اگر کوئی بے دین ممکن ذاتی سے قدرتِ الٰہی کی نفی کرے تو وہ کافر ہے اور قدرتِ الٰہی کا منکر ہے، نعوذ باللہ تعالیٰ من ذلک۔

صغریٰ کا بیان دو طریقے سے ہے :

طریقِ اول یہ قضیہ سالبہ کلیہ دائمہ صادق ہے، کسی وقت کوئی ممکن ذاتی، کمالات میں سیدنا محمد مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ

marfat.com

علیہ وسلم کے مساوی نہیں ہے (یہ اصل قضیہ ہے)

لہٰذا اس کا عکس ضرور صادق آئے گا،

اوصاف وکمالات میں محمدِ مصطفےٰ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کا کوئی مساوی کسی وقت ممکن ذاتی نہیں ہے (یہ عکس ہے)

اصل قضیہ کے صدق کا بیان یہ ہے کہ اگر ہمارا یہ قول:

"کسی وقت کوئی ممکن ذاتی، کمالات میں سیدنا محمدِ مصطفےٰ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے مساوی نہیں ہے"

صادق نہ ہو تو اس کی نقیض ضرور صادق ہو گی کیونکہ ارتفاعِ نقیضین محال ہے اور اس کی نقیض موجبہ جزئیہ مطلقہ عامہ ہے اور وہ یہ ہے:

"بعض ممکن ذاتی، سیدنا محمدِ مصطفےٰ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے بالفعل یعنی تین زمانوں (ماضی، مستقبل، حال) میں سے ایک زمانے میں مساوی ہیں"

اور یہ مطلقہ عامہ موجبہ جزئیہ ہر مسلمان کے نزدیک باطل ہے (لہٰذا اصل صادق ہوا) اور جب اصل صادق ہوا تو اس کا عکس یقیناً صادق ہو گا لہٰذا ثابت ہوا کہ کمالات میں حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کا مساوی، ممکن ذاتی نہیں ہے، اب دو ہی صورتیں ہیں کہ وہ مساوی واجب بالذات ہو العیاذ باللہ تعالےٰ، یا ممتنع بالذات ہو، پہلی صورت بالبداہۃ باطل ہے لہٰذا متعین ہو گیا کہ وہ مساوی ممتنع بالذات ہے اور یہی ہمارا مطلوب ہے۔

طریقِ ثانی یہ کہنا کہ تمام کمالات میں حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے برابر شخص کا وجود ممکن ہے، اجتماعِ نقیضین کے امکان کو تسلیم کرنا ہے اور وہ تو باطل ہے (لہٰذا اس مساوی کا امکان بھی باطل ہے)

marfat.com

یہ کہنا کہ تمام کمالات میں حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے برابر کا وجود ممکن ہے اجتماعِ نقیضین کے امکان کو تسلیم کرنا ہے ۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ اگر فرض کیا جائے کہ کوئی شخص تمام کمالات میں نبیِ اکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے برابر ہے، تو دو حال سے خالی نہیں، وہ شخص یا تو خاتم الانبیاء ہوگا، یا خاتم الانبیاء نہیں ہوگا، دونوں صورتوں میں وہ شخص حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے برابر نہ ہوگا کیونکہ وہ شخص اگر خاتم الانبیاء ہو (لامحالہ حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم ان انبیاء کے زمرے میں داخل ہونگے جن کا وہ خاتم ہے) تو معاذ اللہ! حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم خاتم الانبیاء نہ ہوں گے، پس اس شخص میں ایک ایسا کمال (خاتم الانبیاء ہونا) ہوگا جو نبیِ اکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم میں نہیں ہوگا، لہٰذا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس شخص کے برابر نہ ہوں گے (اور وہ شخص آپ کے برابر نہ ہوگا بلکہ بلند رتبہ ہوگا) اور اگر وہ شخص خاتم الانبیاء نہ ہو تو چونکہ حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم یقیناً خاتم الانبیاء ہیں لہٰذا حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم میں خاتم الانبیاء ہونے والا ایسا کمال پایا جائے گا جو اس تقدیر پر اس شخص میں نہیں ہے پھر بھی وہ شخص حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے برابر نہ ہوا (دونوں صورتوں میں مساوات فرض کرنے کے باوجود اس کا مساوی نہ ہونا لازم آیا، ثابت ہوا کہ جمیع کمالات میں حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے برابر شخص کا موجود ہونا اس امر کو مستلزم ہے کہ وہ شخص تمام کمالات میں حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے برابر نہ ہو لہٰذا واضح ہو گیا کہ تمام کمالات میں حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے برابر شخص کا قول کرنا اجتماعِ نقیضین کے امکان کا قول کرنا ہے اور وہ تو محال بالذات ہے، پس تمام کمالات میں حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے برابر کا موجود ہونا محال بالذات ہے۔

یا یوں کہا جائے کہ تمام کمالات میں حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے برابر شخص کا وجود اس کے عدم کو مستلزم ہے (کیونکہ وہ خاتم الانبیاء ہے یا نہیں بہر حال

marfat.com

وہ مساوی نہیں رہے گا جیسے کہ ابھی گزرا) اور جس کا وجود اس کے عدم کو مستلزم ہو وہ محال بالذات ہے۔ پس تمام کمالات میں حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے برابر شخص کا موجود ہونا محال بالذات ہوگا اور یہی مطلوب ہے۔

تمام کمالات میں نبی اکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے برابر شخص کے محال ذاتی ہونے پر ایک اور قطعی حجت اور روشن دلیل ہے جس کی بنا ائمۂ کشف وشہود کے مختار مسئلۂ وحدۃ الوجود پر ہے اور توحیدِ وجودی (عقیدۂ وحدۃ الوجود) براہینِ عقلیہ اور دلائلِ نقلیہ سے ثابت[1] ہے لیکن چونکہ یہ راستہ دشوار ہے اور اس کا سمجھنا عوام الناس کے لیئے بہت ہی مشکل ہے اس لئے اس کا ذکر مقام اور عوام کے افہام کے مناسب دکھائی نہیں دیتا اور چونکہ قائل کی پختہ رائے اور فہمِ سلیم یعنی نظرِ ظاہر بین اور غلط سوچنے والی عقلِ دقیقہ سنجی اور باریک بینی بلکہ تلاشِ حق اور قبولِ حق کی طرف متوجہ نہیں ہے پس چند وسوسے اس کے ہاتھ میں ہیں اور اس کے دماغ کے گوشے گوشے میں سمائے ہوئے ہیں اس لئے اس کے مزاج کی اصلاح اور علاج کی ضرورت پیش آئی ہے۔

اس قائل نے تین وسوسے، جنہیں وہ دلائل کا نام دیتا ہے، تمام کمالات میں حضور سید عالم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے برابر شخص کے ممکن ہونے پر اپنے بعض رسائل میں ذکر کیے ہیں، ان میں سے ایک عقلی اور دو نقلی ہیں، ہم ان میں سے ہر ایک کا ذکر کرتے ہیں اور ان شبہات کی بیخ کنی کرتے ہیں۔

امکانِ نظیر کی عقلی دلیل اور اس کا جواب

آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے برابر سے مراد وہ فرد ہے جو آنحضرت کے ساتھ ماہیت اور اوصافِ کاملہ میں شریک ہو پس امتناع بالذات یا تو

[1] اس مسئلہ کی تفصیل کے لئے دیکھئے "الروض المجود" (از مولانا فضل حق خیرآبادی) مطبوعہ مکتبہ قادریہ، لاہور

marfat.com

اس لئے ہوگا کہ ماہیت میں شرکت محال ہے یا اس لئے کہ نفسِ ذات کے اعتبار سے اوصافِ مذکورہ سے موصوف ہونا محال ہے، ظاہر ہے کہ آنجناب کی ماہیت انسان ہے اور ماہیت انسان میں لاکھوں افراد کا شریک ہونا محال نہیں ہے اور نفسِ ماہیت کے لحاظ سے اوصافِ مذکورہ سے موصوف ہونا بھی محال نہیں ہے ورنہ آنجناب کا اوصافِ مذکورہ سے موصوف ہونا بھی محال ہوگا کیونکہ نفسِ ماہیت کے لحاظ سے جو چیز ثابت کی جائے یا جس چیز کی نفی کی جائے اس میں دو مثلوں کا حکم ایک ہوتا ہے ورنہ لازم آئے گا کہ ان دونوں میں ماہیت ہی مشترک نہ ہو، تو عدمِ مماثلت لازم آئے گی اور یہ خلافِ مفروض بھی ہے لہٰذا مثلِ مذکور کا وجود ممتنع بالذات نہ ہوگا (بلکہ ممکن بالذات ہوگا)

یہ دلیل جو شبہ کہلانے کی مستحق ہے، وہم سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتی، کیونکہ یہ تو مسلّم ہے کہ چونکہ ماہیت میں شرکت ممتنع نہیں اس لئے اس مماثل کا وجود بھی ممتنع نہیں ہے لیکن یہ مسلّم نہیں ہے کہ نفسِ ذات کے اعتبار سے اوصافِ مذکورہ سے متصف ہونا ممتنع نہیں ہے اس لئے اس مماثل کا وجود بھی ممتنع نہیں ہے کیونکہ ماہیت ایک فرد کے ضمن میں جن اوصاف سے موصوف ہو یا اس کا موصوف ہونا ممکن ہو ضروری نہیں کہ انہی اوصاف کے ساتھ ماہیت کا دوسرے افراد کے ضمن میں متصف ہونا بھی ممکن ہو، مثلاً ماہیتِ انسانیہ نفسِ ذات کے اعتبار سے زید کے تشخص (وہ امور جو اسے دوسرے افراد سے ممتاز کریں) سے موصوف ہو سکتی ہے لیکن زید کے ضمن میں، حالانکہ ماہیتِ انسانیہ کا اپنی ذات کے اعتبار عمرو کے ضمن میں زید کے تشخص سے موصوف ہونا ممکن نہیں ہے ورنہ زید کا تشخص، تشخص نہ رہے گا بلکہ بہت سے افراد میں قابلِ اشتراک بن جائے گا (اور یہ اس کے تشخص ہونے کے منافی ہے) دیکھئے! ماہیتِ انسانیہ کا عمرو کے ضمن میں زید کے تشخص سے متصف ہونا ممتنع بالذات ہے اور زید کے ضمن میں ممکن بالذات ہے اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ زید اور عمرو ماہیتِ انسانیہ میں شریک ہی نہ ہوں، یہ قاعدہ کہ جو چیز نفسِ ماہیت کے لحاظ سے ثابت کی جائے یا جس چیز کی

marfat.com

نفی کی جائے ، اس میں دو مثلوں کا ایک حکم ہوتا ہے ، مطلقاً صحیح نہیں ہے ، یہ کہنا بھی غلط ہے کہ ماہیت میں شرکت نہیں رہے گی اور مماثلت باقی نہیں رہے گی جیسے کہ ہم اس کی مثال پیش کر چکے ہیں (یہ کہنا کہ جن اوصافِ کاملہ سے نبی اکرم صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم متصف ہیں ان اوصاف سے آپ کے مماثل مفروض کا متصف ہونا بھی ممکن ہے ، غلط ہے کیونکہ خاتم النبیین وغیرہ اوصافِ کاملہ نا قابلِ شرکت ہیں ، حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے ان اوصاف سے متصف ہوتے ہوئے کوئی دوسرا فرد ان اوصاف سے متصف نہیں ہو سکتا ، شرف قادری)

اعتراض اگر یہ وہم پیدا ہو کہ ماہیت انسانیہ کا زید کے تشخص سے متصف ہونے کا امکان نفسِ ماہیت کے اعتبار سے نہیں ہے بلکہ (زید کی) خصوصیت کے اعتبار سے ہے (اور ہماری گفتگو ان اوصاف میں ہے جن سے ماہیت نفسِ ذات کے اعتبار سے متصف ہو نہ کہ خصوصیت کے اعتبار سے)

جواب زید کے تشخص سے یا تو ماہیتِ انسانیہ نفسِ ذات کے اعتبار سے موصوف ہو گی یا کسی زائد عارض کے ساتھ مل کر ؟ دوسری صورت باطل ہے کیونکہ یہ زائد عارض تشخص سے پہلے عارض ہو گا یا بعد ، اگر تشخص کے بعد عارض ہو تو تشخص کا مصداق اور اس کا موصوف نفسِ ماہیت ہو گی اور یہی مطلوب ہے اور اگر تشخص سے پہلے عارض ہوا ہے تو دو حال سے خالی نہیں یا تو تشخص کے عارض ہونے سے ماہیت اس عارض کے لاحق ہونے سے متشخص ہو چکی ہے یا نہیں ؟ پہلی صورت باطل ہے ماہیت کے لئے تشخص سے پہلے ایک تشخص لازم آئے گا ، دوسری صورت میں ماہیت اس عارض کے لاحق ہونے کے باوجود کلی ہے اور قابلِ اشتراک ، پس یہ کلی جو بنفسہٖ قابلِ اشتراک ہے اس کا زید کے تشخص سے موصوف ہونا ممکن ہے اور یہی مطلوب ہے ۔

marfat.com

علاوہ ازیں وجود اور تشخص لازم و ملزوم ہیں اور وجود سے پہلے کوئی عارض لاحق نہیں ہو سکتا (لہٰذا تشخص سے پہلے بھی لاحق نہیں ہو سکے گا)، یہ مسئلہ فلسفہ سے تعلق رکھتا ہے اور اپنی جگہ تفصیل و تحقیق سے مذکور ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ تشخص بذاتہ اشتراک کے منافی ہے اگرچہ اشتراک دو فردوں کے درمیان ہی ہو، اسی طرح نبیِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعض مختص کمالات دو فردوں میں اشتراک کو قبول نہیں کرتے مثلاً اگر ختمِ نبوت کو دو فردوں میں مشترک فرض کیا جائے تو ایک شخص کا اس سے متصف ہونا مستلزم ہے اس امر کو کہ دوسرا فرد اس سے متصف نہ ہو جیسے کہ اس سے پہلے بیان ہو چکا ہے، قائل مذکور حال وصف (کہ وہ قابلِ اشتراک ہی نہیں) سے چشم پوشی کر کے اس وصف سے نفسِ ماہیت کے اتصاف کے ممکن ہونے کو اشتراک کے ممکن ہونے کی دلیل بناتا ہے اور اس حقیقت کو بھول جاتا ہے کہ یہ وصف دو فردوں میں مشترک ہو ہی نہیں سکتا۔

نقلی دلیلیں دو ہیں:

امکانِ نظیر کی پہلی نقلی دلیل اور اس کا جواب

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اَوَلَیْسَ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِقٰدِرٍ عَلٰٓی اَنْ یَّخْلُقَ مِثْلَهُمْ بَلٰی وَهُوَ الْخَلّٰقُ الْعَلِیْمُ اِنَّمَآ اَمْرُهٗٓ اِذَآ اَرَادَ شَیْئًا اَنْ یَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَیَكُوْنُ۔

مِثْلَهُمْ کی ضمیر جمع مذکر، تمام انسانوں کی طرف راجع ہے کیونکہ آیتِ کریمہ قیامت کے بیان میں واقع ہے لہٰذا جو قیامت میں زندہ ہو گا آیتِ مذکورہ کے تحت داخل

marfat.com

ہوگا اور ظاہر ہے کہ ہر فردِ انسانی قیامت میں زندہ ہونے والا ہے لہٰذا آیتِ کریمہ کے مقتضا کے مطابق ہر فرد کا مثل قدرتِ الٰہی کے تحت داخل ہوگا، گویا دلیل کی ترتیب یوں ہوگی کہ : آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم قیامت کے دن زندہ ہوں گے اور یہ ضروریاتِ دین سے ہے اور جو شخص قیامت کے دن زندہ ہوگا، آیتِ کریمہ کے مطابق اس کا مثل قدرتِ الٰہی کے تحت داخل ہے لہٰذا نبیِ اکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کا مثل قدرتِ الٰہیہ کے تحت داخل ہوگا اور یہی مطلوب ہے۔

جواب یہ عجیب استدلال ہے جو اگلے پچھلے تمام دلائل کی وقعت خاک میں ملا رہا ہے، یہ اس آیتِ قرآنیہ کی تفسیر نہیں البتہ اس قائل کی تفسیر دانی کی علامت ضرور ہے۔

علامہ بیضاوی فرماتے ہیں :

اَوَ لَیْسَ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ مَعَ کِبَرِ جِرْمِہِمَا وَعَظْمِ شَاْنِہِمَا بِقَادِرٍ عَلٰٓی اَنْ یَّخْلُقَ مِثْلَہُمْ فِی الصِّغَرِ وَالْحَقَارَۃِ بِالْاِضَافَۃِ اِلَیْہِمَا اَوْ مِثْلَہُمْ فِیْ اُصُوْلِ الذَّاتِ وَصِفَاتِہَا (انتہٰی)

"جس ذاتِ کریمہ نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا باوجود ان کے جسم کی بڑائی اور شان کی عظمت کے، کیا وہ اس پر قادر نہیں کہ ان جیسے افراد پیدا کرے، جو زمین و آسمان کی نسبت بہت ہی چھوٹے ہوں یا اصولِ ذات اور صفاتِ ذات میں ان جیسے ہوں)

کافر اور حشرِ جسمانی کے منکر کہتے تھے :

مَنْ یُّحْیِ الْعِظَامَ وَھِیَ رَمِیْمٌ

marfat.com

"بوسیدہ ہڈیوں کو کون زندہ کرے گا ؟"

یہ آیتِ کریمہ، حشرِ جسمانی کے ان منکروں کا استبعاد دفع کرنے کے لئے ہے اور اس کا معنی یہ ہے کہ جس نے عظیم الشان اور بڑے بڑے جسموں والے زمین و آسمان کو پیدا کیا، کیا وہ اس پر قادر نہیں ہے کہ وہ انسانوں کے چھوٹے قد والے معمولی امثال کو پیدا کر دے یا ذات کے اصول وصفات میں ان کے مثل پیدا فرما دے؟ ہاں وہ اس پر قادر ہے، وہ پیدا کرنے والا، جاننے والا ہے، اس کی شان یہ ہے کہ وہ جب کسی شے کا ارادہ کرتا ہے، فرماتا ہے ہوجا! تو وہ پیدا ہو جاتی ہے۔

لہٰذا اس آیت کا مدلول یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ابدان کو دوبارہ زندہ کرنے پر قادر ہے اور منکروں کے استبعاد کو دفع کرنا مقصود ہے اور اس جگہ مثل سے مراد وہ ہے جو اجزائے بدنیہ اور بدن سے تعلق رکھنے والی صفات میں مماثل ہو یا کوتاہ قامت اور معمولی ہونے میں مثل ہو نہ کہ تمام کمالات میں مماثل ہو کیونکہ حشرِ جسمانی اور اعادۂ ابدان سے، تمام کمالات میں مماثل کا ذکر کسی طرح تعلق اور مناسبت نہیں رکھتا، پس اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ اجزائے بدنیہ اور ان سے تعلق رکھنے والے امور یا حجم اور مقدار میں ہر فردِ انسانی کا مثل قدرتِ الٰہی کے تحت داخل ہے، ایسے مقامات میں لفظِ مثل سے تمام کمالات میں مساوی کا سمجھنا علماء کی شان سے بعید ہے آیتِ قرآنی کی یہ تفسیر (جو قائلِ مذکور نے کی ہے) بیان و معانی کے اس عالمِ یگانہ کی تفسیر دانی کی دلیل ہے، تمام کمالات میں حضور سید العالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مساوی کے ممکن ہونے کی دلیل نہیں ہے۔

مقامِ تعجب ہے کہ اس قائل نے اس آیت میں واقع لفظِ مثل سے تمام کمالات میں مساوی سمجھ کر دلیل قائم کرنے میں تکلف سے کام لیا ہے، آسان یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد قُلْ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ سے استدلال کرتا، یہ آیت

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے امکان کیا بلکہ وقوع پر دلالت کرتی ہے اور لفظ مثل اس آیت میں بھی واقع ہے اور لفظِ مثل کا معنی متبادر اس قائل کے ذہن میں وہی ہے جس کے ثابت کرنے کے وہ درپے ہے، کج فہمی اور بد اعتقادی سے خدا کی پناہ اور اسی سے ہدایت اور راستی کی توفیق ہے۔

دوسری نقلی دلیل اور اس کا رد

اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام میں متعدد جگہ مخلوقات کے موجود ہونے سے ان کے امثال پر اپنی قدرت کے محیط ہونے پر استدلال فرمایا ہے جیسے کہ بہت سی آیات میں زمین کے زندہ کرنے، بارش نازل کرنے سے مردوں کے زندہ کرنے پر استدلال فرمایا ہے، مثلاً ارشاد فرمایا:

وَهُوَ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَنْشَرْنَا بِهٖ بَلْدَةً مَّيْتًا كَذٰلِكَ تُخْرَجُوْنَ۔

باپ کے بغیر حضرت آدم علیہ السلام کے پیدا کرنے سے باپ کے بغیر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پیدا کرنے کے امکان پر استدلال فرمایا:

اِنَّ مَثَلَ عِيْسٰى عِنْدَ اللّٰهِ كَمَثَلِ اٰدَمَ خَلَقَهٗ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ۔

حاصل یہ کہ استدلال کا یہ انداز قرآن پاک میں عام ہے بنا بریں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا وجود خود دلیل ہوگا اس امر پر کہ آپ کا مثل پیدا کرنا قدرتِ الٰہی کے لئے ممکن ہے گویا اس صورت میں دلیل کی ترتیب یہ ہوگی کہ اگر نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا وجود قدرتِ الٰہی کے تحت داخل ہے تو آپ کے مثل کا وجود بھی قدرتِ الٰہی کے تحت داخل ہوگا لیکن وجودِ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قدرتِ الٰہی کے تحت داخل ہے لہذا آپ کے مثل کا وجود بھی قدرتِ الٰہی کے تحت داخل ہوگا کیونکہ قرآن پاک کے ارشاد کے مطابق قدرت کے تحت

marfat.com

داخل ہونے یا داخل نہ ہونے میں دو مثلوں کا حکم ایک ہوتا ہے۔

جواب یہ شبہ بھی وہم سے زیادہ نہیں ہے کیونکہ اوصاف دو قسم ہیں:
(۱) جن کا اشتراک دو چیزوں کے درمیان ممکن ہو اور وہ اشتراک سے مانع نہ ہوں، مثلاً باپ کے بغیر پیدا ہونا کہ دو فردوں میں مشترک ہونے سے مانع نہیں ہے حضرتِ آدم علیہ السلام کا اس وصف سے موصوف ہونا، حضرتِ عیسےٰ علیہ السلام کے اس وصف سے موصوف ہونے کے منافی نہیں ہے کیونکہ بغیر باپ کے ایک شخص کے پیدا ہونے سے لازم نہیں آتا کہ دوسرے شخص کا اتصاف اس وصف سے منتفی ہو جائے، اسی طرح زمین کے قابل زندگی ہونے سے لازم نہیں آتا کہ مردوں کا اس سے اتصاف منتفی ہو جائے۔

(۲) جن کا اشتراک دو چیزوں میں ممکن نہ ہو مثلاً تمام انبیاء کا خاتم ہونا کہ ایک شخص کا اس صفت سے متصف ہونا اس بات کو مستلزم ہے کہ دوسرا فرد اس سے متصف نہ ہو (یعنی ایک شخص خاتم الانبیاء رہا تو دوسرا خاتم الانبیاء نہیں رہے گا)

پس اگر کوئی چیز ایک وصف سے موصوف ہو اور وہ وصف قسم اول سے ہو تو اس چیز کا وجود اس کے مثل کے ممکن ہونے کی دلیل ہو سکتا ہے اور یہی قرآن پاک کا مطلب ہے اور اگر وہ وصف قسم ثانی سے ہو تو اس کے موصوف کا وجود، اس وصف میں مماثل کے وجود کے ممکن ہونے پر دلیل نہیں ہو سکتا، کیونکہ اس شخص کا اس وصف سے موصوف ہونا دلالت کرتا ہے کہ اس وصف میں اس کا شریک ممتنع الوجود ہے ورنہ وہ وصف ممکن الاشتراک ہو جائے گا اور یہ خلاف مفروض ہے۔

حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے موجود ہوتے ہوئے تمام کمالات میں آپ کے برابر کے ممکن ہونے پر اس قائل کا استدلال اس صورت میں قابل توجہ ہو سکتا تھا کہ یہ قائل پہلے ثابت کرتا کہ حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی ذات ستودہ صفات کے تمام

marfat.com

اوصافِ کاملہ قسم اول سے ہیں اور ممکن الاشتراک ہیں اور یہی اس مسئلہ کی بنیاد ہے، حق آگیا اور باطل چلا گیا، بے شک باطل جانے والا ہے۔

ایک اور شبہ اس جگہ ایک امر باقی ہے جس کا اظہار ضروری ہے کہ یہ قائل عوام کالانعام کو اس سے غافل پاکر حیلہ سازی سے ان بیچاروں کو دامِ فریب میں پھنسا دیتا ہے اور وہ یہ ہے کہ تمام کمالات میں حضور صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم کے مساوی کے ممتنع ذاتی ہونے سے حضور صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم کا واجب بالذات ہونا لازم آتا ہے [1]

جواب یہ فریبِ نظر سے زیادہ کچھ نہیں، حضور صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم کے مساوی کے ممتنع ذاتی ہونے سے آپ کا وجوبِ ذاتی لازم نہیں آتا، ہاں شے کی نقیض ممتنع ذاتی ہو تو لازماً وہ شے واجب بالذات ہوگی لیکن شے کا مساوی فی الکمالات کہاں اور اس کی نقیض کہاں، نیز کمالات میں بے نظیر و بے مثال ہونا وجوب ذاتی کا خاصہ نہیں ہے، وجوبِ ذاتی کا خاصہ یہ ہے کہ حقیقت میں شرکت متصور نہ ہو کیونکہ وجوبِ ذاتی کا مصداق حقیقتِ احدیہ بسیطہ بذاتہا متشخص ہے جو قابلِ اشتراک ہی نہیں ہے۔

بعض رسائل میں اس قائل کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ کمالات میں نبیِ اکرم صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم کے مساوی کے ممتنع ذاتی ہونے کا قول ایسا ہے کہ موحدین کی شان سے بعید ہے اور اس کے سننے سے موحدین کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں اگر یہ جہالت نہیں تو پھر کیا ہے؟

اسی طرح اس قائل نے بعض رسائل میں یہ بھی کہا ہے کہ یہ کلام یعنی وہ بے فائدہ

---

[1] یعنی نبیِ اکرم صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم کا مساوی ممتنع بالذات تبھی ہوگا جبکہ آپ واجب بالذات ہونگے اور اگر آپ ممکن بالذات ہوں تو آپ کا مساوی بھی ممکن بالذات ہوگا، یہ شبہ بشیرالدین قنوجی نے بھی کشف المبہم میں پیش کیا ہے ۱۲ اشرف قادری

marfat.com

گفتگو (امکانِ نظیر کا قول) حضور سید الاولین والآخرین صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی شانِ بندگی کا اظہار ہے، یہ بھی بے معنی گفتگو اور خیالِ باطل ہے کیونکہ تمام کمالات میں حضور پُر نور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے مساوی کے ممتنع ذاتی ہونے کا قول آپ کے مخلوقِ خداوندی اور اس کا بندۂ مکرم ہونے کے منافی نہیں ہے لیکن جاہلوں کو فریب دینے کے لئے حیلہ تراشی کارآمد ہے لہذا حیلہ سازی اور صدق واخلاص کی آبرو لٹانے پر مجبور ہے، اللہ تعالےٰ حق فرماتا ہے اور وہی سیدھے راستے کی ہدایت دیتا ہے۔

---

marfat.com

مقامِ ثالث

اس امر کے بیان میں کہ یہ گمراہانہ اور گمراہ کن کلام، اس ذات کریم کی توہین و تنقیص پر مشتمل ہے جن کی تعظیم فرض ہے اور جو بارگاہِ الٰہی کے مقربین کے سردار ہیں، صلی اللہ تعالےٰ علیہ وعلیہم وسلم۔

جاننا چاہیے کہ کسی کلام کا کسی کی توہین و تنقیص پر مشتمل ہونا اس کے صادق یا کاذب ہونے سے متعلق نہیں ہے، لبا اوقات کلام صادق تحقیر پر اور کلامِ کاذب تعظیم و توقیر پر مشتمل ہوتا ہے، اسی طرح کلام کا کسی کی توہین و تنقیص پر دلالت کرنا اس سے متعلق نہیں ہے کہ کلام سے مضمون کے واقع ہونے پر صراحۃً یا اشارۃً دلالت کا پتہ چلے بلکہ ایک عبارت مقتضائے حال کے مطابق کبھی تعظیم پر دلالت کرتی ہے اور کبھی تحقیر و تذلیل پر، مثلاً جب کہا جائے کہ " فلاں ایک انسان ہے " اگر مقتضائے حال کے مطابق کلام کا سیاق و سباق تعظیم و توقیر کے مناسب ہو تو یہ کلام کمال تعظیم و تکریم پر دلالت کرے گا اور اس معنی پر دلالت کرے گا کہ فلاں شخص نوعِ انسان میں یگانۂ زماں اور اپنے امثال میں منفرد ہے اور اگر حالی یا لفظی قرینہ اس شخص کی اہانت کا مقتضی ہو تو یہی کلام اس شخص کی تنقیصِ شان پر دلالت کرے گا، اس کلام کا یہ مطلب ہوگا کہ فلاں شخص عام سا انسان ہے جس کی کوئی وقعت نہیں۔

اسی طرح اگر کہا جائے کہ اگر فلاں خنزیر ہوتا تو نجاستیں کھاتا، یقیناً یہ کلام اس شخص کی تحقیر پر دلالت کرے گا، اگرچہ یہ جملہ شرطیہ ہے اور اس کی شرط کا واقع ہونا

ضروری نہیں ہے اور اگر کہا جائے کہ اگر فلاں شخص فرشتہ ہوتا تو ملائکہ مقربین کی لڑی میں ہوتا، یہ کلام اس شخص کی عظمتِ شان پر دلالت کرے گا اگرچہ اس کا مقدم (پہلا جز) ممکن الوقوع نہیں ہے۔

جس طرح مقتضائے حال کے اعتبار سے توہین یا تعظیم پر دلالت کرنے میں کلام مختلف ہوتا ہے اسی طرح حالِ قائل کے مختلف ہونے سے کلام اس دلالت میں اختلاف پذیر ہوتا ہے مثلاً اگر کوئی بلند مرتبہ سردار کہے کہ میں ناچیز انسان ہوں، اس کی زبان سے یہ کلام کم مایہ ہونے پر دلالت نہیں کرتا بلکہ اس کا یہ کلام کمالِ تواضع پر دلالت کرتا ہے جو قابلِ تعریف و توصیف ہے، اور اگر کوئی کمینہ ایسے سردار کے بارے میں کہے کہ وہ ناچیز انسان ہے، یہ گراں کلمہ اس رذیل کی زبان سے، اس معزز سردار کے لئے انتہائی تحقیر اور تذلیل ہے، اسی طرح اگر بادشاہ اپنے دربار کے انتہائی مقرب اور مکرم وزیرِ اعظم کو اپنی قدرت اور سلطنت کے اظہار کے لئے کہے کہ اگر میں چاہوں تو تم سے وزارت چھین لوں، رعایا کے کسی معمولی آدمی کو تمہارے منصب پر فائز کر دوں اور تمہیں جیل بھیج دوں یا تمہیں تختۂ دار پر لٹکا دوں، بادشاہ کی زبان سے یہ کلام وزیر کی شان کی تخفیف نہیں ہے اور اگر کوئی معمولی سا سپاہی کہے کہ اگر بادشاہ چاہے تو تم سے وزارت چھین لے، رعایا کے کسی معمولی انسان کو تمہارے مقام پر فائز کر دے اور تمہیں جیل بھیج دے یا پھانسی چڑھا دے، اس کلام میں قابلِ تکریم وزیر کی انتہائی تذلیل ہے اور اس کا مرتکب بادشاہ کی عادلانہ رائے میں وزیر کی توہین کے نتیجے میں سخت سزا کا مستحق ہوگا کیونکہ اس عام سے سپاہی کا یہ مقام نہیں ہے کہ لائقِ تعظیم، بلند مرتبہ وزیر کے بارے میں ایسا کلام زبان پر لاتا بلکہ اس کی یہ حیثیت بھی نہیں ہے کہ تعظیمی کلمات ملائے بغیر وزیر کا نام لے، اربابِ عقل کو سمجھانے کے سلسلے میں مزید طوالت کی ضرورت نہیں ہے، مثلاً اللہ تعالےٰ کا ارشاد :

marfat.com

قُلْ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ

"اے حبیب! تم فرما دو کہ میں ظاہراً تمہاری طرح انسان ہوں"

حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی تخفیفِ شان پر مشتمل نہیں ہے۔ انبیاء و مرسلین کی دعوت کے جواب میں زمانۂ ماضی کے کافروں کا یہ کہنا:

مَا اَنْتُمْ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا

"تم نہیں ہو مگر ہم جیسے انسان"

بلا شبہ ان حضرات علیہم السلام کی تنقیصِ شان پر مشتمل ہے۔

پس اگر آیاتِ قرآنیہ جو اللہ تعالےٰ کے کلام نفسی کی ترجمان ہیں، ایسے امور پر قدرتِ الٰہیہ کے شامل ہونے پر دلالت کرتی ہیں جن کا عدمِ وقوع، نبی اکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی شان میں، اسبابِ خارجیہ پر نظر کرتے ہوئے قطعی اور یقینی ہے مثلاً اللہ تعالیٰ کا ارشاد:

لَئِنْ اَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ

"اگر (بالفرض) تم نے شرک کیا تو تمہارے عمل ساقط ہو جائیں گے"

اور وَلَئِنْ شِئْنَا لَنَذْهَبَنَّ بِالَّذِیْ اَوْحَيْنَا اِلَيْكَ۔

"اور اگر ہم چاہتے تو یہ وحی جو ہم نے تمہاری طرف نازل کی اسے لے جاتے۔"

اور وَلَوْلَآ اَنْ ثَبَّتْنٰكَ لَقَدْ كِدْتَّ تَرْكَنُ اِلَيْهِمْ شَيْئًا قَلِيْلًا اِذًا لَّاَذَقْنٰكَ ضِعْفَ الْحَيٰوةِ وَضِعْفَ الْمَمَاتِ۔

"اور اگر ہم تمہیں ثابت قدمی نہ دیتے تو قریب تھا کہ تم ان کی

marfat.com

طرف کچھ تھوڑا سا جھکتے اور ایسا ہوتا تو ہم تم کو دونی عمر اور دو چند موت کا مزہ دیتے۔"

نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تخفیف و تنقیص پر دلالت نہیں کرتا، مگر کسی امتی کا یہ مقام نہیں ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بارے میں ایسے کلمات کہے جو ان آیاتِ کریمہ کا مفہوم ادا کرتے ہوں کیونکہ مخلوق کی زبان سے ایسے کلمات، اللہ تعالیٰ کے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تنقیصِ شان پر مشتمل ہیں۔

جب یہ معلوم ہو چکا ہے کہ متکلم کے مختلف ہونے سے، تنقیص پر دلالت کرنے یا نہ کرنے میں کلام کا حال مختلف ہوتا ہے تو کسی شخص کو یہ گمان نہ کرنا چاہیے کہ اگر حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان میں ایسے کلمات کا زبان پر لانا تخفیف اور تنقیص پر مشتمل ہو تو ایسے کلمات پر مشتمل آیاتِ قرآنیہ کی تلاوت اور ان کی تفسیر شرعاً جائز نہ ہوگی (یہ گمان اس لئے غلط ہے کہ تلاوت اور تفسیر اللہ تعالیٰ کے کلام کی ہے، بندہ اپنی طرف سے کچھ نہیں کہتا) ہاں یہ پروپیگنڈہ کرنے کے لئے اس قسم کی آیات کو جمع کرنا کہ سیدِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان میں اس قسم کے کلمات قرآنِ پاک میں واقع ہیں تاکہ جہلاء اور عوام ان آیات کو دلیل بنا کر حضور سرورِ موجودات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان میں ایسے کلمات کے استعمال کا جواز معلوم کریں اور ان آیات کی بنیاد پر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تخفیفِ شان میں بیباک ہو جائیں اور اس بے ادبی کی بدولت تباہی اور ہلاکت کے مستحق ٹھہریں، حضور اشرف الاشراف صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان میں انتہائی بے ادبی پر مشتمل ہے اور عوام اور جہلاء کی زبانوں پر امرِ قبیح کی اشاعت ہے، نعوذ باللہ تعالیٰ من ذلک۔

یہ بھی جاننا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کی تعریف و ثنا میں ایسا کلام کرنا ناجائز ہے جس میں کسی طرح بھی اللہ تعالیٰ یا کسی نبی اور رسول یا کسی ولی اور فرشتے کی تخفیفِ

marfat.com

شان پائی جاتی ہو، خواہ وہ کلام صادق ہو یا کاذب، مثلاً اگر کوئی شخص کہے کہ اللہ تعالےٰ ایسا بے نیاز ہے کہ ملائکہ اور شیاطین اس کی شان کی نسبت سے برابر ہیں یا کوئی شخص کہے کہ تمام اولین وآخرین اللہ تعالےٰ کی شان کے آگے چمار سے زیادہ ذلیل ہیں (جیسے کہ تقویۃ الایمان میں ہے) یہ قائل ملائکہ اور اولین وآخرین کی توہین کا مرتکب ہوا ہے اور یہ ناجائز ہے۔ اس کلام کا اللہ تعالےٰ کی حمد وثنا پر مشتمل ہونا اسے ممنوع اور خلافِ شرع توہین سے خارج نہیں کر سکتا۔

اسی لئے فقہا فرماتے ہیں "خَالِقُ الْقِرَدَۃِ وَالْخَنَازِیْرِ" اللہ تعالےٰ کی حمد کے لائق نہیں ہے حالانکہ یقینی بات ہے کہ اللہ تعالےٰ کے سوا کوئی بھی کسی چیز کو پیدا نہیں کر سکتا، نفیس اشیاء کے پہلو میں حقیر اشیاء کا ذکر، اگرچہ نفی کے ضمن میں ہو، نفیس اشیاء کی تخفیف پر مشتمل ہے، مثلاً اگر کوئی شخص بادشاہ کی تعریف کرتے ہوئے کہے کہ بادشاہ بھکاری نہیں ہے یا کہے کہ بادشاہ چماروں سے بہتر ہے، یہ کلام بھی بادشاہ کی تخفیفِ شان پر مشتمل ہے۔

جس طرح غرضِ مقصود کے لئے کلام کے چلانے سے توہین پر دلالت ہوتی ہے اسی طرح مضمون کلام پر مرتب ہونے والے اثرات سے بھی توہین ہوتی ہے اور اس کلام میں پوشیدہ ہوتی ہے اگرچہ بنظرِ ظاہر میں وہ آثار مقصود نہ ہوں مثلاً اگر بادشاہ کا کوئی نوکر کہے کہ بادشاہ کے دربار میں فلاں وزیر کی گفتگو فائدہ یا نقصان کا سبب نہیں ہو سکتی،

یہ کلام دو طرح شانِ وزیر کی توہین پر مشتمل ہے:

(۱) بادشاہ کے سامنے اس وزیر کا کوئی مقام نہیں ہے اس لئے اس کی بات کوئی وقعت نہیں رکھتی۔

(۲) وزیر کی تعظیم وتکریم کوئی ضروری نہیں کیونکہ وہ نہ کسی کو نفع دے سکتا ہے

marfat.com

نہ نقصان، اس کی پرواکیوں کی جائے اور کسی کو فائدہ دینے یا ضرر دور کرنے میں اس کا کسی پر احسان نہیں ہے، اس کا شکریہ کیوں ادا کیا جائے؟

یہ بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ کسی کی توہین چند طرح ہوتی ہے:

(۱) کسی کی توہین عمداً اور ارادۃً کی جائے،

(۲) کسی کی توہین غلطی سے، زبان کی لغزش یا زبان کی لکنت کی بنا پر یا نادانستگی میں، کہ قائل کو جہالت کے سبب خبر ہی نہیں کہ میرا کلام توہین پر دلالت کرتا ہے چنانچہ کسی ظریف نے ایک عام آدمی کو سکھا دیا کہ سادہ لوح، دانا کو کہتے ہیں، اس بیچارے نے یہ لفظ کسی بادشاہ کی خوشامد میں کہہ دیا اور اس لفظ کے کہنے پر سزا پائی۔

اس تمہید کے بعد سنئے کہ اس قائل کا بے فائدہ کلام حضور سیدنا و مولانا سید الاولین والآخرین، دیگر انبیاء و مرسلین، ملائکہ مقربین اور اولیاء عارفین صلوات اللہ تعالےٰ علیٰ سیدنا و علیہم اجمعین کی انتہائی توہین و تنقیصِ شان پر مشتمل ہے اور اس قائل نے ان حضرات کی توہین و تنقیص کا ارتکاب قصداً کیا ہے اور توہین کی بدترین وجوہ میں گرفتار ہوا ہے۔

پہلی وجہ اس کلام سے اول تا آخر قائل کا مقصد یہ ہے کہ انبیاء، اولیاء، ملائکہ اور مشائخ میں سے کسی کی شفاعت، آگ کے عذاب اور برے کردار کی سزا سے کسی گنہگار کی نجات کا سبب نہیں ہو سکتی اور وہ جو بہت سے لوگوں کا عقیدہ ہے کہ ان حضرات کی شفاعت، نجات اور گناہوں کی مغفرت کا سبب ہے، ان کی غلط فہمی ہے، اللہ خود رحم فرما کر اور معافی دے کر اپنے آئینِ سلطنت کی حفاظت کی خاطر کسی کو برائے نام شفیع بنا دے گا، کسی کی شفاعت، اللہ تعالےٰ کے رحم اور بخشش کا سبب ہرگز نہ ہوگی۔

marfat.com

یہ نبی اکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم اور دیگر ممدوح حضرات کی تنقیص شان اور توہین ہے کیونکہ قرآنِ پاک احادیث سید المرسلین صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم اور ائمہ دین کے اجماع سے ثابت ہے کہ ان حضرات کی شفاعت عموماً اور سید الاولین والآخرین صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی خصوصاً اللہ تعالےٰ کے رحم اور بخشش کا سبب اور عذابِ نار سے بدکردار گناہگاروں کی نجات کا ذریعہ ہے، اور ان کی دعائیں گناہِ کبیرہ سے مرتکب افراد کے حق میں مقبول اور عذاب سے نجات کا سامان ہیں، اس حقیقت کا انکار بارگاہِ الٰہی میں ان حضرات کی قدر و منزلت کی تنقیص اور دربارِ ایزدی میں ان کے مراتب کی تخفیف ہے کیونکہ اس سے پہلے گزر چکا ہے کہ بارگاہِ الٰہی میں ان حضرات کی قدر و منزلت، گناہگاروں کی نجات کے لئے ان کی شفاعت کی مقبولیت کا سبب ہے پس گناہگاروں کی نجات کے لئے ان کی شفاعت کے دخل اور سبب ہونے کا انکار، بارگاہِ الٰہی میں ان کی عزت و کرامت کا انکار ہے، اگر یہ تنقیصِ شان نہیں تو اور کیا ہے؟

دوسری وجہ جب اس قائل کا مقصد معلوم ہو گیا تو اب یہ ذہن میں رکھتے ہوئے کہ اس کا کلام اسی مقصد کے لئے تیار کیا گیا ہے۔

جاننا چاہیے کہ اس مقصد کو مسلمانوں کے دل و دماغ میں راسخ کرنے کا تقاضا یہ ہے کہ اہلِ اسلام جن حضرات کو بارگاہِ الٰہی میں جرم و گناہ کی شفاعت کرنے والے سمجھتے ہیں اور انہیں حاجت روائی اور گناہوں کی سزا سے نجات کا وسیلہ اور شفیع کہتے ہیں، مسلمانوں کے دلوں سے ان کی وجاہت، عزت، محبوبیت اور مقبولیت ختم کر کے ان کی محبت و تعظیم دربارگاہِ الٰہی میں مسلمانوں کے لئے ان کی دعا و شفاعت کی قبولیت اور ان کے مرتبہ و مقام میں فرق ڈالا جائے اور کم کیا جائے اور انہیں باور کرایا جائے کہ وہ عزت و محبوبیت جو قبولِ شفاعت کا سبب ہوتی ہے، بارگاہِ الٰہی

marfat.com

میں کسی کو حاصل نہیں حتیٰ کہ ان کی شفاعت کی امید رکھی جائے۔

یہ بھی مقصد ہے کہ شفاعتِ وجاہت کی نفی میں ایسے کلمات کہے جائیں جو عزت و وجاہت کی نفی پر دلالت کریں مثلاً کہا جائے کہ:

"اس شہنشاہ کی تو یہ شان ہے کہ ایک آن میں ایک حکمِ کن سے چاہے تو کروڑوں نبی اور ولی اور جن اور فرشتہ جبریل اور محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے برابر پیدا کر ڈالے۔"

(تقویۃ الایمان)

اور یہ کہا جائے کہ:

"اور جو سب لوگ پہلے اور پچھلے اور آدمی اور جن (یہ تعمیم تمام کافروں، مشرکوں، اشقیاء اور شیاطین کو شامل ہے) جبریل اور پیغمبر ہی سے ہو جائیں تو اس مالک الملک کی سلطنت میں ان کے سبب کچھ رونق بڑھ نہ جائے گی اور جو سب (یہ تعمیم تمام انبیاء و مرسلین، سید الاولین والآخرین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیہم وسلم، تمام ملائکہ مقربین، شہداء، صدیقین اور صالحین کو شامل ہے) شیطان اور دجال ہی سے ہو جائیں تو اس کی کچھ رونق گھٹنے کی نہیں۔"

(تقویۃ الایمان)

اس کلام کی غرض وغایت یہ ہے کہ حضور سید الانبیاء والمرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دیگر انبیاءِ کرام، رسولانِ عظام، ملائکہ مقربین اور اولیائے کرام کی تنقیصِ شان کی جائے اور ان کی عظمت واہمیت کو کم کیا جائے، اگر یہ مقصد اس عبارت میں مضمر اور قائل کے دل میں پوشیدہ نہیں ہے تو یہ کلام لغو ہو جائے گا اور اس کا مقصود برباد ہو جائے گا۔ اب منکشف ہوا کہ شفاعتِ وجاہت کی نفی کرتے ہوئے

marfat.com

اس کلام کے لانے کا باعث یہی تھا ورنہ صرف یہ کہہ دینے سے مقصد پورا ہو جاتا کہ کسی کو سلطنتِ ایزدی کے کارخانوں میں دخل نہیں ہے ورنہ ہم اس سے پہلے بتا چکے ہیں کہ یہ کلام مقصد کے ساتھ واضح تعلق اور مناسبت نہیں رکھتا۔

تیسری وجہ اس کلام کا سیاق و سباق عرفِ عام کے مطابق حضور سیدِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تخفیفِ شان اور تنقیص پر دلالت کرتا ہے مثلاً ایک جماعت کسی صاحبِ اقتدار بادشاہ کے وزیر کے بارے میں یہ عقیدہ رکھتی ہے کہ اسے نوازشِ خسروانہ کی بدولت وہ عزت و کرامت حاصل ہے کہ وہ تمام معزز افراد میں امتیازی مقام رکھتا ہے، ایک شخص چاہتا ہے کہ اس وزیر کے بارے میں اس جماعت کا عقیدہ مخدوش کر دے اور کہتا ہے کہ بادشاہ کی یہ شان ہے کہ چاہے تو کروڑوں انسانوں کو ایک آن میں وزیر کے برابر بنا دے، بلاشبہ یہ کلام اس عالی مقام وزیر کی تنقیص پر دلالت کرتا ہے۔

اسی طرح اگر کسی جماعت کا عقیدہ ہے کہ فلاں عالم پوری دنیا میں بے نظیر اور یگانۂ عصر ہے، ایسے علم و فضل والا بہت کم کوئی موجود ہوگا اور اس کے ہم مرتبہ کا پیدا ہونا بعید ہے، کوئی شخص کہتا ہے کہ:

"خدا چاہے تو ایک آن میں کروڑوں عالم اس کے برابر پیدا کر ڈالے"

یقیناً یہ اندازِ کلام اس عالم کا مرتبہ گھٹانے پر دلالت کرتا ہے، اگرچہ یہ بات سچ ہے لیکن اس کی سچائی تنقیص پر دلالت کرنے کے منافی نہیں ہے، جو شخص اس کلام کے استخفافِ شان پر دلالت کرنے کا انکار کرتا ہے، تین حال سے خالی نہیں ہے:

(۱) یا تو زبان نہیں سمجھتا اور اندازِ کلام سے ناواقف ہے۔

(۲) یا بیچارہ تنقیص و توہین کا معنی ہی نہیں جانتا،

(۳) یا پھر ہٹ دھرم ہے کہ بدیہیات کے انکار میں کوئی حرج محسوس نہیں کرتا۔

marfat.com

چوتھی وجہ کلام کے مضمون اور اس کے حاصل مقصد پر ایک اثر مرتب ہو رہا ہے جو سید الانبیاء، دیگر انبیاء اور اولیاء کی توہین اور ان کی شان سے بے اعتنائی کی طرف لے جاتا ہے اور وہ یہ ہے کہ جب کسی شخص کے ذہن میں یہ بات بیٹھ جائے کہ ان حضرات میں سے کوئی بھی نہ تو مجھے فائدہ دے سکتا ہے اور نہ نقصان پہنچا سکتا ہے تو وہ ضرور سوچے گا کہ ان سے محبت کیوں کی جائے؟ ان کی تعظیم و توقیر کیوں کی جائے؟ ان کے آداب کی رعایت کیوں کی جائے؟ ان کے آثار کا احترام کیوں کیا جائے؟ ان کا میری گردن پر کونسا حق ہے جسے ان کی تعظیم کے ذریعے ادا کروں؟ ان کا میری جان پر کونسا احسان ہے کہ ان کی تکریم سے اس کا شکریہ بجالاؤں؟ ان سے کونسی توقع اور کونسی امید ہے کہ میں ان سے عقیدت رکھوں؟ اس کلام ناتمام کے مفاد پر اعتقاد رکھنے سے بہت سی بے باکیاں اور لاپروائیاں پیدا ہونگی اور یہ اعتقاد خسارے کے اختیار کا سبب بنیگا اور بے ادبیوں اور لاپروائیوں کا راستہ کھول دیگا۔

پانچویں وجہ اس کا یہ کہنا :

"اس شہنشاہ کی تو یہ شان ہے کہ ایک آن میں ایک کلمۂ کُن سے چاہے تو کروڑوں نبی اور ولی اور جن اور فرشتہ جبرئیل اور محمد صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے برابر پیدا کر ڈالے۔"

(تقویۃ الایمان)

تخفیفِ شان پر مشتمل ہے کیونکہ مقامِ ثانی میں مذکور ہو چکا ہے کہ اس کلام کا مطلب یہ ہے کہ حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے برابر کروڑوں افراد سے تکوین (ایجاد) کا تعلق صحیح ہے کیونکہ حکمِ کُن کا تعلق اسی شے سے ہوگا جس سے تکوین کا تعلق صحیح ہو، اس مطلب میں حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی تنقیصِ شان ظاہر و باہر ہے جو تمام مخلوق، تمام ممکنات اور جمیع ان افراد سے افضل و اعلیٰ ہیں جن سے تکوین کا تعلق

marfat.com

ہو سکتا ہے، حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے برابر سے تکوین کے تعلق کا صحیح ہونا اس افضلیت کے منافی ہے جو آپ کو ان تمام افراد پر حاصل ہے جن سے تکوین کا تعلق ہو سکتا ہے، یہ منافات محتاجِ بیان نہیں ہے۔

چھٹی وجہ سینکڑوں، ہزاروں، لاکھوں، کروڑوں اور اس جیسے الفاظ کا کسی شے کی نظیر کے لئے استعمال اس شے کی تحقیر پر دلالت کرتا ہے، شئے کے امثال و نظائر جتنے زیادہ ہوں گے، تحقیر اتنی ہی زیادہ ہو گی کیونکہ خوبی میں شے کی نظیر کا ممتنع یا معدوم یا نادر ہونا اس شے کی عظمت اور جلالتِ شان پر دلالت کرتا ہے اور کسی شے کی نظیر کا ممکن ہونا یا موجود ہونا یا بالقوہ یا بالفعل بکثرت ہونا اس شئے کی ناقدری اور ارزانی پر دلالت کرتا ہے، نظیر کی کثرت کے مراتب کے مختلف ہونے سے بے قدری کے مراتب بھی مختلف ہوں گے۔

پس جو کلام شے کی نظیر کے ممتنع ہونے یا معدوم ہونے یا نادر ہونے پر دلالت کرے گا وہ درجہ بدرجہ اس شے کے اعزاز اور توقیر کے مراتبِ مختلفہ پر دلالت کرے گا یعنی جو کلام نظیر کے ممتنع ہونے پر دلالت کرے، وہ توقیر کے اعلیٰ مرتبے میں ہے، اس کے بعد وہ کلام جو نظیر کے معدوم ہونے پر دلالت کرے پھر وہ کلام کہ اس کے نادر ہونے پر دلالت کرے اور جو کلام کہ وجودِ نظیر کے صحیح ہونے یا موجود ہونے یا بکثرت ہونے پر دلالت کرے وہ اس شے کے استخفاف اور ارزانی کے مختلف مراتب پر دلالت کرے گا، نظیر کی جتنی کثرت ہو گی اتنی ہی تخفیف ہو گی، مثلاً اگر کہا جائے کہ دو سو افراد زید کی نظیر ہو سکتے ہیں، اس میں تخفیف کم ہو گی بہ نسبت اس کے کہ سینکڑوں افراد زید کی نظیر ہو سکتے ہیں، سینکڑوں کے لفظ میں ہزاروں کی نسبت اور ہزاروں کے لفظ میں لاکھوں کی نسبت اور لاکھوں کے لفظ میں کروڑوں کے اعتبار سے کم تخفیف سمجھی جاتی ہے۔

marfat.com

اس قائل نے اپنی سرشت کے مطابق "کروڑوں" کا لفظ جو اردو زبان میں استعمال ہونے والے اعداد میں بہت بڑا عدد ہے، استعمال کیا ہے تاکہ روزِ محشر مقبول شفاعت کرنے والے تمام انسانوں کے سردار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیادہ سے زیادہ تخفیفِ شان کرے اور زیادہ سے زیادہ جہلاء کو کفر اور گمراہی میں ڈالے۔

ساتویں وجہ

قائلِ مذکور نے حضور سید الانام صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جن کی تعظیم فرض ہے، کا نامِ پاک کمال بے باکی سے ذکر کیا ہے کہ اس کے ساتھ کوئی تعظیم و تکریم کا کلمہ اور صلوٰۃ و سلام نہیں لایا، ہاں! اس کی کلام کی غرض کے مناسب یہی تھا۔

اس بے باکی کو افضل الصدیقین، خیر البشر بعد الانبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام حضرتِ صدیقِ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ارشاد پر قیاس نہیں کیا جاسکتا، انہوں نے حضور سرورِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وصال کے بعد خطبہ دیتے ہوئے فرمایا:

مَنْ کَانَ یَعْبُدُ مُحَمَّدًا فَاِنَّ مُحَمَّدًا قَدْ مَاتَ وَ مَنْ کَانَ یَعْبُدُ اللّٰهَ فَاِنَّ اللّٰهَ حَیٌّ لَا یَمُوْتُ۔

"جو شخص حضور کی عبادت کرتا تھا (وہ جان لے) کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وصال فرما چکے ہیں اور جو اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا تھا تو بے شک اللہ تعالیٰ زندہ ہے جسے کبھی موت نہیں آئے گی"

اس قول پر قیاس اس لئے درست نہیں کہ حضرتِ صدیقِ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قرآنِ کریم سے اقتباس کیا تھا، یعنی اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد:

وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ

marfat.com

الرَّسُلُ أَفَائِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰٓی اَعْقَابِكُمْ وَ مَنْ يَّنْقَلِبْ عَلٰی عَقِبَيْهِ فَلَنْ يَّضُرَّ اللّٰهَ شَيْئًا۔

اگر نامِ پاک کو تعظیم و توقیر کے کلمہ یا صلوٰۃ وسلام کے ساتھ لاتے تو اقتباس فوت ہو جاتا اور ان کے کلام کا مقصد فوت ہو جاتا، ان کا مقصد غمگین اور پریشان حال صحابہ کو تسلی دینا تھا، ان میں سے بعض تو حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے وصال ہی کا انکار کرتے تھے کیونکہ ایسے مقام اور عام پریشانی کی جگہ میں حضور سید الانام صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے نامِ پاک کے ساتھ تعظیم واکرام کے کلمات لانے اور صلوٰۃ وسلام کے اضافہ سے یہ کلام اظہارِ رنج وغم بن کر جاتا، اہلِ اسلام کو اور زیادہ رلاتا اور خاک و خون میں لوٹا دیتا اس لئے مناسب یہی تھا کہ قرآنِ مجید کی آیت سے اقتباس کرتے اور اس پر کچھ اضافہ نہ کرتے، ہر بات کا ایک وقت اور ہر نکتے کا ایک مقام ہوتا ہے۔

البتہ یہ قائل، کہہ سکتا ہے کہ اس جگہ غرضِ مقصود کے مناسب وہی تھا جو اس کی زبان سے نکلا ہے، اگر وہ کلمہ تعظیم یا صلوٰۃ وسلام کا اضافہ کر دیتا تو اس کے مقصدِ اصلی اور مرادِ دلی نیز سیاق وسباق کے مطابق نہ ہوتا، نبیِ اکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے نامِ پاک کی تعظیم کا بیان انشاء اللہ تعالےٰ مقامِ رابع میں ہوگا، انتظار کیجئے۔

آٹھویں وجہ اردو میں "کر ڈالے" کا لفظ اہانت اور استخفاف پر دلالت کرتا ہے مثلاً اگر کوئی شخص کہے کہ "چاہوں تو فلاں کام کر ڈالوں" یہ کلام اس کام کے خفیف اور ہلکا ہونے پر دلالت کرتا ہے، اور اگر کہے کہ "چاہوں تو فلاں کام کر دوں" اس میں وہ دلالت نہیں ہے۔

یہ فرق اردو دان حضرات پر مخفی نہیں ہے کیونکہ اردو میں ڈالنا "پھینکنے" کے معنی میں آتا ہے، اس اعتبار سے اس لفظ سے مرتبہ کی پستی معلوم ہوتی ہے، اس

marfat.com

قائل کا دل یہ کہنے سے خوش نہیں ہوا کہ چاہے تو پیدا کرے، کیونکہ یہ عبارت اس کے مقصدِ دلی سے چنداں مناسبت نہیں رکھتی اور کمال استخفاف پر دلالت نہیں کرتی ہاں ع

از کوزہ ہماں تراود کہ در وست
"کوزہ سے وہی ٹپکتا ہے جو اس میں ہو"

کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے ؎

إِنَّ الْكَلَامَ لَفِي الْفُؤَادِ وَإِنَّمَا
جُعِلَ اللِّسَانُ عَلَى الْفُؤَادِ دَلِيْلًا

"بے شک اصل کلام دل میں ہوتا ہے، زبان تو دل کی دلیل بنائی گئی ہے۔"

اعتراض اردو میں لفظ "کر ڈالنا" وہاں استعمال ہوتا ہے جہاں اس کام کے جلدی سے کرنے پر دلالت مقصود ہو، اس جگہ بھی یہی دلالت قائل کا مقصود ہے۔

جواب اس کے یہ الفاظ :
" ایک آن میں ایک حکم کن سے "
سرعت اور تعجیل پر دلالت کرانے کے لئے کافی تھے، اگر "کر ڈالے" کے لفظ سے استخفاف پر دلالت مقصود نہ ہوتی تو اس لفظ کا اضافہ کیوں کیا؟

باوجودیکہ قائل اپنے کلام کی تاویل میں کہتا ہے کہ اس سے مقصود تکوین کا تعلق نہیں ہے پھر بھی اس عبارت سے ایجاد اور کام کرنے کی سرعت و تعجیل مراد لینا ایسی توجیہ ہے جسے خود قائل بھی پسند نہیں کرتا، ہاں! اپنے کئے کا علاج نہیں ہوتا۔

marfat.com

نویں وجہ

یہ الفاظ :

" اور سب لوگ اگلے اور پچھلے اور آدمی اور جن بھی سب ملکر
جبرئیل اور پیغمبر سے ہو جاویں تو اوس مالک الملک کی سلطنت میں
اون کے سبب سے کچھ رونق بڑھ نہ جاوے گی "

کتنے عجیب ہیں ! یہ الفاظ غلامانِ مصطفےٰ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی زبان پر محض نقل کے طور پر بہزار دقت سے جاری ہوتے ہیں حالانکہ نقل کفر، کفر نہیں ہوتی، ورنہ ہر مسلمان ایسے کلمات سن کر ہی لرز جاتا ہے نعوذ باللہ تعالےٰ من ذلک، چہ جائیکہ یہ کلمات خود کہے کہ :

" تمام اولین و آخرین جبریل اور پیغمبر سے ہو جائیں "

اپنے مقام پر مذکور ہوگا کہ ایسے قول کو قضیہ شرطیہ کا مقدم بنانا حضرتِ جبریلِ امین اور حضرتِ نبی اکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی شانِ جلیل کی انتہائی تحقیر ہے کیونکہ اولین اور آخرین (اگلے اور پچھلے) میں شیاطین، مشرکین، جابرہ وملعون اور اشقیاءِ بے دین سب داخل ہیں، ان سب کی برابری اور مماثلت کے الفاظ حضرتِ جبریلِ امین اور حضرتِ نبیِ اکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہما وسلم کی شان میں استعمال کرنا، اگرچہ قضیۂ شرطیہ کے ضمن میں ہو اسلام کے ان نام نہاد دعویداروں کی زبان پر کس طرح آجاتے ہیں ؟

قائل نے اس کلام میں چند وجہ سے دادِ بلاغت دی ہے :

(۱) اگلے اور پچھلے کی تعمیم کے باوجود اس نے آدمی اور جن کی تعمیم بھی ذکر کی ہے حالانکہ صرف پہلی تعمیم اس کا مقصد ادا کر سکتی تھی۔ اس میں نکتہ یہ ہے کہ پہلی تعمیم صراحۃً، بلا تکلف شیطان کو شامل نہ تھی، مجبوراً لفظ جن کی تصریح کی کہ اگرچہ تکرار کی ضرورت نہ تھی تاہم وہ اہلِ تلبیس کا رئیس یعنی ابلیس بھی اس تعمیم میں (صراحۃً)

marfat.com

داخل ہو جائے، ایک دفعہ سب اولین کی تعمیم میں دوسری دفعہ تمام پچھلوں کی تعمیم میں اور (تیسری بار) جنّ کی تعمیم میں اس کا داخل ہونا سمجھا جاتا ہے کَانَ مِنَ الْجِنِّ (وہ جنوں میں سے تھا) اس نکتہ کو اس قائل کی تفسیر دانی کے آثار میں شمار کیا جاسکتا ہے، ایسے مقام پر ایسی رعایت مقتضائے حال کے مناسب واقع ہوئی ہے۔

(۲) اس نے اس جگہ فرشتوں کا ذکر نہیں کیا حالانکہ اس سے پہلے فرشتوں کا ذکر کر چکا ہے، اس میں نکتہ یہ ہے کہ حضرتِ روح الامین اور حضرتِ سید المرسلین علیہما السلام کے ساتھ فرشتوں کی برابری اور ہمسری، استخفاف کا فائدہ نہیں دیتی تھی اس لئے اس کی غرض پر کچھ زیادہ دلالت نہیں کرتی تھی۔

(۳) اس کے اس قول میں کلمۂ حصر ہے:

"جبریل اور پیغمبر ہی سے ہو جاویں"

اس جگہ اس کی مراد کے چہرہ پر رنگ تازہ دکھائی دیتا ہے، ہاں اپنے دلی مقصد کو اسی طرح آراستہ کرنا چاہیے۔

دسویں وجہ

اس کا یہ قول:

"اور سب لوگ مل کر شیطان اور دجال ہی سے ہو جاویں تو اس کی کچھ رونق گھٹنے کی نہیں"

ایسی گفتگو ہے کہ اس کے سننے کے تصور ہی سے اہلِ ایمان کانپ جاتے ہیں اور سننے والا اگرچہ رنگِ اخلاص نہ رکھتا ہو، اس کلام کے سنتے ہی اس کا رنگ اڑ جاتا ہے، مقربانِ بارگاہِ ذوالجلال کے ساتھ شیطان اور دجال کے ذکر سے اگرچہ مساوات کی نفی کے طور پر ہی ہو، رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں اور اخلاص کی آبرو برباد ہو جاتی ہے، حیف ہے اس شخص کے حال پر جو یہ کہے کہ:

"سب لوگ مل کر شیطان اور دجال ہی سے ہو جاویں"

marfat.com

کیونکہ "سب لوگ" کا عموم، سیدِ کائنات صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم اور تمام انبیاء، ملائکہ، مقربین، اولیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین کو شامل ہے، شیطان اور دجال، گمراہوں اور گمراہ سازوں کے سرغنہ ہیں، اگرچہ قائل اس بیان کو بطور تلبیس قضیۂ شرطیہ کہے، کوئی ایماندار ایسے پوشیدہ اور ظاہر کلمات کو گوارا اور جائز نہیں رکھتا، انہیں زبان پر لانا تو کجا، سوچ بھی نہیں سکتا۔

سبحان اللہ! اس شخص کا ایمان کیا خوب ہے کہ اپنے کو اہلِ اسلام کا مرشد جانتا ہے اور اپنے مخالفین کو کافر و مشرک کہتا ہے اور بغیر کسی داعیہ اور ضرورتِ شدیدہ کے ایسے ثقیل کلمات جو بارگاہ ربِ ذوالجلال کے مقربین کی سراپا گستاخی ہیں، بے باکانہ زبان پر لاتا ہے، عوام اور جہلاء کی تعلیم کے لئے انہیں اپنی کتاب میں درج کرتا ہے، کوچہ و بازار میں ان کی تشہیر کرتا ہے اور ان کی تلقین سے اپنے حلقہ بگوشوں کی گردن پر طوقِ لعنت رکھتا ہے۔

لیکن اس قائل نے اس کلام میں بھی دادِ بلاغت دی ہے کہ اپنے قول "شیطان اور دجال ہی سے ہو جاویں" میں کلمۂ حصر لایا ہے، اس نے اس میں بھی ایک نکتہ رکھا ہے اور دونوں جملوں میں جبریلِ امین و نبیِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور شیطان و دجال کے درمیان طباق (مطابقت) کی رعایت رکھی ہے، اگرچہ ایمان چلا گیا (تو کیا ہوا) رشتۂ بلاغت کا دامن تو ہاتھ سے نہیں جانا چاہیئے، ہاں دلی مقصد کو اسی طرح ظاہر کرنا چاہیئے اور ایسے اہم مقصد کی تعبیر میں بلاغت کی ایسی ہی رعایت کرنا چاہیئے۔

رہا شفاعت کی نفی کا مسئلہ جس کے لئے ایسے گوناگوں کلمات اور "دقیق مضمون والی عبارتیں" لایا ہے، وہ اس عبارت سے حل نہیں ہوا، مقصد یہ تھا کہ قدرتِ الٰہی کے کارخانوں میں کسی کو دخل نہیں ہے حتیٰ کہ اس کی خوشی اور دلداری سے سلطنت

marfat.com

رونق میں اضافہ ہو یا اس کی ناخوشی اور بے دلی سے رونق جاتی رہے (جب یہ مقصد ثابت نہیں ہوا تو) یہ عبارت آرائی اور بیہودہ سرائی کس لئے ہے؟ لیکن یہ قائل اپنی عادت سے مجبور ہے کہ اکثر اپنی گفتگو میں انبیاء، ائمہ، اولیاء اور شہیدوں کا ذکر شیطانوں، بدبختوں، خبیثوں اور سرکشوں کے ساتھ لاتا ہے اور علم بدیع کی صنعتِ طباق (تطبیق) نہیں چھوڑتا اور پاسِ ادب اس طریقے کے لئے سرمایۂ بلاغت صرف کرنے سے باز نہیں آتا تاکہ رشتۂ بلاغت کا دامن نہ چھوٹ جائے اگرچہ ایمان برباد ہو جائے ، اگر اس کی عبارت پر علمی مواخذہ کیا جائے تو جواب دیتے ہوئے جان کو آتا ہے اور مبلغِ علم کی نمائش کرتا ہے حالانکہ بیہودہ گوئی اور ہرزہ سرائی کے علاوہ کچھ نہیں کر سکتا۔

اب سنئے! اس کا یہ قول :

"اس شہنشاہ کی تو یہ شان ہے کہ چاہے تو ایک آن میں ایک حکمِ کن سے" (الیٰ آخرہ)

اگر قضیہ حملیہ ہے تو دو وجہ سے باطل ہے :

(۱) اس قضیہ میں حکم حملی نہیں ہے تاکہ قضیہ حملیہ ہو ،

(۲) اگر اسے حملیہ فرض کر لیا جائے تو یہ قضایا بتّیہ (جن میں موضوع محقق فی نفس الامر پر حکم لگایا جاتا ہے) میں سے نہیں ہے کیونکہ اس کا مصداق کبھی بھی نفس الامر میں واقع نہیں ہے لہذا یہ قضایا غیر بتّیہ میں سے ہے اور قضایا غیر بتّیہ شرطیات کے مساوی ہوتے ہیں (تفصیل کے لئے حمد اللہ شرح سلّم ملاحظہ ہو) پس اس کا بطلان شقِ ثانی میں مذکور ہوگا۔

اور اگر یہ قول قضیہ شرطیہ ہے تو اس کا معنی یہ ہوگا کہ "اگر اللہ تعالےٰ چاہے کہ کروڑوں انبیاء، اولیاء، جن اور فرشتے حضرتِ جبریلِ امین اور نبی

marfat.com

اکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے برابر پیدا کرے اور واقع میں لائے "۔ پس دو حال سے خالی نہیں، اس شرطیہ کا مقدم واقعی ہے یا غیر واقعی اور فرضی، اگر مقدم واقعی ہے تو لازم آئے گا کہ کروڑوں افراد ہر دو ممدوح کے برابر نفس الامر میں موجود ہوں کیونکہ مقدم موجود ہو تو تالی لازماً موجود ہوگا اور تالی کے وقوع کا قول کفرِ صریح ہے اور اگر مقدم غیر واقعی ہے تو ممتنع بالذات ہے یا ممتنع بالغیر اور دونوں میں مقدم مذکورہ کو ممتنع بالذات ہے یا ممتنع بالغیر کا، تالی کو مستلزم ہونا یقینی نہیں ہے (کیونکہ جب مشیتِ ایزدی کا تعلق اس مساوی سے ممتنع بالذات یا ممتنع بالغیر ہونے کی بنا پر نہ ہو سکے گا تو اس مساوی کا وجود کہاں سے ہو سکے گا؟)

اگر اس قائل کا عقیدہ یہ ہو کہ حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے برابر کروڑوں افراد سے مشیت کا تعلق ممکن بالذات ہے اور ممکن ذاتی اگرچہ ممتنع بالغیر ہو محال بالذات کو مستلزم نہیں ہو سکتا اور جس شے کے ساتھ مشیتِ ایزدی کا تعلق ہو اس کا واقع نہ ہونا محال بالذات ہے تو اس کے لئے معاملہ اور مشکل ہو جائیگا کیونکہ مقامِ ثانی میں گزر چکا ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مساوی کا موجود ہونا کذبِ الٰہی کو مستلزم ہے اور اللہ تعالےٰ کا کذب محال بالذات ہے پس اس اعتقاد پر لازم آئیگا کہ حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے برابر کا موجود ہونا محال بالذات ہو، اس تقدیر پر بے چارے کو جلد الزام آ جائیگا (کیونکہ جب تالی کا محال بالذات ہونا ثابت ہو گیا تو ماننا پڑے گا کہ مقدم بھی ممکن بالذات نہیں ہے ورنہ محال بالذات کو مستلزم نہ ہوتا)

اسی قیاس پر وہ دو قضایا شرطیہ جو اس قول میں ہیں :

" اور سب لوگ اگلے پچھلے (سے) رونق گھٹنے کی نہیں (تک) "

marfat.com

قضایا فرضیہ تقدیریہ ہیں یا قضایا واقعیہ نفس الامریہ یعنی یا تو کہا جائے گا کہ ان دونوں شرطیوں کا مقدم غیر واقعی ہے، یا کہا جائے کہ ہر دو شرطیہ کا مقدم واقعی ہے، دوسری شق باطل ہے کیونکہ تمام اگلے اور پچھلے افراد کا حضرت جبریلِ امین اور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہما وسلم کے برابر ہونا یا شیطان اور دجال کے برابر ہونا فی نفسہ اجتماعِ نقیضین ہے کیونکہ ہر ایک کے پیغمبر ہونے سے لازم آتا ہے کہ ان میں سے بعض پیغمبر نہ ہوں بلکہ امتی ہوں کیونکہ امت کے بغیر پیغمبر کا کوئی مطلب نہیں اور ہر کسی کا شیطان ہو جانا اس طرح کہ کوئی بھی ایسا فرد نہ ہو جو ان سے گمراہی حاصل کرے، خلافِ عقل ہے (یعنی بعض افراد لازماً ایسے ہوں گے جو گمراہی حاصل کریں گے ورنہ شیطان کیسے گمراہ کرے گا؟) پس وہ بعض شیطان نہیں ہو سکتے بلکہ اس کے خدمتگار اور فرمانبردار ہوں گے لہذا ہر دو شرطیہ کا مقدم جو اجتماعِ نقیضین پر مشتمل ہے، محال ہے اور مقدم محال ہو تو اس کا تالی کو مستلزم ہونا یقینی نہیں ہوتا کیونکہ مقدمِ محال کا نقیضِ تالی کو مستلزم ہونا ممکن ہے۔

یہ بھی معلوم نہیں ہے کہ سلطنتِ الٰہی اور اس کی رونق سے قائل کی مراد کیا ہے؟ اگر سلطنت سے مراد ملک و ملکوت میں مشیت کے مطابق اللہ تعالےٰ کا تصرف ہے اور رونق سے مراد حکمتوں اور مصلحتوں کے مطابق تصرف کا جاری ہونا ہے جیسے کہ تمام عالم اللہ تعالےٰ کی مشیتِ شاملہ اور حکمتِ کاملہ کے مطابق بہترین نظام پر واقع ہے، پس اس بہترین نظام کا باقی رہنا کہ اس میں بعض گمراہ ہیں، بعض مقرب، بعض مردود ہیں، بعض بارگاہِ ایزدی میں مقبول، بعض نجات پانے والے اور بعض بدکرداری کی پاداش میں سزا یافتہ اور جہنمی ہیں، بعض بلند درجات پر فائز اور بعض جہنم کے نچلے طبقوں میں، بعض شقی اور بعض سعید، بعض فائدہ دینے والے اور بعض فائدہ لینے والے ہیں، تقدیرِ مذکور (کہ ہر دو شرطیہ کا مقدم واقعی ہو) کے منافی ہے۔

اور اگر اس کی مراد کوئی اور چیز تھی تو اسے بیان کرنا چاہیئے تھا تاکہ اس کے

marfat.com

کلام کا مطلب سامنے آتا۔ دیکھنا چاہیئے کہ قائل نے ایسا بے فائدہ کلام جس کا معنی ہی صحیح نہیں ہے، کس مقام میں، کس مقصد کو ثابت کرنے کے لئے؟ کیسے ذہنوں کے لئے؛ اور کیسے عوام کو خطاب کرتے ہوئے استعمال کیا ہے، یوں معلوم ہوتا ہے کہ اس کی دانست میں شانِ ہدایت، تعلیمِ ایمان اور عقائدِ دینیہ کے بیان کے لئے یہی طریقہ مناسب تھا۔

عذرِ گناہ بعض خود پرست، نامنصف جو خبردار اور ہوشیار ہونے کے باوجود غرور کی شدت سے مدہوش ہیں جب دیکھتے ہیں کہ اردو جاننے والے ان ناروا کلمات اور بے سروپا گفتگو سے سید الانام، دیگر انبیاء، ملائکہ علیہم السلام، اولیاء کرام اور مشائخ عظام کی تخفیف اور تنقیصِ شان سمجھتے ہیں، اسے سن کر کانپ جاتے ہیں اور انہیں اپنے ایمان کا خطرہ پڑ جاتا ہے تو ان کلمات سے ہزار زبان سے اپنی برارت پیش کرتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ انہیں کوئی فریب دینا چاہیئے اور ان کی وحشت (و نفرت) دور کرنے کے لئے کوئی حیلہ سامنے لانا چاہیئے، اس لئے کبھی تو کہتے ہیں کہ ان کلمات میں شانِ الٰہی کی تعظیم ہے، ان سے گریز نہ کرنا چاہیئے اور دل میں نفرت نہ لانی چاہیئے ورنہ شانِ الٰہی سے بداعتقادی لازم آئے گی اور ایمان و توحید برباد ہو جائیں گے۔

یہ الفاظ :

جواب

"اس شہنشاہ کی تو یہ شان ہے (الیٰ آخرہ)"

کذبِ الٰہی کے جائز ہونے پر دلالت کرتے ہیں، اللہ تعالےٰ بہت بلند ہے اس سے جو یہ کہتے ہیں، جیسے کہ مقدمۂ ثانی وجہ اول میں مذکور ہوا، وہ کلمات کہ اللہ تعالےٰ کے نا ممکن کذب کے جائز ہونے پر دلالت کرتے ہوں ان سے تعظیم و تکریم کا سمجھنا نرا بہتان اور کیا ہے؟

اس کے دوسرے قول :

marfat.com

"اور سب لوگ اگلے اور پچھلے (الی آخرہ)"

کا معنی ہی صحیح نہیں ہے پہلے اس کا معنی درست کرنا چاہئے پھر جلالت شانِ الٰہی کی بات زبان پر لائی جائے اور اگر یہ مقصود ہے کہ اللہ تعالیٰ متقین کی نیکیوں اور بدکرداروں کی برائیوں سے بے نیاز ہے تو یہ آیاتِ کریمہ :

مَنْ شَكَرَ فَإِنَّمَا يَشْكُرُ لِنَفْسِهِ وَمَنْ كَفَرَ فَإِنَّ اللَّهَ غَنِيٌّ حَمِيدٌ

"جو شکر کرے وہ اپنے فائدے کے لئے ہی شکر کرتا ہے اور جو کفر کرے تو بے شک اللہ تعالیٰ بے نیاز اور محمود ہے"

إِنْ تَكْفُرُوا أَنْتُمْ وَمَنْ فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا فَإِنَّ اللَّهَ لَغَنِيٌّ حَمِيدٌ

"اگر تم اور زمین کے تمام باشندے کفر کریں تو بے شک اللہ تعالیٰ بے نیاز اور محمود ہے"

قائل کے اس مقصد کا فائدہ نہیں دیتیں جس کے لئے یہ قائل بیجا عبارت آرائی کے درپے ہے۔

اور اگر ان دو جملوں (اور سب لوگ اگلے اور پچھلے، الی آخرہ) سے مقصد (صرف) یہ ہے کہ کسی کا قدرتِ الٰہی کے کارخانوں میں دخل نہیں ہے تو یہ عبارت اس مقصد کے بیان سے قاصر ہے کہ اللہ تعالیٰ کارکنوں اور کارندوں کا محتاج نہیں ہے اور ہر چیز کو اپنی قدرت کاملہ اور حکمتِ شاملہ سے پیدا فرماتا ہے۔

صاف کیوں نہیں کہا جاتا کہ انبیاء و اولیاء کی شان کی تخفیف اور بارگاہِ الٰہی میں ان حضرات کی وجاہت کی نفی اس کا مقصود ہے اور اس کے بیان کے لئے کوئی دوسری عبارت موزوں نہیں تھی، اس مقام کی ابتداء میں گزرا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا میں

marfat.com

جو کلام حضرات انبیاء و ملائکہ کی توہین پر مشتمل ہو، ثنائے الٰہی پر مشتمل ہونے کے سبب انبیاء و ملائکہ کی توہین پر دلالت کرنے سے خارج نہیں ہو سکتا۔ بالفرض اگر یہ دو جملے تعظیم شانِ الٰہی پر مشتمل ہوں اگرچہ فرض خلاف واقع ہے تاہم یہ اشتمال حضرات انبیاء و اولیاء کی تخفیفِ شان کے لئے وجہ جواز نہیں بن سکتا۔

ایک اور قلابازی کبھی اس کے ہوا خواہ یہ کہتے ہیں کہ ان کلمات سے حضرت سرورِ کائنات، دیگر انبیاء اور ملائکہ علیہم السلام کی تنقیصِ شان اللہ تعالیٰ کی شان کی نسبت سے ہے اور ایسی تنقیص میں کوئی قباحت نہیں ہے۔

جواب معلوم نہیں کہ اس توجیہ کا کیا مطلب ہے، کیا یہ مقصد ہے کہ اللہ تعالیٰ کی شان سے ان حضرات کی شان کا کم ہونا ان کلمات کا مدلول ہے، یہ واضح غلط فہمی ہے کیونکہ ہم بیان کر چکے ہیں اور پایۂ ثبوت تک پہنچا چکے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان حضرات کو جو مراتب عطا فرمائے ہیں، ان کلمات سے ان مراتب سے کمی دکھائی گئی ہے اور اس کی قباحت کسی ایماندار پر مخفی نہیں اور انشاء اللہ تعالیٰ مقامِ رابع میں مذکور ہو گی۔

بایں ہمہ حضرات ممدوحین کی شان کا شانِ الٰہی سے کم ہونا کلام کی روش پر منطبق نہیں، اس کا مقصد یہ تھا کہ شفاعت، گنہگاروں کی نجات کا سبب نہیں ہے جو لوگ عقیدہ رکھتے ہیں کہ ان حضرات کی شفاعت نجات کا سبب ہو گی وہ بھی ان حضرات کو اللہ تعالیٰ کے بندے ہی مانتے ہیں (معاذ اللہ! اللہ تعالیٰ کے برابر نہیں مانتے معلوم ہوا کہ) شانِ الٰہی سے ان حضرات کی شان کی کمی کا بیان اس قائل کے مقصد کے بیان میں کچھ دخل نہیں رکھتا۔

انصاف شرط ہے، کلامِ الٰہی، احادیثِ طیبہ، صحابہ، تابعین، ائمۂ مجتہدین، علماءِ دین اور عرفاءِ عابدین کے اقوال، شانِ الٰہی کی تعظیم و تکریم سے پُر اور حدِ شمار سے

marfat.com

باہر ہیں کسی بیان میں، کسی وقت، کسی جگہ، کسی ایماندار سے ایسے کلمات صادر نہیں ہوئے جیسے کہ اس قائل سے دلی عقیدہ کی بنا پر بے تابانہ سرزد ہوئے ہیں، کیا وہ تمام حضرات تعظیم شانِ الٰہی میں تقصیر کے روادار رہتے کہ انہوں نے ایسے کلمات پر جسارت نہ کی اور ایسا سراپا تنقیص کلام زبان پر نہ لائے، شاید اس قائل نے اس کلام کو کَمْ تَرَكَ الْاَوَّلُ لِلْاٰخِرِ (بہت کچھ پہلے، پچھلوں کے لئے چھوڑ گئے) کے زمرے میں شمار کیا ہے۔

گیارہویں وجہ اس کا یہ قول :
"اور وہ مالک الملک اپنے بندوں کو بہتیرا ہی نوازے (الی آخرہ)"

روش کے اعتبار سے استخفاف پر دلالت کرتا ہے کیونکہ اس کلام کا مقصد یہ ہے کہ حضور نبی اکرم اور دیگر حضرات انبیاء علیہ وعلیہم السلام کو بارگاہِ الٰہی میں شفاعتِ محبت کا مقام حاصل نہیں ہے اور یہ مقصد اس وقت تک حاصل نہیں ہوتا جب تک بارگاہِ الٰہی میں ان حضرات کی محبوبیت کی نفی نہ کی جائے کیونکہ اگر محبوبیت پائی جائے گی تو اس کے آثار بھی پائے جائیں گے، قاعدہ ہے کہ :

اَلشَّیْءُ اِذَا ثَبَتَ ثَبَتَ بِلَوَازِمِهٖ وَاٰثَارِهٖ

"شے جب ثابت ہوتی ہے تو اپنے آثار و لوازم سمیت ثابت ہوتی ہے"

یعنی بارگاہِ الٰہی میں ان حضرات کی شفاعت کی پذیرائی اور گناہوں کے محو کرنے میں اس کا فائدہ اور اللہ تعالیٰ کا ان حضرات کی رضا چاہنا کہ یہ سب محبت و محبوبیت کے آثار ہیں جو اس قائل کے زعم میں مترتب نہیں ہیں ورنہ شفاعتِ محبت متحقق ہو جائے گی، جب محبوبیت کے آثار و لوازم منتفی ہوئے تو محبوبیت بھی منتفی ہو گی اگرچہ بظاہر اور برائے نام حضور صلی اللہ

marfat.com

تعالیٰ علیہ وسلم کو حبیب اللہ کا لقب دیا جائے کیونکہ اعتبار معنی کا ہوتا ہے نہ کہ لفظ کا،

اس کلام سے محبوبیت کے آثار کی نفی مقصود ہے جسے محبوبیت کی نفی لازم ہے اور اس طریقے سے محبوبیت کی نفی تصریح سے زیادہ بلیغ ہے (کیونکہ اس طرح صرف محبوبیت کی نفی ہی نہیں کی بلکہ اس نفی پر دلیل بھی دیدی ہے) خصوصاً مقام استغفاف میں عجیب تعریض اور اشارہ ہے، یہ تنقیصِ شان، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اس مقام کے لحاظ سے ہے جو آپ کو بارگاہِ رب العزت میں حاصل ہے، اس کا کچھ حصہ اس سے پہلے بیان ہو چکا ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے تمام محبوبوں سے زیادہ محبوب ہیں، اللہ تعالیٰ آپ کی رضا کا طالب ہے، آپ کی شفاعت کو قبول کرنیوالا ہے اور آپ کی شفاعت کی مقبولیت کا سبب آپ کی محبوبیت ہے، یہ حقیقت آیاتِ قرآنیہ اور احادیثِ صحیحہ سے ثابت ہے جیسا کہ مقامِ اول میں تفصیلاً گزرا (یہ بھی قابلِ غور ہے کہ) ایسے مقام میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ذکر تنکیر (تعیین کے بغیر) کے ساتھ، تحقیر کا فائدہ دیتا ہے، چنانچہ وہ کہتا ہے:

"اور کسی کو حبیب کا"

یہ قول، مراد قائل (تحقیر) کا فائدہ دینے میں اہمیت رکھتا ہے۔

بارہویں وجہ

اس قائل نے تیسری صورت میں بیان کیا اور اس قسم کو اللہ تعالیٰ کے حق میں جائز رکھا ہے اس سے صراحۃً پتہ چلتا ہے کہ جو گنہگار بخشے جائیں گے اور نجات پائیں گے، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں طلبِ شفاعت اور التجا نہیں کریں گے اور آپ کی پناہ نہیں لیں گے حالانکہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا مقام یہ ہے کہ تمام اولین و آخرین مجبور و ناچار ہو کر اور دیگر انبیاء کرام علیہم السلام سے ناامید ہو کر مخلوقات کے ملجأ و ماویٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی پناہ لیں گے اور آپ سے شفاعت طلب کریں گے، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رحمتِ بے پایاں سے ان

marfat.com

کے لئے بارگاہِ الٰہی جل شانہ میں شفاعت کریں گے، یہ بیچارے حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے فیضِ توجہ سے مصائب و مشکلات سے نجات پائیں گے، تمام انبیاء و رسل علیہم السلام حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے جھنڈے کے نیچے ہوں گے اور حضرتِ ابراہیم و حضرتِ موسےٰ علیہما السلام آپ کی امت میں آجائیں گے، یہ حقیقت احادیث صحیحہ سے ثابت ہے۔ کیا یہ کلام حضور سید الکرام صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی تنقیصِ شان نہیں ہے؟

حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

اَنَا سَیِّدُ النَّاسِ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ

"میں قیامت کے دن تمام انسانوں کا سردار ہونگا"

علماء دین نے اس حدیثِ صحیح کے بیان میں فرمایا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دنیا اور آخرت میں تمام انسانوں کے سردار ہیں لیکن روزِ قیامت کی تخصیص اس لئے کی کہ سید (سردار) وہ ہے کہ لوگ اپنی حاجتوں میں اس کی پناہ لیں، اس سے التجاء کریں، حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم قیامت کے روز اس صفت میں منفرد ہوں گے کہ تمام اولین و آخرین جب مرسلین سے التجاء کریں گے تو سوائے نبی اکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے کوئی جائے پناہ نہیں پائیں گے، گویا یہ حدیث اس حکم میں درجِ ذیل آیت کے مشابہ ہے:

لِمَنِ الْمُلْکُ الْیَوْمَ لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ

"آج کس کی شاہی ہے، اللہ واحد قہار کی!"

کیونکہ ہر آن اور ہر زمانہ میں بادشاہی اللہ تعالےٰ ہی کے لئے ہے مگر خصوصی بادشاہی کا ظہور اس طور پر کہ کوئی شخص بادشاہی کا دعوے جھوٹے منہ سے بھی نہیں کرسکے گا قیامت کے دن ہی ہوگا۔

marfat.com

تیرہویں وجہ اس کا قول ؛

"اوس امیر نے اوس چور کی سفارش اس واسطے نہیں کی کہ اوس کا قرابتی ہے یا آشنا یا اوس کی حمایت اوس نے اٹھائی بلکہ محض بادشاہ کی مرضی سمجھ کر کیونکہ وہ تو بادشاہ کا امیر ہے نہ چوروں کا تھانگی ۔"

حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی شانِ رفیع کی انتہائی تنقیص پر دلالت کرتا ہے، اس کا بیان یہ ہے کہ نبیِ اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی شان یہ ہے کہ آپ امت کے حال پر انتہائی رحمت و شفقت رکھتے ہیں چنانچہ اللہ تعالٰی نے قرآنِ پاک میں رحمت و رأفت سے آپ کی نعت فرمائی ہے اور ارشاد فرمایا ہے :

لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ۔

"تحقیق تمہارے پاس تم میں سے رسولِ عظیم آئے، ان پر تمہاری مشقت گراں ہے، تم پر حریص ہیں، مومنوں پر مہربان اور رحیم ہیں۔"

حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اپنی امت کے حال پر رحمت و رأفت کے سبب ان کے بارے میں متفکر رہتے تھے اور ان کی مغفرت کے لئے بارگاہِ الٰہی میں دعا کیا کرتے تھے،

چنانچہ مشکوٰۃ شریف میں ہے :

اِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تعالٰى عليه وسلم تَلَا قَوْلَ اللّٰهِ فِيْ سُوْرَةِ اِبْرَاهِيْمَ رَبِّ اِنَّهُنَّ اَضْلَلْنَ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ فَمَنْ تَبِعَنِيْ فَاِنَّهٗ

marfat.com

مِنِّيْ وَقَالَ عِيْسٰى اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُكَ
فَرَفَعَ يَدَيْهِ فَقَالَ اَللّٰهُمَّ اُمَّتِيْ اُمَّتِيْ وَبَكٰى
فَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى يَا جِبْرَئِيْلُ اِذْهَبْ اِلٰى مُحَمَّدٍ
وَرَبُّكَ اَعْلَمُ مَا يُبْكِيْهِ فَاَتَاهُ جِبْرَئِيْلُ
فَسَاَلَهٗ فَاَخْبَرَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَا قَالَ فَقَالَ اللّٰهُ لِجِبْرَئِيْلَ
اِذْهَبْ اِلٰى مُحَمَّدٍ فَقُلْ اِنَّا سَنُرْضِيْكَ
فِيْ اُمَّتِكَ وَلَا نَسُوْءُكَ ۔

اس حدیث کا ترجمہ مقامِ اول میں گزر چکا ہے، اسی طرح دوسری حدیثوں میں وارد ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قیامت کے روز بھی امتی امتی فرمائیں گے، اس حدیث اور دوسری حدیثوں سے ثابت ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم امت کی شفاعت، فرطِ رحمت و رأفت کی بنا پر فرمائیں گے اور ان کی مغفرت کے لئے اللہ تعالیٰ کی رضا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شفاعت کے سبب ہوگی، یہ رحمت و رأفت جو امت کی شفاعت کا سبب ہے، یہ قائل اسے طاقِ نسیان میں رکھ کر بتقاضائے رحمت و رأفت گنہگاروں کی حمایت کو چوروں کی جانبداری سے تعبیر کرتا ہے، اگر یہ استخفافِ شان نہیں تو کیا ہے؟

نبیِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جس طرح بارگاہِ الٰہی جل مجدہ کے مقرب ہیں اسی طرح امت اگرچہ گنہگار اور بدکردار ہے، کے حال پر رؤف و رحیم بھی ہیں، بہ سراپا گمراہی کلام دو وجہ سے حضور سید الانام صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تنقیصِ شان ہے۔

(۱) اس قائل نے صفتِ رأفت و رحمت کو جو سببِ شفاعت ہے، جان بوجھ کر طاقِ نسیان میں رکھ دیا۔

marfat.com

(۲) بتقاضائے رحمت ورأفت گنہگاروں کی شفاعت کو چوروں کی جانبداری قرار دیا۔ ہاں حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے انعامِ رحمت ورأفت کا شکریہ اسی طرح ادا کرنا چاہیئے [1]

اس کا یہ قول :

چودھویں وجہ

" اور جو چور کا حمایتی بن کر اس کی سفارش کرتا تو آپ ہی چور ہو جاتا۔"

قبیح تعریض ہے۔ اس کا بیان یہ ہے کہ پہلے " چور کے حمایتی " سے قائل کی مراد سمجھنا چاہیئے، " چوروں کے حمایتی " کے دو مطلب ہو سکتے ہیں :

(۱) وہ ہے جو چوری کو پسندیدہ فعل اور چور کو بے گناہ خیال کر کے چور کی حمایت میں بادشاہ کے مقابلہ اور مزاحمت کے لئے اٹھے اور کہے چور سزا کا مستحق نہیں ہے یا کہے بادشاہ اتنی طاقت نہیں رکھتا کہ چور کو سزا دے اس لئے کہ میں اس کا حامی ہوں۔

چور کا ایسا حمایتی واقعی خود گنہگار ہے اور بدکرداروں کا ایسا حامی خود بدکردار ہے لیکن ایسے شخص کو چور کا شفیع نہیں کہہ سکتے کیونکہ بادشاہ کے حضور چور کی شفاعت اور چیز ہے، بادشاہ سے بغاوت اور باغیوں کی پشت پناہی امرِ دیگر ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ اس معنی کی نفی اس مقام سے کوئی تعلق اور مناسبت نہیں رکھتی کیونکہ اس معنی کی نفی سے شفاعت کا بے دخل ہونا اور

---

[1] اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں ؎

اور تم پر مرے آقا کی عنایت نہ سہی
نجدیو کلمہ پڑھانے کا بھی احسان گیا؟

marfat.com

مجرموں کی نجات کا سبب نہ ہونا ثابت نہیں ہوتا لہٰذا اس معنی کا ارادہ قائل کی مراد سے کوئی تعلق نہیں رکھتا۔

(۲) وہ شخص کہ گرفتاری کے بعد ناچاری، شرمساری، ذلت وخواری اور غم وگریہ کے سبب چور کے حال پر ترس کھا کر چور کو امید دلاتا ہے کہ میں تمہارے لئے بادشاہ کے حضور سفارش کروں گا اور تیری بخشش چاہوں گا، بادشاہ کی بے حد عنایت اور اس کے وعدہ کی بنا پر یقین رکھتا ہوں کہ میری شفاعت قبول فرمائے گا اور گناہ بخش دے گا، بادشاہ کی عنایت اور اس کے وعدہ کی بنا پر میں تیری شفاعت کا ذمہ لیتا ہوں، پھر وہ بادشاہ کے پاس جاکر شفاعت پیش کرتا ہے، بادشاہ نے اپنی بارگاہ میں اس کے مرتبہ اور اس کی عزت ومحبوبیت اور اپنے اس وعدہ کی بنا پر کہ میں تمہاری سفارش رد نہیں کرونگا شفاعت قبول کرلی اور وہ بیچارا چور نجات پاگیا۔

قائل اسی معنی کے اعتبار سے "چور کے حمایتی" کی نفی کرنا چاہتا ہے کیونکہ اس معنی کے اعتبار سے حمایتی ہونا، اس کے دل کو زخمی کرتا ہے اور چور کے حمایتی کا یہی معنی ہونا چاہیئے تاکہ قائل کی مراد (تنقیصِ انبیاء واولیاء) پوری ہوسکے اور عوام الناس اور فریب خوردہ جہلاء ایسے حمایتی کے ثابت کرنے سے اجتناب کرکے اس کا حلقہ اطاعت کان میں اور تلبیس (مکر) کا پردہ کاندھے پر رکھیں۔

اہلِ ایمان کا عقیدہ اب پہلے ایمانداروں کا عقیدہ حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی شان میں سنئے، بعد ازاں اس قائل کے کلام کو اس پر منطبق کرکے معلوم کریجیئے کہ حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی تنقیصِ شان کہاں تک پہنچی ہے؟

ہم مومنوں کا عقیدہ یہ ہے کہ حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم ازراہ غایت

marfat.com

رحمت و رأفت اپنی امت کے حال پر ترس کھا کر اور ان بے چاروں کو مجبور و ناچار دیکھ کر اور انہیں اپنی بارگاہ کے پناہ جو اور سراپا التجا پا کر میدانِ محشر میں ان کے حال پر شفقت و رحمت فرما کر ان کے حامی ہوں گے، آپ نے فرمایا ہے :

شَفَاعَتِیْ لِاَھْلِ الْکَبَائِرِ مِنْ اُمَّتِیْ

" میری شفاعت میری امت کے کبیرہ گناہ والوں کے لیے ہوگی "

اور قیامت کے میدان میں فرمائیں گے :

اَنَا لَھَا

" شفاعت (کبریٰ) کے لیے میں ہوں "

چونکہ امت کے حق میں حضور صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم کی دعا ہی مقبول دعا ہے جس کے مقبول ہونے کا آپ کو یقین ہے :

نیز اللہ تعالٰے کا ارشاد :

وَلَسَوْفَ یُعْطِیْکَ رَبُّکَ فَتَرْضٰی

حضور صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کی شفاعت کی پذیرائی کے یقین کا فائدہ دیتا ہے آپ ان کی شفاعت کا ذمہ لیں گے اور اللہ تعالٰے سے ان کی بخشش طلب کریں گے، اللہ تعالٰے آپ کی محبوبیت اور عزت و منزلت کے سبب آپ کی درخواست کو مقبول اور آپ کی شفاعت کو منظور فرمائے گا اور حضور صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم کی شفاعت کے سبب، رحمت و مغفرتِ الٰہی ان بے چاروں کے شاملِ حال ہو کر نجات بخش دے گی۔

اب غور کرنا چاہیئے کہ چوروں اور گنہگاروں کے ایسے حمایتی کو چور اور

marfat.com

ان کا حصہ دار کہنا صریح توہین اور کفر نہیں ہے تو اور کیا ہے؟ العیاذ باللہ تعالیٰ من ذلک! حضور کا ایسا حمایتی بارگاہِ شاہی کا سب سے زیادہ قریب اور اہلِ منزلت میں سب سے زیادہ بلند ہے کہ اس کی عرض مقبول اور اس کی درخواست منظور ہوتی ہے اور بادشاہ ان کی محبوبیت کے سبب ان کی دل شکنی روا نہیں رکھتا اور بمطابق آیۂ کریمہ:

وَلَسَوْفَ يُعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى

اور حدیثِ قدسی:

اِنَّا سَنُرْضِيكَ فِىْ اُمَّتِكَ وَلَا نَسُوْءُكَ

ہر طرح ان کی رضا چاہ کر، ان کی دلداری کے لئے مجرموں کو معاف فرماتا ہے اور ان کے متوسلین پر غضب اور عذاب نہیں فرماتا چنانچہ جہنم کا داروغہ نبیِ اکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم سے عرض کرے گا:

يَا مُحَمَّدُ! مَا تَرَكْتَ لِغَضَبِ رَبِّكَ فِىْ اُمَّتِكَ مِنْ نَقْمَةٍ،

"یارسول اللہ! صلی اللہ تعالےٰ علیک وسلم آپ نے تو اپنے رب کے غضب کا کوئی انتقام اپنی امت میں نہیں رہنے دیا۔"

اللہ تعالےٰ ہمیں بداعتقادی سے پناہ دے، زندقہ اور الحاد کے اسباب سے محفوظ رکھے، اپنے حبیبِ پاک اور آپ کی آلِ امجاد کے طفیل، بیشک وہی حفاظت اور ہدایت کا مالک ہے۔

---

marfat.com

چوتھا مقام

حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم اور دیگر حضراتِ انبیاء علیہم السلام کی تخفیفِ شان کے ارتکاب کا حکم اور فقہاء اور علماءِ شریعت کے نزدیک اس جرمِ شنیع کے مرتکب کے حال میں۔

چونکہ اَلْاَشْیَاءُ تُعْرَفُ بِاَضْدَادِھَا اشیاء کے احوال، اضداد کے احوال کے مقابلہ سے بہ آسانی معلوم ہو سکتے ہیں اس لئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ پہلے حضور سید الانام صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی تعظیمِ شان جو از روئے قرآن واجب اور صحابۂ کرام، اہلِ بیت عظام، علماءِ مجتہدین اور ائمہ اسلام کا معمول رہی ہے کا مختصر بیان بطور "مشتے از خروارے" تحریر کیا جائے، پھر استخفاف اور استخفاف کرنے والے کا حال، شرعی طور پر فقہی روایات کی روشنی میں پیش کیا جائے تاکہ ذہن میں زیادہ راسخ ہو اور طالبِ ہدایت کے لئے زیادہ مفید ہو۔

جاننا چاہیئے کہ ایمان یہ ہے کہ دل سے اس امر کی تصدیق کی جائے کہ اللہ تعالےٰ موجود ہے اس کا کوئی شریک نہیں اور نبیِ اکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم اللہ تعالےٰ کے مکرم بندے اور رسول ہیں، ظاہر کی باطن سے موافقت، شہادت کے دو کلموں (اشہد ان لا الٰہ الا اللہ و اشہد ان محمدا عبدہ و رسولہ) ان دو چیزوں (توحید و رسالت کی تصدیق) سے ایمان تام ہوتا ہے، ان کے بغیر ایمان ناتمام ہے، پس جو شخص نبیِ اکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی رسالت کی تصدیق کرے اور جو کچھ آپ لائے ہیں، اسے

marfat.com

ماننے، مومن ہے اور جس کے دل میں اس کی تصدیق نہیں ہے وہ ایماندار نہیں ہے جیسے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :

وَمَنْ لَّمْ یُؤْمِنْ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ فَاِنَّآ اَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِیْنَ سَعِیْرًا

" جو لوگ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول پر ایمان نہیں لائے بے شک ہم نے کافروں کے لئے دوزخ کی آگ تیار کی ہے "

حبِ مصطفٰی کے بغیر ایمان متصور نہیں

نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبت کے بغیر آپ پر ایمان لانا متصور نہیں ہے، مومن کے لئے ضروری ہے کہ وہ نبی اکرم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اپنی جان، باپ، بیٹے اور تمام مخلوق سے زیادہ محبوب رکھے، جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے :

اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ

" یہ نبی، مومنوں کے لئے ان کی جانوں سے بہتر ہیں "

اور سرکارِ دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں :

لَنْ یُّؤْمِنَ اَحَدُكُمْ حَتّٰی اَكُوْنَ اَحَبَّ اِلَیْهِ مِنْ نَّفْسِهٖ

" تم میں سے کوئی ایک ہرگز ایماندار نہیں ہوگا جب تک میں اسے اس کی جان سے زیادہ محبوب نہ ہوں "

یہ بھی فرمایا :

لَا یُؤْمِنُ اَحَدُكُمْ حَتّٰی اَكُوْنَ اَحَبَّ اِلَیْهِ مِنْ وَّالِدِهٖ وَوَلَدِهٖ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ

" تم میں سے کوئی ایماندار نہیں ہوگا جب تک میں اسے باپ،

marfat.com

بیٹے اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہوں "

علاماتِ محبت حضور صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کی محبت کی بہت سی علامتیں اور آثار ہیں جو آپ کی محبت کے امتحان کے لیے کسوٹی کی حیثیت رکھتے ہیں، ان میں سے ایک علامت حضور صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم کا بکثرت ذکر کرنا ہے، حدیث شریف میں ہے :

مَنْ اَحَبَّ شَیْئًا اَکْثَرَ ذِکْرَہٗ

" جو شخص کسی شے سے محبت رکھتا ہے، اس کا ذکر بکثرت کرتا ہے "

کثرتِ ذکر کے ساتھ ساتھ ایک علامت یہ بھی ہے کہ تعظیم و تکریم کا کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا جائے اور حضور سید الانام صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم کا نامِ پاک کمالِ تعظیم و تکریم اور صلوٰۃ وسلام کے ساتھ لے اور نامِ پاک لیتے ہی خوف و خشیت، عجز وانکسار اور خضوع وخشوع کا اظہار کرے،

اللہ تعالٰے فرماتا ہے :

لَا تَجْعَلُوْا دُعَآءَ الرَّسُوْلِ بَیْنَکُمْ کَدُعَآءِ بَعْضِکُمْ بَعْضًا۔

" تم آپس میں رسول کو اس طرح نہ بلاؤ جس طرح ایک دوسرے کو بلاتے ہو "

تفسیر کبیر میں ہے :

لَا تُنَادُوْہُ کَمَا یُنَادِیْ بَعْضُکُمْ بَعْضًا لَا تَقُوْلُوْا یَا مُحَمَّدُ یَا اَبَا الْقَاسِمِ وَلٰکِنْ قُوْلُوْا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ یَا نَبِیَّ اللّٰہِ۔

marfat.com

"نبیِ اکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کو اس طرح نہ پکارو جیسے تم ایک دوسرے کو پکارتے ہو، یوں نہ کہو یا محمد یا ابا القاسم! بلکہ عرض کرو یا رسول اللہ یا نبی اللہ!" (یعنی نبیِ اکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کو نام یا کنیت سے نہ پکارو بلکہ اوصاف اور القاب سے یاد کرو)

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:

يَآ اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ۔

"اے ایمان والو! اپنی آوازیں نبی کی آواز سے بلند نہ کرو اور ان سے اونچی آواز میں بات نہ کرو جیسے تم ایک دوسرے سے اونچی آواز میں بات کرتے ہو اس خوف سے کہ تمہارے اعمال ساقط ہو جائیں اور تمہیں خبر ہی نہ ہو۔"

ابو محمد مکی فرماتے ہیں:

اَیْ لَا تُسَابِقُوْهُ بِالْكَلَامِ وَلَا تُعَنِّفُوْهُ بِالْخِطَابِ وَلَا تُنَادُوْهُ بِاسْمِهٖ نِدَاءَ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ وَلٰكِنْ عَظِّمُوْهُ وَوَقِّرُوْهُ وَنَادُوْهُ بِاَشْرَفِ مَا يُحِبُّ اَنْ يُّنَادٰى بِهٖ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! يَا نَبِيَّ اللّٰهِ۔

"یعنی کلام میں نبیِ اکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم سے سبقت نہ کرو اور آپ سے ہمکلام ہوتے ہوئے سختی سے بات نہ کرو اور

آپ کا نام لے کر نہ پکارو جس طرح تم ایک دوسرے کو پکارتے ہو بلکہ آپ کی تعظیم و توقیر کو اور اشرف ترین اوصاف سے آپ کو ندا کرو جن سے ندا کیے جانے کو آپ پسند فرمائیں اور یوں کہو یارسول اللہ یا نبی اللہ! صلی اللہ تعالیٰ علیک وسلم۔"

نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بے ادبی کفر ہے

اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی آواز پر آواز بلند کرنے اور تعظیم و توقیر کے بغیر بلانے سے منع فرمایا اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اس بے ادبی کو روا نہیں رکھا اور اس عظیم جرم کے مرتکب کو اعمال کے برباد ہو جانے کی وعید سنائی، معلوم ہوا کہ بارگاہِ رسالت کی بے ادبی اعمال کے ضائع ہو جانے کا سبب ہے اور تمام علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ کفر کے سوا کوئی گناہ اعمال کے ضائع ہو جانے کا سبب نہیں ہے اور جو چیز اعمال کے ضیاع کا سبب ہے، کفر ہے۔

اب غور کرنا چاہیے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بے ادبی، اعمال کے ضائع ہو جانے کا سبب ہے اور جو چیز ضیاعِ اعمال کا سبب ہو، کفر ہے، نتیجہ یہ ہوا کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بے ادبی کفر ہے، یہ بھی پیشِ نظر رہے کہ حیاتِ ظاہری میں اور وصال کے بعد نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان تعظیم و تکریم کے سلسلے میں یکساں ہے۔

امامِ مالک کا ابوجعفر منصور سے مکالمہ

ابوجعفر منصور بادشاہ، مسجدِ نبوی میں حضرت امام مالک سے ایک مسئلہ میں گفتگو کر رہا تھا، امام مالک نے اسے فرمایا:

يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ لَا تَرْفَعْ صَوْتَكَ فِي

marfat.com

هٰذَا الْمَسْجِدِ فَاِنَّ اللّٰہَ عَزَّ وَجَلَّ اَدَّبَ قَوْمًا فَقَالَ لَا تَرْفَعُوْا اَصْوَاتَکُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِیِّ الْاٰیۃ وَمَدَحَ قَوْمًا فَقَالَ اِنَّ الَّذِیْنَ یَغُضُّوْنَ اَصْوَاتَہُمْ الْاٰیۃ وَذَمَّ قَوْمًا اِنَّ الَّذِیْنَ یُنَادُوْنَکَ مِنْ وَّرَآءِ الْحُجُرَاتِ الْاٰیۃ وَاِنَّ حُرْمَتَہٗ مَیِّتًا کَحُرْمَتِہٖ حَیًّا فَاسْتَکَانَ لَہَا اَبُوْجَعْفَرٍ وَقَالَ یَا اَبَا عَبْدِ اللّٰہِ اَسْتَقْبِلُ الْقِبْلَۃَ وَاَدْعُوْ اَمْ اَسْتَقْبِلُ رَسُوْلَ اللّٰہِ ؟ فَقَالَ وَلِمَ تَصْرِفُ وَجْہَکَ عَنْہُ وَھُوَ وَسِیْلَتُکَ وَ وَسِیْلَۃُ اَبِیْکَ اٰدَمَ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ بَلِ اسْتَقْبِلْہُ وَاسْتَشْفِعْ بِہٖ فَیُشَفِّعَکَ اللّٰہُ عَزَّ وَجَلَّ۔

" اے مسلمانوں کے امیر! اس مسجد میں آواز بلند نہ کر کیونکہ اللہ تعالےٰ نے ایک جماعت کو ادب سکھایا اور فرمایا لَا تَرْفَعُوْا اَصْوَاتَکُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِیِّ الاٰیۃ اور ایک جماعت کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا اِنَّ الَّذِیْنَ یَغُضُّوْنَ اَصْوَاتَہُمْ الْاٰیۃ (وہ لوگ کہ رسول اللہ کے سامنے اپنی آوازیں پست رکھتے ہیں، اللہ تعالےٰ نے ان کے دلوں کو تقوےٰ کے لئے منتخب فرما لیا ہے)، اور ایک جماعت کی مذمت کرتے ہوئے فرمایا اِنَّ الَّذِیْنَ یُنَادُوْنَکَ مِنْ وَّرَآءِ الْحُجُرَاتِ الْاٰیۃ (جو لوگ تمہیں حجروں کے باہر سے پکارتے ہیں، ان میں سے اکثر بے عقل ہیں) بے شک بعد از وصال حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی عزت ایسی

ہی جیسی آپ کی حیاتِ ظاہرہ میں تھی۔

(یہ سنکر) ابوجعفر نے فروتنی کا اظہار کیا اور کہا اے ابوعبداللہ (امامِ مالک کی کنیت) قبلہ رُو ہوکر دعا کروں یا رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی طرف رُخ کروں؟ امامِ مالک نے فرمایا تو حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم سے کیوں رخ پھیرتا ہے حالانکہ حضورؐ قیامت کے دن بارگاہِ الٰہی میں تیرے اور تیرے جدِامجد آدم علیہ السلام کے وسیلہ ہیں تو حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی طرف رُخ کر اور شفاعت کی درخواست کر، اللہ تعالےٰ تیرے لئے شفاعت قبول فرمائیگا"

ذکرِ مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم

امام اسحاق تُجَیبی فرماتے ہیں:

صحابہ کرام، نبی اکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کا ذکر کرتے تو ڈرتے تھے ان کا جسم لرز جاتا ان پر کپکپی طاری ہوجاتی اور وہ حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی محبت اور شوق کی بنا پر اور بعض صحابہ ہیبت اور تعظیم کے سبب روتے تھے۔

ابراہیم تجیبی فرماتے ہیں کہ:

"ہر مومن پر لازم ہے کہ جب حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کا ذکر کرے یا اس کے سامنے آپ کا ذکر کیا جائے تو خضوع و خشوع اور فروتنی اختیار کرے، وقار اور سکون سے رہے اور اپنے آپ کو حرکت سے باز رکھے اور اس کی ہیبت میں محو ہوجائے اور اس کی تعظیم میں اس طرح کوشش کرے جس طرح نبی اکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے ادب کی کوشش کرتا اگر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس کے روبرو ہوتے"

marfat.com

صحابہ کرام اور تعظیمِ مصطفےٰ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم

شرفِ صحابیت پر فائز ہونے والوں کا حال سنئے!

حضرت عمرو بن العاص فرماتے ہیں کہ مجھے نبی اکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم سے زیادہ نہ تو کوئی محبوب تھا اور نہ ہی میری نگاہ میں آپ سے زیادہ کوئی محترم تھا اس کے باوجود آپ کے احترام کے سبب میں آنکھ بھر کر آپ کے جمال کی زیارت نہ کر سکتا تھا، اگر مجھ سے حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی صفت پوچھی جائے تو میں بیان نہیں کر سکوں گا کیونکہ میں آنکھ بھر کر آپ کے جمال سے بہرہ ور نہیں ہو سکتا تھا حضرت اسامہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں بارگاہِ رسالت میں اس حال میں حاضر ہوا کہ صحابہ کرام آپ کے گرد اس طرح بیٹھے ہوئے تھے گویا ان کے سروں پر پرندے بیٹھے ہوئے ہیں یعنی وہ اپنے سروں کو حرکت نہیں دے رہے تھے کیونکہ پرندہ اس جگہ بیٹھتا ہے جو ساکن ہو،

قَالَ عُرْوَةُ بْنُ مَسْعُوْدٍ حِیْنَ وَجَّهَتْهُ قُرَیْشٌ عَامَ الْقَضِیَّةِ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وَرَاٰی مِنْ تَعْظِیْمِ اَصْحَابِهٖ لَهٗ مَا رَاٰی وَاِنَّهٗ لَا یَتَوَضَّاُ اِلَّا ابْتَدَرُوْا وُضُوْئَهٗ وَکَادُوْا یَقْتَتِلُوْنَ عَلَیْهِ وَلَا یَبْصُقُ بُصَاقًا وَلَا یَتَنَخَّمُ نُخَامَةً اِلَّا تَلَقَّوْهَا بِاَکُفِّهِمْ فَدَلَکُوْا بِهَا وُجُوْهَهُمْ وَاَجْسَادَهُمْ وَلَا تَسْقُطُ مِنْهُ شَعْرَةٌ اِلَّا ابْتَدَرُوْهَا وَاِنْ اَمَرَ بِاَمْرٍ ابْتَدَرُوْا اَمْرَهٗ وَاِذَا تَکَلَّمَ خَفَضُوْا اَصْوَاتَهُمْ عِنْدَهٗ مَا یُحِدُّوْنَ اِلَیْهِ النَّظَرَ تَعْظِیْمًا لَهٗ۔

marfat.com

"عروہ بن مسعود کہتے ہیں کہ جب قریش نے انہیں صلح حدیبیہ کے سال نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجا، انہوں نے صحابہ سے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بے پناہ تعظیم دیکھی، انہوں نے دیکھا کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب بھی وضو فرماتے تو صحابہ کرام وضو کا پانی حاصل کرنے کے لئے بے حد کوشش کرتے حتیٰ کہ قریب تھا کہ وضو کا پانی نہ ملنے کے سبب لڑ پڑیں، اس نے دیکھا کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دہن مبارک یا ناک مبارک کا پانی ڈالتے تو صحابہ کرام اسے ہاتھوں میں لیتے، اپنے چہرے اور جسم پر ملتے اور آبرو پاتے، آپ کا کوئی بال جسدِ اطہر سے جدا نہیں ہوتا تھا مگر اس کے حصول کے لئے جلدی کرتے، جب آپ انہیں کوئی حکم دیتے تو فوراً تعمیل کرتے اور جب نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم گفتگو فرماتے تو آپ کے سامنے آہستہ بولتے اور از راہِ تعظیم آپ کی طرف آنکھ اٹھا کر نہ دیکھتے۔"

فَلَمَّا رَجَعَ اِلٰی قُرَیْشٍ قَالَ یَا مَعْشَرَ قُرَیْشٍ اِنِّیْ جِئْتُ کِسْرٰی فِیْ مُلْکِہٖ وَ قَیْصَرَ فِیْ مُلْکِہٖ وَالنَّجَاشِیَّ فِیْ مُلْکِہٖ اِنِّیْ وَاللّٰہِ مَا رَاَیْتُ مَلِکًا فِیْ قَوْمٍ قَطُّ مِثْلَ مُحَمَّدٍ فِیْ اَصْحَابِہٖ۔

"جب عروہ بن مسعود قریش کے پاس واپس گئے تو انہیں کہا اے قوم قریش! میں کسریٰ، قیصر اور نجاشی یعنی شاہِ فارس، شاہِ روم اور شاہِ حبشہ کے پاس ان کی حکومت میں گیا ہوں، بخدا میں نے ہرگز کوئی بادشاہ اپنی قوم میں اتنا محترم نہیں دیکھا جس قدر

marfat.com

محمد صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم اپنے اصحاب میں معزز ہیں۔"

ایک روایت میں ہے :

إِنْ رَأَيْتُ مَلِكًا قَدْ تَعَظَّمَهُ أَصْحَابُهُ مَا تَعَظَّمَ مُحَمَّدًا أَصْحَابُهُ۔

"میں نے کبھی ایسا بادشاہ نہیں دیکھا کہ اس کے ساتھیوں نے اس کی اس قدر تعظیم کی ہو جتنی محمد صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے اصحاب نے آپ کی تعظیم کی ہے۔"

وَقَدْ رَأَيْتُ قَوْمًا لَا يُسْلِمُوْنَهُ

"تحقیق میں نے ایسی قوم دیکھی ہے جو کبھی بھی نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو نہیں چھوڑیں گے اور ہمیشہ آپ کی تعظیم کرتے رہیں گے۔"

یہ بھی روایات میں ہے :

لَمَّا أَذِنَتْ قُرَيْشٌ لِعُثْمَانَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ فِي الطَّوَافِ بِالْبَيْتِ حِيْنَ وَجَّهَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْقَضِيَّةِ أَبَى وَقَالَ مَا كُنْتُ لِأَفْعَلَ حَتّٰى يَطُوْفَ بِهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

"جب نبی اکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے حضرت عثمان رضی اللہ تعالےٰ عنہ کو صلح حدیبیہ کے سال قریش کے پاس بھیجا تھا، قریش نے انہیں بیت اللہ شریف کے طواف کی اجازت دے دی تو آپ نے انکار کر دیا اور فرمایا میں اس وقت تک طواف نہیں کرونگا جب تک نبی اکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم طواف نہیں کرتے۔"

marfat.com

حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

لَقَدْ کُنْتُ اُرِیْدُ اَنْ اَسْاَلَ رَسُوْلَ اللّٰہِ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عَنِ الْاَمْرِ فَاُؤَخِّرُ سَنَتَیْنِ مِنْ ھَیْبَتِہٖ۔

"میں چاہتا تھا کہ کسی امر کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سوال کروں لیکن آپ کی ہیبت کے سبب دو سال تک مؤخر کر دیتا تھا"

وَبَلَغَ مُعَاوِیَۃَ اَنَّ کَابِسَ بْنَ رَبِیْعَۃَ شَبِیْہُ رَسُوْلِ اللّٰہِ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فَلَمَّا دَخَلَ عَلَیْہِ مِنْ بَابِ الدَّارِ قَامَ عَنْ سَرِیْرِہٖ وَتَلَقَّاہُ وَقَبَّلَ بَیْنَ عَیْنَیْہِ وَاَقْطَعَہٗ الْمِرْغَابَ لِشَبَہِہٖ صُوْرَۃَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

"حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اطلاع ملی کہ کابس بن ربیعہ، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے (صورۃً) مشابہ ہیں جب حضرت کابس حضرت امیر معاویہ کے گھر کے دروازے سے داخل ہوئے تو حضرت امیر معاویہ اپنے تخت سے اٹھ کھڑے ہوئے، ان کا استقبال کیا، ان کی آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا اور انہیں مرغاب (ایک مقام) عنایت فرما دیا (یہ سب کچھ اس لئے تھا کہ) ان کی صورت نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ملتی جلتی تھی"

اگر اجلہ صحابہ کرام کی تعظیم اور اس بابرکت بارگاہ کے احترام میں مبالغہ

marfat.com

کرنے اور ہر باب میں آداب کی رعایت کرنے کی روایات کا احاطہ کیا جائے تو کلام طویل ہو جائے گا، تمام صحابہ کرام اس ذاتِ کریم کو بہترین القاب، کمالِ تواضع اور مرتبہ و مقام کی انتہائی رعایت سے خطاب کرتے تھے اور ابتدائے کلام میں صلوٰۃ و سلام کے بعد فَدَيْتُكَ بِأَبِي وَأُمِّي میرے والدین آپ پر فدا ہوں، یا بِنَفْسِي أَنْتَ يَا رَسُوْلَ اللهِ یارسول اللہ! میری جان آپ پر نثار ہے جیسے کلمات استعمال کرتے تھے اور فیضِ صحبت کی فراوانی کے باوجود محبت کی شدت کے تقاضے کی بنا پر تعظیم و توقیر میں کوتاہی اور تقصیر کے مرتکب نہیں ہوتے تھے بلکہ ہمیشہ حضور سید الانام صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم و اجلال میں اضافہ کرتے تھے۔

تابعین اور تعظیمِ مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

اسی طرح تابعین اور تبع تابعین صحابہ کے آثار کی اقتدار اور ان کے انوار سے استدار کرتے تھے، حضرت مصعب بن عبد اللہ فرماتے ہیں کہ جب امامِ مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سامنے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ذکر کیا جاتا تو ان کے چہرے کا رنگ متغیر ہو جاتا اور ان کی پشت جھک جاتی، یہاں تک کہ یہ امر ان کے ہمنشینوں پر گراں گزرتا، ایک دن حاضرین نے امام مالک سے ان کی اس کیفیت کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے فرمایا، جو کچھ میں نے دیکھا ہے تم دیکھتے تو مجھ پر اعتراض نہ کرتے، میں نے قاریوں کے سردار حضرت محمد بن منکدر کو دیکھا کہ میں نے جب بھی ان سے کوئی حدیث پوچھی تو وہ رو دیتے یہاں تک کہ مجھے ان کے حال پر رحم آتا تھا۔

امامِ مالک فرماتے ہیں کہ میں حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھا حالانکہ وہ بہت خوش طبع اور خندہ رُو تھے، جب نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ذکر ان کے پاس کیا جاتا تو ان کا رنگ زرد پڑ جاتا، میں نے انہیں بے وضو نبی اکرم

marfat.com

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ذکر کرتے ہوئے نہیں دیکھا۔ ایک عرصہ تک ان کے ہاں میری آمد ورفت رہی، میں نے انہیں تین صفات کے علاوہ کسی صفت پر نہیں دیکھا یا تو نماز ادا کر رہے ہوتے، یا خاموش رہتے یا قرآنِ پاک کی تلاوت کرتے، کبھی بے فائدہ گفتگو نہ کرتے، وہ خدا ترس، عبادت گزار علماء میں سے تھے۔

حضرت عبدالرحمٰن بن قاسم، نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ذکر کرتے تو نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ہیبت سے یوں معلوم ہوتا کہ جیسے ان کا خون کھینچ لیا گیا ہو اور ان کی زبان خشک ہو جاتی، میں حضرتِ عامر بن عبداللہ کے پاس جاتا تو انہیں اس حال میں دیکھتا کہ جب ان کے پاس کوئی شخص نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اسمِ گرامی لیتا تو وہ اتنا روتے کہ ان کی آنکھ میں کوئی آنسو نہ رہ جاتا، میں نے حضرتِ زہری کو دیکھا وہ بہت ہی نرم مزاج اور تمام لوگوں سے زیادہ نزدیک تھے جب ان کے سامنے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ذکر کیا جاتا تو وہ اس طرح ہو جاتے کہ گویا وہ تمہیں اور تم انہیں نہیں پہچانتے۔

حضرتِ صفوان بن سلیم جو بہت ہی عبادت گذار تھے، میں ان کی خدمت میں حاضر ہوتا، جب ان کے پاس کوئی شخص نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ذکر شریف کرتا تو وہ رو دیتے اور اتنا روتے کہ لوگ ان کے پاس سے اٹھ جاتے اور انہیں روتا رہنے دیتے۔

یہ امامِ مالک کے کلام کا ترجمہ ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے منسوب اشیاء کا صحابہ کی نظر میں احترام

صحابہ کرام نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اس قدر ادب واحترام کرتے تھے کہ آپ کے رشتہ داروں، آپ کے ساز و سامان، آپ کی منازل و مجالس اور مدینہ طیبہ و مکہ مکرمہ میں آپ کے کاشانہائے

marfat.com

مبارکہ کی تنظیم کرتے، جس چیز کی آپ نے تعریف فرمائی یا جس چیز کی نسبت آپ کی طرف معروف ہوتی اس کی بھی تعظیم کرتے تھے۔

حضرت انس رضی اللہ تعالےٰ عنہ فرماتے ہیں:

لَقَدْ رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وَالْحَلَّاقُ يَحْلِقُهٗ وَاَطَافَ بِهٖ اَصْحَابُهٗ فَمَا يُرِيْدُوْنَ اَنْ تَقَعَ شَعْرَةٌ اِلَّا فِيْ يَدِ رَجُلٍ۔

"تحقیق میں نے رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھا کہ حجام آپ کی حجامت بنا رہا تھا، صحابہ کرام آپ کے گرد حلقہ بنائے ہوئے تھے، وہ نہیں چاہتے تھے کہ آپ کے بال کسی صحابی کے ہاتھ کے علاوہ کہیں واقع ہوں"

وَرُئِيَ ابْنُ عُمَرَ رضی اللہ تعالیٰ عنہما وَاضِعًا يَدَهٗ عَلٰى مَقْعَدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مِنَ الْمِنْبَرِ ثُمَّ وَضَعَهَا عَلٰى وَجْهِهٖ۔

" حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہما کو دیکھا گیا کہ انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے بیٹھنے کی جگہ منبر پر ہاتھ رکھا پھر اسے اپنے چہرے پر پھیر لیا۔

حضرت ابو محذورہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی پیشانی میں بال تھے، جب وہ بیٹھ کر انہیں کھولتے تو زمین تک پہنچ جاتے۔

فَقِيْلَ لَهٗ اَلَا تَحْلِقُهَا فَقَالَ لَمْ اَكُنْ بِالَّذِيْ اَحْلِقُهَا وَقَدْ مَسَّهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ تعالیٰ

marfat.com

علیہ وسلم بیدہٖ۔

"حضرتِ ابو محذورہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ کو کہا گیا کہ آپ ان بالوں کو منڈوا کیوں نہیں دیتے؟ انہوں نے فرمایا میں ان بالوں کو کیسے منڈاوں جبکہ انہیں نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ سے چھوا تھا؟"

وَکَانَتْ شَعَرَاتٌ مِّنْ شَعْرِہٖ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فِیْ قَلَنْسُوَۃِ خَالِدِ بْنِ الْوَلِیْدِ فَلَمْ یَشْہَدْ بِہَا قِتَالًا اِلَّا رُزِقَ النَّصْرَ۔

"نبی اکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے چند بال، حضرتِ خالد بن ولید رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی ٹوپی میں تھے وہ اس ٹوپی کے ساتھ جس جنگ میں بھی گئے انہیں فتح ونصرت عطا کی گئی"۔

ہاں جب تابوتِ سکینہ جس میں آلِ حضرتِ موسیٰ و ہارون علیہما السلام کے تبرکات تھے، کی برکت سے بنی اسرائیل کو فتح وظفر حاصل ہوتی تھی تو اگر حضرتِ سید البشر صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے مبارک بالوں کی بدولت یہ برکت اور یہ اثر بلکہ اس سے ہزارہا درجہ زائد خیر وبرکت حاصل ہوجائے تو کیا بعید ہے۔

وَکَانَتْ فِیْ قَلَنْسُوَۃِ خَالِدِ بْنِ الْوَلِیْدِ شَعَرَاتٌ مِّنْ شَعْرِہٖ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فَسَقَطَتْ قَلَنْسُوَۃٌ فِیْ بَعْضِ حُرُوْبِہٖ فَشَدَّ عَلَیْہَا شِدَّۃً اَنْکَرَ عَلَیْہِ اَصْحَابُ النَّبِیِّ مِنْ کَثْرَۃِ مَنْ قُتِلَ فِیْہَا فَقَالَ لَمْ اَکُنْ اَفْعَلُہَا بِسَبَبِ الْقَلَنْسُوَۃِ بَلْ مَا تَضَمَّنَتْہُ مِنْ شَعْرِہٖ علیہ الصلوٰۃ والسلام لِئَلَّا اُسْلَبَ بَرَکَتَہَا وَتَقَعَ فِیْ

marfat.com

اَیْدِی الْمُشْرِکِیْنَ۔

"حضرتِ خالد بن ولید رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی ٹوپی میں نبی اکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے چند بال تھے، ایک جنگ میں وہ ٹوپی اتر گئی، حضرتِ خالد نے اسے حاصل کرنے کے لئے اتنا سخت حملہ کیا کہ صحابہ کرام نے اس پر انکار کیا کیونکہ اس حملے میں بہت سے افراد شہید ہو گئے تھے حضرتِ خالد نے فرمایا: میں نے یہ حملہ ٹوپی کے لئے نہیں کیا تھا بلکہ اسلئے کہ اسمیں نبی اکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے بال تھے، میں نہیں چاہتا تھا کہ ان کی برکت مجھ سے چھین لی جائے اور وہ بال مشرکوں کے ہاتھ لگ جائیں۔"

اس سے معلوم ہو سکتا ہے کہ جو شخص نبی اکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے مبارک بالوں کی تعظیم نہیں کرتا اور ان کی تعظیم کو کوئی اہمیت نہیں دیتا اور اس بے ادبی سے اس کے دل میں کوئی خوف پیدا نہیں ہوتا اس کے دل میں نبی اکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی محبت نہیں ہے اگرچہ آپ کی محبت کا دعویدار رہا اور اس بے باکی کی تاویل میں لاف وگزاف سے کام لیتا ہو، جن لوگوں کے دلوں میں نبی اکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی محبت اور ایمان ہے، وہ آپ کے ایک بال مبارک کے مقابل تمام دنیا کو ایک جو کی اہمیت نہیں دیتے،

صحابہ کرام رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے مروی ہے کہ:

لَشَعْرَۃٌ مِنْہُ اَحَبُّ اِلَیْنَا مِنَ الدُّنْیَا وَ مَا فِیْہَا۔

"نبی اکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کا ایک بال ہمیں دنیا و ما فیہا سے زیادہ محبوب ہے۔"

لہ جیساکہ مرزا حیرت دہلوی نے "حیات طیبہ" میں اسمٰعیل دہلوی کے بارے میں لکھا ہے ۱۲ شرف قادری

کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے ؎

اگرچہ دوست بچیزے نمی خرد مارا

بہ عالمے نفروشیم موئے از سرِ دوست

"اگرچہ دوست ہمیں کسی چیز کے بدلے نہیں خریدتا، ہم اس کے ایک بال کو پوری دنیا کے عوض بھی فروخت نہیں کرتے۔"

وَفِي الصَّحِيحِ عَنْ اَسْمَاءَ بِنْتِ اَبِي بَكْرٍ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُمَا اَنَّهَا اَخْرَجَتْ جُبَّةً طَيَالِسِيَّةً وَقَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَلْبَسُهَا فَنَحْنُ نَغْسِلُهَا لِلْمَرْضَى نَسْتَشْفِي بِهَا [1]

"حدیث صحیح میں حضرت اسماء بنت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالےٰ عنہا سے مروی ہے کہ انہوں نے طیالسی جبہ نکالا اور فرمایا نبی اکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم اسے زیبِ تن فرماتے تھے، ہم اسے بیماروں کے لئے دھوتے ہیں اور اس سے شفا طلب کرتے ہیں۔"

حضرت قاضی ابوالفضل عیاض رضی اللہ عنہ نے اپنی سند سے روایت کیا ہے کہ ابوالقاسم بن میمون نے فرمایا ہمارے پاس نبی اکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کا ایک پیالہ تھا ہم بیماروں کے لئے اس میں پانی ڈال لیتے تھے پس اس سے شفا طلب کرتے تھے۔

اَخَذَ جَهْجَاهُ الْغِفَارِيُّ قَضِيْبَ النَّبِيِّ مِنْ يَدِ عُثْمَانَ وَتَنَاوَلَهُ لِيَكْسِرَهُ عَلَى رُكْبَتِهِ

---

[1] مسلم شریف، جلد اول، ص ۱۹۰

marfat.com

فَصَاحَ بِہِ النَّاسُ فَاَخَذَتْہُ الْاٰکِلَۃُ فَقَطَعَہَا وَمَاتَ قَبْلَ الْحَوْلِ۔

"جحجاہ غفاری نے نبیِ اکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کا عصائے مبارک حضرتِ عثمانِ غنی رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے ہاتھ سے لیا تاکہ اسے اپنے گھٹنے پر رکھ کر توڑ دے تو لوگوں نے بڑی شدت سے اسے منع کیا کہ اسے مت توڑنا، اسی وقت اس کے گھٹنے پر ایک زخم پیدا ہوگیا، بعد ازاں اس نے گھٹنا کٹوا دیا اور سال گزرنے سے پہلے مر گیا۔"

اس باب میں احادیث و آثار بکثرت ہیں[1]، ان آثارِ صحیحہ اور نصوصِ صریحہ سے ثابت ہوگیا کہ جو چیز نبیِ اکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم سے نسبت کا شرف رکھتی ہے اور جو چیز آپ کے اعضاء اور قدموں سے مَس ہو چکی ہے، اس کی تعظیم و تکریم تمام مسلمانوں پر، عوام ہوں یا خواص، واجب اور لازم ہے اور جو شخص ان اشیاءِ شریفہ کی توہین سے اپنی زبان آلودہ کرے یا ان کی اہانت کی امداد برملا یا پوشیدہ، قول یا فعل سے کرے، اس نے ایمان کو برباد کیا اور حسنِ اعتقاد کی جگہ ارتداد کو اپنے دل میں رکھا، چنانچہ بعض ملعون اور بے دین زندیق کہتے ہیں کہ نبیِ اکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کا نشانِ قدم اس لائق ہے کہ اسے ایسی جگہ رکھا جائے کہ ہر کس و ناکس اس پر پاؤں رکھے، یا کہتے ہیں کہ اگر ہمیں نبیِ اکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کا لباس مل جائے تو ہم اسے پہننے کا کپڑا بنالیں اور اگر آپ کے نعلین مبارک مل جائیں تو انہیں پاؤں میں پہن لیں، نعوذ باللہ تعالےٰ من ذٰلک! یہ کفر، الحاد، بے ایمانی اور ارتداد ہے، اس سے اور اس جیسے دیگر مہلکات سے اللہ تعالےٰ ہمیں پناہ عطا فرمائے۔

---

[1] تفصیل کے لئے دیکھئے "ابر المقال فی استحسان قبلۃ الاجلال" از امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ

marfat.com

جس طرح ان تمام اشیاء کی تعظیم واجب اور فرض ہے اسی طرح حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے رشتہ داروں اور صحابہ کرام کی تعظیم بلا شک و شبہ بطریق اولیٰ فرضِ عین ہے۔ چونکہ مبسوط کتابیں ان عقائد اور مقاصد پر مشتمل ہیں اس لئے اس فتوے میں طوالت اور تفصیل کی ضرورت نہیں ہے۔

سنگ و شجر کی سلامی

سرورِ کائنات، مفخرِ موجودات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبت اور تعظیم کا وجوب اور اس کی فرضیت اس حد تک ہے کہ حیوانات، خشک اور تر نباتات اور بے زبان جمادات، رسولِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں سلام عرض کرتے اور سجدہ کرتے تھے اور محبت کی شدت کی بنا پر گریہ و زاری کرتے تھے۔

عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رضی اللہ تعالیٰ عنہما قَالَ لَمْ يَكُنِ النَّبِيُّ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم يَمُرُّ بِحَجَرٍ وَّلَا شَجَرٍ اِلَّا سَجَدَ لَهٗ۔

"حضرتِ جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ نبیِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جس پتھر یا درخت کے پاس سے گزرتے وہ آپ کو سجدہ کرتا۔"

عَنْ عَائِشَةَ عَنْهُ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قَالَ لَمَّا اسْتَقْبَلَنِيْ جِبْرَئِيْلُ علیہ السلام بِالرِّسَالَةِ جَعَلْتُ لَا اَمُرُّ بِحَجَرٍ وَّلَا شَجَرٍ اِلَّا قَالَ السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ۔

حضرتِ ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ نبیِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جب جبریلِ امین علیہ السلام

marfat.com

رسالت کے ساتھ میری طرف متوجہ ہوئے تو میں جس پتھر یا درخت کے پاس سے گزرتا، وہ کہتا السلام علیک یا رسول اللہ!"

فراقِ حضور میں استنِ حنانہ کی آہ وزاری

کھجور کے تنے کا، نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبت میں رونا متواتر ہے اور اس کی حدیث مشہور ہے:

قَالَ جَابِرُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ كَانَ الْمَسْجِدُ مَسْقُوْفًا عَلٰى جُذُوْعِ نَخْلٍ فَكَانَ النَّبِيُّ صلى الله تعالىٰ عليه وسلم اِذَا خَطَبَ يَقُوْمُ اِلٰى جِذْعٍ مِّنْهَا فَلَمَّا صُنِعَ لَهُ الْمِنْبَرُ سَمِعْنَا لِذٰلِكَ الْجِذْعِ صَوْتًا كَصَوْتِ الْعِشَارِ۔

"حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ مسجدِ نبوی کی چھت کھجور کے تنوں پر بنائی گئی تھی، نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب خطبہ فرماتے تو ان میں سے ایک کے پاس کھڑے ہوتے، جب آپ کے لئے منبر بنایا گیا تو ہم نے اس تنے سے حاملہ اونٹنیوں یا چھوٹے بچوں والی اونٹنیوں جیسی آواز سنی۔"

وَفِيْ رِوَايَةِ اَنَسٍ رضى الله تعالىٰ عنه حَتّٰى ارْتَجَّ الْمَسْجِدُ لِخُوَارِهٖ۔

"حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ (وہ ستون اتنی شدت سے رویا کہ) اس کی آواز سے مسجد گونج اٹھی۔"

وَفِيْ رِوَايَةِ سُهَيْلٍ وَكَثُرَ بُكَاءُ النَّاسِ لِمَا رَاَوْا بِهٖ۔

marfat.com

"حضرت سہیل کی روایت میں ہے کہ صحابہ کرام اس ستون کی حالت دیکھ کر بہت روئے۔"

وَفِیْ رِوَایَۃِ الْمُطَّلِبِ حَتّٰی تَصَدَّعَ وَانْشَقَّ حَتّٰی جَآءَ النَّبِیُّ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فَوَضَعَ یَدَہٗ عَلَیْہِ فَسَکَتَ۔

"حضرت مطلب کی روایت میں ہے وہ تنا اس قدر رویا کہ پھٹ گیا، نبی اکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم اس کے پاس تشریف لائے اور اپنا دستِ کرم اس پر رکھا تو وہ چپ ہوگیا۔"

وَزَادَ غَیْرُہٗ فَقَالَ النَّبِیُّ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اِنَّ ھٰذَا بَکٰی لِمَا فَقَدَ مِنَ الذِّکْرِ

"مطلب کے علاوہ راوی نے اس حدیث میں اضافہ کیا کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے فرمایا یہ تنا اس لئے رویا ہے یہ ذکر سے محروم ہوگیا ہے۔"

وَزَادَ غَیْرُہٗ وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ لَوْ لَمْ اَلْتَزِمْہُ لَمْ یَزَلْ اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَۃِ تَحَزُّنًا عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

"ایک اور راوی نے اس حدیث میں اضافہ کیا کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے فرمایا : قسم اس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے، اگر میں اس تنے کو آغوش میں نہ لیتا تو وہ رسولِ خدا صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے فراق میں قیامت تک روتا رہتا۔"

وَذَکَرَ الْاِسْفِرَائِنِیُّ اَنَّ النَّبِیَّ صلی اللہ

marfat.com

تعالیٰ علیہ وسلم دعاہ الی نفسہ فجاءہ یخرق الارض فالتزمہ ثم امرہ فعاد الی مکانہ۔

" استاذ اسفرائنی نے بیان کیا کہ نبیِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس تنے کو اپنی طرف بلایا وہ زمین کو چیرتا ہوا خدمتِ اقدس میں حاضر ہوگیا، نبیِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اسے آغوش میں لیا پھر فرمایا واپس جا تو وہ اپنی جگہ واپس چلا گیا "

فکان الحسن اذا حدث بھذا ابکی و قال یا عباد اللہ الخشبۃ تحن الی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم شوقا الیہ لمکانہ فانتم احق ان تشتاقوا الی لقائہ۔

" حضرتِ حسن بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب یہ واقعہ بیان کرتے تو رو پڑتے اور فرماتے اے بندگانِ خدا! کھجور کا تنا نبیِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں آپ کی محبت کے سبب روتا تھا کیونکہ آپ اس کے پاس کھڑے ہوکر خطبہ فرمایا کرتے تھے، تم اس امر کے زیادہ مستحق ہو کہ آپ کے دیدار کا شوق رکھو "

ان آثار سے کہ بڑی مقدار میں سے چند بلکہ ہزار میں سے ایک کی حیثیت رکھتے ہیں، معلوم کیا جا سکتا ہے کہ سید الانام صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا احترام اور اعزاز اللہ تعالیٰ نے تمام مخلوق پر فرض فرمایا ہے، درختوں، پتھروں اور حیوانات کا سجدہ جو بہت سی احادیث سے ثابت ہے، سجدۂ تعظیم تھا نہ کہ سجدۂ عبادت کیونکہ نبیِ اکرم

marfat.com

صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم معبود نہیں ہیں، یہ سجدہ اسی طرح تھا جس طرح فرشتوں نے حضرتِ آدم علیہ السلام کو یا حضرتِ یوسف علیہ السلام کے والدین اور بھائیوں نے انہیں سجدہ کیا تھا، پس جو لوگ نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی تعظیم وتکریم میں کوشش نہیں کرتے یا دیدہ دانستہ اس قسم کی نصوص سے چشم پوشی کرتے ہیں یا نبیِ اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے محبت نہیں رکھتے اور آپ کے شوق کے سبب ان کے دلوں میں رقت پیدا نہیں ہوتی، بے زبان حیوانات اور پتھروں اور خشک لکڑیوں سے گئے گزرے ہیں۔

صحابہ و تابعین کے پیروکار مخلص مومنوں کی شان یہ ہے کہ مباح چیزوں اور نفس کی خواہشوں میں بھی نبیِ اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی محبت کی رعایت کرتے ہیں اور جو چیز آپ کو پسند تھی تقاضائے محبت کی بنا پر اسے پسند رکھتے ہیں، ثرید (شوربے میں ڈالے ہوئے روٹی کے ٹکڑوں کو) اور کدو کو بہترین طعام شمار کرتے ہیں۔

نبیِ رحمت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم

جو شخص نبیِ اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے بہترین شمائل وخصائل، اخلاقِ حمیدہ، عاداتِ شریفہ، بے شمار انعامات، ہزاروں احسانوں اور رحمت ورأفت کی فراوانی میں غور کرے وہ معلوم کر سکتا ہے کہ ہم گنہ گار، سیہ کار جو ہر قسم کے گناہ اور سیہ کاری کا ارتکاب کر چکے ہیں اور کرتے ہیں پھر بھی دنیا میں اللہ تعالٰی کے قہر وغضب سے محفوظ ہیں، گناہوں اور جرائم کے ارتکاب کے سبب عذاب کے مستحق ہوتے ہوئے بھی امن میں ہیں حالانکہ پہلی امتوں کو زمین میں دھنسا دیا گیا ان کی شکلیں مسخ کر دی گئیں، ان پر پتھر برسائے گئے، اس کے علاوہ کئی قسم کے عذاب نازل کئے گئے اور انہیں ہلاک کیا گیا، یہ صدقہ ہے رحمتِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا اور آپ کی مقبول دعا کی برکت ہے کہ ہم امن میں ہیں؛

marfat.com

جو اس حقیقت کا انکار کرتا ہے اور اس کے قبول کرنے سے گریز کرتا ہے وہ کافرِ نعمت (ناشکرا) اور منکرِ رحمت ہے۔

اتباعِ رسول تقاضائے محبّت ہے

یہ بھی جاننا چاہئے کہ نبیِ اکرم صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی کامل ترین محبت یہ ہے کہ اوامر، نواہی اور سنن میں تہ دل سے آپ کی اطاعت کو لازم پکڑا جائے، پس جو شخص تمام امور میں صدق اور اخلاص کے ساتھ آپ کی اطاعت اور پیروی کرتا ہے اس کی محبت کامل ہے اور جو شخص آپ کی اطاعت اور پیروی میں کوتاہی روا رکھتا ہے، اس کی محبت ناقص ہے لیکن اس سے آپ کی محبت کی نفی نہیں کی جا سکتی کیونکہ نافرمانی کا ارتکاب ایمان اور اسلام سے خارج نہیں کرتا حتی کہ گنہگاروں سے نبیِ اکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی محبت کی نفی درست ہو کیونکہ نبیِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبت کے بغیر ایمان متصور نہیں ہے اور گناہگار اور کبائر کے مرتکب بلاشبہ ایماندار ہیں جیسے کہ اہلِ سنت و جماعت کے عقائد کی کتابوں میں مذکور اور ثابت ہے، اگر یہ مومن نہ ہوں تو حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی شفاعت کے مستحق نہیں ہوں گے حالانکہ حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ:

شَفَاعَتِیْ لِاَهْلِ الْكَبَائِرِ مِنْ اُمَّتِیْ

"میری شفاعت، میرے ان امتیوں کے لئے ہو گی جو کبائر کے مرتکب ہوں گے۔"

یہ بھی فرمایا کہ:

وَلٰكِنَّهَا لِلْمُذْنِبِیْنَ الْخَطَّائِیْنَ

"لیکن شفاعت ان کے لئے ہو گی جو بہت ہی گنہگار ہونگے"

نیز نبیِ اکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے ایک صحابی پر شراب پینے کی حد جاری

marfat.com

فرمائی۔ بعض صحابہ نے ان پر لعنت کی اور کہا کہ شراب نوشی کی کثرت کا سبب کیا ہے۔ حضور صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے فرمایا :

لَا تَلْعَنْهُ فَاِنَّهٗ یُحِبُّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ

" اس پر لعنت نہ کر کیونکہ وہ اللہ تعالٰے اور اس کے رسول سے محبت رکھتا ہے۔"

یہ بھی مروی ہے کہ :

اِنَّ رَجُلًا اَتَى النَّبِیَّ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فَقَالَ مَتَی السَّاعَةُ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ؟ قَالَ مَا اَعْدَدْتَ لَهَا قَالَ مَا اَعْدَدْتُ لَهَا مِنْ كَثْرَةِ صَلٰوةٍ وَّلَا صَوْمٍ وَّلَا صَدَقَةٍ وَّلٰكِنِّیْ اُحِبُّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَالَ اَنْتَ مَعَ مَنْ اَحْبَبْتَ۔

" ایک صحابی بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوا اور عرض کی یا رسول اللہ! قیامت کب ہے ؟ نبیِ اکرم صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے فرمایا تو نے اس کے لئے کیا تیار کیا ہے ؟ اس نے کہا میں نے اس کے لئے بہت نمازیں، روزے اور صدقے تیار نہیں کئے، لیکن میں اللہ تعالٰے اور اس کے رسول صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم سے محبت رکھتا ہوں، آپ نے فرمایا تو اپنے محبوب کے ساتھ ہوگا۔"

جو شخص بظاہر نماز پڑھتا ہے، روزہ رکھتا ہے اور پرہیز گار ہے اور اس کا باطن نبیِ اکرم صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم کی محبت سے خالی ہے اور آپ کی تعظیم شان اور تکریم میں کوتاہی کا مرتکب ہے وہ مومن نہیں ہے جیسے کہ اہلِ شام کے لشکر نے، میدانِ

marfat.com

کربلا میں امام اہلِ اسلام سیدنا امامِ حسین علیٰ جدہ وعلیہ السلام سے ناحق الجھ کر حضرتِ امام کا خون بہایا اور اپنے ایمان کی آبرو ضائع کر کے اپنے سر پر ذلت و رسوائی کی خاک ڈالی اور بدترین کفار اور اشقیاءِ اہلِ نار میں سے ہوئے بہ ظاہر مسلمانوں کی علامتیں رکھتے تھے اور ظاہری اتباع سے باہر قدم نہ رکھتے تھے لیکن ان کے دلوں میں نبیِ اکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی محبت ہرگز نہ تھی ورنہ ان سے آپ کے اہلِ بیت پر ایسا ظلم کیسے صادر ہوتا۔

بے حبِ مصطفےٰ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم، اتباع معتبر نہیں

اس سے معلوم ہو سکتا ہے کہ نبیِ اکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی ظاہری پیروی کا سبب آپ کی کامل محبت میں منحصر نہیں ہے بلکہ بہت دفعہ آپ کی اطاعت اور پیروی میں دوسری اغراض دل میں پوشیدہ ہوتی ہیں جو ظاہری تقوےٰ اور صوری نیکی کے اختیار کرنے کا سبب بن جاتی ہیں بعض لوگوں کے سر میں شہرت، عزت اور عامۃ الناس کی راہبری ایسے بلند مقام کی ہوس سما جاتی ہے اور اس حیلہ سازی سے یہ مراد پوری ہو جاتی ہے، بے ریا محب اور باصفا مخلص دنیا میں بہت کم ہیں، محبت کے مذکورہ آثار (ظاہری تقوےٰ و پرہیزگاری) محبانِ مخلص کے امتحان کے لئے کسوٹی نہیں بن سکتے، اگر وہ آثار (اطاعت و فرمانبرداری) کسی شخص میں بے تکلف پائے جائیں تو وہ محبِ صادق ہے ورنہ ریاکار و منافق ہے۔

تنقیصِ شان کے مرتکب کا حکم

جب بارگاہِ ایزدی کے مقربین کے سردار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم کا کچھ حال تحریر ہو چکا تو اب سید الخلق صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی شان میں تخفیف کرنے والے کا حال سنیے!

شرحِ وقایہ پر علامہ چلپی کے حواشی میں ہے:

قَدِ اجْتَمَعَتِ الْاُمَّةُ عَلٰی اَنَّ الْاِسْتِخْفَافَ بِنَبِیِّنَا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وَبِاَیِّ نَبِیٍّ مِّنَ الْاَنْبِیَاءِ کَانَ کُفْرًا سَوَاءٌ فَعَلَہٗ فَاعِلُ ذٰلِکَ اسْتِحْلَالًا اَمْ فَعَلَہٗ مُعْتَقِدًا لِحُرْمَتِہٖ وَلَیْسَ بَیْنَ الْعُلَمَاءِ خِلَافٌ فِیْ ذٰلِکَ وَ الَّذِیْنَ نَقَلُوا الْاِجْمَاعَ فِیْہِ اَکْثَرُ مِنْ اَنْ یُّحْصٰی۔

"بے شک تمام امت کا اس پر اتفاق ہے کہ نبی اکرم یا کسی اور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیہم وسلم کی تخفیفِ شان کفر ہے عام ازیں کہ تخفیف کرنے والا اسے حلال جانتا ہو یا حرام، اس مسئلہ میں علماء کا کوئی اختلاف نہیں ہے اس مسئلہ پر اجماع نقل کرنے والے حدِ شمار سے باہر ہیں"

قَالَ الْقَاضِیْ فِی الشِّفَاءِ اِنَّ جَمِیْعَ مَنْ سَبَّ النَّبِیَّ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اَوْ عَابَہٗ اَوْ اَلْحَقَ بِہٖ نَقْصًا فِیْ نَفْسِہٖ اَوْ نَسَبِہٖ اَوْ دِیْنِہٖ اَوْ خَصْلَۃٍ مِّنْ خِصَالِہٖ اَوْ عَرَّضَ بِہٖ اَوْ شَبَّہَہٗ بِشَیْءٍ عَلٰی طَرِیْقِ السَّبِّ اَوِ الْاِزْرَاءِ عَلَیْہِ اَوِ التَّصْغِیْرِ لِشَانِہٖ اَوِ الْغَضِّ مِنْہُ اَوِ الْعَیْبِ لَہٗ فَھُوَ سَابٌّ لَّہٗ وَ حُکْمُہٗ حُکْمُ السَّابِّ یُقْتَلُ کَمَا نُبَیِّنُہٗ اِنْ شَاءَ اللہُ وَلَا نَسْتَثْنِیْ فَصْلًا مِّنْ فُصُوْلِ ھٰذَا الْبَابِ عَلٰی ھٰذَا الْمَقْصَدِ

marfat.com

وَلَا نَمْتَرِیْ فِیْہِ تَصْرِیْحًا کَانَ اَوْ تَلْوِیْحًا۔

"حضرتِ قاضی عیاض رضی اللہ تعالےٰ عنہ شفاء شریف میں فرماتے ہیں کہ جو شخص نبیِ اکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کو گالی دے یا عیب لگائے آپ کی ذاتِ شریف یا آپ کے نسب یا آپ کے دین یا آپ کی کسی خصلت کی طرف نقص کی نسبت کرے یا آپ کی طرف تعریض کرے (اشارۃً عیب جوئی کرے) یا آپ کو کسی شے سے گالی یا توہین یا شان کی کمی کرنے یا آپ سے چشم پوشی کرنے یا عیب لگانے کے طور پر تشبیہ دے تو وہ نبیِ کریم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کو گالی دینے والا ہے، اس کا حکم وہی ہے جو آپ کو گالی دینے والے کا حکم ہے یعنی اسے قتل کیا جائے گا جیسے کہ ہم بیان کریں گے، اس مقصد (قتل کرنے) سے ہم کسی قسم کا استثناء نہیں کرتے اور نہ ہی ہم اس میں شک کرتے ہیں خواہ صراحۃً ہو یا اشارۃً "

وَکَذٰلِکَ مَنْ لَعَنَہٗ اَوْ دَعَا عَلَیْہِ اَوْ تَمَنّٰی مَضَرَّۃً لَّہٗ اَوْ نَسَبَ اِلَیْہِ مَالَا یَلِیْقُ بِمَنْصَبِہٖ عَلٰی طَرِیْقِ الذَّمِّ اَوْ عَبَثٍ فِیْ جِھَتِہِ الْعَزِیْزِ بِسَخْفٍ مِّنَ الْکَلَامِ وَھُجْرٍ وَّمُنْکَرٍ مِّنَ الْقَوْلِ وَزُوْرٍ اَوْ عَیَّرَہٗ بِشَیْءٍ مِّمَّا جَرٰی مِنَ الْبَلَاءِ وَالْمِحْنَۃِ عَلَیْہِ اَوْ غَمَصَہٗ بِبَعْضِ الْعَوَارِضِ الْبَشَرِیَّۃِ الْجَائِزَۃِ عَلَیْہِ الْمَعْھُوْدَۃِ لَدَیْہِ۔

"اسی طرح وہ شخص کہ نبیِ اکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی طرف

marfat.com

لعنت کی نسبت کرے یا آپ کے لیئے بد دعا کرے یا آپ کے نقصان کی آرزو کرے یا آپ کی طرف ایسی چیز کی نسبت کرے جو آپ کے شایانِ شان نہیں ہے بطورِ مذمت یا آپ کی جانب عزیز سے کھیلتے ہوئے ہلکے کلام یا ہجو یا جھوٹے کلام سے یا آپ کو عیب لگائے اس آزمائش اور مشقت کی بنا پر جو آپ پر گزری یا آپ کو عیب لگائے بعض ان عوارضِ بشریہ سے جو آپ کے لئے جائز اور معلوم تھے۔"

وَهٰذَا كُلُّهٗ اِجْمَاعٌ مِّنَ الْعُلَمَاءِ وَاَئِمَّةِ الْفَتْوٰى مِنَ الْمُجْتَهِدِيْنَ مِنْ لَّدُنِ الصَّحَابَةِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمْ اِلٰى هَلُمَّ جَرًّا۔

"یہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰے عنہم کے زمانہ سے اس وقت تک کے تمام علمار اور ائمہ فتوٰے کا اجماعی فیصلہ ہے۔"

یہ بھی شفار شریف میں ہے:

قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ سُحْنُوْنَ اَجْمَعَ الْعُلَمَاءُ عَلٰى اَنَّ شَاتِمَ النَّبِيِّ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وَالْمُتَنَقِّصَ لَهٗ كَافِرٌ وَالْوَعِيْدُ جَارٍ عَلَيْهِ بِعَذَابِ اللّٰهِ تَعَالٰى لَهٗ وَحُكْمُهٗ عِنْدَ الْاُمَّةِ الْقَتْلُ وَمَنْ شَكَّ فِيْ كُفْرِهٖ وَعَذَابِهٖ فَقَدْ كَفَرَ۔

"حضرت محمد بن سحنون نے فرمایا علمار کا اس پر اتفاق ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم کو گالی دینے والا اور آپ کی تنقیصِ شان کرنے والا کافر ہے اور اللہ تعالٰے کے عذاب کی وعید اس پر جاری ہے اور امت یعنی تمام ائمہ کے نزدیک اس کا حکم قتل ہے اور

marfat.com

جو شخص اس کے کفر میں شک کرے وہ بھی کافر ہے۔"

شفا شریف اور حواشی چلپی میں ہے :

قَالَ ابْنُ عَتَّابٍ اَلْكِتَابُ وَالسُّنَّةُ مُوْجِبَانِ اَنَّ مَنْ قَصَدَ النَّبِيَّ صلى الله تعالیٰ علیه وسلم بِاَذًى اَوْ نَقْصٍ مُعَرِّضًا اَوْ مُصَرِّحًا وَاِنْ قَلَّ فَقَتْلُهٗ وَاجِبٌ ۔

"حضرت ابن عتاب فرماتے ہیں کہ تحقیق قرآن وحدیث اس امر کو واجب کرتے ہیں کہ جو شخص نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اذیت دینے یا آپ کی تنقیصِ شان کا ارادہ کرے تعریضاً ہو یا تصریحاً، اگرچہ قلیل ہو، اس کا قتل واجب ہے۔"

حواشی چلپی میں ہے :

وَاعْلَمْ اَنَّ الْمُسْتَقَرَّ مِنْ تَتَبُّعِ الْمُعْتَبَرَاتِ اَنَّ الْمُخْتَارَ اَنَّ مَنْ صَدَرَ مِنْهُ مَا يَدُلُّ عَلٰی تَخْفِيْفِهٖ عَلَيْهِ السَّلَامُ بِعَمْدٍ وَّقَصْدٍ مِّنْ عَامَّةِ الْمُسْلِمِيْنَ يَجِبُ قَتْلُهٗ وَ لَا تُقْبَلُ تَوْبَتُهٗ بِمَعْنَى الْخَلَاصِ عَنِ الْقَتْلِ وَاِنْ اَتٰى بِكَلِمَتَيِ الشَّهَادَةِ وَالرُّجُوْعِ وَالتَّوْبَةِ لٰكِنْ لَوْ مَاتَ بَعْدَ التَّوْبَةِ اَوْ قُتِلَ حَدًّا مَاتَ مَيْتَةَ الْاِسْلَامِ فِيْ غُسْلِهٖ وَصَلٰوتِهٖ وَدَفْنِهٖ ۔

"معتبر کتابوں کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ مذہب مختار

marfat.com

یہ ہے کہ عامۃ المسلمین میں سے جس شخص سے قصداً اور ارادۃً ایسا کلام صادر ہوا جو نبی اکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی تخفیفِ شان پر دلالت کرتا ہو اس کا قتل واجب ہے اور اس کی توبہ بایں معنی مقبول نہیں ہے کہ وہ قتل سے بچ جائے اگرچہ وہ شہادت کے دو کلمے پڑھے اور اس جرمِ عظیم سے توبہ کرے لیکن اگر وہ توبہ کے بعد مر جائے یا اس جرم کی سزا میں قتل کر دیا جائے تو اس کی موت اہلِ اسلام کی طرح ہو گی، غسل، نمازِ جنازہ اور دفن میں یعنی تجہیز و تکفین اور نمازِ جنازہ میں اس کا حکم تمام مسلمانوں کی طرح ہو گا اور اگر معاذ اللہ توبہ سے پہلے مر گیا تو کافر مرا اور اس کے ساتھ اہلِ اسلام والا معاملہ نہیں کیا جائے گا۔"

بلا ارادہ تنقیص کے مرتکب کا حکم

جاننا چاہئے کہ اس قائل نے قصداً نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تخفیفِ شان کی ہے اور اپنا ایمان برباد کیا ہے جیسا کہ مقامِ ثالث میں بیان ہوا ہے، جو شخص اس بڑے جرم کا قصداً مرتکب نہ ہوا ہو بلکہ کسی اور سبب سے یہ عظیم جرم اس سے سرزد ہوا ہو اس کے حال کا بیان اگرچہ ہماری گفتگو سے متعلق نہیں ہے تاہم تکمیلِ بیان کے لئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس کا حال بھی ذکر کر دیا جائے لہٰذا سنئے!

شفا شریف اور حواشی حلبی میں ہے:

وَالْوَجْہُ الثَّانِی لَاحِقٌ بِہٖ فِی الْبَیَانِ وَالْجِلَاءِ وَھُوَ اَنْ یَّکُوْنَ الْقَائِلُ لِمَا قَالَ فِیْ جِھَتِہٖ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ غَیْرَ قَاصِدٍ لِلسَّبِّ وَالْاِزْرَاءِ وَلَا مُعْتَقِدٍ لَہٗ۔

marfat.com

"دوسری وجہ بیان اور ظہور میں پہلی وجہ سے ملحق ہے اور وہ یہ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی شان میں یہ کلام کہنے والے کا ارادہ گالی اور توہین کا نہیں ہے اور نہ ہی وہ اس کلام کے مضمون کا عقیدہ رکھتا ہے"

وَلٰكِنَّهَا تَكَلَّمَ فِي جِهَتِهِ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ بِكَلِمَةِ الْكُفْرِ مِنْ لَعْنِهِ أَوْ سَبِّهِ أَوْ تَكْذِيْبِهِ أَوْ إِضَافَةِ مَا لَا يَجُوْزُ عَلَيْهِ أَوْ نَفْيِ مَا يَجِبُ لَهُ مِمَّا هُوَ فِي حَقِّهِ عَلَيْهِ الصلوٰة والسلام نَقِيْصَةٌ مِثْلُ أَنْ يَنْسُبَ إِلَيْهِ إِتْيَانَ كَبِيْرَةٍ أَوْ مُدَاهَنَةٍ فِي تَبْلِيْغِ الرِّسَالَةِ أَوْ فِي حُكْمٍ بَيْنَ النَّاسِ أَوْ يَغُضَّ مِنْ مَرْتَبَتِهِ أَوْ شَرَفِ نَسَبِهِ أَوْ وُفُوْرِ عِلْمِهِ أَوْ زُهْدِهِ أَوْ يُكَذِّبَ بِمَا اشْتَهَرَ بِهِ مِنْ أُمُوْرٍ أَخْبَرَ بِهَا عليه الصلوٰة والسلام وَتَوَاتَرَ الْخَبَرُ بِهَا عَنْهُ عَنْ قَصْدٍ لِرَدِّ خَبَرِهِ أَوْ يَأْتِيَ بِسَفَهٍ مِنَ الْقَوْلِ أَوْ بِقَبِيْحٍ مِنَ الْكَلَامِ وَلَوْ بِإِشَارَةٍ وَنَوْعٍ مِنَ السَّبِّ فِي جِهَتِهِ وَإِنْ ظَهَرَ بِدَلِيْلِ حَالِهِ أَنَّهُ لَمْ يَتَعَمَّدْ ذَمَّهُ وَلَمْ يَقْصُدْ سَبَّهُ إِمَّا لِجَهَالَةٍ حَمَلَتْهُ عَلٰى مَا قَالَهُ أَوْ بِضَجَرٍ أَوْ بِسُكْرٍ أَوْ قِلَّةِ مُرَاقَبَتِهِ وَضَبْطٍ لِلِسَانِهِ وَعَجْرَفَةٍ وَتَهَوُّرٍ فِي كَلَامِهِ

"لیکن اس نے نبی اکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے بارے میں کلمہ کفر

marfat.com

کہا یعنی لعنت یا تکذیب یا گالی یا ناروا چیز کی نسبت کی یا ایسی چیز کی نفی کی
کہ آپ کے لیے ضروری ہے وغیر ذلک کہ آپ کے حق میں نقص ہیں مثلاً
آپ کی طرف گناہِ کبیرہ کی نسبت کی یا تبلیغ احکام یا لوگوں کے درمیان
فیصلہ کرنے میں مداہنت (لحاظ) کی نسبت کی یا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
کے مقام، شرفِ نسب، فراوانیٔ علم یا زہد میں کمی کی یا آپ کی خبر کی تردید
کے ارادے سے ان امور کی تکذیب کی جو آپ سے مشہور اور متواتر ہیں
یا حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی طرف کم عقلی یا برے کلام یا کسی قسم کی
گالی کی نسبت کرے اگرچہ اس کے حال سے ظاہر ہو کہ اس نے آپ کی
مذمت یا آپ کو گالی دینے کا ارادہ نہیں کیا بلکہ یا تو جہالت نے اسے
اس کلام پر برانگیختہ کیا ہے یا بے چینی یا نشے نے اسے ابھارا ہے
یا زبان کے ضبط اور اس کی حفاظت کی کمی اور اس کلام میں جلدی اور
بے باکی کی بنا پر کہہ گیا ہے۔"

فَحُكْمُ هٰذَا الْوَجْهِ حُكْمُ الْوَجْهِ الْاَوَّلِ
الْقَتْلُ دُوْنَ تَلَعْثُمٍ اِذْ لَا يُعْذَرُ اَحَدٌ فِي الْكُفْرِ
بِالْجَهَالَةِ وَلَا بِدَعْوٰى زَلَلِ اللِّسَانِ وَلَا شَيْءٍ
مِمَّا ذَكَرْنَاهُ اِذَا كَانَ عَقْلُهٗ فِي فِطْرَتِهٖ سَلِيْمًا
اِلَّا مَنْ اُكْرِهَ وَقَلْبُهٗ مُطْمَئِنٌّ بِالْاِيْمَانِ۔

"پس وجہِ ثانی کا حکم وہی ہے جو وجہِ اول کا حکم ہے کہ اسے بغیر
کسی تاخیر کے قتل کر دیں کیونکہ پیدائشی طور پر کسی کی عقل درست ہو تو کسی
شخص کے لئے کفر کے معاملہ میں جہالت یا زبان کی لغزش یا اشیاءِ
مذکورہ (بے چینی یا نشہ وغیرہ) کو عذر قرار نہیں دیا جائیگا سوائے اس شخص کے

marfat.com

جسے مجبور کیا گیا ہو اور اس کا دل ایمان پر مطمئن ہو۔"

اگر کوئی سچا کلام نبیِ اکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی تنقیصِ شان پر دلالت کرتا ہو تو اس کا قائل کافر ہو جائے گا چنانچہ علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ جو شخص عوارضِ بشریہ سے نبیِ اکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی تخفیفِ شان کرے، کافر ہو جائے گا حالانکہ وہ عوارضِ بشریہ آپ کے لئے جائز اور معلوم ہیں اسی لئے علماء نے اس شخص کے قتل کا فتوےٰ دیا ہے جو نبیِ اکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کو حضرتِ علی رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے خسر سے تعبیر کر کے آپ کی تخفیفِ شان کا ارادہ کرے جیسا کہ کتبِ فقہ میں مذکور ہے اس مسئلہ کی جزئیات حد و حساب سے خارج ہیں، جو کچھ ہم نے بیان کیا وہی کافی ہے۔

اعتراض کتبِ عقائد میں مذکور ہے کہ اہلِ سنت کے محققین کے نزدیک اہلِ قبلہ کی تکفیر ممنوع ہے، پس اہلِ قبلہ میں سے جو شخص تنقیصِ شان کی قباحت کا مرتکب ہوا ہو اس کے کفر کا حکم کس طرح لگایا جا سکتا ہے؟

جواب کتبِ عقائد میں جو مذکور ہے کہ:

وَلَا نُكَفِّرُ اَحَدًا مِّنْ اَهْلِ الْقِبْلَةِ

"ہم اہلِ قبلہ میں سے کسی کی تکفیر نہیں کرتے"

قاعدہ کلیہ نہیں ہے بلکہ ان اہلِ قبلہ کے ساتھ مخصوص ہے جو ضروریاتِ دین (وہ امور جو دین میں بدیہی اور یقینی طور پر معلوم ہوں) کا انکار نہ کرتے ہوں اور ان سے کفر کی کوئی علامت اور کفر کا کوئی سبب صادر نہ ہوا ور جو شخص ضروریاتِ دین میں سے کسی کا انکار کرے یا اس سے کفر کی کوئی علامت ظاہر ہو یا کفر کا کوئی سبب صادر ہوا سے بلا تامل کافر قرار دیا جائے گا اور وہ بلاشبہ کافر ہے اور جو شخص اس کے کفر میں شک کرے وہ

marfat.com

بھی کافر ہے کیونکہ ایسے شخص کی تکفیر میں شک کرنے کا مطلب ضروریاتِ دین میں شک کرنا ہے اور جو شخص ضروریاتِ دین میں شک کرے وہ بلا شک و شبہ کافر ہے۔

حضرت ملا علی قاری شرح فقہ اکبر میں فرماتے ہیں :

ثُمَّ اعْلَمْ اَنَّ الْمُرَادَ بِاَهْلِ الْقِبْلَةِ الَّذِيْنَ اتَّفَقُوْا عَلٰى مَا هُوَ مِنْ ضُرُوْرِيَّاتِ الدِّيْنِ كَحُدُوْثِ الْعَالَمِ وَحَشْرِ الْاَجْسَادِ وَعِلْمِ اللّٰهِ بِالْكُلِّيَّاتِ وَالْجُزْئِيَّاتِ وَمَا اَشْبَهَ ذٰلِكَ مِنَ الْمَسَائِلِ الْمُهِمَّاتِ فَمَنْ وَّاظَبَ طُوْلَ عُمُرِهٖ عَلَى الطَّاعَاتِ وَالْعِبَادَاتِ مَعَ الْقَوْلِ بِقِدَمِ الْعَالَمِ اَوْ نَفْيِ الْحَشْرِ اَوْ نَفْيِ عِلْمِهٖ سُبْحٰنَهٗ بِالْجُزْئِيَّاتِ لَا يَكُوْنُ مِنْ اَهْلِ الْقِبْلَةِ وَاَنَّ الْمُرَادَ بِعَدَمِ تَكْفِيْرِ اَحَدٍ مِّنْ اَهْلِ الْقِبْلَةِ عِنْدَ اَهْلِ السُّنَّةِ اَنَّهٗ لَا يُكَفَّرُ مَا لَمْ يُوْجَدْ شَيْءٌ مِّنْ اَمَارَاتِ الْكُفْرِ وَعَلَامَاتِهٖ وَلَمْ يَصْدُرْ مِنْهُ شَيْءٌ مِّنْ مُّوْجِبَاتِهٖ۔

• اہلِ قبلہ سے مراد وہ لوگ ہیں جو ضروریاتِ دین پر متفق ہوں، مثلاً عالم کا حادث (عدم کے بعد موجود) ہونا، قیامت کے دن اجسام کا (مع ارواح) کے اٹھایا جانا، اللہ تعالیٰ کا تمام کلیات اور جزئیات کو جاننا اور اس جیسے دیگر اہم مسائل، پس جو شخص طویل عمر، طاعت و عبادت پر عمل پیرا رہا اس کے ساتھ ساتھ عالم کے قدیم (ازلی ابتدا) ہونے یا حشرِ جسمانی یا اللہ تعالیٰ کے جزئیات کو نہ جاننے کا قائل تھا

marfat.com

وہ اہلِ قبلہ سے نہیں ہوگا، اہلِ سنت کے نزدیک اہلِ قبلہ میں سے کسی کی تکفیر نہیں کی جائے گی، اس سے مراد یہ ہے کہ جب تک کفر کی کوئی علامت نہ پائی جائے اور اس سے کفر کا کوئی سبب صادر نہ ہو۔"

شرحِ مواقف میں ہے:

وَلَا یُکَفَّرُ اَھْلُ الْقِبْلَۃِ اِلَّا بِمَا فِیْہِ نَفْیٌ لِلصَّانِعِ الْقَادِرِ الْعَلِیْمِ اَوْ شِرْکٌ اَوْ اِنْکَارٌ لِلنُّبُوَّاتِ اَوْ اِنْکَارٌ مَا عُلِمَ بِمَجِیْئِہٖ عَلَیْہِ السَّلَامُ بِہٖ ضَرُوْرَۃً اَوِ الْمُجْمَعِ عَلَیْہِ کَاسْتِحْلَالِ الْمُحَرَّمَاتِ الَّتِیْ اُجْمِعَ عَلٰی حُرْمَتِھَا فَاِنْ کَانَ ذٰلِکَ الْمُجْمَعُ عَلَیْہِ مِمَّا عُلِمَ ضَرُوْرَۃً مِّنَ الدِّیْنِ فَذٰلِکَ ظَاھِرٌ وَدَاخِلٌ فِیْمَا تَقَدَّمَ ذِکْرُہٗ وَاِلَّا فَاِنْ کَانَ اِجْمَاعًا ظَنِّیًّا فَلَا کُفْرَ بِمُخَالَفَتِہٖ وَاِنْ کَانَ قَطْعِیًّا فَفِیْہِ خِلَافٌ انتہٰی۔

"اہلِ قبلہ کی تکفیر نہیں کی جائے گی مگر ایسے کلام سے جس میں قدرت والے، علم والے خالق کی نفی یا شرک یا نبوت سے متعلق امور کے انکار یا ایسی اشیاء کے انکار سے جن کے بارے میں بداہۃً ثابت ہے کہ انہیں نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لائے ہیں یا جن پر امتِ مسلمہ کا اتفاق ہے مثلاً ان محرمات کو حلال جاننا جن کے حرام ہونے پر اجماع ہے اگر وہ متفق علیہ ضروریاتِ دین سے ہے تو اس کے انکار کا کفر ہونا ظاہر ہے اور وہ ماقبل میں داخل ہے ورنہ اگر اجماع ظنی ہے تو اس کا انکار کفر نہیں ہے اور اگر اجماع قطعی ہے تو اس کے

انکار کے کفر ہونے میں اختلاف ہے"۔

اسی طرح دوسری کتابوں میں ہے۔

جب ثابت ہو گیا کہ امتِ مسلمہ کا اس پر اتفاق ہے کہ نبیِ اکرم و دیگر انبیاء علیہ وعلیہم السلام کی تخفیفِ شان کفر ہے اور یقیناً یہ مسئلہ ضروریاتِ دین سے ہے پس جو شخص اس مسئلہ میں شک کرے وہ کافر ہے، تخفیفِ شان کے مرتکب کا کیا حال ہو گا؟

اس مقام میں گفتگو ختم ہوئی۔

marfat.com

خلاصۂ فتوے

جب چاروں مقام مکمل ہو گئے تو اب خلاصۂ فتوے اور استفسار کا جواب سنئے!

سائل نے تین سوال کئے تھے:

(۱) یہ کلام حق ہے یا باطل؟

(۲) اس کا یہ کلام حضرت سید الاولین والآخرین افضل الانبیاء والمرسلین آپ پر صلوٰۃ بھیجنے والوں کی پاکیزہ ترین صلوٰۃ، سلام بھیجنے والوں کا بہترین سلام، فرشتوں اور مسلمانوں کا پسندیدہ ترین تحفہ ہو، کی شانِ عالی اور قدرِ جلیل وجمیل کی تنقیص وتخفیف ہے یا نہیں؟

(۳) اگر یہ کلام نبی اکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی تنقیصِ شان کی قباحت پر مشتمل ہے تو اس کے مرتکب کا حال اور حکم شرعاً کیا ہے اور وہ دین وملت کے لحاظ سے کون ہے؟

پہلے سوال کا جواب یہ ہے کہ قائل کا کلام مذکور سراپا جھوٹ، دروغ، فریب اور دھوکہ ہے کیونکہ وہ گناہگاروں کی نجات کے لئے شفاعت کے سبب ہونے کی نفی کرتا ہے اور نبی اکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم، دیگر انبیاء وملائکہ علیہم السلام اور اصفیاء سے شفاعت وجاہت اور شفاعت محبت کی نفی کرتا ہے۔ اس کا یہ عقیدہ کتابِ مبین، احادیثِ سید المرسلین اور اجماعِ مسلمین کے خلاف ہے جیسے مقامِ اول میں تفصیلاً ثابت ہوا اور مقامِ ثانی میں اس کلام کے کچھ حصوں کا بطلان دلائل سے واضح ہوا۔

marfat.com

دوسرے سوال کا جواب یہ ہے کہ اس کا کلام بلا شبہ بارگاہِ الٰہی کے مقربین کے سردار، دیگر انبیاء، ملائکہ، اصفیاء، مشائخ اور اولیاء، صلی اللہ تعالےٰ علیہ وعلیہم وسلم کی تنقیصِ شان پر مشتمل ہے اور استخفاف پر دلالت کرتا ہے جیسے مقامِ ثالث میں مذکور ہوا اور اس سے پہلے دلائل سے ثابت ہوا۔

تیسرے سوال کا جواب یہ ہے کہ اس بیہودہ کلام کا قائل از روئے شریعت کافر اور بے دین ہے اور ہرگز مسلمان نہیں ہے اور شرعاً اس کا حکم قتل اور تکفیر ہے جو شخص اس کے کفر میں شک و تردد لائے یا اس استخفاف کو معمولی جانے کافر و بے دین اور نامسلمان ولعین ہے مگر کفر اور بے دینی میں اس شخص سے کم ہے جو اس گمراہانہ کلام کو قابلِ تحسین جانتا ہے اور اس کلام کے اعتقاد کو ضروریاتِ دین میں سے شمار کرتا ہے، ایسا شخص کفر میں قائل کے برابر ہے بلکہ استخفاف میں اس سے بھی بڑھ کر ہے کیونکہ اس نے نبیِ اکرم، دیگر انبیاء، ملائکہ اور اولیاء علیہ وعلیہم الصلوٰۃ و السلام کے استخفاف کو مستحسن جانا اور اسے ضروریاتِ دین میں سے گمان کیا، اسی طرح جو شخص ظاہراً یا باطناً ایسے مسائل میں اس قائل کی طرفداری روا رکھتا ہے اور اہلِ علم میں اس کی عزت کے تحفظ کے لئے دور از کار تاویلات اختیار کرتا ہے وہ بھی نبیِ اکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی تخفیفِ شان کا مرتکب ہوا ہے کہ ایک بے دین کی طرفداری کو سید الانام صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی عزت وحرمت پر ترجیح دی اور ملامت کے خوف بلکہ بتقاضائے بدبختی اس کلام کے ثابت کرنے کے درپے ہوا جو نبی اکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی تخفیفِ شان پر دلالت کرتا ہے اور یہ سب کفر اور الحاد ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں نبی اکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم اور آپ کی آلِ پاک کے طفیل اس سے محفوظ رکھے،

چوتھے مقام میں ان مقاصد کے ثابت کرنے سے فراغت حاصل ہوئی، پس ظالم قوم کی جڑ کاٹ دی گئی، والحمد للہ رب العالمین۔

marfat.com

خاتمہ

اب کفر کی گہری ظلمت چھٹ گئی اور ایمان کا نور جگمگا اٹھا، جو چاہے ایمان لائے اور جو چاہے کفر کرے، ہدایت کے پیروکاروں پر سلام ہو۔

یہ تحریر ہدایت دینے والے بے نیاز رب کی طرف محتاج بندے **محمد فضل حق بن محمد فضل امام فاروقی حنفی خیرآبادی** کی ہے، اللہ تعالٰے دنیا و آخرت میں ان دونوں پر لطف و کرم فرمائے اس ذاتِ کریم کے طفیل جو مجالس کو زینت دینے والوں میں سب سے بہتر ہیں، جن کی عنایت نے پکارنے والے کی پکار کا جواب دیا اور وسیع کرم سے دشمن کو جود و سخا سے نوازا، شہری اور دیہاتی کو اپنی بروقت نوازش، ظاہر عطا اور بے اندازنعمتوں سے مالا مال کیا مقابلہ کرنے والوں کو ہلاک کیا، دشمنوں کی روحیں قبض کرلیں اور جنہیں ایک ماہ کی مسافت کے قصبوں اور دیہاتوں تک ہیبت سے مدد دی گئی، اللہ تعالٰے آپ پر اور آپ کے آل واصحاب پر رحمتیں نازل فرمائے جو بیابانوں کے ستارے اور روزِ قیامت کے شفیع ہیں جس دن (رحمتِ الٰہی کے بغیر) کوئی قیدی نجات نہیں پائے گا اور راہِ راست پر چلنے والا قید نہیں

marfat.com

کیا جائیگا (یہ بارانِ رحمت) اس وقت تک رہے جب تک حُدی خوانوں کا سردار اونٹنیوں کو وجد میں لاتا رہے، بلند آواز اور خوش نوائی سے شوق والوں کو گرماتا رہے اور آفاقِ عالم میں انعامات اور حوادث کے بادل برستے رہیں، میں نے اس تصنیف کا نام

تحقیق الفتویٰ فی ابطال الطغویٰ

(طغیان اور سرکشی کے رد و ابطال میں فتوے کی تحقیق) رکھا۔

مجھے اللہ تعالیٰ سے امید ہے کہ اسے میرے لئے ذخیرۂ آخرت اور معاند کے لئے تنبیہ بنائے گا کیونکہ مخالف تحریر سے میرا ارادہ احباب میں فخر کرنے کا نہیں ہے، میں تو حسبِ استطاعت اصلاح چاہتا ہوں، اللہ تعالیٰ ہی مجھے توفیق دینے والا ہے اسی پر مجھے اعتماد ہے اور اسی کی طرف میں رجوع کرتا ہوں، اے ہمارے رب! ہمارے اور ہماری قوم کے درمیان حق کو واضح فرما، تو ہی سب سے بہتر حق کو واضح فرمانے والا ہے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیرِ خلقِہٖ محمدٍ وّاٰلِہٖ وصحبِہٖ اجمعین۔

۱۸ رمضان المبارک ۱۲۴۰ھ

(۱) | محمد فضل حق ۱۲۳۷ھ |

(۲) | المتوکل علی اللہ محمد شریف ۱۲۴۰ھ |

(۳) | حاجی محمد قاسم |

marfat.com

(۴)
فقیر محمد حیات الآری

(۵)
کریم اللہ

(۶)
محمد رشید الدین

(۷)
مخصوص اللہ

(۸)
محمد رحمت

(۹)
عبد الخالق

(۱۰)
محمد عبد اللہ

(۱۱)
محمد موسیٰ

(۱۲)
خادم محمد

(۱۳)
احمد سعید مجددی

(۱۴)
محمد شریف

(۱۵)
محمد حیات

(۱۶)
صدر الدین

(۱۷)
رحیم الدین

(۱۸) جب میں نے اس کتاب کے دعاوی اور ان کے دلائل کسی عناد اور مخالفت کے بغیر نظرِ انصاف سے دیکھے، اسے ایسا حق پایا جسے باطل کسی جانب سے لاحق نہیں ہو سکتا تو میں نے اس پر مہرِ تصدیق ثبت کر دی۔

محبوب علی

(بحمدہٖ تعالیٰ ۸ رمضان المبارک ۱۳۹۸ھ/ ۱۴ اگست ۱۹۷۸ء کو ترجمہ مکمل ہوا۔ محمد عبد الحکیم شرف قادری)

marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تحریر اول

از: بطل حریت علامہ محمد فضل حق خیر آبادی رحمہ اللہ تعالیٰ

مولوی محمد اسماعیل دہلوی نے ''تقویۃ الایمان'' میں مسئلہ شفاعت پر گفتگو کرتے ہوئے ایک قبیح عبارت لکھی، علامہ محمد فضل حق خیر آبادی نے اس پر رد کرتے ہوئے چند صفحات تحریر کئے، ان کا ترجمہ آئندہ صفحات میں پیش کیا جا رہا ہے۔

مولوی محمد اسماعیل دہلوی نے اس کے جواب میں ایک رسالہ'' یک روزہ لکھا، حضرت علامہ نے اس کے رد میں "تحقیق الفتوی فی إبطال الطغوی" (شفاعت مصطفیٰ علیہ السلام) لکھی اور جب مولوی محمد اسماعیل دہلوی کے شاگرد مولوی حیدر علی ٹونکی نے اس کے جواب میں ایک کتاب لکھی تو علامہ نے اس کے جواب میں "امتناع النظیر" لکھی، اور وہ کتاب خود بے نظیر واقع ثابت ہوئی، آج تک کسی کو اس کے جواب میں زبان کھولنے کی جرأت نہیں ہو سکی۔

محمد عبد الحکیم شرف قادری

marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

(ترجمہ : محمد عبد الحکیم شرف)

تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ رب العالمین کے لیے ہیں اور اچھی عاقبت متقین کے لیے اور درود و سلام ہو اللہ تعالیٰ کے رسول حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور آپ کی تمام آل اور صحابہ کرام پر۔

صاحب تقویۃ الایمان نے (اپنی کتاب کی) تیسری فصل میں شرک کا رد کرتے ہوئے وجاہت کا معنی بیان کرنے کے بعد کہا :

اوس شاہنشاہ کی تو یہ شان ہے کہ ایک آن میں ایک کُن سے چاہے تو کروڑوں نبی اور ولی اور جن اور فرشتے جبریل اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے برابر پیدا کر ڈالے۔

یعنی اللہ تعالےٰ اس امر پر قادر ہے کہ ایک آن میں ایک امر کن سے کروڑوں افراد حضرت محمد صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے برابر عدم سے وجود میں لے آئے اور یہ جمہور مسلمانوں کے متفقہ عقیدے کے خلاف ہے، کیونکہ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی مثال ممتنع الوجود ہے (یہ صغرےٰ ہے) اور جس چیز کا وجود ممتنع اور محال ہو وہ اللہ تعالےٰ کی قدرت کے تحت داخل نہیں ہے (یہ کبرےٰ ہے)

صغرٰی کا بیان یہ ہے کہ اگر نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ کی مثل کوئی شخص ممکن ہو تو وہ لازماً نبی ہو گا، کیونکہ غیر نبی، نبی کی مثل نہیں ہو سکتا، لیکن آپ کے مماثل نبی ممکن نہیں ہے، کیونکہ آپ خاتم الانبیا ہیں اور خاتمیت کا معنی یہی ہے کہ آپ کی مثل کا وجود ممکن نہ ہو، اس لئے کہ انسانی کمالات کی انتہا مرتبہ نبوت ہے اور اس مرتبہ کا کمال یہ ہے کہ خواصِ ثلاثہ[1] کے قوی ترین مراتب پر مشتمل ہو۔ جس سے زیادہ قوی مرتبہ

---

[1] علامہ عبد العزیز پرہاروی فرماتے ہیں کہ حکماء اسلام (باقی اگلے صفحہ پر)

marfat.com

عالم امکان میں متصور نہیں ہے، لہذا ختم نبوت سے بلند مرتبہ ممکن ہی نہیں ہے۔

وہ مرتبہ کہ وجود امکانی کے مراتب میں اس سے بلند تر کوئی مرتبہ نہیں ہے وجود خاتم الانبیاء کا مرتبہ ہے، جب نبوت اس مرتبہ تک پہنچتی ہے تو ختم ہو جاتی ہے، ابتدا کے سلسلے میں معلولِ اول کا مرتبہ اور (انتہاء و) رجوع کے سلسلے میں خاتم الانبیاء کا مرتبہ یکساں ہے (ابتدا و انتہائی)، قوس نزولی اور صعودی اس جگہ اکٹھی ہو جاتی ہیں اور دائرہ وجود اس جگہ مکمل ہو جاتا ہے جس طرح سلسلۂ آغاز میں اولِ سلسلہ اور واجب الوجود کے درمیان کوئی فرد متصور نہیں ہے، اسی طرح سلسلۂ انتہا میں آخرِ سلسلہ اور واجب الوجود کے درمیان کوئی مرتبہ متصور نہیں ہے، جس طرح وجود کا آغاز واجب الوجود سے ہے اسی طرح وجود کا انجام بھی وہی ہے، مبدا بھی وہی اور معاد بھی وہی ہے۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ اگر خاتم الانبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیہم وسلم کا مماثل ممکن ہو تو یقیناً اس کے واقع ہونے سے محال لازم نہیں آئے گا، کیونکہ ممکن کے واقع اور متحقق ہونے سے محال لازم نہیں آیا کرتا، جبکہ اس جگہ خاتم النبیین کے مماثل کے واقع ہونے سے آیۂ کریمہ مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَا اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ کے منطوق کا کذب لازم آتا ہے، یہ آیت حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مثل کے بالفعل موجود ہونے کے

(صفحہ گزشتہ سے آگے) کہتے ہیں کہ نبی میں تین شرطوں (خواص) کا پایا جانا ضروری ہے (۱) مُغَیَّبات پر مطلع ہونا اور یہ اس لیے کہ ان کی روح کا مقرب فرشتوں کے ساتھ اتصال ہوتا ہے (۲) عناصر کا ہیولےٰ ان کی اطاعت کرتا ہے اور وہ اس میں تصرف کرتے ہیں مثلاً ہوا کو پانی بنا دینا (۳) فرشتوں کو محسوس صورت میں دیکھتے ہیں اور ان کا کلام بطورِ وحی سنتے ہیں (نبراس ص ۴۲۹ مختصراً) خواص ثلاثہ سے علامہ خیرآبادی کی مراد یہی تین خواص ہیں ۱۲ شرف قادری

marfat.com

ممتنع ہونے پر صراحتًہ دلالت کرتی ہے، وجود مثل کو ممکن ماننا اللہ تعالیٰ کے بارے میں جھوٹ کو جائز قرار دینا ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ کا جھوٹ محال ہے کیونکہ وہ نقص ہے اور نقص اللہ تعالیٰ کے بارے میں محال ہے، آیاتِ وعید، دیگر آیات اور احادیث کے پیشِ نظر شروط معلومہ کے ساتھ مشروط ہیں، ظاہر ہے کہ آیتِ مذکورہ اُن آیات کی طرح نہیں ہے تاکہ اس آیت کو قوتِ شرطیہ میں قرار دے کر لزومِ کذب کے استحالہ کو دفع کیا جاسکے۔

کبریٰ کی دلیل یہ ہے کہ قدرت کا معنیٰ ہے فعل اور ترک کا صحیح ہونا جیسے کہ محقق دوانی کی شرح عقائد عضدیہ میں ہے یا قدرت کا معنیٰ وہ صفت ہے جو ارادہ کے مطابق مؤثر ہو جیسے کہ شرح مواقف اور تجرید کی شرح جدید میں ہے اور لازمی بات ہے کہ ایسی صفت فاعل کی نسبت سے صحت کا تقاضا کرے گی کیونکہ قادر وہی ہے جس کے لیے کسی کام کا کرنا اور ترک دونوں صحیح ہوں، فاعل کی نسبت کی قید اس لیے لگائی ہے کہ فعل فی نفسہ ممکن اور صحیح ہے، قدرت نے اسے ممکن اور صحیح نہیں بنایا ورنہ قلب مواد (واجب یا محال کا ممکن بنا دینا) لازم آئے گا، ہاں یہ کہہ سکتے ہیں کہ قدرت نے فعل کو فاعل موجد کی نسبت سے صحیح اور ممکن بنا دیا ہے، ماننا پڑے گا کہ قدرت ممکن پر ہی ہوتی ہے اور اس معاملے میں تمام ممکنات برابر ہیں، قدرت کی مقتضی اللہ تعالےٰ کی ذات ہے اور مقدور ہونے کو صحیح قرار دینے والا امکان ہے ذات باری تعالیٰ کی نسبت تمام ممکنات کی طرف برابر ہے۔

جب بعض پر قدرت ثابت ہوئی تو تمام ممکنات پر قدرت ثابت ہو گی، کیونکہ امکان تمام ممکنات میں مشترک ہے، اللہ تعالیٰ ہر اس چیز پر قادر ہے جو ممکن ہو۔ ممتنع اور واجب اس کی قدرت کے تحت داخل نہیں ہیں۔ اس سے عجز لازم نہیں آتا جو قدرت کے مقابل ہے، کیونکہ ممتنع کے ایجاد پر قدرت کا نہ ہونا عجز نہیں ہے اس

marfat.com

لیے کہ ممتنع وجود کے قابل ہی نہیں ہے، آیۂ کریمہ اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ اور وَاللّٰہُ خَالِقُ کُلِّ شَیْءٍ کا معنیٰ مفسرین نے بیک زبان یہی بیان کیا ہے کہ شے سے مراد ہر ممکن ہے، کیونکہ محال بالاتفاق شے نہیں ہے اور واجب و محال پر قدرت نہیں ہوتی، بیضاوی میں ہے کہ قدرت کا معنیٰ شے کو پیدا کر سکنا ہے۔

صاحب کشاف جو اکابر معتزلہ میں سے ہیں آیۂ کریمہ اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ کی تفسیر میں کہتے ہیں:

قادر کے حق میں شرط یہ ہے کہ فعل محال نہ ہو، جب تمام اشیاء پر قادر کا ذکر ہو تو محال خود مستثنیٰ ہے، گویا کہا گیا ہے کہ ہر اس چیز پر قادر ہے جو ہو سکتی ہے، اس کی نظیر یہ ہے کہ کہا جاتا ہے فلاں شخص انسانوں کا امیر ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ اپنے ماسوا کا امیر ہے وہ شخص بھی اگرچہ انسانوں میں سے ہے لیکن اس وقت وہ ان میں داخل نہیں ہے[1]۔

اس عبارت سے صراحۃً معلوم ہوتا ہے کہ معتزلہ بھی اس امر کے قائل ہیں کہ واجب تعالیٰ ممتنع پر قادر نہیں ہے پس ثابت ہوا کہ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی نظیر ممتنعات میں سے ہے اور اللہ تعالیٰ رحمۃٌ للعالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مثل ایک شخص کے پیدا کرنے پر بھی قادر نہیں ہے، چہ جائیکہ ایک آن میں آپ کی مثل ہزاروں افراد پیدا فرما دے۔

اس جگہ زیادہ سے زیادہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ اگر دلیل کے صغرے میں امتناع سے مراد امتناع ذاتی ہے تو ہم صغرے تسلیم نہیں کرتے، کیونکہ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ تعالےٰ

---

[1] جار اللہ زمخشری، تفسیر کشاف، طبع تہران، ج ۱ ص ۲۲۲

marfat.com

علیہ وسلم کی نظیر ممتنع بالذات نہیں ہے، بلکہ نظیر اس لیے محال ہے کہ آپ کا خاتم النبیین ہونا اللہ تعالیٰ کے خبر دینے سے ثابت ہے اور اللہ تعالیٰ کی خبر میں کذب ممتنع بالغیر ہے[1] اور ممتنع بالغیر ہونا امکانِ ذاتی کے منافی نہیں ہے اور اگر امتناع سے مراد امتناع بالغیر ہے تو صغرٰی مسلم ہے، لیکن کبریٰ میں کلام ہے کہ اس جگہ ممتنع کس معنیٰ میں ہے؟ اگر اس جگہ بھی ممتنع بالغیر مراد ہو تو حدِ اوسط ضرور مکرر ہے لیکن کبریٰ ممنوع ہے کیونکہ ہمیں یہ تسلیم نہیں ہے کہ جس چیز کا وجود ممتنع بالغیر ہو وہ بھی اللہ تعالیٰ کی قدرت کے تحت داخل نہیں ہے جب کبریٰ میں ممتنع سے مراد ممتنع بالذات ہو تو کبریٰ کی صحت میں شک نہیں ہے لیکن حد اوسط مکرر نہ ہوئی اور (اصغر کا اکبر کے تحت) اندراج لازم نہ آیا۔ اس گفتگو سے واضح ہو گیا کہ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مثل کے واقع ہونے سے جو محال لازم آیا ہے وہ امتناعِ بالغیر کی وجہ سے ہے نہ کہ امکانِ ذاتی کی بنا پر۔

مخفی نہ رہے کہ یہ جواب ہمارے مقصد کے منافی نہیں ہے، کیونکہ ایسا ممکن بالذات جس کا واقع نہ ہونا نصِ قرآنی سے ثابت ہو اس کے وقوع کے ساتھ تین صفات کا تعلق برابر ہے۔ ۱۔ قدرت کا تعلق۔ ۲۔ ارادہ کا تعلق جس کا مطلب ہے دو مقدوروں میں سے ایک کو وقوع کے ساتھ خاص کرنا۔ ۳۔ خلق کا تعلق جس کا معنیٰ ہے شے کا عدم سے فعلیت اور وجود کی طرف نکالنا۔ خلاصہ یہ کہ جس ممکن کے واقع نہ ہونے کی خبر خود اللہ تعالیٰ نے دی ہے اس کا واقع ہونا ممتنع بالذات کی طرح قدرت سے خارج ہے اور اگر فرض کیا جائے کہ امتناع بالغیر بھی قدرت کے متعلق ہونے کے منافی نہیں ہے اور بہت سے افراد مظہر تجلیات افضل المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیہم وسلم کی ذاتِ اقدس کے مماثل، امکانِ ذاتی اور تصورِ عقل کے پیشِ نظر صرف اس اعتبار سے کہ وہ ممکن ذاتی ہیں، قطع نظر امور خارجہ اور

---

[1] یہ صحیح نہیں ہے تفصیل کے لئے دیکھئے سبحان السبوح از امام احمد رضا بریلوی ۱۲ — شرف قادری

استفتاء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حامداً للّٰہ[1] والیہ متضرعاً و مصلیاً علیٰ حبیبہ[2] وبہ الیہ مستشفعاً متذرعاً،

چہ[3] میفرمایند علمائے شرع[4] متین و مفتیان مخلصین از اہل صدق و یقین درحق کسے کہ یک رسالہ بزبان ریختہ اردو[5] دربیان بعضے[6] مسائل اعتقادیہ برائے تلقین عوام سوقیہ[7] کہ سواد فارسیت ہم ندارند، تالیف دادہ دربیان شفاعت، زبانِ خود بایں کلمات بیالاید و بایں عبارت، عقیدۂ مکنونہ ضمیرِ خود وانماید[8]:۔

"اس جگہ ایک بات بڑے کام کی ہے اس کو کان رکھ کر سن لینا چاہیے ...... کہ شفاعت کہتے ہیں سفارش کو اور دنیا میں سفارش کئی طرح کی ہوتی ہے جیسے ظاہر کے بادشاہ کے ہاں کسی شخص کی چوری ثابت ہو جائے اور کوئی امیر و وزیر اس کو اپنی سفارش سے بچالے تو ایک تو یہ صورت ہے کہ بادشاہ کا جی تو اس چور کے پکڑنے ہی کو چاہتا ہے اور اس کے آئین کے موافق اس کو سزا پہنچی ہے مگر اس امیر سے دب کر اس کی سفارش مان لیتا ہے اور اس

---

[1] حامدا والیہٗ [2] خبیبہ الوجیہ (پ) [3] سوال (پ) [4] دین (پ) [5] اڑدو (پ)

[6] بعض (پ) [7] شوقیہ (پ) ۔ [8] نماید۔ ہکذا (پ)

marfat.com

چور کی تقصیر معاف کر دیتا ہے کیونکہ وہ امیر اس کی سلطنت کا بڑا رکن ہے اور اس کی بادشاہت کو بڑی رونق دے رہا ہے، بادشاہ یہ سمجھ رہا ہے کہ ایک جگہ اپنے غصے کو تھام لینا اور ایک چور سے درگزر کر جانا بہتر ہے اس سے کہ اتنے بڑے امیر کو ناخوش کر دیجئے کہ بڑے بڑے کام خراب ہو جائیں اور سلطنت کی رونق گھٹ جائے، اس کو شفاعت وجاہت کہتے ہیں یعنی اس امیر کی وجاہت کے سبب سے اس کی سفارش قبول کی، اس قسم کی سفارش اللہ کی جناب میں ہرگز ہرگز نہیں ہو سکتی اور جو کوئی نبی و ولی کو یا امام اور شہید کو یا کسی فرشتے کو یا کسی پیر کو اللہ کی جناب میں اس قسم کا شفیع سمجھے وہ اصلی مشرک ہے اور بڑا جاہل کہ اس نے خدا کے کچھ معنی ہی نہیں سمجھے اور اس مالک الملک کی قدر کچھ بھی نہ پہچانی، اس شہنشاہ کی تو یہ شان ہے کہ ایک آن میں ایک حکم کُن سے چاہے تو کروڑوں نبی اور ولی اور جن اور فرشتہ جبرئیل اور محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے برابر پیدا کر دے اور ایک ہی دم میں سارا عالم عرش سے فرش تک الٹ پلٹ کر ڈالے اور ایک اور ہی عالم اس جگہ قائم کرے کہ اس کے تو محض ارادے ہی سے ہر چیز ہو جایا کرتی ہے، کسی کام کے واسطے کچھ اسباب اور سامان جمع کرنے کی کچھ حاجت نہیں۔

اور جو سب لوگ پہلے اور پچھلے اور آدمی اور جن بھی سب مل کر جبرئیل اور پیغمبر ہی سے ہو جائیں تو اس مالک الملک کی سلطنت میں ان کے سبب کچھ رونق بڑھ نہ جائے گی اور جو سب شیطان اور دجال ہی سے ہو جائیں تو اس کی کچھ رونق گھٹنے کی نہیں، وہ ہر صورت میں بڑوں کا بڑا ہے اور بادشاہوں کا بادشاہ، اس کا نہ کوئی کچھ

marfat.com

بگاڑ سکے اور نہ کچھ سنوار سکے۔

دوسری صورت یہ ہے کہ کوئی بادشاہ زادوں میں سے یا بیگمات میں سے یا بادشاہ کا معشوق اس چور کا سفارشی ہو کر کھڑا ہو جاوے اور چور کو سزا نہ دینے دے اور بادشاہ اس کی محبت سے لاچار ہو کر اس چور کی تقصیر معاف کر دے تو اس کو شفاعتِ محبت کہتے ہیں یعنی بادشاہ نے محبت کے سبب سے سفارش قبول کر لی اور یہ بات سمجھی کہ ایک بار غصہ پی جانا اور ایک چور کو معاف کر دینا بہتر ہے اس رنج سے کہ جو اس محبوب کے روٹھ جانے سے مجھ کو ہو گا۔ اس قسم کی شفاعت بھی اس دربار میں کسی طرح ممکن نہیں اور جو کوئی کسی کو اس جناب میں اس قسم کا شفیع سمجھے وہ بھی ویسا ہی مشرک ہے اور جاہل جیسا کہ اول مذکور ہو چکا، وہ مالک الملک اپنے بندوں کو بہتیرا ہی نوازے اور کسی کو حبیب کا اور کسی کو خلیل کا اور کسی کو کلیم کا اور کسی کو روح اللہ وجیہ کا خطاب بخشے اور کسی کو رسولِ کریم اور مکین اور روح القدس اور روح الامین فرما دے مگر پھر مالک، مالک ہے اور غلام غلام، کوئی بندگی کے رتبے سے قدم باہر نہیں رکھ سکتا اور غلامی کی حد سے زیادہ نہیں بڑھ سکتا جیسا اس کی رحمت سے ہر دم خوشی سے جھکتا ہے ویسا ہی اس کی ہیبت سے رات دن زہرہ پھٹتا ہے۔

تیسری صورت یہ ہے کہ چور پر چوری ثابت ہو گئی مگر وہ ہمیشہ کا چور نہیں اور چوری کو اس نے کچھ اپنا پیشہ نہیں ٹھہرایا مگر نفس کی شامت سے قصور ہو گیا اس پر شرمندہ ہے اور رات دن ڈرتا ہے اور بادشاہ کے آئین کو سر و آنکھوں پر رکھ کر اپنے تئیں تقصیر وار سمجھتا ہے اور لائق

marfat.com

سزا کے جانتا ہے اور بادشاہ سے بھاگ کر کسی امیر و وزیر کی پناہ نہیں ڈھونڈتا اور اس کے مقابلہ میں کسی کی حمایت نہیں جتاتا اور رات دن اس کا منہ دیکھ رہا ہے کہ دیکھئے میرے حق میں کیا حکم فرما دے؟ اس کا یہ حال دیکھ کر بادشاہ کے دل میں اس پر ترس آتا ہے مگر آئین بادشاہت کا خیال کر کے بے سبب درگزر نہیں کرتا کہ کہیں لوگوں کے دلوں میں اس آئین کی قدر گھٹ جائے، کوئی امیر و وزیر اس کی مرضی پا کر اس تقصیر وار کی سفارش کرتا ہے اور بادشاہ امیر کی عزت بڑھانے کو ظاہر میں اس کی سفارش کا کام کر کے اس چور کی تقصیر معاف کر دیتا ہے، اس امیر نے اس چور کی سفارش اس لئے نہیں کی کہ اس کا قرابتی ہے یا آشنا یا اس کی حمایت اس نے اٹھائی بلکہ محض بادشاہ کی مرضی سمجھ کر، کیونکہ وہ تو بادشاہ کا امیر ہے نہ چوروں کا تھانگی، جو چور کا حمایتی بن کر اس کی سفارش کرتا ہے تو آپ بھی چور ہو جاتا ہے اس کو شفاعت بالاذن کہتے ہیں یعنی یہ سفارش خود مالک کی پروانگی سے ہوتی ہے، اللہ کی جناب میں ایسی قسم کی شفاعت ہو سکتی ہے اور جس نبی ولی شفاعت کا قرآن و حدیث میں مذکور ہے، اس کے معنی یہی ہیں، ہر بندے کو چاہیئے کہ ہر دم اللہ ہی کو پکارے اور اسی سے ڈرتا رہے اور اسی کی التجا کرتا رہے اور اسی کے روبرو اپنے گناہوں کا قائل رہے اور اس کو اپنا مالک بھی سمجھے اور حمایتی بھی اور جہاں تک خیال دوڑائیے اللہ کے سوائے کہیں اپنا بچاؤ نہ جانے اور کسی کی حمایت پر بھروسہ نہ کرے کیونکہ وہ خود بڑا غفور الرحیم ہے، سب مشکلیں اپنے ہی فضل سے کھول دے گا اور سب گناہ اپنی ہی رحمت سے بخش دے گا اور جس کو چاہے گا اپنے حکم سے اس کا

marfat.com

شفیع بنادے گا" عہ

آیا قولِ[1] ایں قائل حق است یا باطل؟ و علی التقدیرین آیا[2] ایں کلام بر استخفاف واستنقاص شانِ عالی مقام حضرتِ سید الانام علیہ افضل الصلوٰۃ والسلام دلالت[3] دارد یا نہ؟ و بر تقدیرِ اشتمال و دلالت آں[4] بریں جریرۂ عظیمہ و جریرۂ کبیرہ قائل[5] از روئے دین و ملت کیست؟ و حال و حکمِ او[6] شرعاً چیست؟ و چوں مسئلہ ہذا از مسائلِ دین و متعلق بہ شانِ حضرتِ افضل المرسلین، سید الاولین والآخرین علیہ ازکیٰ صلواتِ[7] المصلین و اسنیٰ تسلیماتِ المسلمین است، مامول از علمائے مخلصین آنست کہ در تبیینِ حقیقتِ حال و کشفِ غطار از سوال، پاس[8] کسے و رعایت متنفسے ملحوظ ندارند و بفحوائے لَا تَاْخُذُهُمْ فِی الْحَقِّ لَوْمَةُ لَائِمٍ کلمۂ حق بر زبان آرند و جوابِ واقعی بلا زیغ و میل برنگارند و ایشاں را ہیچ گونہ تساہل[9] در رفعِ تلبیس والتباس درنگیرد تا باطل در اذہانِ مسترشدین بپیرایۂ حق نپذیرد۔

الجواب

كَبُرَتْ كَلِمَةً تَخْرُجُ مِنْ أَفْوَاهِهِمْ إِنْ يَقُولُونَ إِلَّا كَذِبًا

ایں کلام لاطائل پُر تطویل از اکاذیبِ اقاویل و اعاجیب اباطیل[10] ہر گز از راستی مساسے و با صدق التباسے ندارد و قائل[11] در بیانِ وجوہِ شفاعت مرتکب وجوہِ شناعت[12] شدہ اقترافِ استخفاف بہ شانِ منیف اشرف ہمہ اشراف از اسلاف و اخلاف بلا نزاع فی ذالک والاخلاف کردہ آبروئے ایمانِ خود ریختہ فتنۂ[13] غوایت و ضلال در ظلمتکدہائے

عہ اسمٰعیل دہلوی مولوی: تقویۃ الایمان (مطبوعہ دفتر اخبار محمدی باڑہ ہندو راؤ، دہلی) ص ۳۸، ۳۵

[1] اشتمال و دلالت (پ) [2] ایں (ذ) [3] قائل آں (پ) [4] او عہ (ذ) [5] صلوٰۃ (ذ) [6] پاس (پ) [7] اباطیل است (پ) [8] دو (پ) [9] قائل آں (پ) [10] فتنہ و غوایت (ذ)۔

بواطنِ جہّال انگیختہ است۔

تفصیلِ ایں مقال و تفصیلِ ایں اجمال در چار مقام بہ ضبطِ ارقام می آید۔

مقامِ اوّل در بیان حقیقتِ شفاعت و وجوہ آں عموماً و شفاعتِ جنابِ خلائق مآب سیّد الشافعین یوم الحساب خصوصاً و در ضمن ایں مقام بر بعض وجوہِ فسادِ ایں کلام، اشعار و اعلام خواہد رفت۔

مقامِ ثانی در بیان بطلان کلمۂ لاطائل کہ ایں قائل در شان سیدالآخرین و الاوائل بر زبان آوردہ۔

مقامِ ثالث در اثبات دلالت و اشتمال ایں مقال[1] بر ضلال و اختلال و بر استخفاف و انتقاصِ شانِ مفروض الاجلال، سرورِ مقربانِ بارگاہِ ذی الجلال۔

مقامِ رابع در حکمِ مرتکبِ ایں جریمۂ شنیعہ عند علماء الشریعہ۔

---

[1] مقام (پ)

marfat.com

المقام الاوّل

باید دانست کہ شفاعت، سفارش را گویند و آں بر دو گونہ است،

یکے[1] سفارش در حطِ جرائم و عفوِ سیئات است[1]،

دومی[2] سفارش در رفع مناصب و اعلائے درجات.

و سفارشِ کسے در حقِ[2] کسے برائے ہمیں مقبول و پذیرا می شود کہ شفیع را نزدِ مستشفع الیہ کرامتے و مکانتے و منزلتے حاصل باشد و حصولِ کرامت و منزلت یکسے نزد کسے بچند وجہ متصور[3] می شود،

یکے[1] آنکہ مستشفع الیہ آں کس را کہ شفیع فرض کردہ شود بحضورِ خود تقربے و از میانِ منتسبانِ حضرتِ خود کرامتے و امتیازے بخشیدہ و منزلتے و مکانتے کرامت کردہ کہ از جملہ آں[4] کرامت و مکانت ایں است کہ او را بعرضِ[5] سخن در بارۂ استعلائے مناصبِ دیگر زیر دستان و استعفائے جرائم گناہگاراں ماذون و عرضِ او را باجابت و شفاعت او را بہ پذیرائی مقرون فرمودہ و اگر عرضِ او پذیرا نفرماید[6] یا سفارش او روا ندارد[7] ہیچ گونہ مضرتے یا رنجے از دل گرفتگی و کبیدگی[8] آں ذی منزلت بحضرتِ او نمی تواند رسید مگر عرضِ او نہ پذیرفتن و سخنِ او را بار نہ دادن منافی آں تشریف و بندہ

---

[1] است × (ذ) [2] نزد کسے در حقِ کسے (پ) [3] متصور × (ذ) [4] آں × (ذ) [5] بعرضِ سخن در رفع مناصب (ذ) [6] نفرماید (پ) [7] ندارند (ذ) [8] کشیدگی (پ)۔

marfat.com

نواز بہا است کہ حضرتِ او نسبت[۱] بآں کس کرامت فرمودہ است۔

ایں شفاعتِ وجاہت است و دریں شفاعت شرط نیست کہ مستشفع الیہ از ناخوشی و نارضامندی شفیع اندیشہ ناک باشد و مخافتِ مضرت در صورت نہ پذیرفتن سفارش داشتہ باشد چہ معنیٔ[۲] شفاعت سفارش است و معنیٔ وجاہت رو داری و منزلت، اندیشہ و ترس مستشفع الیہ از کدام حرف تواں فہمید، و بایں ہمہ ہر عاقل و نادان می داند کہ سفارش دیگر است و تحکم دیگر، در سفارش تحکم نمی باشد۔

اگر کسے گفتہ کسے باندیشۂ زیانے و خوف ضررے بعمل آورد تواں گفت کہ سفارش پذیرفت چہ ایں سفارش پذیرفتن نیست، از دفعِ مضرت از خود است ایں را اطاعت تواں نامید کہ خوفِ مضرت در صورت عدمِ اطاعت[۳] می باشد نہ در صورتِ عدمِ قبولِ شفاعت، مثلاً اگر شہریارِ ذی اقتدار کسے را از اہلِ بار چناں منزلت و جاہ و مکانت و جائیگاہ شفقت فرمودہ کہ او را در عرضِ حاجاتِ امیدواراں و استعطاف و آمرزش خواستن برائے گناہگاراں پروانگی و اختیار و سخن او را بحضورِ خود بار روا[۴] در امجلہ باریافتگاں بساطِ قرب، مزید اعتبار و مزیت فخار کرامت کردہ است و آں کس[۵] بحضورِ بادشاہ، در بارۂ عفوِ آں گناہ کہ آمرزش آں[۶] از حضرت بادشاہ بعید و بدیع نیست، عرضداشت سفارش کند و حضرت شاہ بپاس منزلت و جاہ آں مقربِ بارگاہ از مواخذۂ آں گناہ درگذرد و مرتکب آں را بپیام زد و بقبولِ سفارش آں مقرب، آثارِ علوِ منزلت و سموِ مکانتش مزیت فرماید، نتواں گفت کہ بادشاہ بخوف و اندیشۂ[۷] اختلال در کارخانہ جاتِ سلطنتِ خود سفارش پذیرفت، بلکہ

---

۱ نسبت × (پ) ۲ یعنی (پ) ۳ استطاعت (پ) ۴ و × (ذ) ۵ وآں (پ) ۶ آں را (ذ)

۷ و × (ذ)۔

marfat.com

راست این است کہ بادشاہ بپاسِ منزلت مقرب حضرت وخاطرداشت نزدیک ترین اہلِ خدمت خود، سفارش[1] پذیرفت وقبول فرمود واز گناہِ فلاں مجرم درگزشت۔

واگر کسے بنام بادشاہ باشد وہرگز در رتق[2] وفتق امورِ سلطنت وحل وعقد[3] ضوابطِ مملکت مداخلت[4] نداشتہ ودیگراں برکارخانہ جات دولت، تسلط واقتدار ودربست وکشاد مہمات ونظم ونسقِ ممالک، استقلال[5] واختیار یافتہ باشند، یکے از متسلطین مذکورین ازاں بادشاہِ اسمی، استعفائے جریمۂ[6] گنہگارے کند وآں بادشاہ اسمی باندیشۂ ایں کہ اگر حسبِ گفتۂ ایشاں[7] بعمل نہ آرد مضرتے از ایشاں خواہد رسید کہ آں سلطنتِ صوری ومملکتِ ظاہری درہم[8] برہم خواہد شد، گفتۂ ایشاں بعمل آورد واز جریمۂ عفو ودرگزر کرد نتواں گفت کہ بادشاہ شفاعتِ ایشاں قبول فرمود[9] بلکہ در حقیقت آں بادشاہ[10] نسبت باں[11] متسلطین محکوم ومامور در امتثالِ گفتۂ ایشاں ناچار ومجبور است ایں خود فرمانبرداری واطاعت[12] است نہ قبولِ شفاعت۔

پس ظاہر شد کہ وجاہت ومنزلت بے آنکہ خوف واندیشہ[13] باں منضم کردہ شود باعثِ قبولِ شفاعت است أما عقلاً فلما ذکرنا وأما نقلاً فلقولہ تعالیٰ سبحنہٗ:

وَجِيهًا فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَمِنَ الْمُقَرَّبِينَ

کہ او سبحنہٗ در شانِ حضرت عیسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ السلام ارشاد فرمودہ ایشاں[14] بوجاہت در دنیا وآخرت ممدوح نمودہ اند، اہلِ تفسیر وجاہت را در آخرت بر شفاعت محمول کردہ اند

فی تفسیر البیضاوی فی تفسیر ہذہ الآیۃ:

اَلْوَجَاهَةُ فِي الدُّنْيَا النُّبُوَّةُ وَفِي الْاٰخِرَةِ الشَّفَاعَةُ

---

[1] سفارشِ او قبول فرمودہ واز گناہِ غلامانِ مجرم (ذ) [2] در اتق وفتق (ذ) [3] حل عقد (پ) [4] لیاقت (ذ) [5] اشتغال (ذ) [6] جرائم (پ) [7] ایشاں × (ذ) [8] درہم × (پ) [9] او (ذ) [10] بادشاہ × (ذ) [11] فرمودہ (ذ) [12] آں (ذ) [13] و × (ذ) [14] اندیشہ را (پ)۔

marfat.com

یعنی وجاهت در دنیا نبوت[1] است و در آخرت شفاعت۔

دومی آنکه مستشفع الیه بآں کس که شفیع فرض کرده شود محبت داشته باشد، مقتضائے محبت ایں است که رضاجوئی محبوب واسترضاءِ خاطرش بهر[2] گونه منظور دارد و دواعیٔ شکست خاطرش ودل گرفتگی هائے او از پیرامنش دور داشته آید چه محباں شکستِ خاطر وکبیشیدگی[3] احباء بلکه دوستاں، آزردنِ دلِ دوستاں روا نمی دارند ومحبت خواهاں رنجیدنِ محبوباں ودل گرفتگی هائے ایشاں گوارا نمی کنند والبته التماس ایشاں می پذیرند وسفارش ایشاں را به قبول ورضا تلقی می کنند وبیشتر در قبول شفاعت وپذیرائی سفارشِ ایشاں ایں معنی محظور [illegible] اینها [illegible] باشد که اگر سفارش ایشاں نه پذیرند[4] ایشاں بر آنها[5] غضب آورده خواطر اینها را تواند[6] رنجانید ویا اینها دل خشم رفته آزارے به دلهائے اینها تواند[7] رسانید چه خاطر داشت دلداری محبوب مقتضائے[8] محبت است ورضاء وتسلیم لازمهٔ ایں صفت، ایں حال از کسے تواں پرسید که محبت داشته باشد، ایں معنی از روئے عقل ونقل ثابت است امّا عقلاً پس مذکور شد واما نقلاً فلقوله صلے الله تعالیٰ علیه وسلم:

کَمْ اَشْعَثَ اَغْبَرَ ذِیْ طِمْرَیْنِ لَا یُؤْبَهُ لَهٗ لَوْ اَقْسَمَ عَلَی اللّٰهِ لَاَبَرَّهٗ۔

یعنی بسا گرد آلوده سر، خاکسار، صاحبِ دو چادر کهنه که باک ومبالات بایشاں[9] کرده نمی شود هستند که اگر سوگند یاد کنند بر خدا، خدائے تعالےٰ سوگندِ ایشاں راست گرداند یعنی خاطر داشت ایشاں کند وهر چه که ایشاں سوگند برآں یاد کنند بوجود آرد وخواهشِ ایشاں رد نه کند۔

---

[1] نبوت او (پ) [2] هر (پ) [3] کشیدگی (پ) [4] پذیرد (ذ) [5] بر آنها (پ) [6] تواند (پ) [7] تواند (پ) [8] بمقتضائے (ذ) [9] ایشاں (پ)۔

marfat.com

باید فہمید کہ ایں ہمہ مقتضائے محبت است والّا خاکسارانِ ناچار کدام رنج وآزار بحضرتِ پروردگار توانند رسانید، آرے شانِ محبوبانِ حضرتِ ایزدی آن است کہ درحدیثِ قدسی ارشاد شدہ :

فَاِذَا اَحْبَبْتُهٗ كُنْتُ[1] سَمْعَهُ الَّذِيْ[2] يَسْمَعُ بِهٖ وَبَصَرَهُ الَّذِيْ يَبْصُرُ بِهٖ وَيَدَهُ الَّتِيْ[3] يَبْطِشُ بِهَا وَرِجْلَهُ الَّتِيْ[4] يَمْشِيْ بِهَا ،

ودرروایتے آمدہ :

وَلِسَانَهُ الَّذِيْ يَنْطِقُ بِهٖ

"یعنی ہرگاہ دوست داشتم آں[4] بندہ راپس باشم من[5] گوشِ او آنکہ بداں می شنود ودیدۂ او آنکہ بداں می بیند ودستِ او آنکہ درگیرد بداں وپائے او آنکہ می رود بداں وزبانِ[6] او آنکہ می گوید باں[7]"۔

ازیں حدیثِ قدسی، تقرب وکرامتِ محبوبانِ الٰہی دریافتہ[8]، بہ آثارِ محبوبیتِ ایشاں یقین باید آورد وبرائے قبولِ شفاعت، وجوہِ دیگر اند کہ مآلِ ہمہ ہمین است کہ نزدِ مستشفع الیہ شفیع را[9] منزلتے ومکانتے حاصل باشد، ذکرآں وجوہ کہ متعلقِ مقام نیست زاید می نماید۔

بعد سماعتِ ایں تمہید باید شنید کہ در بارگاہ عزوجلالِ ایزدِ متعال تعالت[10] کبریائہ وجلت اسماؤہٗ ہر مخلوق را نسبتِ بندگی وعبودیت حاصل است وہمہ مخلوقات کبیرہا وصغیرہا ونقیرہا وقطمیرہا از بشر وملائکہ وغیرہا از انبیاء تا امم واز ملوک تا خدم دربار

---

[1] کنت (ذ) [2] الذی (ذ) [3] الذی (ذ) [4] آں × (پ) [5] من × (پ) [6] او × (پ)
[7] بداں (پ) [8] دریافتہ × (ذ) [9] را (ذ) [10] تعالت (تا) بکبیرہا × (ذ)۔

marfat.com

عبودیت بآں حضرت متقدسہ متعالیہ نسبت واحدہ دارند و کسے را با او در ملک واقتدار او مساہمت یا در مشیت واختیار او مزاحمت یا در حکم و کردار او مقاومت بوجہ من الوجوہ نیست او ہر چہ می خواہد می کند و ہر چہ می خواہد قضا می فرماید و بہ[1] ہر گونہ کہ مشیت او می آید در ملک و ملکوت تصرف می نماید، او را نہ شریکے ہست و نے انبازے و نہ مددگارے و نے کارسازے و نہ او را بتدبیر کدام وزیر و معاونت کدام ممد و ظہیر نیازے از رضا، و خوشنودی کسے رونق مملکتش نمی افزاید و از نارضامندی و رنجش متنفسے اختلال[2] در کار خانجات حکمتش پدید نمی آید۔

اِلّا او سبحانہ[3] آفریدگان خود را بمراتب متفاوتہ و مدارج متباعدہ آفریدہ و قرار دادہ است و بون بعید در رتب و درجات ایشاں[4] درمیان نہادہ، بعض را برگزیدہ و از مقربان بارگاہ عز و جلال و بعضے را راندہ از دور افتادگان ذل و ضلال گردانیدہ و در ہر دو قسم مراتب متفاوتہ و درجات متباینہ مرتب فرمودہ و ہر یکے را از مقربان بارگاہ خود علیٰ قدر تفاوت درجاتہم و علیٰ حسب مراتبہم منزلتے و مکانتے بخشیدہ آنچہ از تشریف و اکرام مناسب[5] ہر یک منزلت و مکانت[6] است باصحاب آں ارزانی داشتہ و شفاعت ہر یک از مقربان حضرت کبریائے خود، نسبت بحاجات[7] وابستگان و متوسلان او در دین و دنیا بسبب وجاہت آں مقرب و محبت حضرت خود باو[8] مقبول و پذیرا می فرماید و مقربان آں بارگاہ را علیٰ اقدار منازلہم و مراتبہم از حضرت او سبحانہ در شفاعت وابستگان و متوسلان خود ہا در دارین در بارۂ دفع مضرت و نکال و جلب منافع در حال و مآل ماذون و مجاز و بدیں تشریف از سائر خلق بکرامت ممتاز

---

[1] اختلافے (پ) [2] و (ذ) [3] ایشاں × (ذ) [4] مناصب (ذ) [5] کرامت (پ)

[6] باو (پ)۔

marfat.com

می گرداند۔

ازیں جاست کہ اکثر خلق در مہمات وحاجات خود ہا در دارین از حضرات مقربین استشفاع کردہ وسفارش خواستہ بفیض شفاعت مقربین کہ در حضرتِ باری جل شانہ اکثر مقبول وپذیرا می شود بمقاصد خود ہا رسیدہ اند ومی رسند وخواہند رسید واکثر کساں کہ مصدر ایذائے ایشاں واسارتِ ادب بحضرتِ ایشاں قولاً وفعلاً شدند در غضبِ الٰہی ماخوذ شدہ دنیا ودین خود برباد دادہ اند ومی دہند وخواہند داد۔

وبہ ہمیں جہت کہ منزلت ووجاہت مقرباں در حضرتِ کبریا بسببِ استجابت سوال وپذیرائی شفاعتِ ایشاں می شود ادعیۂ صالحین نسبت بادعیۂ دیگراں زیادہ تر مستجاب در حضرتِ او سبحانہ می شوند واگر کسے ایں سخن را عنادًا نہ پذیرد یا اورا بمقتضائے سوءِ اعتقاد شکے درگیرد در سیر حضرت سید المقربین صلوات اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وصحبہ[1] اجمعین کہ در کتب صحاح احادیث مذکور است بنگرد تا دریابد کہ کسانیکہ از آں حضرت دعا خواستند واستشفاع کردہ بودند در دارین فائز بخیرات وبرکات شدند وکسانیکہ مصدر اسارتِ ادب شدند گرفتار مہالک و داخلِ اسفل الدرکات گردیدند۔

وچوں شفاعت عبارت از سفارش است وقول بسفارش وقبولِ آں در حضرتِ او سبحانہ چنانکہ بیان کردہ شد مستلزمِ قول بہ تسلط کسے بر کارخانجات تقدیر آں یگانۂ قدیر واحتمال اختلال در سلطان آں ذوالجلال یا اندیشۂ لحوق مضار یا فوات منافع یا امکانِ راہ یافتن رنج وملال در ساحت قدس آں حضرتِ بے مثال[2] بسبب خاطر شکستگی ودل گرفتگی شافع نیست بلکہ قول بقبولِ شفاعت، قول است

---

[1] اصحابہ (ذ) [2] بیہال (پ)۔

marfat.com

بمنزلتِ اہلِ محبت وطاعت کہ آں حضرت تعالیٰ شانہ ایشاں را بمزید انعام واکرام نواختہ و درجاتِ ایشاں بر دیگر خلائق افراختہ ایشاں را از مقربانِ بارگاہِ خود ساختہ است۔

الحال دلیلِ ثبوتِ شفاعت وقبولِ آں[1] در حضرتِ او تعالےٰ شانہ باید شنید کہ شفاعت کسے در حق کسے و دعا کردنِ کسے برائے کسے فی المعنی یک است وایں ہر دو لفظ را یک معنی واحد مشترک، پس از دو حال خالی نیست یا گفتہ[2] شود کہ دعا لغو وبے حاصل وفعل لاطائل است، ہیچ اثر در کارخانجات قضاء وقدر را ز ہیچ بشر و ہیچ خیر و شر از جلب نفع و دفع ضرر ندارد و دعا کردن یا دعا نہ کردن یکساں و برابر و وجود وعدم آں متساوی است ما

یا گفتہ[2] شود کہ دعا از اسباب حصولِ مدعا از جلب منافع و دفعِ مصیبت وبلا از پیش گاہ حضرتِ ایزد جل وعلا تواند[3] شد، اول باطل وناصواب ومخالفِ نصوصِ سنت وکتاب است،

قال سبحانہٗ :

وَصَلِّ عَلَيْهِمْ إِنَّ صَلَوٰتَكَ سَكَنٌ لَّهُمْ

"یعنی دعا کن برائے ایشاں کہ بدرستی دعا ر طمانینت[4] وسکن است برائے ایشاں"

وقال سبحانہٗ :

وَاسْتَغْفِرْ لِذَنۢبِكَ وَلِلْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ

"آمرزش بخواہ برائے گناہِ خود (یعنی امرے کہ شایانِ شانِ تو نبود) وبرائے مؤمنین ومومنات"،

الی غیر ذلک من الآیات التی لایکاد[5] ان تحصیٰ،

---

[1] آں حضرت ذ، [2] می تواند پ ہ، [3] طمانیت (پ)، [4] لایکاد باید [5] ان ×(پ)۔

marfat.com

قال الرسول[1] صلے اللہ علیہ وسلم :

لَا یَرُدُّ الْقَضَاءَ اِلَّا الدُّعَاءُ

"برنمی گرداند قضاء را مگر دعا"

و دیگر آثار بسیار دریں باب وارد اند و حصن حصین وغیرہ کتب علمائے دین برائے جمع و ضبط آں معقود، بکثرت در ہر جا در ایدی طلاب موجود اند، انکار فضل[2] دعا، و بودن آں عبادت[3] الٰہی و استجابت آں در حضرت ایزدی کفر صریح و مستلزم[4] انکار نصوص قرآنی و احادیث صحیح است۔

پس ثابت شد کہ دعا از اسباب حصول ماموں[5] و بحضرت او سبحانہ مستجاب و مقبول می باشد دریں صورت یا دعوات[6] انبیاء و اولیاء نسبت بدعوات عامہ و اشقیاء و دعوات ابرار با دعوات[7] اشرار یکساں و برابر[8] باشد و مقربان محمودین باراندگان مطرودین و مومنان صالحین با کفار طالحین[9] در باب استجابت و عدم[10] استجابت دعوات باکثرت و قلت آں نسبت تساوی و برابری و ہم[11] رنگی و ہمسری داشتہ باشد ---- یا گفتہ شود کہ دعوات انبیاء و اولیاء و ابرار[12] و مومنین و صالحین نسبت بدعوات عامہ و اشقیاء و اشرار و کافرین[13] و طالحین زیادہ تر مستجاب و از اسباب اکثر[14] یہ بفتح ابواب می شود،

شق اول باطل است،

اوّلاً عقلاً چہ اجابت دعا از رحمت الٰہی است و رحمت او سبحانہ قریب از محسنین نیکو کار و دور از مفسدین ناہنجار است انبیاء و اولیاء و صالحین و ابرار را با عامہ

---

١ الرسول × (پ) ٢ فضل و دعا بودن (ذ) ٣ در عبادت (ذ) ٤ ملزم (ذ) ٥ و × (ذ) ٦ دعوت (پ) ٧ و × (ذ) ٨ ظالمین (پ) ٩ عدم (ذ) ١٠ ١١ و × (ذ) ١٢ و × (پ) ١٣ اکثر (ذ) ١٤ از × (ذ)

marfat.com

واشقیاء ومفسدین واصرار در قرب[۱] وبعد رحمت الٰہی برابر دانستن زندقہ وکفر است،

ثانیاً سمعاً کہ آثار بسیار وارد وشاہد اند بر اینکہ دعوات انبیاء وصالحین نسبت بدعوات عامہ وطالحین زیادہ تر مستجاب ومقبول واز اسباب اکثریت[۲] بحصول مسئول است، انکار این معنی ہم بکفر وزندقہ می کشد وفی المعنی بانکار نبوت وولایت می رسد۔

پس متعین شد شق ثانی وبوضوح وتحقیق پیوست کہ استجابت وانجاح دعاء والحاح از امارات وآثار تقرب وصلاح است۔

وچوں دعاء منجملہ عبادات ووسیلۂ نیل سعادات است ہر کس بدعاء[۳] وحاجت خواستن[۴] از درگاہ خدا جل وعلا برائے ذات خود یا برائے کدام[۵] بیگانہ یا آشنا ماذون است مگر بدیں شرط کہ نہی از دعا خواستن از و سبحانہ برائے آں کس وارد نشدہ باشد چنانکہ او سبحانہ آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ[۶] وسلم ومؤمنین را از آمرزش خواستن برائے مشرکین نہی فرمودہ وارشاد کردہ:

مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِينَ آمَنُوا أَنْ يَسْتَغْفِرُوا لِلْمُشْرِكِينَ وَلَوْ كَانُوا أُولِي قُرْبَىٰ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمْ أَنَّهُمْ أَصْحَابُ الْجَحِيمِ ۝

یعنی نیست مر پیغامبر خدا را ونہ مسلماناں را کہ آمرزش خواہند برائے مشرکان اگرچہ[۷] باشند اقرباء، پس[۸] از آں کہ آشکار شد[۹] برائے ایشاں کہ بدرستی آنہا اصحاب دوزخ اند ولہٰذا حضرت خلیل[۱۰] اللہ صلوات اللہ وسلامہ علی نبینا وعلیہ پیش از نہی[۱۱] استغفار برائے مشرکین[۱۲] وبرائے آزر آمرزش می خواست بایں کہ خدائے تعالیٰ اور ا بایمان موفق[۱۳] گرداند۔

---

[۱] روئے (ذ) [۲] اکثر (پ) اکثریہ باید [۳] مدعا (ذ) [۴] خواستن × (ذ) [۵] کدام × (ذ) [۶] علیہ و آلہ (پ) [۷] ایشاں (ذ) [۸] آمد (ذ) [۹] ابراہیم (پ) [۱۰] علیہ وعلی نبینا (پ) [۱۱] نہی × (پ) [۱۲] و × (پ) [۱۳] موثق (پ)۔

marfat.com

فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهُ أَنَّهُ عَدُوٌّ لِلَّهِ تَبَرَّأَ مِنْهُ إِنَّ إِبْرَاهِيمَ لَأَوَّاهٌ حَلِيمٌ ٥

"پس ہرگاہ کہ ظاہر شد برائے ابراہیم کہ بدرستی او دشمنِ خدا است بیزاری کرد از و بدرستی ابراہیم[1] مترحم، صاحبِ علم است"

ونیز[2] حضرتِ ابراہیم علیہ السلام بسبب[3] رقتِ قلب و فرطِ ترحم نمی خواست کہ قومِ[4] حضرتِ لوط علیہ السلام بہ ہلاکت درآیند،

قال سبحانہ:

فَلَمَّا ذَهَبَ عَنْ إِبْرَاهِيمَ الرَّوْعُ وَجَاءَتْهُ الْبُشْرَىٰ يُجَادِلُنَا فِي قَوْمِ لُوطٍ إِنَّ إِبْرَاهِيمَ لَحَلِيمٌ أَوَّاهٌ مُنِيبٌ۔

"یعنی پس[5] ہرگاہ کہ رفت از ابراہیم علیٰ نبینا و علیہ السلام خوف و ترس وآمد او را البشارت، مجادلہ میکرد ما را[6] در[7] قومِ لوط کہ بدرستی ابراہیم حلیم است و مترحم و راجع الی اللہ است"

وا و سبحانہ ایں مجادلہ را از حضرتِ ابراہیم نامستحسن نداشتہ[8]، چہ باں حضرت[9] تا[10] آں وقت ازاں نہی نہ فرمودہ بود بلکہ آنحضرت را الحلم و رقتِ قلب او را باعث بر مجادلہ شدہ[11] بود نعت[12] و مدح فرمودہ بعد ازاں ارشاد کردہ:

يَا إِبْرَاهِيمُ أَعْرِضْ عَنْ هَٰذَا إِنَّهُ قَدْ جَاءَ أَمْرُ رَبِّكَ

---

[1] ابراہیم (تا) [2] ونیز × (ذ) [3] ابراہیم صاحب (ذ) [4] بسبب (پ) [5] مرقوم (ذ) [5] پس × (ذ) [6] بابا (پ) [7] در (ذ) [8] ندانست (ذ) [9] حضرتِ ابراہیم (ذ) [10] تا آں وقت (تا) آنحضرت را × (ذ) [11] شد (ذ) [12] نعت (ذ)۔

marfat.com

وَ اِنَّهُمْ اٰتِیْهِمْ عَذَابٌ غَیْرُ مَرْدُوْدٍ ۔

"اے ابراہیم! کنارہ کن ازیں کہ بدرستی شان این است کہ بہ تحقیق[1] آمد حکمِ پروردگارِ تو و[2] بدرستی کہ آیندہ است مر[3] آں قوم را عذابے[4] کہ برگشتنی نیست نہ بمجادلہ نہ بدعا"۔

ازیں بیان ظاہر گشت کہ شرطِ قبولِ شفاعت دو چیز است :

یکے اینکہ مستشفع لہ[5] کسے کہ برائے او شفاعت کردہ[6] شود آنچناں باشد کہ از خواستن خیر و کردن دعا برائے او از حضرت او سبحانہ نہی وارد نشدہ باشد۔

دوم اینکہ شافع را نزد مستشفع الیہ[7] منزلت و تقرب باشد، پس کسے کہ مقربِ بارگاہِ الٰہی است اگر شفاعت کند برائے کسے کہ بشفاعت او اذنِ الٰہی است، یعنی[8] از شفاعت، برائے او نہی[9] وارد نشدہ، شفاعتِ او نافع[10] و مقبول است کما قال سبحانہ :

وَلَا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ عِنْدَهٗٓ اِلَّا لِمَنْ اَذِنَ لَهُ الرَّحْمٰنُ وَ رَضِیَ لَهٗ قَوْلًا

"یعنی[11] نمی کند شفاعت نزد او سبحنہ مگر برائے کسے کہ اذن دادہ است او سبحنہ برائے شفاعتِ او"

وقال سبحانہ :

یَوْمَئِذٍ لَّا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ اِلَّا مَنْ اَذِنَ لَهُ الرَّحْمٰنُ وَ رَضِیَ لَهٗ قَوْلًا

---

[1] کہ × (پ) [2] و × (ذ) [3] مر قوم عذابے (ذ) [4] لہ × (پ) [5] کردہ (ذ) [6] شفیع الیہ (پ) [7] یعنی نہی (ذ) [8] نہی × (ذ) [9] نافع × (ذ) [10] یعنی تا، و رضی لہ قولا × (ذ)۔

"یعنی روزِ قیامت سود نخواہد کرد شفاعت[1] مگر شفاعت کسے کہ اذن فرمودہ برائے او رحمٰن سبحانہ و پسندید قول[2] او"

یعنی کسے کہ صاحبِ منزلت[3] و پسندیدہ گفتار باشد نزدِ او سبحانہ، کما قال سُبحٰنَہٗ؛

لَا یَتَکَلَّمُوْنَ اِلَّا مَنْ اَذِنَ لَہُ الرَّحْمٰنُ وَقَالَ صَوَابًا

و[4] در حدیثِ صحیح آمدہ است کہ کسے سوائے رسل درآں روز ماذون الکلام[5] نخواہد بود و[6] کسے کہ ہیچ گونہ منزلت نزد او ندارد و پسندیدہ گفتار نزدِ او سبحانہٗ نیست، منصب حرف زدن و زہرآئے[7] لب بشفاعت جنبانیدن در بارگاہِ او ندارد و یا معنیٔ کہ بمیر این است کہ روز قیامت نفع نخواہد کرد[8] شفاعت مگر کسے را کہ اذن دادہ است برائے شفاعت او رحمٰن جل شانہ و پسندیدہ است برائے او گفتارے یعنی گناہگاراں را[9] کہ او سبحانہٗ جہت استغفار برائے ایشاں اذن دادہ است و قول اشہد[10] و اقرار بکلمتی[11] الشہادۃِ از ایشاں پسندیدہ[12] ۔

امامِ رازی در تفسیر آوردہ کہ ایں آیت از قوی دلائل است بر بیکہ شفاعت برائے فساق نافع است ایں چنیں باید[13] فہمید معنیٔ شفاعت بالاذن، مثلاً اگر در بارگاہِ بادشاہ مجرمے را گرفتار آرند کہ بادشاہ اکثر جرائم را کہ بجریمۂ آں مجرم ماند آمرزیدہ است و بعض نزدیکاں بساط سلطنت را کہ بارِ سخن بحضور بادشاہ دارند و از حضورِ او[14] بمزید توقیر و جاہ در امثال و اشباہ[15] ممتاز اند، شفاعتِ آں مجرم منظور افتد، می توانند[16] کہ

---

[1] سفارش مگر سفارش (ذ) [2] برقول (پ) [3] و × (پ) [4] بکلام (پ) [5] و × (پ) [6] یا رائے (پ) [7] شدارد (ذ) [8] کہ × (ذ) [9] تشہید (پ) [10] بکلمتی × (پ) [11] پسندیدہ ایم (ذ) [12] باید × (ذ) [13] او × (ذ) [14] اشتباہ (پ) [15] می توانند (ذ) ۔

بحضورِ او لب بہ شفاعت کشایند، چہ ایشاں از حضورِ او بعرض و التماس در بارۂ استعفائے ہمچو جرائم ماذون اند و جریمہ آنچناں نیست کہ بادشاہ عہد کردہ باشد کہ ہرآئینہ بمرتکبِ آں عقوبتے باید رسانید و تواند شد کہ بادشاہ نظر بر منزلت و جاہِ ایشاں کرامت فرمودہ او داست سفارش بپذیرد[1] و آں مجرم را بعقوبت درنگیرد۔

آرے ہر کس و ناکس کہ در بارگاہِ[2] بادشاہ سخن کردن بلکہ دم زدن نمی تواند ایں چنیں پایہ ندارد کہ سوئے آں مجرم بنگرد کہ بیچارہ خویشتن گم[3] است، سخنِ او را چہ بار[4] و او را چہ اعتبار تا بشفاعت چہ رسد، یا اگر جرم آں چناں باشد کہ عادتِ بادشاہ قطعاً بر مکافاتِ آں بعقاب جاری است، کسے نمی تواند کہ بحضورِ بادشاہ استعفائے آں کند و آمرزشِ آں خواہد، چہ ہر کس می داند کہ بادشاہ خود[5] عہد کردہ است کہ البتہ بپاداشِ ایں جریمہ عقاب باید کرد، پس توانِ کسے نیست کہ عادتِ[6] مستمرۂ بادشاہ بگرداند و آں مجرم را از مواخذہ وا رہاند۔

دریں صورت نتواں فہمید کہ بادشاہ از خود بر مجرم ترحم آوردہ می خواست کہ گناہِ او بخشد، سفارشِ مقرباں لغو و بے سود است زیرا کہ بادشاہ از خود رحم آوردہ بلکہ التماس و سفارشِ شفیع سبب او نشدہ، پس اگر مجرم ایں چنیں گوید کہ بادشاہ خود رحم فرمودہ گناہِ مرا آمرزید، شفاعتِ شفیع را ہیچ گونہ نسبتے نیست کافرِ نعمتِ شفاعت باشد۔

دریں جا خلجانے در خواطرِ فاجرہ می گزرد کہ اگر در حضرتِ باری شفاعت مقبول باشد از دو حال خالی نیست کہ آیا در سابق قضا[10] نوشتۂ تقدیر، آمرزشِ

---

[1] نپذیرد (پ) [2] در بارۂ (پ) [3] کم (پ) [4] قدر (ذ) [5] با خود (پ) [6] سر رشتِ بادشاہ (ذ) [7] بالتماس و سفارش شفیع، پس (پ) [8] سبب (پ) [9] بخواطر (پ) [10] قضا و تقدیر (پ)۔

گناہِ مجرم ثبت بود یا نہ؟ اگر ثبت بود، شفاعت چہ کرد، ہر چہ در قضاء و تقدیر بودہ است ناچار شدنی است کسے سفارش کند یا نہ کند، اگر در سابق قضاء ثبت نہ بود، شفاعت قضاء را تغیر نمی تواند داد[1] و از کار بستۂ قضاء[2] شفاعت چہ خواہد کشاد۔

و ایں خلجان از وہمے بیش نیست، چہ اگر ایں شبہ راست باشد تکلیفِ اعمالِ شریعہ بلکہ تمام مساعی دینی و دنیوی[3] باطل است و تکلیف لاطائل، زیرا کہ چنیں ہر دو شق در ہمہ جاری است۔

و حلِ شبہ این است کہ شقِ اول اختیار کردہ شود[4] و گفتہ آید کہ آمرزش مجرم در جریدۂ تقدیر بدیں شرط ثبت است کہ اگر فلاں[5] استغفائے جریمہ خواہد کرد[6] آمرزگار، اجابت خواہد فرمود چنانکہ در فلاح[7] و خسران در جریدۂ تقدیر ثبت است کہ اگر فلاں کس ایمان خواہد آورد و[8] عمل نیک خواہد کرد بفلاح خواہد رسید و اگر کافر[9] خواہد بود و عمل بد خواہد نمود آخر کار بخسران گرفتار خواہد گردید۔

دقیقۂ[10] امر و مغزِ سخن این است کہ ہر چیزے کہ او سبحانہ آں را باسباب پیدا کردہ است، وجودِ آں وابستۂ ہماں اسباب فرمودہ، اگر چہ او سبحانہ توانا است برینکہ اگر می خواست آں چیز را بے اسباب پیدا[11] می کرد، مثلاً اگر کسے کسے[12] را کشت پس او تعالے موتِ مقتول بسبب فعلِ قاتل پیدا کرد و موت کشتہ[13] را وابستۂ بسبب قتل گردانیدہ باوجود اینکہ او سبحانہ توانا است برایں کہ اگر می خواست موتِ او بسبب قتلِ قاتل نمی شد۔

---

[1] داد و از × (ذ) [2] قضاء × (ذ) [3] دنیوی نفس (پ) [4] می شود (ذ) [5] فلانے (پ) [6] در × (ذ) [7] و × (ذ) [8] کافر خواہد بود و × (ذ) [9] فقراء (پ) [10] پیدا × (ذ) [11] را × (پ) [12] کشتہ بسبب قتل (ذ)۔

marfat.com

پس اگر کسے گوید که[1] موت مقتول، ثبت جریدۂ تقدیر بوده است و قاتل را[2] ہیچ گونہ دراں دخل نبوده است، از قاتل چرا[3] قصاص باید خواست، گفتۂ او درخورِ سماعت نیست۔ ہمچناں اگر کسے گوید که آمرزش گناہِ فلاں[4] ثبت جریدۂ تقدیر بود، شافع را دراں دخلے نیست، سخنِ او رتبۂ پذیرائی ندارد۔

این است کلام در بیانِ حقیقتِ شفاعت[5] عموماً، اما[6] ذکرِ شفاعتِ جنابِ خلائق مآب، سید الشافعین یوم الحساب علیہ ازکی الصلوات[7] و اسنی التسلیمات پس بگوشِ دل باید شنید که آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سید الاولین و الآخرین و افضل الانبیاء و المرسلین و اکرم الخلق اجمعین علیٰ رب العالمین و محبوب ترینِ برایا سوی حضرتِ او[8] جل شانہ ہستند و آنجناب را در حضرتِ رب العزت منزلتے و مکانتے و وجاہتے و کرامتے است که ہیچ کس[9] را از خلق دراں شرکت و مساوات بآنحضرت نیست و آیاتِ قرآنی و احادیثِ نبوی و آثارِ صحابہ[10] و تابعین و اقوالِ[11] ائمہ[12] مجتہدین و جمیع علماءِ دین بداں ناطق و بر صدقِ ایں دعویٰ حجت قاطع و دلیلِ ساطع و برہانِ یقینی صادق است کسے که دعوائے اسلام می[13] کند نمی تواند که در خلاف دریں باب دم زند،

اما الآیات القرآنیة فمنها قولہ عزّ من قائلٍ:

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ

"یعنی نفرستادیم ما ترا اے محمد! مگر از جہت رحمت برائے تمام جہانیاں"

---

[1] که × (ذ) [2] را × (ذ) [3] چرا × (پ) [4] فلانے (پ) [5] عموماً شفاعت (پ)
[6] لکن (ذ) [7] الصلوٰة (ذ) [8] او × (ذ) [9] ہیچ یک (ب. [10] اصحاب (ذ)
[11] اقاویل (پ) [12] ائمہ و (پ) [13] کند (ذ)۔

marfat.com

دریں عموم کافہ[1] خلق از اولین و آخرین من الملائکۃِ والناس و ماسوا ہما اجمعین داخل اند۔

حکایت کردہ شدہ است کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم جبریل علیہ السلام را پرسید کہ[2] ترا چیزے ازیں رحمت رسید؟ گفت آرے بودم کہ[3] می ترسیدم از آخر کار، پس امین شدم از جہت ثنا گفتن خدائے تعالیٰ عزوجل بگفتارِ خویش:

ذِيْ قُوَّةٍ عِنْدَ ذِي الْعَرْشِ مَكِيْنٍ مُّطَاعٍ ثَمَّ اَمِيْنٍ

پس وجودِ آنحضرت برائے تمام جہانیاں رحمت بود و[4] وفاتِ آنحضرت نیز رحمت بود چنانچہ ارشاد فرمودہ اند کہ:

حَيَاتِيْ خَيْرٌ لَّكُمْ وَمَمَاتِيْ خَيْرٌ لَّكُمْ

"یعنی زندگانیٔ من بہتر است مر شمارا و وفاتِ من بہتر است مر شمارا"

کما قال النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم:

اِذَا اَرَادَ اللّٰهُ رَحْمَةً[5] بِاُمَّةٍ قَبَضَ نَبِيَّهَا قَبْلَهَا فَجَعَلَهُ لَهَا فَرَطًا وَّسَلَفًا۔

"یعنی چوں خواہد خدائے تعالیٰ رحمت بامتے قبض کند پیغامبرِ آنرا پیشِ آں امت پس بگرداند او را آں[6] امت را سازندہ کار و پیشروِ ایشاں سوئے دار القرار"

فرط کسے را گویند کہ پیش از قافلہ در منزل رود و کارسازِ ایشاں[7] شود و طعام[8] و آب و علفِ دواب مہیا سازد، چوں قافلہ بیاید ہمہ پیش اندازد۔ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرمود[9] کہ او صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رحمت است برائے مومناں و کافراں[10]،

---

[1] کافہ × (ذ) [2] کہ ہست (پ) [3] کہ × (پ) [4] و × (پ) [5] و فی الاصل رحمۃ بامۃ [6] آں × (پ) [7] ایشاں در منزل (پ) [8] و آب و طعام (پ) [9] فرمودہ (پ) [10] کافراں را (ذ)

marfat.com

زیراکہ عافیت دادہ شد نماز چیز بچہ رسید غیرایشاں را از امتہلائے گزشتہ کما قال سبحٰنہٗ :

وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ

" یعنی نیست شانِ خدا کہ عذاب کند ایشاں را و حال آنکہ تو درمیان ایشانی "

ومنہا قولہ سبحانہٗ :

وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ

" اے بر کردیم ما برائے تو[1] ذکر ترا "

چوں ذکر کردہ شوم[2]، ذکر کردہ شوی با من، چنانچہ[3] در کلمہ و اذان است، قتادہ گفتہ بر کرد خدائے تعالیٰ ذکر آنحضرت در دنیا و آخرت زیراکہ نیست ہیچ خطبہ[4] و نہ ہیچ تشہد خوانند و نہ ہیچ نماز گزارے مگر آنکہ ایں کلمہ بر زبان آرد :

اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ۔

و حضرتِ ابوسعید خدری روایت کردہ کہ بدرستی پیغامبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرمودہ آمد بر من جبرئیل پس گفت مرا بدرستی پروردگار تو می فرماید ترا کہ[5] آیا می دانی اے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کہ چگونہ برداشتم ذکر ترا در جہاں، گفتم[6] خدا دانا تر است، جبرئیل گفت[7] فرمود خدائے[8] تعالیٰ ایں سخن کہ چوں ذکر کردہ شوم ذکر کردہ شوی با من و ابن عطار گفت می فرماید خدائے تعالیٰ کہ[9] تمامی ایمان[10] بذکر من با ذکر تو ساختم

---

[1] تو × (ذ) [2] ذکر کردہ شوم × (ذ) [3] چنانکہ (ذ) [4] خطیبے (پ) [5] کہ آیا × (پ) [6] گفت (ذ) [7] گفت کہ (ذ) [8] خدائے تعالیٰ کہ ہر گاہ کہ ذکر کردہ شوم (ذ) [9] کہ × (پ) [10] ایمان را (پ)۔

وگفت کہ می فرماید خدائے تعالےٰ گردانیدہ[1] ام ترا اے محمد! صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ذکرے از ذکرِ خویش، زیراکہ ہر کہ ذکر کند ترا ذکر کند مرا پیش[2] یا ہر کہ ذکرِ تو کرد ذکرِ من آورد، او سبحانہٗ فرمود :

قَدْ اَنْزَلَ اللّٰهُ اِلَيْكُمْ ذِكْرًا رَّسُوْلًا

"یعنی بدرستی فرستاد خدائے تعالےٰ سوئے شما ذکرے را کہ رسول است"

وحضرت امام جعفر صادق[3] رضی اللہ تعالےٰ عنہ فرمودہ[4]، می فرماید خدائے تعالےٰ، ہیچ[5] کس ترا اے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) برسالت ذکر نکند مگر آنکہ بہ ربوبیت ذکر کند مرا ومنجملہ ذکرِ آنحضرت صلے[6] اللہ تعالےٰ علیہ وسلم با ذکر خدائے تعالیٰ این است کہ خدائے تعالیٰ اطاعتِ خود با طاعتِ آنحضرت صلی[7] اللہ تعالیٰ علیہ وسلم چپانید ونامِ خود با نامِ آنحضرت صلی[8] اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قرین[9] گردانید، زیراکہ فرمود :

اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَ الرَّسُوْلَ

وَ اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ

پس یکجا کرد میانِ نامِ خود[10] ونامِ آنحضرت صلی[11] اللہ تعالےٰ علیہ وسلم بواوِ عطف کہ برائے جمع است واین چنین درحقِ غیرِ آنحضرت صلی[12] اللہ تعالیٰ علیہ وسلم درست نیست۔

ودر شرح شفا آوردہ :

رُبَمَا يُقَالُ اِنَّ اسْمَهٗ سُبْحٰنَهٗ مَعَ اسْمِ رَسُوْلِهٖ مَرْسُوْمٌ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ مِّنَ الْاَشْيَاءِ بِحُكْمِ قَوْلِهٖ وَرَفَعْنَا

---

[1] گردانیدم (پ) [2] پیش × (ذ) [3] صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ × (ذ) [4] فرمودہ کہ خدائے تعالیٰ می فرماید کہ (ذ) [5] ہیچ یکے برسالت ذکر نہ کند ترا (پ) [6، 7، 8] صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم × (پ) [9] مزین (پ) [10] و × (ذ) [11، 12] صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم × (پ)

marfat.com

لَكَ ذِكْرَكَ اَىْ جَعَلْنَا ذِكْرَنَا مَعَكَ فِي كُلِّ شَيْءٍ مِنْ مَلَكٍ وَفَلَكٍ وَبِنَاءٍ وَسَمَاءٍ وَفَرْشٍ وَعَرْشٍ وَحَجَرٍ وَمَدَرٍ وَشَجَرٍ وَثَمَرٍ وَنَحْوِ ذٰلِكَ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ الْخَلْقِ لَا يُبْصِرُوْنَ تَصْوِيْرَهُمْ وَنَظِيْرُهٗ قَوْلُهٗ سُبْحَانَهٗ وَ اِنْ مِنْ شَيْءٍ اِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ وَلٰكِنْ لَا تَفْقَهُوْنَ تَسْبِيْحَهُمْ۔

"یعنی بسا گفتہ میشود کہ بدرستی نام او سبحانہ با نام پیغامبر صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم منقوش است بر ہر چیز از چیزہا بحکم قول او سبحانہ تعالیٰ وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ اے گردانیدہ ام ذکر خود را با ذکر تو در ہر چیز از فرشتہ و آسمان و بنا و سما[2] و فرش و عرش و سنگ و خشت و درخت و بار و مانند آں لیکن اکثر خلق[3] نمی بینند[4] تصویر ایشاں و نظیر آں قول او سبحانہ است کہ[5] نیست چیزے مگر تسبیح می کند بحمد او سبحانہ لیکن نمی دانید شما تسبیح ایشاں"

وَمِنْهَا قَوْلُهٗ تَعَالٰى :

وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيِّيْنَ لَمَا اٰتَيْتُكُمْ مِنْ كِتَابٍ وَحِكْمَةٍ ثُمَّ جَاءَكُمْ رَسُوْلٌ مُصَدِّقٌ لِمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ قَالَ ءَاَقْرَرْتُمْ[6] وَاَخَذْتُمْ عَلٰى ذٰلِكُمْ اِصْرِىْ قَالُوْا اَقْرَرْنَا قَالَ فَاشْهَدُوْا وَاَنَا مَعَكُمْ مِنَ الشَّاهِدِيْنَ ۝

---

[1] لا × (پ) [2] وسماء × (ذ) [3] مین (ذ) [4] نمی بینند (ذ) [5] کہ × (پ)

[6] أأقررتم علی ذلک (ذ)

marfat.com

"یعنی یاد کن اے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وقتے را کہ گرفت خدائے تعالیٰ پیمان از پیغامبراں ہر آئینہ چیزے کہ دادم شمارا از کتاب و حکمت پس بیاید بر شما پیغامبرے معظم[1] و بزرگ کہ تصدیق کنندہ است مر کتابے را کہ با شما است، ہر آئینہ ایمان بیارید بداں رسول و ہر آئینہ یاری بدہید او را بر کافراں، گفت خدائے تعالیٰ آیا پذیرفتید شما و گرفتید براں عہد مرا؟ گفتند پذیرفتیم ما، گفت خدائے تعالیٰ پس گواہ باشید و من با شما از گواہانم براں اقرار"۔

پس ظاہر شد کہ او سبحانہ آں جناب را بہ فضل[2] و کرامت اختصاص بخشید کسے دیگر را از خلق، او سبحانہ با آنحضرت دراں فضل شرکت نداد و آنحضرت را از سائر انبیاء و مرسلین بدیں تشریف ممتاز و افضل گردانید۔

مفسراں[3] گفتہ اند کہ نہ فرستاد خدائے تعالیٰ پیغامبرے را از پیغامبراں مگر آں کہ ذکر کرد مر[4] او را نام آنحضرت و وصف آنحضرت و گرفت براں پیمان خود کہ اگر دریابد آنحضرت صلی[5] اللہ تعالیٰ علیہ وسلم را ایمان آرد بدو، و جناب امیر المومنین علی[6] کرم اللہ وجہہ می فرماید کہ[7] نہ فرستاد خدائے تعالیٰ ہیچ پیغامبرے از آدم پس کسے بعد او بود مگر آنکہ گرفت خدائے تعالیٰ برو عہد را دراں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہر آئینہ اگر آنحضرت مبعوث شود و آں پیغامبر زندہ بود، ہر آئینہ[8] ایمان بدو آرد و نصرت او لازم پندارد و عہد باں بر قوم خود گیرد۔

ومنہا قولہ تعالیٰ عز مجدہ:

وَإِذْ أَخَذْنَا مِنَ النَّبِيِّينَ مِيثَاقَهُمْ وَمِنْكَ وَ

---

[1] و × (پ) [2] تفضیلے و کرامت (ذ) بفضلے کرامت (پ) [3] مفسراں (پ) [4] مر × (پ)
[5] صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم × (پ) [6] علی رضی اللہ تعالیٰ (پ) [7] کہ × (پ) [8] ہر آئینہ × (پ)

marfat.com

مِنْ نُّوحٍ وَّاِبْرٰهِیْمَ وَمُوْسٰی وَعِیْسَی ابْنِ مَرْیَمَ۔

"یعنی یاد کن[1] اے محمد[2] صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم چوں گرفتیم ما از پیغمبراں عہدِ ایشاں را و از تو و از نوح و ابراہیم و موسٰے و عیسٰے بن مریم، کہ[3] ہمہ رسل اولوالعزم اند"

روایت کردہ[4] اند از حضرتِ عمر فاروق[5] رضی اللہ تعالےٰ عنہ کہ[6] بدرستی او رضی اللہ تعالیٰ عنہ گفت در سخنے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم را[7] بداں سخن گریست، پس گفت[8] پدر و مادرِ من فدائے تو باد اے رسولِ خدا[9] صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہر آئینہ بدرستی رسید فضیلتِ تو نزد اللہ تعالےٰ بمرتبہ کہ فرستادترا آخرِ ہمہ انبیاء علیہم[10] السلام و یاد کرد ترا اولِ ایشاں پس فرمود:

وَ[11] اِذْ اَخَذْنَا مِنَ النَّبِیّٖنَ مِیْثَاقَهُمْ وَ مِنْكَ وَ مِنْ نُّوْحٍ وَّ اِبْرٰهِیْمَ وَ مُوْسٰی وَ عِیْسَی بْنِ مَرْیَمَ۔

پدر و مادرِ من فدائے تو باد! اے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہر آئینہ بدرستی رسید فضیلتِ تو نزدِ او سبحانہ بمرتبہ[12] کہ بدرستی اہلِ دوزخ آرزو کنند کہ اطاعت می کردندے ترا و حال این است کہ ایشاں معذب می شوند و می گویند اے کاشکے ما اطاعت می کردیم خدا را و فرمان می بردیم رسول را۔

قتادہ گفتہ کہ آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم فرمود[13] بودہ ام من اولِ پیغمبراں در خلقت و آخرینِ ایشانم در بعثت:

---

[1] بکن (پ) [2] محمد صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم × (پ) [3] کہ ہمہ رسل اولوالعزم اند × (ذ) [4] کردہ شد (ذ)
[5] فاروق × (ذ) [6] کہ × (پ) [7] را × (پ) [8] گفت عمر (پ) [9] رسول اللہ (ذ) [10] علیہم السلام × (پ) [11] و × (ذ) [12] بمرتبہ × (پ) [13] فرمودہ بودم (ذ)۔

marfat.com

ومنہا قولہ سبحانہ :

تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ ۘ مِنْهُمْ مَنْ كَلَّمَ اللَّهُ وَرَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجَاتٍ ۔

" یعنی آں رسلِ عظام، فضل دادیم بعض ایشاں را بر بعض، بعضے از ایشاں کسے است کہ خدائے تعالیٰ با[1] وے بے واسطہ سخن کرد و بالا تر بر[2] داشت بعض ایشاں را درجہا "

اہلِ تفسیر گفتہ اند خواستہ[3] است خدائے تعالیٰ بقولِ خویش وَرَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجَاتٍ آنحضرت صلی[4] اللہ تعالیٰ علیہ وسلم را زیرا کہ آنحضرت مبعوث شدہ است سوئے[5] سرخ و سیاہ یعنی تمام[6] خلق و حلال گردانیدہ[7] شد برائے آنحضرت صلی[8] اللہ تعالیٰ علیہ وسلم غنیمتہائے کفار و ظاہر[9] شد بر دو دست او معجزہائے بسیار و نیست ہیچکس از انبیاء کہ دادہ شد فضیلت و نہ کرامت اِلّا آنکہ بدرستی دادہ شد[10] آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مانندِ آں ۔

و بعض مفسراں گفتہ اند از فضلِ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم این است کہ بدرستی خدائے تعالیٰ خطاب کرد[11] انبیاء گذشتہ را بنامِ ایشاں و خطاب کرد آنحضرت صلی[12] اللہ تعالیٰ علیہ وسلم را بہ نبوت و رسالت در کتابِ خویش زیرا کہ گفتہ يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ ۔

ومنہا قولہ :

---

[1] از د (پ) [2] تر × (ذ) [3] خواستہ است (ارادہ کردہ است) (ذ) [4] صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم × (پ) [5] بر، سوئے × (پ) [6] خلق تمام (پ) [7] گردانیدہ ام (ذ) [8] صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم × (پ) [9] ظاہر شد (ذ) [10] شود (ذ) [11] کردہ (ذ) [12] صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم × (پ) ۔

marfat.com

طٰهٰ ۚ مَآ اَنْزَلْنَا عَلَیْكَ الْقُرْاٰنَ لِتَشْقٰۤى

"یعنی اے ظاہر یا اے رہنما نفرستادیم بر تو قرآن را تا رنج بکشی"

ازیں آیت شفقت بے غایت و اکرام بے نہایت خدائے تعالیٰ بر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہویدا است کہ او سبحانہ رنج کشی آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم در بندگی خود روا نداشتہ۔

و منہا

وَالضُّحٰى ۙ وَالَّیْلِ اِذَا سَجٰى ۙ مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ وَمَا قَلٰى ؕ وَلَلْاٰخِرَةُ خَیْرٌ لَّكَ مِنَ الْاُوْلٰى ؕ وَلَسَوْفَ یُعْطِیْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى ؕ

یعنی سوگند وقتِ ضحیٰ و سوگند بہ شب چوں ساکن شود، نگذاشتہ است ترا پروردگارِ تو و نہ دشمن داشتہ است و ہر آئینہ مر ترا آخرت از دنیا بہتر است و ہر آئینہ سرانجام دہد ترا پروردگارِ تو پس خوشنود شوی"

باید دانست کہ در بعض احیان بہ بعض وجوہ رسیدنِ وحی از حضرتِ ایزدی بآنحضرت درنگے کرد، مشرکین بدین گفتند کہ پروردگارِ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم را گذاشت و دشمن داشت و آنحضرت از درنگی وحی دل گرفتہ بودند تا اینکہ حضرتِ جبرئیل علیہ السلام از بارگاہِ ایزدی ایں وحی پر بشارت آورد کہ دراں او سبحانہ بیاد

---

۱ کشی (پ) ۲ بنہایت (ذ) ۳،۴ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم × (پ) ۵ او دعک (پ) ۶ والآخرۃ (پ) ۷ بسوگند (پ) ۸ سوگند بشب (پ) ۹ ہر آئینہ آخرت ترا از دنیا (پ) ۱۰ پروردگار در آخرت (پ) ۱۱ تو × (پ) ۱۲ جہان (پ) ۱۳ دربیکے (پ) ۱۴ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم × (پ) ۱۵ و × (ذ) ۱۶ گرفتہ دل (پ) ۱۷ بر (ذ) ۱۸ آوردہ (ذ) ۱۹ دراں × (پ)۔

marfat.com

سوگند نفی تودیع و قلا صراحتہً کہ مشرکین و ملاعین می گفتند فرمود و آنحضرت را تسلی کرد کہ پروردگار تو، ترا نگذاشتہ و نہ دشمن داشتہ بلکہ برائے تو در بارگاہ او یوماً فیوماً افزائش مراتب و ترقی مناصب است و تشریف تو در آخرت بہتر است از تشریفے کہ در دنیا بتو کرامت فرمودہ، چہ تو در دنیا می کنی آنچہ پروردگارِ تو از تو می خواہد، جزائے آں در آخرت پروردگارِ تو خواہد کرد، آنچہ درخواست کنی از مہر آئینہ خواہد داد ترا تا اینکہ خوشنود شوی۔

روایت کردہ اند کہ چوں ایں آیت نازل شد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرمود کہ ہرگز راضی نشوم و حال آنکہ یکے از امت من در دوزخ باشد، پس گویا او سبحانہ در کریمۂ پُربشارت بیاد سوگند می فرماید کہ پروردگارِ تو، ترا نگذاشتہ بلکہ مناصبِ عز و شرفِ تو یوماً فیوماً خواہد افزود و برائے رضا خواستنِ تو و خوشنود داشتنِ خاطرِ تو بر کسے از اتباع و اشیاع تو غضب نخواہد آورد بدیں جہت کہ در غضب آوردن بر یکے از ینہا رضائے تو نخواہد بود یعنی آں جل و علا روا دارِ تودیع و قلا نسبت بکسے کہ بہ آنحضرت علیہ السلام اتباع و ولا دارد نیست تا بحالِ آنحضرت چہ رسد، ازیں آیت کریمہ تواں دریافت کہ او سبحانہ استرضاء آنحضرت می کند و خوشنودی خاطرِ ایشاں می خواہد۔ آرے آنحضرت حبیبِ او سبحانہ است و محب برائے حبیب و دوست بلا اشتباہ خوشی خواہ و رضا جو است، ولنعم ماقیل ؎

۱؎ و × (پ) ۲؎ چہ (ذ) ۳؎ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم × (پ) ۴؎ اکنوں (پ) ۵؎ اشباع (ذ) ۶؎ در اصل "دبدیں جہت" ۷؎ و قلا نسبت (پ) ۸؎ علیہ السلام × (پ) ۹؎ ایشاں خاطر (ذ) ۱۰؎ حبیبِ او است (پ) ۱۱؎ محب × (ذ)۔

marfat.com

بگفتا وصل بہ[1] یا ہجر از دوست
بگفتا ہرچہ میلِ خاطرِ اوست

ومنہا قولہ عز شانہ :

لَعَمْرُكَ إِنَّهُمْ لَفِي سَكْرَتِهِمْ يَعْمَهُونَ ۝

"یعنی قسم بہ عمرِ تو اے محمد صلے[2] اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کہ بدرستی آنہا یعنی قریش یا قومِ[3] لوط ہر آئینہ در گمراہی خود سرگرداں می شوند"

اہلِ تفسیر اتفاق کردہ اند بریں کہ ایں کلام سوگند است از و سبحانہ بہ مدت زندگانی آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و معنی آں بسوگند بقائے تو اے محمد! و بعضے گفتند بسوگند عیشِ[4] تو اے محمد[5]! و بعضے گویند بسوگند زندگانی تو اے محمد صلی اللہ[6] تعالےٰ علیہ وسلم و ایں[7] نہایت اجلالِ[8] و تعظیم و غایت[9] تشریف و تکریم آنحضرت است ، ابنِ عباس رضی اللہ تعالےٰ عنہما فرمودہ نیا فرید[10] خدائے تعالےٰ ہیچ نفسے را کریم تر بر خود از محمد صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و نشنیدم کہ خدائے تعالےٰ[11] بسوگند یاد کند بہ زندگانی کسے سوائے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و ابوالجوزا گفتہ بسوگند[12] یاد نہ کرد خدائے تعالیٰ بزندگانی کسے[13] سوائے محمد صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم زیرا کہ آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کریم ترین تمام خلق است نزد او سبحانہ۔

ومنہا قولہ تعالیٰ :

لَا أُقْسِمُ بِهَذَا الْبَلَدِ وَأَنْتَ حِلٌّ بِهَذَا الْبَلَدِ وَوَالِدٍ وَمَا وَلَدَ ۔

---

[1] بیا دہجر (پ) [2] صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم × (پ) [3] ما (پ) [4] پیش (پ) [5] اے محمد × (پ) [6] و معنی آں بسوگند (پ) [7] جلال (ذ) [8] و × (ذ) [9] نا فرید (پ) [10] سوگند یاد کرد (پ) [11] صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم × (پ) [12] سوگند (پ) [13] بکسے را (ذ)۔

marfat.com

"یعنی قسم[1] می خورم بایں شہر در حالے کہ تو فرود آمدہ دریں شہر و قسم بزائندہ[2] و آنچہ زائیدہ "

در لفظ وَ اَنْتَ حِلٌّ بِهٰذَا الْبَلَدِ چہ قدر اجلال قدر و بزرگی اندازۂ آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نہادہ اند کہ ہر ذی ذوقِ سلیم بآں پے تواند برد در بعض تفاسیر آمدہ کہ مراد از مَا وَلَدَ آنحضرت است۔

ومنہا قولہ سبحٰنہ :

اِنَّ الَّذِيْنَ يُبَايِعُوْنَكَ اِنَّمَا يُبَايِعُوْنَ اللّٰهَ يَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَيْدِيْهِمْ ۔

" بدرستی کسانے کہ بیعت می کنند ترا جز ایں نیست کہ بیعت می کنند بخدا، دستِ خدا بالائے دستہائے ایشان است "

ومنہا قولِ سورۂ بنی اسرائیل و سورۂ والنجم کہ مشتمل است بر ذکرِ معراجِ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم از مسجد حرام سوئے مسجدِ اقصیٰ و از آنجا سوئے سمواتِ علیٰ، از آنجا سوئے[3] اشرف مستویٰ و ذکر آیات قرآنی و احادیث نبوی و اقاویلِ صحابہ و ائمہ دریں باب بہ تطویل[4] و اطناب می کشد و محققانِ صحابہ و ائمہ و مجتہدین برآں اند کہ آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم را معراج بجسدِ مبارک در حال بیداری تا عرش مستویٰ واقع شدہ و آنحضرت بشرفِ مناجات و مکالمۂ الٰہی بے واسطہ و رؤیت و تجلی ذاتِ[5] مقدسہ بنورِ بصر یا بنورِ بصیرت علی اختلاف فیما بینہم فائز[6] گردیدہ و بکمال قرب و نزدیکی بمصداق:

دَنَا فَتَدَلّٰى فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰى

---

[1] سوگند (پ) [2] بزائیدہ شد (پ) [3] بسوئے (ذ) [4] تطویل (ذ) [5] داشت (پ) [6] فائزا (پ)۔

marfat.com

در رسیده ،

فی الجملہ باید دانست کہ قرآنِ مجید[1] و فرقانِ حمید از اول تا آخر بخلافت[2] و نیابت جناب خاتمِ رسالت و بر کمال حظوظ[3] و علوِ منزلت آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دلیلے صادق است در ضبط و احاطۂ آں بتفسیر[4] کبیر باید پرداخت۔

دریں جا بر[5] آنچہ مذکور شد اکتفا رفت کہ آیاتِ مذکورہ برائے اثبات اینکہ آنحضرت سید الانبیاء والمرسلین واکرم[6] الاولین والآخرین علی رب العالمین و محبوب ترین خلق اجمعین سوئے ایزد تعالےٰ جل شانہ است و اینکہ او سبحانہ آنحضرت را بر جمیع انبیاء و مرسلین رتبۂ متبوعیت و سیادت بخشیدہ و از انبیاء و مرسلین بیمان[7] فرمانبرداری و نصرت و یاری آنحضرت گرفتہ و ایں کہ او سبحانہ رضا خواہ آنحضرت صلی[8] اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کافی و وافی است۔

و اما الاحادیث النبویۃ فمنہا :

مَا رُوِیَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالیٰ عَنْہُمَا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالیٰ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰہَ قَسَمَ الْخَلْقَ قِسْمَیْنِ فَجَعَلَنِیْ فِیْ[9] خَیْرِہِمْ قِسْمًا فَذٰلِکَ قَوْلُہٗ اَصْحَابُ الْیَمِیْنِ وَاَصْحَابُ الشِّمَالِ فَاَنَا مِنْ اَصْحَابِ الْیَمِیْنِ وَاَنَا خَیْرُ اَصْحَابِ الْیَمِیْنِ ثُمَّ جَعَلَ الْقِسْمَیْنِ اَثْلَاثًا[10] فَجَعَلَنِیْ فِیْ خَیْرِہَا ثَلَاثًا فَذٰلِکَ[11] قَوْلُہٗ تَعَالیٰ[12] اَصْحَابُ[13]

---

[1] مجید × (پ) [2] بجلالت و نیابت (پ) [3] خطوت و منزلت (پ) [4] بتفسیرے کبیرے (پ)
[5] بر (پ) [6] اکرام (پ) [7] ہماں (پ) [8] صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم × (پ) [9] من خیرہم (پ)
[10] ثلاثا (ذ) [11] وذلک (پ) [12] تعالےٰ × (پ) [13] فاصحاب (ذ)۔

marfat.com

الْمَيْمَنَةِ وَاَصْحٰبُ الْمَشْـَٔمَةِ وَالسّٰبِقُوْنَ السّٰبِقُوْنَ
فَاَنَا مِنَ السَّابِقِيْنَ وَاَنَا خَيْرُ السَّابِقِيْنَ ثُمَّ جَعَلَ
الْاَثْلَاثَ قَبَآئِلَ فَجَعَلَنِيْ فِيْ خَيْرِهَا قَبِيْلَةً وَذٰلِكَ
قَوْلُهٗ جَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا اِنَّ اَكْرَمَكُمْ
عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ[1] اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ وَاَنَا[2] اَتْقٰى
وُلْدِ اٰدَمَ وَاَكْرَمُهُمْ عَلَى اللّٰهِ تَعَالٰى وَلَا فَخْرَ ثُمَّ جَعَلَ
الْقَبَآئِلَ بُيُوْتًا فَجَعَلَنِيْ مِنْ خَيْرِهَا بَيْتًا فَذٰلِكَ
قَوْلُهٗ اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ
اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا ۔

روایت کرده اند حضرت[3] ابنِ عباس رضی اللہ تعالے عنہما کہ گفت
ابنِ عباس کہ[4] فرمود رسول اللہ صلی اللہ تعالے علیہ وسلم بدرستی کہ[5] خدائے
تعالے تقسیم کرد مخلوق بدو قسم، جن و انسان پس گردانید مرا از بہترین
قسم[6] ایشاں[7] وآں قولِ او سبحانہ است کہ یکے اصحابِ یمین دوم اصحابِ
شمال است پس منم[8] از اصحابِ یمین و من بہترینِ اصحابِ یمین ہستم،
پس خدائے تعالے دو قسم را سہ قسم گردانید، مرا در نیکوترینِ آں سہ[9] قسم
وآں قولِ او سبحانہ[10] یکے اصحابِ میمنہ و دوم اصحابِ مشأمہ سیوم سابقاں
سابقاں[11] اند پس از سابقانم و من نیکوترینِ سابقانم پس خدائے تعالے

---

[1] ان اللہ علیم خبیر × (ذ) [2] وانا اتقی (پ) [3] حضرت × (پ) [4] کہ × (ذ) [5] کہ × خدائے تعالیٰ کرد بدو قسم خلق انسان (پ) [6] خلق (ذ) [7] و × (ذ) [8] پس قسم از اصحاب یمین (پ) [9] سہ قسم گردانید، باو [10] تعالے شانہ (پ) [11] سابقاں (پ)۔

marfat.com

آں اثلاث را قبیلہ[1] ہا ساخت و مرا[2] از بہترین آں قبیلہ ہا ساخت[3] و ایں قول خدا است و گردانید[4] شما را اصول و گروہ ہا تا با[5] ہم شناسید، بدرستی کہ کریم ترینِ شما نزد خدا پرہیز گار ترین شما است، بدرستی خدائے تعالےٰ دانا و آگاہ است، پس من از ہمہ فرزندانِ آدم پرہیز گار ترم و کریم ترینِ[6] ایشانم بر خدا و فخر[7] نمی آرم،

پس گردانید خدائے تعالےٰ قبائل را خانہ[8] خانہ، دار ہا پس گردانید مرا در[9] بہترینِ خانہا[10] از روے خانہ، پس ایں[11] قولِ او سبحانہ است، نمی خواہد خدا مگر[12] اینکہ دور کند از شما پلیدگی را اے اہلِ بیت و پاک گرداند شما را پاک گردانیدنی۔"

ومنہا[13] حدیث انس رضی اللہ تعالےٰ عنہ:

اَنَا اَکْرَمُ وُلْدِ اٰدَمَ عِنْدَ رَبِّیْ وَلَا فَخْرَ

" یعنی من کریم ترین فرزندانِ آدم نزد پروردگارم و فخر بدیں نمی آرم"

ومنہا حدیث[14] ابنِ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما:

اَنَا اَکْرَمُ الْاَوَّلِیْنَ وَالْاٰخِرِیْنَ وَلَا فَخْرَ

" یعنی من از خلق، اولین و آخرین کریم ترم و بدیں فخر نمی برم"

ومنہا ماروی عن عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا[15] عنہ علیہ السلام[16]:

---

[1] قبیلہ (پ) [2] از × (پ) [3] پرداخت (پ) [4] فی الاصل گردانیدم (پ) [5] تا باہم شناسا باشید (پ) [6] کریم ایشانم (ذ) [7] محشر (پ) [8] خانہ دارہا (پ) [9] در × (پ) [10] خانانہا (پ) [11] ایں × (پ) [12] تاکہ دور (پ) [13] و × (پ) [14] حدیث × (ذ) [15] عنہا × (پ) [16] علیہ السلام × (پ)

marfat.com

أَتَانِي جِبْرَئِيلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَقَالَ لِي[1] قَلَّبْتُ مَشَارِقَ الْأَرْضِ وَمَغَارِبَهَا فَلَمْ[2] أَرَ رَجُلًا أَفْضَلَ مِنْ مُحَمَّدٍ وَلَمْ[3] أَرَ بَنِي أَبٍ أَفْضَلَ مِنْ بَنِي هَاشِمٍ۔

"روایت کردہ[4] اند از حضرتِ ام المومنین عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا از آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کہ فرمودہ آمد[5] نزدِ من جبرئیل علیہ السلام[6] پس گفت برائے من کہ گردانیدم مشارقِ زمین و مغارب[7] آں، پس ندیدم مردے فاضل تر از محمد[8] صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم و ندیدم فرزندانِ[9] ہیچک پدرے فاضل تر"

و از روایتِ ابن[10] وہب است کہ آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم گفت کہ خدائے تعالےٰ گفت اے محمد از من بخواہ گفتم چہ بخواہم اے پروردگار کہ خلیل[11] گرفتی ابراہیم را و سخن گفتی با موسےٰ بے واسطہ و برگزیدی نوح را و دادی سلیمان را ملکے کہ سزاوار نیست برائے کسے از پسِ او، پس فرمود خدائے تعالیٰ آنچہ ترا دادیم از جملۂ آں بہتر است، دادم ترا حوضِ کوثر و گردانیدم نامِ تو با نام خود کہ ندا کردہ می شود باں در میانۂ آسمان و گردانیدم زمین مرترا و مر امت ترا[12] طہور و پاک تر[13] و آمرزش کردم برائے تو آنچہ پیش شد از گناہ[14] و آنچہ پس باشد، پس می روی درمیانِ مرداں دراں حال کہ ہستی آمرزش کردہ شدہ برائے تو و نکردم آں اعزاز و اکرام برائے کسے پیش[15] از تو و گردانیدم دلہائے امت[16] ترا مصاحفِ ایشاں کہ ایشاں

---

[1] فی (پ) [2] ثم ار رجلا (پ) [3] ولم ار نبی (ذ) [4] کردہ اند × (پ) [5] اند (پ) [6] علیہ السلام × (پ) [7] معارف (پ) [8] محمد رسول اللہ (پ) [9] فرزنداں × (ذ) [10] ابن × (پ) [11] خلیل اللہ (ذ) [12] را (ذ) [13] نزد (پ) [14] گناہ تو (پ) [15] از پیش (پ) [16] انت (پ)

marfat.com

قرآن یاد می گیرند و پوشیدہ نگاہ داشتم برائے تو شفاعت تو و پوشیدہ نداشتم آں را برائے ہیچ پیغامبرے جز تو۔

و در حدیثِ طویل آمدہ از قولِ فرشتگاں با نحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم

مَا اَکْرَمَکَ عَلَی اللّٰہِ اِنَّ اللّٰہَ مَعَکَ وَمَلٰئِکَتَہٗ،

"چہ[1] بزرگ گردانید ترا بر خدائے تعالےٰ بدرستی خدا با تست و[2] فرشتگانِ او"

در کتابِ[3] شفا، از ابو محمد مکی و ابو اللیث سمرقندی و غیرہما آوردہ کہ آدم علیہ السلام نزدیک معصیتِ خود گفت اے پروردگار! بحق محمد بیامرز گناہِ مرا، پس خدائے تعالےٰ مر آدم را فرمود از[4] کجا شناختی محمد را؟ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم، آدم علیہ السلام گفت دیدم بر جائے از بہشت نوشتہ:

لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ

و بروایتے مُحَمَّدٌ عَبْدِیْ وَرَسُوْلِیْ، پس دانستم کہ بدرستی بزرگ ترینِ خلقِ تو بر تست، پس خدائے تعالےٰ آدم را[5] توبہ بخشید و گناہِ او را بیامرزید و ہمین است[6] نزدِ قائلِ ایں کلام، تاویلِ قولِ او سبحانہ:

فَتَلَقّٰٓی اٰدَمُ مِنْ رَّبِّہٖ کَلِمٰتٍ فَتَابَ عَلَیْہِ

"یعنی گرفت آدم از پروردگار چند کلمہ، پس خدائے تعالےٰ توبہ او پذیرفت"

و در روایتے دیگر مذکور است پس آدم گفت ہر گہ مرا آفریدی بر داشتم سرِ خود را بسوئے عرشِ تو، پس دراں نوشتہ است

لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ

---

[1] چہ خیر (پ) [2] و فرشتگانِ او × (پ) [3] در کتاب (تا) و غیرہما آوردہ × (ذ) [4] از × (پ)
[5] را × (ذ) [6] است × (پ)

marfat.com

پس دانستم کہ بدرستی شان این است کہ نیست ہیچکے بزرگ تر اندازہ، نزد تو از کسے کہ گردانیدی نامِ خود را با نامِ او، پس وحی فرستاد خدائے تعالٰے سوئے آدم علیہ السلام بسوگند عزت و جلالِ من کہ بدرستی محمد صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم ہر آئینہ آخر پیغامبران است از ذریتِ تو، اگر او نبودے نمی آفریدم ترا، گفت و لود آدم علیہ السلام کنیت کردہ می شد "بابی محمد"۔

و گفتہ اند بر روایتے کہ کنیت کردہ شد "بابی البشر" یعنی بہ ابوّتِ نام کسے دیگر سوائے آنحضرت کنیت کردہ نشد و مروی است از شریح بن یوسف کہ بدرستی او گفت کہ بدرستی خدائے تعالٰے را فرشتگانے اند گشت کنندگان بر زمین کہ کثرتِ زیارتِ ایشاں مر خانہ را است کہ دراں خانہ احمد یا محمد نام است از جہتِ اکرام از ایشاں کہ حضرتِ محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم را ست (کہ تعظیم کردند آں خانہ را کہ دراں ہمنامِ آنحضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم است (حاشیہ نسخہ ز) و روایت کردہ است ابنِ قانع قاضی از ابی حمراء کہ گفت فرمود رسول اللہ صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم ہر گاہ کہ مرا سوئے آسماں بردند ناگاہ بر عرش نوشتہ بود

لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ

و از ابنِ عباس رضی اللہ تعالٰے عنہما مروی است بر درِ بہشت نوشتہ است:۔

اِنِّیْٓ اَنَا اللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّآ اَنَا مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ لَآ اُعَذِّبُ مَنْ قَالَہَا۔

"یعنی بدرستی من خدا ئم ہیچ معبود جز من نیست، محمد رسولِ خدا است، عذاب

ل ہیچ یکے (پ) ل دے (پ) ل بر (پ) ل کہ برائے (پ) ل دبن قانع (پ) ل ابی الحمراد (پ) ل لا اعذب من قالہا × (ذ) ل خداہم (پ)

marfat.com

نکنم کسے را کہ ایں کلمہ بگوید[1]۔

امام[2] جعفر صادق از پدر خود محمد باقر رضی اللہ تعالےٰ عنہما روایت[3] کرد کہ چوں بود روز قیامت ندا کند[4] ندا کنندہ گو[5] کہ برخیزد ہر کہ نامش محمد است، پس بگو[6] کہ در آید بہ بہشت از جہت کرامت نام آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم۔

و در[7] مشکوٰۃ شریف است از حضرت امام جعفر صادق[8] بن محمد از پدر ایشاں مروی است:

اِنَّ رَجُلاً مِّنْ قُرَیْشٍ دَخَلَ عَلٰی اَبِیْہِ عَلِیِّ بْنِ الْحُسَیْنِ فَقَالَ[9] اَلَا اُحَدِّثُکَ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ بَلٰی حَدِّثْنَا عَنْ اَبِی الْقَاسِمِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی علیہ وسلم۔

"بدرستی مردے از قریش داخل شد بر پدر ایشاں یعنی پدر حضرت محمد باقر علی بن الحسین[10] رضی اللہ تعالےٰ عنہم پس گفت حضرت[11] علی بن الحسین[12] آیا خبر دہم ترا از پیغامبر خدا صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم، گفت[13] آں مرد آرے خبر دِہ مرا از ابی القاسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم"

قَالَ لَمَّا مَرِضَ[14] رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَتَاہُ جِبْرَئِیْلُ،

"گفت علی بن الحسین[15] ہر گاہ کہ بیمار شد رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم آمد نزد او جبرئیل علیہ السلام"

---

[1] گوید (پ) [2] و روایت کردہ اند از حضرت امام جعفر صادق بن محمد باقر علیہما السلام (پ) [3] روایت کرد × (پ) [4] ندا کند و (پ) [5] گو (پ) [6] از (پ) [7] صادق × (پ) [8] نقال (پ) [9] حسین (ذ) [10] حضرت × (ذ) [11] حسین (ذ) [12] گفت (تا) وسلم × (پ) [13] فرض (پ) [14] حسین (ذ)۔

فَقَالَ يَا مُحَمَّدُ! إِنَّ اللّٰهَ أَرْسَلَنِي إِلَيْكَ تَكْرِيمًا لَكَ وَتَشْرِيفًا لَكَ وَخَاصَّةً لَكَ يَسْأَلُكَ عَمَّا هُوَ أَعْلَمُ بِهِ مِنْكَ يَقُوْلُ كَيْفَ تَجِدُكَ قَالَ أَجِدُنِي يَا جِبْرَئِيْلُ مَغْمُوْمًا وَّ أَجِدُنِي مَكْرُوْبًا۔

پس گفت جبرئیل علیہ السلام کہ بدرستی خدائے تعالےٰ فرستادہ است مرا سوئے تو برائے تکریم تو و برائے تشریف تو خاصۃً برائے تو کہ می پرسد از چیزے کہ او سبحانہ داناتر است بآں، از تو می فرماید کہ چگونہ می یابی خود را، گفت آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم می یابم خود را اے جبرئیل غم گرفتہ و می یابم خود را رنج گرفتہ؛

ثُمَّ جَاءَهُ الْيَوْمَ الثَّانِيْ فَقَالَ لَهُ ذٰلِكَ فَرَدَّ عَلَيْهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَمَا رَدَّ أَوَّلَ يَوْمٍ ثُمَّ جَاءَهُ الْيَوْمَ الثَّالِثَ فَقَالَ لَهُ كَمَا قَالَ أَوَّلَ يَوْمٍ وَرَدَّ عَلَيْهِ كَمَا رَدَّ عَلَيْهِ۔

پس تر آمد جبرئیل علیہ السلام نزدِ آنحضرت روزِ دویم پس گفت با آنحضرت ہماں سخن پس جواب باز داد مر جبرئیل علیہ السلام را پیغامبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم چنانکہ جواب دادہ بود اول روز، پستر آمد جبرئیل علیہ السلام نزدِ آنحضرت روزِ سویم پس گفت جبرئیل با آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم چنانکہ گفتہ بود اول روز و جواب باز داد آنحضرت بجبرئیل چنانکہ جواب دادہ بود باد۔"

لہ قال (ذ) لہ بیتابی (پ) لہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم × (ب، لہ خود را اے جبرئیل (ب) لہ فرد فرد (د) لہ جا الیوم (ذ) لہ بر (پ) لہ را × (پ) لہ صلی اللہ علیہ وسلم (پ) لہ چنانکہ × (ذ)۔

marfat.com

وَجَاءَ وَ مَعَہٗ مَلَکٌ یُقَالُ لَہٗ اِسْمٰعِیْلُ عَلٰی مِائَۃِ اَلْفِ مَلَکٍ وَکُلُّ مَلَکٍ عَلٰی مِائَۃِ اَلْفِ مَلَکٍ[1] فَاسْتَاْذَنَ[2] عَلَیْہِ فَسَاَلَہٗ[3] عَنْہُ ثُمَّ قَالَ[4] جِبْرَئِیْلُ ھٰذَا مَلَکُ الْمَوْتِ یَسْتَاْذِنُ عَلَیْکَ مَا اسْتَاْذَنَ عَلٰی اٰدَمِیٍّ قَبْلَکَ وَلَا یَسْتَاْذِنُ عَلٰی[5] اٰدَمِیٍّ بَعْدَکَ فَقَالَ اٰئْذَنْ لَہٗ فَاَذِنَ فَسَلَّمَ عَلَیْہِ ۔

"و آمد ہمراہ جبرئیل علیہ السلام فرشتہ کہ اورا اسمٰعیل گویند بر صد ہزار فرشتہ کہ ہر فرشتہ بر صد ہزار فرشتہ است، پس اذن خواست برائے آمدن بر آنحضرت صلی[6] اللہ تعالے علیہ وسلم، پس[7] پرسید آنحضرت صلی[8] اللہ تعالی علیہ وسلم جبرئیل را ازاں فرشتہ[9] پس ترآمد جبرئیل علیہ السلام گفت ایں ملک الموت است کہ اذن درخواست وارد از تو، اذن نخواستہ بود از ہیچ آدمی پیش تو و نہ استیذان خواہد کرد از کسے بعد تو، پس گفت جبرئیل اذن بہ فرمائی برائے او، پس اذن داد آنحضرت صلی[9] اللہ تعالی علیہ وسلم برائے او[10]، پس سلام کرد آں فرشتہ بر آنحضرت صلی[11] اللہ تعالی علیہ وسلم۔"

ثُمَّ قَالَ یَا مُحَمَّدُ اِنَّ اللّٰہَ اَرْسَلَنِیْ اِلَیْکَ فَاِنْ[12] اَمَرْتَنِیْ اَنْ اَقْبِضَ رُوْحَکَ قَبَضْتُ وَاِنْ اَمَرْتَنِیْ اَنْ اَتْرُکَہٗ تَرَکْتُہٗ فَقَالَ وَتَفْعَلُ[13] یَا مَلَکَ الْمَوْتِ

---

[1] ملک × (ذ) [2] فاستاذن (پ) [3] قالہ (پ) [4] قال ملک الموت (پ) [5] صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم × (پ) [6] پس × (ذ) [7] و [8] و [9] صلی اللہ تعالے علیہ وسلم × (پ) [8] کہ اورا اسمٰعیل گویند (ذ) [10] او × (ذ) [11] فانی (ذ) [13] وتفعل (پ)۔

marfat.com

قَالَ نَعَمْ بِذٰلِكَ اُمِرْتُ وَ اُمِرْتُ اَنْ اُطِیْعَكَ ۔

" پس گفت[1] ملک الموت اے محمد صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بدرستی[2] خدائے فرستادہ است مرا سوئے تو پس اگر فرمان دہی ہاں[3] کہ قبض کنم روح تو[4] قبض کنم و اگر فرمان دہی کہ بگذارم آں را بگذارم آنرا[5]، پس آنحضرت صلی اللہ تعالے علیہ وسلم فرمود خواہی کرد (اے مأمور[6] مرا) اے ملک الموت؟ گفت آرے من[7] فرمان دادہ شدم بآنکہ[8] فرمانِ تو برم "

قَالَ فَنَظَرَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِلٰی جِبْرَئِیْلَ عَلَیْهِ السَّلَامُ فَقَالَ جِبْرَئِیْلُ یَا مُحَمَّدُ اِنَّ اللّٰهَ قَدِ اشْتَاقَ اِلٰی لِقَآئِكَ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَلَكَ الْمَوْتِ اِمْضِ لِمَا اُمِرْتَ بِهٖ ۔

" راوی گوید پس نگریست پیغمبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بسوئے جبرئیل علیہ السلام، پس گفت جبرئیل علیہ السلام اے محمد صلی اللہ تعالے علیہ وسلم کہ بدرستی خدائے تعالے مشتاق شدہ سوئے لقائے تو پس گفت پیغمبر صلی اللہ تعالے علیہ وسلم ملک الموت بجا آر آنچہ فرمان دادہ شدی باں، پس قبض کرد روحِ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم "

ازیں حدیث کرامت وجلالت ومحبوبیت آنحضرت صلی اللہ تعالے علیہ وسلم تواں دریافت واز زیارت حضرتِ جبرئیل علیہ السلام مر آنحضرت را تا سہ بار، فرستادہ جناب او سبحانہ برسم عیادت وبیمار پرسی واستیذانِ[9]

---

[1] گفت آنحضرت ملک الموت (پ)، [2] بدرستی خدائے تعالیٰ (دو دفعہ) (پ) [3] مرکہ (ذ) [4] آنرا × (ذ) [5] صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم × (پ) [6] اے مأمور مرا × (پ)، [7] ہماں (ذ) ہمیں (پ) [8] بآنکہ (پ) [9] قبض (پ) [10] استیذآن (پ)

حضرت ملک الموت در بابِ ادراکِ شرفِ زیارت و در قبضِ روحِ پُر فتوح و مامور بودنِ ایشاں از پیش گاہِ حضرتِ ربّ العزت بہ فرمانبرداری آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و عرضِ حضرتِ جبرئیل علیہ السلام اشتیاقِ جنابِ الٰہی، سوئے لقائے[1] آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، بمنزلت و مکانتِ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دراں بارگاہ پے تواں برد۔

و در حدیثِ اسرار مروی است کہ ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ[2] از حالِ ملاقاتِ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم با انبیاء علیہم السلام روایت آوردہ و کلامِ[3] ایشاں و کلامِ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ذکر کردہ، پس گفت:

اِنَّ مُحَمَّدًا اَثْنٰی عَلٰی رَبِّہٖ

"بدرستی محمد صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ثنا بر پروردگارِ خویش آورد"

فَقَالَ کُلُّکُمْ اَثْنٰی عَلٰی رَبِّہٖ وَاَنَا اُثْنِیْ عَلٰی رَبِّیْ

"پس فرمود ہر ہمہ شما ثنا کرد بر پروردگارِ خویش، من ثنا می کنم بر پروردگارِ خویش"

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَرْسَلَنِیْ رَحْمَۃً لِّلْعٰلَمِیْنَ وَکَآفَّۃً لِّلنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ بَشِیْرًا وَّنَذِیْرًا۔

"حمد مر خدائے تعالیٰ را آنکہ فرستاد مرا از جہت رحمت برائے تمام جہانیاں و فرستاد مرا فرستادنی عام برائے جمیع مرداں دراں حالے کہ مژدہ رسانندہ ام و ترسانندہ ام"

وَاَنْزَلَ[4] عَلَیَّ الْفُرْقَانَ فِیْہِ تِبْیَانُ کُلِّ شَیْءٍ

"و فرود آورد بر من فرقان را کہ دراں بیان ہر چیزے است"

---

[1] تعالیٰ (پ) [2] رضی اللہ تعالیٰ عنہ × (ذ) [3] و کلامِ ایشاں × (ذ) [4] و نزل (ذ)۔

marfat.com

وَجَعَلَ اُمَّتِیْ اُمَّۃً[1] وَّسَطًا

"وگردانیدہ امت مرا بہترین وگردانید امت مرا میانہ وستودہ"

وَجَعَلَ اُمَّتِیْ هُمُ الْاَوَّلُوْنَ وَهُمُ الْاٰخِرُوْنَ[2]

"وگردانیدہ امت مرا کہ ایشاں اوّلانند در دخولِ جناں و آخرانند در وجود در آخرِ زماں"

وَشَرَحَ لِیْ صَدْرِیْ وَوَضَعَ عَنِّیْ وِزْرِیْ

"یعنی و دل مرا کشادہ برائے علوم و حکم[3] و بارِ رسالت از من فرو نہاد و توفیقِ تبلیغ آں داد"

وَرَفَعَ ذِکْرِیْ وَجَعَلَنِیْ فَاتِحًا وَّخَاتِمًا

"وبالا تر[4] داشت ذکرِ من وگردانید مرا فاتح و اوّل ہمہ اولین و آخرین و آخر و خاتم انبیاء و مرسلین"

فَقَالَ اِبْرَاهِیْمُ بِهٰذَا فَضَلَکُمْ مُحَمَّدٌ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

"پس گفت ابراہیم بایں فاضل شد بر شما اے انبیاء! محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم"

ونیز در احادیثِ اسرار[5] مروی است:

فَقَالَ لَهٗ رَبُّهٗ تَعَالٰی قَدِ اتَّخَذْتُكَ حَبِیْبًا[6] فَهُوَ مَكْتُوْبٌ فِی التَّوْرَاةِ مُحَمَّدٌ حَبِیْبُ الرَّحْمٰنِ۔

---

[1] خیرامۃ (پ) [2] اوآخرین (ذ۔پ) [3] علوم حکم (ذ) [4] وبالا بر داشت (پ) [5] اسرار × (ذ) [6] حبیبا × (ذ)

"پس[1] فرمود آنحضرت صلّی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم[2] را پروردگار او تبارک و تعالےٰ بدرستی حبیب گرفتم ترا، پس آں مکتوب است در توراۃ کہ محمد است حبیب الرحمٰن"

وَاَرْسَلْنٰكَ اِلَى النَّاسِ كَآفَّةً وَّجَعَلْتُ اُمَّتَكَ هُمُ الْاَوَّلُوْنَ وَهُمُ الْاٰخِرُوْنَ۔

"و فرستادیم[3] ترا فرستادنی عام سوئے جمیع مرداں و گردانیدم امت ترا کہ ایشان اند پیشرواں در سعود[4] و پس آیندگاں در وجود"

وَجَعَلْتُ اُمَّتَكَ لَا يَجُوْزُ لَهُمْ خُطْبَةٌ حَتّٰى يَشْهَدُوْا اَنَّكَ عَبْدِيْ وَرَسُوْلِيْ۔

"و گردانیدم امت[5] ترا کہ روا نبود برائے ایشاں خطبہ تا کہ گواہی ندہند، تو بندۂ منی و فرستادۂ منی"

وَجَعَلْتُكَ اَوَّلَ النَّبِيِّيْنَ خَلْقًا وَّاٰخِرَهُمْ بَعْثًا

"و گردانیدم ترا اول پیغمبراں در خلقت و آخر ایشاں در بعثت"

وَاَعْطَيْتُكَ سَبْعًا مِّنَ الْمَثَانِيْ وَالْقُرْاٰنَ الْعَظِيْمَ

"و دادم ترا ہفت از مثانی یعنی فاتحہ قرآن کہ ہفت آیت است[6] و یا ہفت سور طوال کہ در قرآن است"

وَلَمْ اُعْطِهَا نَبِيًّا قَبْلَكَ

"و ندادم[7] آں را ہیچ پیغامبر پیش از تو"

---

[1] پر (ذ) [2] صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم × (پ) [3] فرستادم (پ) [4] سعود (ذ) [5] امت ترا × (ذ) [6] دران است (پ) [7] ونداده ام (ذ)

marfat.com

وَاَعْطَيْتُكَ خَوَاتِمَ سُوْرَةِ الْبَقَرَةِ مِنْ كَنْزٍ تَحْتَ عَرْشِيْ لَمْ اُعْطِهَا نَبِيًّا قَبْلَكَ ۔

"ودادیم ترا آخر آیتہا[1] کہ بداں سورۂ بقرہ تمام گشت از گنج زیرِ عرشِ من ونداد م آں[2] ہیچ پیغمبرے راپیش از تو"

وَجَعَلْتُكَ فَاتِحًا وَّخَاتِمًا

"وگردانیدم ترا اولِ ہمہ پیغمبراں وآخرِ ایشاں"

ودر حدیث آمدہ :

اَنَا سَيِّدُ وُلْدِ اٰدَمَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَبِيَدِيْ لِوَاءُ الْحَمْدِ وَلَا فَخْرَ وَمَا[3] مِنْ نَبِيٍّ يَوْمَئِذٍ اٰدَمُ فَمَنْ دُوْنَهٗ[4] اِلَّا تَحْتَ لِوَائِيْ وَاَنَا اَوَّلُ مَنْ تَنْشَقُّ عَنْهُ الْاَرْضُ وَلَا فَخْرَ ۔

"یعنی من سرورِ فرزندانِ آدم ہستم بروزِ قیامت ودر دستِ من نشانِ حمد است وفخر نمی کنم[5] ونیست ہیچ پیغامبرے دراں بروز آدم وکسیکہ جز او ست مگر زیر لوائے منست ومن ہستم اول کسے کہ شگافتہ شود از و زمین وفخر[6] نمی آرم"

ونیز مروی است :

اَمَا تَرْضَوْنَ اَنْ يَكُوْنَ اِبْرَاهِيْمُ وَعِيْسٰى فِيْكُمْ[7] يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اِنَّهُمَا فِيْ اُمَّتِيْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۔

---

[1] آخر ہا (ذ) [2] آں را (پ) [3] د × (ذ) [4] سواہ (پ) [5] نکنم (پ) [6] د × (ذ) [7] منکم (ذ)

marfat.com

" آیا خوشنود نمی شوید بداں کہ باشند ابراہیم و عیسیٰ در شمار روزِ قیامت بدرستی کہ آں ہر دو در امتِ من ہستند بروزِ قیامت "۔

بالجملہ آیاتِ قرآنی و احادیثِ نبوی دریں باب چنداں بے شمار اند کہ اگر[1] احصاء و استقصائے آں باید ساخت، دفترہا باید پرداخت و اگر کسے سوئے حصر و ضبطِ آں روئے آرد و خود[2] را تمام عمرِ عزیز دریں شغلِ شریف مصروف دارد ہنوز از ہزار، یکے و از بسیار، اند کے منجملۂ مواہبِ الٰہی و مناقبِ نامتناہی کہ در[3] ذاتِ ستودہ صفاتِ آں سیدِ ممکنات و سرورِ کائنات، برگزیدہ[4] مخلوقات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بودہ اند بہ حیطۂ بیان نا آوردہ باشد۔

چوں بالاجمال بعض مراتبِ عز و اجلالِ آں برگزیدہ[5] حضرتِ ایزدِ متعال بادراک و اطلاع و جملہ از فضائلِ جمیلہ و مناصبِ جلیلۂ آنحضرت[6] صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم را بہ حضرتِ او تعالیٰ باستماع در آوردہ شد، حالا بگوشِ دل و بتوجہِ کامل باید شنید کہ چوں معلوم شد کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم را در بارگاہِ کبریا روجاہتے و کرامتے و رتبۂ محبوبیت و منزلتِ مقبولیت[8] آنچناں است کہ کسے را از اولین و آخرین واحدے را از انبیاء و مرسلین دراں حضرت مشارکت و مساہمت نیست و سابق معلوم شدہ کہ مرتبتِ وجاہت و کرامت و رتبۂ محبوبیت، سبب[9] قبولِ شفاعت و پذیرائی سفارش است، الحال تفطن باید کرد کہ شفاعتِ کبریٰ مقبولہ، خاصۂ منصبِ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و شفاعتِ آنحضرت بلاشبہ مقبول و مستجاب و آنحضرت صلی اللہ

---

[1] شوند آنکہ (پ) [2] اگر × (ذ) [3] در (خود را × ذ) [4] از (ذ) [5] کہ برگزیدہ (پ)
[6] حضرت × (ذ) [7] صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم × (پ) [8] مقبولیت (تا) کسے × (پ) [9] در اصل نسخہ بسبب۔

marfat.com

تعالیٰ علیہ وسلم رحمتِ ہمہ عالمیاں و ملجاُ و پناہِ اجنّہ[1] و ملائکہ و آدمیان و بہ برکتِ وجود فائض الجود[2] آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم[3] مشرکینِ مکہ[4] از عذابِ الٰہی با تشریف آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بمکہ مشرفہ در امان ماندند،

وذٰلک قولہ :

وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ

وہرگاہ کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم[5] از مکہ شریفہ بہ طیبہ منیفہ[6] تشریف ارزانی داشتند، خدائے تعالیٰ مشرکینِ مکہ را العذاب درگرفت و مومناں را برایشاں متسلط و غالب و تیغہائے مسلماناں را در آنہا حاکم گردانید و زمین و دیار و اموالِ ایشاں غنیمت و نصیبِ اہلِ اسلام فرمود،

وذٰلک قولہ تعالیٰ :

وَمَا لَهُمْ اَنْ لَّا يُعَذِّبَهُمُ اللّٰهُ

" یعنی چیست برائے ایشاں کہ عذاب نکند ایشاں را خدائے تعالیٰ چوں آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم از آنجا تشریف فرمائے مدینہ مقدسہ[7] شدند "

و مقبول بودن شفاعتِ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم در عفوِ جرائمِ گناہگاراں و رفعِ درجاتِ نیکوکاراں از روئے کتاب و سنت ثابت است[8]

اما الکتاب فمنہ قولہ تعالیٰ[9] :

وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْبِكَ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ

---

[1] جن (ذ) [2] فائز الجود (ذ) [3] [4] [5] صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم × (پ) [6] مکہ × (ذ) [6] مقدسہ (پ) [8] شریف (ذ) [9] تعالیٰ × (ذ)

marfat.com

ظاہر است کہ آمرزش خواستن برائے مومنین و مومنات، شفاعت برائے ایشان است و او سبحانہ آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم را امر فرمود[1] کہ برائے ایشان شفاعت کند و آمرزش خواہد، پس از دو حال خالی نیست، یا ایں شفاعت مقبول شود یا نہ، و ثانی باطل است زیرا کہ بریں تقدیر لازم می آید کہ امر عبث و بے سود بلکہ از قبیل سخریہ نامحمود یا اخلاف موعود باشد العیاذ باللہ تعالیٰ مِنْ ذٰلِکَ فَتَعَیَّنَ الْاَوَّلُ وَہُوَ الْمَقْصُوْدُ،

ومنہ قولہ تعالیٰ :

وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا۔

"یعنی اگر آں منافقاں وقتیکہ ظلم کردند بر خود ہا بار تکاب نفاق، می آوردند بر تو برائے اعتذار پس آمرزش می خواستند از خدائے[2] تعالےٰ بتوبہ از نفاق و اختیار اخلاص[3] و آمرزش می خواست رسول برائے ایشاں از جرائم کبیرۂ ایشاں ہر آئینہ می یافتند خدا را توبہ پذیرید و رحم فرما"

ازیں آیۂ کریمہ معلوم شد، توبہ پذیرفتن[4] و رحم آوردن او سبحانہ معلق[5] است بر استغفار ایشاں از نفاق و شفاعت آنحضرت صلی[6] اللہ تعالےٰ علیہ وسلم برائے ایشاں از کبائر[7] ذنوب و اگر العیاذ باللہ، شفاعت آنحضرت را ہیچگونہ سببیت[8] نبودے کلمہ

---

[1] صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم × (پ) [2] فرمودہ (پ) [3] خدائے تعالےٰ × (پ) [4] اخلاص × (پ) [5] پذیرفتن × (ذ) [6] متعلق (پ) [7] صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم × (پ) [8] کبائر (پ) [9] نسبت (ذ)۔

marfat.com

وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ فائدہ نداشتے۔

ودر مدارک آوردہ کہ اعرابی بر قبرِ مقدس آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم[1] رسید خود را بر قبرِ مقدس انداخت و خاکِ قبرِ میمون بر سرِ خود کشیدہ گفت اے رسولِ خدا! بر خود ظلم کردہ ام و توبہ و استغفار آوردہ ام، تو برائے من آمرزش بخواہ[2]، از ہماں قبر ندا آمد کہ آمرزیدہ شدی[3] از گناہ، آرے افادتِ شفاعتِ آنحضرت[4] حیاً و میتاً برابر و یکساں و وجاہتِ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم[5] در ہر حال در بارگاہِ ایزدِ متعال و محبوبیتِ آں کاملِ[6] الجمال وجمیلِ الکمال در حضرتِ ذی الجلال کہ در ہر دو صفت سبب[7] قبولِ شفاعت است در حیات و بعد وفات[8] یکساں[9] است۔

ومنہ قولہ تعالیٰ:

وَلَلْاٰخِرَةُ[10] خَيْرٌ لَّكَ مِنَ الْاُوْلٰى وَلَسَوْفَ يُعْطِيْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى[11]۔

"ہر آئینہ آخرت بہتر است برائے تو از اولیٰ یعنی در آخرت منزلتِ تو خواہد افزود و تو مرجع وجائے جمیع خلائق روزِ قیامت خواہی بود، ہر آئینہ سرانجام خواہد داد مر ترا[12] پروردگارِ تو پس خوشنود خواہی شد"

وجہ استدلال اولاً این است کہ خدائے تعالیٰ فرمان داد آنحضرت را بآمرزش خواستن برائے مومنین و مومنات[13] در دنیا و پر ظاہر است کہ کسے چیزے از کسے می خواہد خوشنود نمی شود بایں کہ درخواستِ او رد کردہ شود، خورسند نمی گردد

---

۱ و ۵ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم × (پ) ۲ کن (ذ) ۳ آفریدہ شدہ (ذ) آمرزیدی شدی (پ) ۴ آنحضرت × (ذ) ۶ کمال × (ذ) ۷ ببسب (ذ) ۸ ممات (پ) ۹ بریکساں (پ) ۱۰ والآخرة (پ) ۱۱ ترضی (پ) ۱۲ در اصل نسخہ ترا × ۱۳ مومنات × (پ)۔

marfat.com

مگر باجابتِ آں وخدائے تعالےٰ وعدۂ مؤکد فرمود باین کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم را خواہد داد تاکہ[1] آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم خوشنود خواہد شد، پس ایں وعدہ موثق است برائے قبولِ شفاعت در حق مؤمنین و مؤمنات۔

وثانیاً این است کہ آثار بسیار وارد اند باین کہ خوشنودی آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم در آمرزشِ گناہگارانِ امت بود و آنحضرت صلی[2] اللہ تعالےٰ علیہ وسلم ہموارہ در چارہ سازی گنہگارانِ امتِ خود بودہ اند تا ایشاں از عذابِ نار رستگار شوند پس ایں وعدہ کہ بتاکید برائے خوشنود کردن آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وارد شدہ است وعدۂ رستگاری امتِ او بسبب شفاعت و وجاہت و محبوبیتِ آنحضرت است و مروی است کہ چوں ایں آیت نازل شد آنحضرت فرمود :

إِذًا لَا أَرْضٰى وَوَاحِدٌ مِّنْ أُمَّتِي فِي النَّارِ

ازیں[3] روایت بہ ثبوت پیوست کہ ہیچک از مومنانِ امتِ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نخواہد بود کہ آنحضرت در حقِ او شفاعت نخواہد نمود۔

از حضرتِ امام محمد باقر رضی اللہ تعالےٰ عنہ مروی است کہ :

أَهْلُ الْقُرْاٰنِ يَقُولُونَ أَرْجٰى اٰيَةٍ قَوْلُهٗ تَعَالٰى يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ أَسْرَفُوْا عَلٰى أَنْفُسِهِمْ وَأَمَّا أَهْلُ الْبَيْتِ فَيَقُوْلُوْنَ أَرْجٰى اٰيَةٍ قَوْلُهٗ تَعَالٰى وَلَسَوْفَ يُعْطِيْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى، إِنَّهَا الشَّفَاعَةُ لَيُعْطِيْهَا فِيْ أَهْلِ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ حَتّٰى يَقُوْلَ رَضِيْتُ۔

"یعنی اہلِ[4] قرآن می گویند کہ امید دہندہ ترین آیتے قولِ او تعالیٰ است

---

[1] تا آنکہ باید [2] صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم × (پ) [3] ازیں روبہ (پ) [4] اہل القرآن (پ)

marfat.com

بِعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓی اَنْفُسِهِمْ، اما اہل بیت گویند کہ امید دہندہ ترین آیتے قولِ او تعالیٰ است وَلَسَوْفَ یُعْطِیْکَ رَبُّکَ فَتَرْضٰی بدرستی آں عطیہ شفاعت است کہ ہر آئینہ خواہد داد او سبحانہ آں شفاعت را در اہلِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ تا ایں کہ خواہد گفت آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خوشنود شدم "

و از حضرتِ امام جعفر صادق روایت کردہ اند :

رِضٰی جَدِّیْ اَنْ لَّا یَدْخُلَ النَّارَ مُوَحِّدٌ

" خوشنودی جدِ من یعنی آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایں است کہ در نیاید در دوزخ ہیچ توحید کنندہ "

در مشکوٰۃ شریف از صحیح مسلم از عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کردہ :

اِنَّ النَّبِیَّ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تَلَا قَوْلَ اللّٰهِ تعالیٰ رَبِّ اِنَّهُنَّ اَضْلَلْنَ کَثِیْرًا مِّنَ النَّاسِ فَمَنْ تَبِعَنِیْ فَاِنَّهٗ مِنِّیْ وَقَالَ عِیْسٰی اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُکَ فَرَفَعَ یَدَیْهِ فَقَالَ اَللّٰهُمَّ اُمَّتِیْ اُمَّتِیْ وَبَکٰی فَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی یَا جِبْرَئِیْلُ اِذْهَبْ اِلٰی مُحَمَّدٍ وَّرَبُّکَ اَعْلَمُ فَاسْئَلْهُ مَا یُبْکِیْهِ فَاَتَاهُ

---

۱ آیت قرآن (پ) ۲ است × (ذ) ۳ فبدرستی (ذ) ۴ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم × (پ) ۵ در اصل نسخہ شوم ۶ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم × (پ) ۷ کہ × (ذ) ۸ انہم اضللین (پ)
۹ ان تعذبہم عبادک (پ)

marfat.com

جِبْرَئِیْلُ فَسَأَلَہٗ فَأَخْبَرَہٗ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بِمَا قَالَ فَقَالَ اللّٰہُ لِجِبْرَئِیْلَ اِذْھَبْ اِلٰی مُحَمَّدٍ فَقُلْ اِنَّا سَنُرْضِیْکَ فِیْ اُمَّتِکَ وَلَا نَسُوْءُکَ۔

"یعنی بدرستی کہ پیغامبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خواند قولِ خدائے تعالیٰ اے پروردگار! بتاں گمراہ کردہ اند بسیارے را از مرداں پس کسے کہ پیروی من کند از من است وایں مقولہ حضرتِ ابراہیم علیہ السلام است وگفت عیسیٰ اگر عذاب کنی ایشاں را پس بدرستی ایشاں بندگانِ تو اند، پس برداشت آنحضرت ہر دو دستِ خود پس گفت اے بارِ خدایا! امتِ من! امتِ من! وگریست، پس گفت خدائے تعالیٰ اے جبرئیل رو سوئے محمد وحال آنکہ پروردگارِ تو دانا تر است پس بپرس او را چہ چیز او را می گریاند، پس آمد آنحضرت را جبرئیل علیہ السلام پس پرسید جبرئیل علیہ السلام آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم را، پس خبر داد جبرئیل را پیغمبرِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بآنچہ کہ گفتہ، پس گفت خدائے تعالیٰ بہ جبرئیل کہ برو سوئے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پس بگو کہ بدرستی ما عنقریب خوشنود خواہیم کرد ترا در امتِ تو و ناخوش نخواہیم کرد ترا۔"

ازیں حدیث شریف مقدارِ شفقت و رأفتِ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

۱؎ انا سنرضک (پ) ۲؎ از آن من (ذ) ۳؎ ایشاں × (ذ) ۴؎ علیہ السلام × (پ) ۵؎ ۵؎ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم × (پ) ۶؎ خواہم (ذ) ۷؎ خواہم کرد (پ)

marfat.com

برحالِ امت خود و رأفت و محبتِ خدائے تعالےٰ با آنحضرت و رضا خواستنِ او سبحانہ برائے ایشاں و پذیرا کردن او تعالےٰ شفاعتِ آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم در بارۂ امتِ او تا آنکہ آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم راضی شوند[1][2] تواں دریافت و ازیں حدیث معنیٰ قولِ او سبحانہ وَلَسَوْفَ يُعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى تواں فہمید۔

و منہا قولہ تعالیٰ:

عَسٰٓى اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا

"نزدیک است کہ بفرستد ترا پروردگارِ تو در مقامِ محمود"

از ابنِ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما روایت کردہ اند کہ می گفت بدرستی مردماں در روزِ قیامت، جماعت جماعت خواہند گشت، ہر امتی در پئے پیغامبرِ خود خواہند رفت و خواہند گفت کہ اے فلاں! شفاعت کن برائے ما، اے فلاں! تا نہایت گیرد شفاعت بہ پیغامبرِ ما صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم پس ہماں روز نیست کہ خواہد فرستاد آنحضرت را خدائے تعالےٰ در مقامِ محمود۔

و از ابی ہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ مروی ست کہ پرسیدند ازیں آیت رسولِ خدا را صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آنحضرت صلی[3] اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرمود کہ آں شفاعت است و کعب بن[4] مالک از آنحضرت روایت کردہ کہ حشر کردہ خواہند شد مردماں در روزِ قیامت پس من و امت من در بلندی خواہیم[5] بود و خواہد پوشانید مرا پروردگارِ من حلۂ سبز پس خواہم[6] گفت آنچہ خواست خدائے تعالےٰ اینکہ بگویم، پس ہماں مقامِ محمود است۔

و از ابنِ مسعود رضی اللہ تعالےٰ عنہ از آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مرویست...

---

[1] در۔ [2] صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم × (پ) [3] شود (پ) [4] صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم × (پ)
[5] وگفت ابنِ مالک (ذ) [6] خواہم بود (پ) [7] خواہم (ذ)

marfat.com

کہ بدرستی مقامِ محمود مقامیست از راستائی عرش کہ بایستد آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم[1] دراں مقام کہ نہ ایستد دراں غیر او صلی اللہ تعالے علیہ وسلم وہمہ غبطہ کنند باو علیہ السلام پیشینیاں وپسیناں دراں مقام۔

و در روایتے آمدہ کہ فرمود آنحضرت صلی اللہ تعالے علیہ وسلم آں مقامِ محمود مقامیست کہ شفاعت کنم دراں مقام برائے امتِ خویش۔

واز حذیفہ آوردہ اند کہ گفت :

يَجْمَعُ اللّٰهُ النَّاسَ فِيْ صَعِيْدٍ وَّاحِدٍ حَيْثُ يُسْمِعُهُمُ الدَّاعِيْ وَيَنْفُذُهُمُ الْبَصَرُ حُفَاةً عُرَاةً كَمَا خُلِقُوْا سُكُوْتًا لَا تَتَكَلَّمُ[2] نَفْسٌ اِلَّا بِاِذْنِهٖ۔

"جمع کرد اند خدائے تعالے مردماں را در زمینے ہموار، جائے کہ داعی ایشاں شنواند وبصر بہ ہمہ ایشاں رسد، دراں حال کہ برہنہ پا واندام بوند[3] چنانکہ آفریدہ شدہ بودند وخاموش باشند، سخن[4] نگوید[5] ہیچ نفس جز بہ پروانگی پروردگار"

فَيُنَادِىْ مُحَمَّدًا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

"پس ندا کند خدائے تعالے محمد را صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم"

فَيَقُوْلُ لَبَّيْكَ وَسَعْدَيْكَ وَالْخَيْرُ فِيْ يَدَيْكَ وَالشَّرُّ لَيْسَ اِلَيْكَ۔

"پس بگوید آنحضرت بطاعتِ[6] تو ایستادم ونیک بختی از تست وہمہ نیکی

---

[1] صلی اللہ تعالے علیہ وسلم × (پ) [2] لا یتکلم (پ) [3] بودند (ذ) [4] سخن × (ذ) [5] بگو (پ) [6] بشفاعت ایستادہ ام (ذ)

marfat.com

از تو بود و بدی را سوے تو نسبت کردہ نشود یا گویند بدی سوے تو[1] بالا نرود۔"

وَ الْمُهْتَدِیْ مَنْ هَدَیْتَ وَعَبْدُكَ بَیْنَ یَدَیْكَ

" راہ یابندہ کسے است کہ تو او را راہ نمودی و بندۂ تو پیشِ تو ایستادہ است بطاعتے کہ فرمودی۔"

وَلَكَ الْحَمْدُ وَ اِلَیْكَ لَا مَلْجَأَ[2] وَلَا مَنْجَا مِنْكَ اِلَّا اِلَیْكَ۔

" و مر ترا است حمد و سوے تست و نیست جائے[3] پناہ و جائے نجات از تو مگر سوے تو۔"

تَبَارَكْتَ وَتَعَالَیْتَ سُبْحٰنَكَ رَبَّ الْبَیْتِ

" بزرگی و برتری و پاکی[4] مر ترا است از آنچہ ناسزا است اے پروردگار کعبہ!"

فَذٰلِكَ الْمَقَامُ الْمَحْمُوْدُ الَّذِیْ ذَكَرَهُ اللّٰهُ

" پس ہمیں مقامِ محمود است آنکہ ذکر فرمود آنرا خدائے تعالےٰ"

و ابنِ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما گفتہ:

اِذَا دَخَلَ اَهْلُ النَّارِ النَّارَ وَ اَهْلُ الْجَنَّةِ الْجَنَّةَ فَتَبْقٰی اٰخِرُ زُمْرَةٍ مِنَ الْجَنَّةِ وَ اٰخِرُ زُمْرَةٍ مِنَ النَّارِ فِی النَّارِ۔

" چوں در آیند اہلِ دوزخ در دوزخ و اہلِ بہشت در بہشت، پس

---

[1] تو × (پ)، [2] لا ملجأ منك (ذ)، [3] جائے پناہ و × (ذ)، [4] فی الاصـ

باقی[1] بماند آخر گروه از اہلِ بہشت و آخر گروہ از اہلِ دوزخ در دوزخ "

فَتَقُوْلُ زُمْرَةُ النَّارِ لِزُمْرَةِ الْجَنَّةِ مَا نَفَعَكُمْ اِيْمَانُكُمْ۔

"پس بگوید گروہِ دوزخ مر گروہِ بہشت را کہ سود نکرد شمارا ایمانِ شما"

فَيَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ وَيَضِجُّوْنَ فَيَسْمَعُهُمْ اَهْلُ الْجَنَّةِ فَيَسْئَلُوْنَ اٰدَمَ وَغَيْرَهٗ بَعْدَهٗ فِي الشَّفَاعَةِ لَهُمْ۔

"پس بخوانند پروردگارِ خود[2] را و نالش و فریاد کنند، پس شنوند نالۂ ایشاں را اہلِ بہشت، پس سوال کنند[3] آدم و غیرِ او را، پسِ او، در شفاعت برائے ایشاں "

فَكُلٌّ يَعْتَذِرُ حَتّٰى[4] يَأْتُوْا مُحَمَّدًا فَيَشْفَعُوْا لَهُمْ فَذٰلِكَ الْمَقَامُ الْمَحْمُوْدُ۔

"پس ہمہ پیغمبراں عذر نمایند تا کہ[4] اہلِ بہشت در حضرتِ محمد صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم آیند و آنحضرت برائے ایشاں شفاعت نمایند، پس ہماں مقامِ محمود است "

و مروی است کہ حضرتِ جابر بن عبد اللہ برائے یزید فقیر گفت آیا شنیدی مقامِ محمد را صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم یعنی[5] آں مقام کہ خواہد فرستاد آنحضرت را خدائے تعالٰے دراں مقام، یزید گفت آرے، جابر گفت بدرستی آں مقامِ محمد است کہ محمود نام دارد و آنکہ بیروں آرد خدائے تعالٰے بداں مقام کسے را کہ بیروں آید از دوزخ

---

[1] باقی × (پ) [2] خود × (پ) [3] کنند × (پ) [4] تا آنکہ، باید [5] کہ یعنی (پ)

marfat.com

و ذکر[1] کرد جابر حدیثِ شفاعت در برآوردن عاصیانِ امت از دوزخ و ہمچنیں از انس رضی اللہ تعالے عنہ[2] کہ گفت[3] پس ہمیں مقام محمود است آنکہ وعدہ کردہ است خدائے تعالیٰ بآنحضرت، واز شیبان آمدہ کہ بدرستی مقام محمود شفاعت[4] است در امت بروزِ قیامت؛ قتادہ گوید:

كَانَ اَهْلُ الْعِلْمِ يَرَوْنَ الْمَقَامَ الْمَحْمُوْدَ شَفَاعَةً يَوْمَ الْقِيٰمَةِ۔

"بودند اہلِ علم می دانستند مقامِ محمود را شفاعتِ آنحضرت[5] صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بروزِ قیامت۔"

وَاَمَّا السُّنَّةُ فَمِنْهَا الْحَدِيْثُ الصَّحِيْحُ:

لِكُلِّ نَبِيٍّ دَعْوَةٌ يَدْعُوْ بِهَا وَاخْتَبَأْتُ دَعْوَتِيْ شَفَاعَةً لِاُمَّتِيْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ۔

"یعنی ہر پیغامبرے را دعوتِ مستجاب است کہ دعا کند بدان[6] ومن پوشیدہ داشتم دعوتِ خود را برائے شفاعتِ امتِ خود بروزِ قیامت۔"

اہلِ علم گفتہ اند کہ معنیٔ حدیث این است کہ ہر پیغامبر را دعوتے مستجاب آنچنان است کہ اجابتِ آں لازم گرفتہ شدہ و باجابتِ آں، وقتِ دعوت یقین دادہ شدہ است والّا برائے ہر پیغامبرے دعواتِ بسیار مستجاب اند، و برائے پیغامبرِ ما کہ دعواتِ مستجابہ خارج از حصر و حساب۔ از یں حدیث ثابت است کہ شفاعت و دعائے آنحضرت[7] برائے ایشاں بالیقین مستجاب و مقبول است۔

---

[1] وذکر کرد جابر حدیثِ شفاعت × (پ) [2] رضی اللہ تعالے عنہ × (ذ) [3] گفت انس (پ) [4] شفاعت در امت بروزِ قیامت (پ) [5] آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم × (پ) [6] بدان (ذ) [7] را نباید

marfat.com

وَمِنْهَا مَا رُوِيَ عَنْ أَنَسٍ:

قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و سلم يَقُولُ لَأَشْفَعَنَّ يَوْمَ الْقِيَامَةِ لِأَكْثَرَ مِمَّا فِي الْأَرْضِ مِنْ حَجَرٍ وَشَجَرٍ۔

"گفت انس شنیدم پیغامبرِ خدا را صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کہ می فرمودند ہر آئینہ شفاعت خواہم کرد در روزِ قیامت برائے مردمانیکہ بیشتر اند از آنچہ در زمین است از سنگ و درخت۔"

وَمِنْهَا مَا رُوِيَ فِي الصِّحَاحِ قَالَ علیہ الصلاۃ والسلام:

يَجْمَعُ اللهُ الْأَوَّلِينَ وَالْآخِرِينَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَيَهْتَمُّونَ أَوْ قَالَ فَيُلْهَمُونَ فَيَقُولُونَ لَوِ اسْتَشْفَعْنَا إِلَىٰ رَبِّنَا۔

فرمود آنحضرت صلّی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم[1] جمع کند خدائے تعالےٰ اولین و آخرین را بروزِ قیامت پس ہمہ غمگین شوند یا گفت کہ الہام کردہ شوند بدینکہ برائے طلب شفاعت روند، پس بگویند کہ اگر کسے را شفیع خواہیم سوئے پروردگارِ خود۔"

در بعض روایات آمدہ:

مَاجَ بَعْضُهُمْ فِي بَعْضٍ

"برہم شوند مردماں، بعض ایشاں در بعضے۔"

واز ابی ہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ مروی شدہ:۔

---

[1] علیہ الصلوٰۃ والسلام (پ)

marfat.com

فَتَدْنُو الشَّمْسُ فَيَبْلُغُ النَّاسُ مِنَ الْغَمِّ مَا لَا يُطِيقُونَ وَلَا[1] يَحْتَمِلُونَ فَيَقُولُونَ اَلَا تَنْظُرُونَ مَنْ يَّشْفَعُ لَكُمْ۔

"یعنی پس نزدیک شود آفتاب پس رسد مردماں را از غم آنچہ طاقت آں نیارند و برداشت آں ندارند، پس بگویند باہم آیا نمی بینید کسے را کہ شفاعت کند[2] کسے برائے شما"

فَيَأْتُونَ اٰدَمَ فَيَقُولُونَ اَنْتَ اٰدَمُ اَبُو الْبَشَرِ خَلَقَكَ اللّٰهُ بِيَدِهٖ وَنَفَخَ فِيْكَ مِنْ رُّوْحِهٖ وَاَسْكَنَكَ جَنَّتَهٗ[3] وَاَسْجَدَ لَكَ مَلٰٓئِكَتَهٗ، وَعَلَّمَكَ اَسْمَآءَ كُلِّ شَيْءٍ اِشْفَعْ لَنَا عِنْدَ رَبِّكَ حَتّٰى يُرِيْحَنَا مِنْ مَّكَانِنَا اَلَا تَرٰى مَا نَحْنُ فِيْهِ۔

"پس بیایند بر آدم علیہ السلام پس بگویند کہ تو آدم ابو البشر، ہستی آفریدہ ترا خدائے تعالٰے بدستِ قدرتِ خود و در دمید در تو از روحِ خود و جائے داد ترا در بہشتِ خود و ساجد گردانید برائے تو فرشتگانِ خود را و آموخت ترا نامہائے ہر چیز، سفارش کن برائے ما نزدِ پروردگارِ خود تا کہ راحت دہد ما را ازیں جائے دشواری، آیا نمی بینی ایں دشواری را کہ ما دریں ہستیم"

فَيَقُوْلُ اِنَّ رَبِّيْ غَضِبَ الْيَوْمَ غَضَبًا لَمْ يَغْضَبْ قَبْلَهٗ مِثْلَهٗ وَلَا يَغْضَبُ بَعْدَهٗ مِثْلَهٗ وَنَهَانِيْ عَنِ

---

[1] ذ: لا یحتملون (ذ) [2] در اصل: کند × [3] جنۃ (ذ)

الشَّجَرَةِ فَعَصَيْتُ، نَفْسِی، اِذْهَبُوْا اِلٰی غَیْرِیْ اِذْهَبُوْا اِلٰی نُوْحٍ۔

"پس آدم علیہ السلام گوید کہ بدرستی پروردگارِ من خشم کردہ است امروز، خشم کردنی کہ مانندِ آں پیش ازیں نکردہ[1] و بعد ازیں مانندِ آں نخواہد کرد و مرا از خوردنِ درخت نہی کردہ بود پس از من عصیان روئے نمود بروید سوئے غیرِ من، بروید سوئے نوح۔"

فَیَاْتُوْنَ نُوْحًا فَیَقُوْلُوْنَ اَنْتَ اَوَّلُ الرُّسُلِ اِلٰی اَهْلِ الْاَرْضِ وَسَمَّاكَ اللّٰهُ عَبْدًا شَكُوْرًا اَلَا تَرٰی مَا نَحْنُ فِيْهِ اَلَا تَرٰی مَا بَلَغَنَا اَلَا تَشْفَعُ لَنَا عِنْدَ رَبِّكَ۔

"پس بیایند بر نوح علیہ السلام پس بگویند کہ تو اولِ رسولاں ہستی سوئے اہلِ زمین و نامیدہ است ترا خدائے تعالےٰ بندۂ شکور، آیا نمی بینی آنچہ رسیدہ است مارا، آیا شفاعت نمی کنی برائے ما نزدِ پروردگارِ خود۔"

فَيَقُوْلُ اِنَّ رَبِّیْ غَضِبَ الْيَوْمَ غَضَبًا لَمْ يَغْضَبْ قَبْلَهٗ مِثْلَهٗ وَلَا يَغْضَبُ بَعْدَهٗ مِثْلَهٗ، نَفْسِیْ نَفْسِیْ۔

"پس بگوید نوح علیہ السلام کہ بدرستی پروردگارِ من خشم کردہ است امروز خشم کردنی کہ خشم نکردہ است قبل ازیں مانندِ ایں و خشم نخواہد کرد بعد ایں مانندِ ایں وا و علیہ السلام گوید نفسی نفسی۔"

---

[1] نکرد (ذ)

marfat.com

و در روایتِ انس آمده :

وَيَذْكُرُ خَطِيئَتَهُ الَّتِي أَصَابَ سُؤَالَهُ رَبَّهُ بِغَيْرِ عِلْمٍ۔

" و یاد کند نوح علیہ السلام خطائے خود را کہ رسیدہ بود کہ آں سوالِ او است مر پروردگارِ خود را بہ نجاتِ پسرِ خود بے علم "

و در روایت ابی ہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ آمدہ (در قولِ نوح علیہ السلام)

وَقَدْ كَانَتْ لِي دَعْوَةٌ دَعَوْتُهَا عَلَى قَوْمِي

" یعنی خواہد گفت نوح علیہ السلام بہ تحقیق بود مرا دعوتے کہ دعا کردم بداں مر قومِ خود را "

اِذْهَبُوا إِلَى غَيْرِي اِذْهَبُوا إِلَى إِبْرَاهِيمَ فَإِنَّهُ خَلِيلُ اللهِ۔

" بروید سوئے غیرِ من ، بروید سوئے ابراہیم کہ بدرستی او خلیل اللہ است "

فَيَأْتُونَ إِبْرَاهِيمَ فَيَقُولُونَ أَنْتَ نَبِيُّ اللهِ وَخَلِيلُهُ مِنْ أَهْلِ الْأَرْضِ اِشْفَعْ لَنَا عِنْدَ رَبِّكَ أَلَا تَرَى مَا نَحْنُ فِيهِ۔

" پس بیایند بر ابراہیم علیہ السلام پس بگویند کہ تو پیغامبر خدا و خلیل او از اہل زمین ہستی ، سفارش کن برائے ما سوئے پروردگارِ خود آیا نمی بینی آنچہ ما دراں ہستیم "

فَيَقُولُ إِنَّ رَبِّي غَضِبَ الْيَوْمَ غَضَبًا فَذَكَرَ مِثْلَهُ وَيَذْكُرُ ثَلَاثَ كَلِمَاتٍ كَذِبَهُنَّ . نَفْسِي نَفْسِي

marfat.com

وَلٰکِنْ عَلَیْکُمْ بِمُوْسٰی فَاِنَّہٗ کَلِیْمُ اللّٰہِ۔

"پس بگویدابراہیم علیہ السلام مانند آنچہ نوح علیہ السلام فرمود و یاد کند آں سہ کلمہ کہ بدروغ گفتہ بود لیکن[1] شما بر موسےٰ علیہ السلام بروید زیرا کہ او ہم سخن پروردگار است۔"

فَاِنَّہٗ عَبْدٌ اٰتَاہُ اللّٰہُ التَّوْرَاۃَ وَکَلَّمَہٗ وَقَرَّبَہٗ نَجِیًّا۔

"زیرا کہ بدرستی او بندہ ایست کہ داد خدائے تعالیٰ او را توریت و کلام کرد باوے و نزدیکی داد او را در حالتِ مناجات۔"

قَالَ فَیَاْتُوْنَ مُوْسٰی فَیَقُوْلُ لَسْتُ لَھَا وَیَذْکُرُ خَطِیْئَتَہُ الَّتِیْ اَصَابَ وَقَتْلَہُ النَّفْسَ وَلٰکِنْ عَلَیْکُمْ بِعِیْسٰی فَاِنَّہٗ رُوْحُ اللّٰہِ وَکَلِمَتُہٗ۔

"پس آیند بر موسےٰ علیہ السلام پس گوید موسےٰ علیہ السلام نیستم برائے شفاعت و یاد خواہد کرد خطائے را کہ رسید و کشتنِ خود جانِ قبطی، نفسی نفسی، لیکن بر شما لازم است کہ بر عیسےٰ علیہ السلام بروید زیرا کہ او روحِ خدا و کلمہ اوست۔"

فَیَاْتُوْنَ عِیْسٰی فَیَقُوْلُ لَسْتُ لَھَا وَلٰکِنْ عَلَیْکُمْ بِمُحَمَّدٍ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عَبْدٌ غَفَرَ اللّٰہُ لَہٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِہٖ وَمَا تَاَخَّرَ۔

"پس بیایند بر عیسےٰ علیہ السلام، پس بگوید برائے شفاعت نیستم لیکن بر شما

---

[1] لکن (ذ)

marfat.com

لازم است کہ برود بر محمد صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم، او بندہ ایست کہ آمرزیدہ است خدائے تعالےٰ مراد را از گناہان پیشین وپسین او۔"

فَيَأْتُوْنِيْ فَأَقُوْلُ أَنَا لَهَا فَأَنْطَلِقُ فَأَسْتَأْذِنُ عَلٰى رَبِّيْ فَيُؤْذَنُ لِيْ فَإِذَا رَأَيْتُهٗ وَقَعْتُ سَاجِدًا۔

"پس بیایند بر من پس بگویم من خاص برائے شفاعت ہستم، پس بدگاہ روم واذن خواہم از پروردگار، پس اذن دادہ شود برائے من، پس ہرگاہ او تعالیٰ را بینیم افتم سجدہ کناں۔"

ودر روایتے آمدہ :

فَآتِيْ تَحْتَ الْعَرْشِ فَأَخِرُّ سَاجِدًا

"پس بیایم زیر عرش پس بافتم[1] سجدہ کناں"

ودر روایتے آمدہ :

فَأَقُوْمُ بَيْنَ يَدَيْهِ فَأَحْمَدُهٗ بِمَحَامِدَ لَا أَقْدِرُ عَلَيْهَا إِلَّا أَنْ يُلْهِمَنِيْهَا اللّٰهُ۔

"پس ایستادہ شوم پیش پروردگار[2] پس حمد کنم او را بآں محامد کہ توانائی براں ندارم مگر آنکہ الہام کند مرا آں را خدائے تعالےٰ۔"

ودر روایتے آمدہ :

فَيَفْتَحُ اللّٰهُ عَلَيَّ بِمَحَامِدِهٖ وَحُسْنِ الثَّنَاءِ عَلَيْهِ شَيْئًا لَمْ يَفْتَحْهُ عَلٰى أَحَدٍ قَبْلِيْ۔

"پس بکشاید خدائے تعالےٰ بر من از محامد وحسن ثنا بر خویش چیزے

---

[1] یافتم (پ)   [2] پروردگار من (ذ)

marfat.com

کہ نگشادہ است برکسے پیش از من۔"

فَيُقَالُ يَا مُحَمَّدُ! اِرْفَعْ رَأسَكَ سَلْ تُعْطَهْ وَاشْفَعْ تُشَفَّعْ۔

"پس فرمان دادہ شود اے محمد! سرِ خود بردار بخواہ (آنچہ خواہی[1]) تا دادہ شوی وشفاعت کن تا شفاعتِ تو قبول کردہ آید۔"

فَارْفَعُ رَأسِي فَأَقُولُ يَا رَبِّ أُمَّتِي يَا رَبِّ أُمَّتِي۔

"پس سرِ خود بردارم پس گویم اے پروردگار! امتِ من امتِ من!"

فَيَقُولُ اَدْخِلْ مِنْ اُمَّتِكَ مَنْ لَا حِسَابَ عَلَيْهِ مِنَ الْبَابِ الْاَيْمَنِ مِنْ اَبْوَابِ الْجَنَّةِ وَهُمْ شُرَكَاءُ النَّاسِ فِيمَا سِوٰى ذٰلِكَ مِنَ الْاَبْوَابِ۔

"پس خدائے تعالےٰ فرماید درآر از امتِ خود کسانے را کہ حساب نیست برآنہا از درِ راستیں از درہائے بہشت وایشاں شریک مردمانِ دیگر اند در چیزے کہ ورائے آں باب است از ابواب۔"

ودر روایتِ دیگر آمدہ است :

فَيُقَالُ لِي يَا مُحَمَّدُ! اِرْفَعْ رَأسَكَ وَقُلْ تُسْمَعْ لَكَ وَاشْفَعْ تُشَفَّعْ وَسَلْ تُعْطَهْ فَأَقُولُ يَا رَبِّ أُمَّتِي أُمَّتِي۔

"پس گفتہ شود برائے من اے محمد! سرِ خود را[2] بردار وبگو کہ شنودہ خواہد شد

---

[1] (آنچہ دانی) (ذ) [2] برا (ذ)

marfat.com

برائے تو شفاعت کہ مقبول خواہد افتاد، بخواہ کہ دادہ خواہی شد۔"

فَيُقَالُ اِنْطَلِقْ فَمَنْ كَانَ فِيْ قَلْبِهٖ مِثْقَالُ حَبَّةٍ مِّنْ بُرَّةٍ[1] اَوْ شَعِيْرٍ مِّنْ اِيْمَانٍ فَاَخْرِجْهُ فَانْطَلِقُ فَاَفْعَلُ۔

"پس می فرماید[2] کہ برو پس ہر کہ در دلِ او ہموزن یک دانہ گندم یا جَو از ایمان باشد او را از آتش بروں آر پس بروم پس بکنم۔"

ثُمَّ اَرْجِعُ اِلٰى رَبِّيْ فَاَحْمَدُهٗ بِتِلْكَ الْمَحَامِدِ وَذَكَرَ مِثْلَ الْاَوَّلِ وَقَالَ فِيْهِ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ قَالَ[3] فَاَفْعَلُ۔

"پس باز بپروردگار بروم و او را محامد مذکور بخوانم و یاد کرد حدیث مثلِ حدیثِ اول و گفت دراں حدیث ہمچو دانہ خردل یعنی ہر کہ چوں دانہ خردل ایمان داشتہ باشد او را از آتش برآر[4] فرمود پس بیروں آرم۔"

ثُمَّ اَرْجِعُ وَذَكَرَ مِثْلَ مَا تَقَدَّمَ وَقَالَ فِيْهِ مَنْ كَانَ فِيْ قَلْبِهٖ اَدْنٰى اَدْنٰى[5] مِنْ مِّثْقَالِ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ فَاَفْعَلُ۔

"پس باز روم و ذکر فرمود آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مانند آنچہ بالا گزشت و فرمود دراں بار ہر کہ باشد در دلِ او اندک تر از دانہ خردل بیروں آر، پس بکنم[6] یعنی بیروں آرم او را از آتش۔"

---

[1] برۃ (ذ) [2] بفرماید (پ) [3] قال × (ذ) [4] برآور (ذ) [5] ادنیٰ سہ بار (ذ)

[6] پس بکنم (ت)، او را × (ذ)

marfat.com

ثُمَّ اَرْجِعُ وَ ذَكَرَ فِي الْمَرَّةِ الرَّابِعَةِ فَيُقَالُ اِرْفَعْ رَأْسَكَ وَقُلْ تُسْمَعْ وَاشْفَعْ تُشَفَّعْ وَسَلْ تُعْطَهْ فَاَقُولُ يَا رَبِّ اِئْذَنْ لِي فِي مَنْ قَالَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ـ

" پس باز روم و یاد فرمود که در بار چہارمیں، پس فرمان داده شود بجائے من که سرِ خود بر دار و بگو که شنیده خواہد شد، شفاعت کن که مقبول خواہد افتاد و بخواه که داده خواہی شد، پس بگویم اے پروردگار! دستورے دِه برائے من در حق کسانے که لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ گفته اند "

قَالَ لَيْسَ ذٰلِكَ اِلَيْكَ وَلٰكِنْ وَعِزَّتِي وَكِبْرِيَائِي وَعَظَمَتِي وَجِبْرِيَائِي لَاُخْرِجَنَّ مِنَ النَّارِ مَنْ قَالَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ـ

" فرمان شود نیست ایں مفوض بگر سوگند[1] عزت و کبریا و عظمت و قہر من ہر آئنہ بیروں آرم از آتش کسانے را که گفته اند لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ "

و در روایتِ قتاده ازاں حضرت آمده :

فَلَا اَدْرِي فِي الثَّالِثَةِ اَوِ الرَّابِعَةِ فَيَقُولُ يَا رَبِّ مَا بَقِيَ فِي النَّارِ اِلَّا مَنْ حَبَسَهُ الْقُرْاٰنُ اَيْ وَجَبَ عَلَيْهِ الْخُلُودُ ـ

" راوی گفته نمی دانم در بار سوئی یا چہارمی پس گوید آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اے پروردگار! نمانده در آتش مگر کسے که حبس کرده است او را قرآن اے کسیکه واجب شده بروے خلود در دوزخ "

---

[1] سوگند × (پ)

marfat.com

باید دانست کہ ازیں حدیث شریف کہ بطرقِ متعددہ در کتبِ صحاح مروی است چند مطالب ثابت می شوند۔

یکے[1] آنکہ اولین و آخرین کیسر در عرصاتِ محشر سراسیمہ و مضطر بودہ طریقے بجز وسیلہ جستن و شفیع خواستن در حضرتِ مالکِ داور نخواہند یافت و کسے از ایشاں از پناہ بردن و وسیلہ آوردن سر بر نخواہد تافت و ہر یک از اینہا اول سوئے آدم علیہ السلام و بعد ایشاں سوئے دیگر رسل عظام خواہند[2] شتافت و کسے از ایشاں سوائے حضرتِ سید المرسلین سرورِ اولین و آخرین حبیب رب العالمین بارِ شفاعت نخواہد یافت، پس گنہگارے، ناہنجارے از شفاعتِ محمدی نا امیدوارے کہ بے استشفاع و وسیلہ جوئی بہ تقاضائے ہرزہ سرائی و یاوہ گوئی بر زبان آرد و عقیدہ دارد کہ بے التجا نکردہ سوئے احدے روئے توسل نا آوردہ بے سبب شفاعتِ محمدی مورد رحمتِ ایزدی خواہد شد، خیالش خام و سودایش ناتمام است۔

دوئم[3] ایں کہ از ارشادِ فیض بنیادِ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم :

فَاَقُوْلُ اَنَا لَهَا فَاَنْطَلِقُ فَاَسْتَاْذِنُ عَلٰى رَبِّىْ

ظاہر و آشکار است کہ آنحضرت سید المرسلین صلوات اللہ وسلامہ علیہ پیش از فرمانِ الٰہی کہ سَلْ تُعْطَہْ وَاشْفَعْ تُشَفَّعْ بہ شفاعت ماذون و آنحضرت را استجابتِ شفاعت بہ یقین مقرون بود، چہ بے اذنِ الٰہی و یقینِ استجابتِ شفاعت از بارگاہِ ایزدی ارشادِ ایں کلمہ معنی ندارد، پس اذن ہمان است کہ در قرآنِ مجید ارشاد شدہ است :

وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْۢبِكَ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ

---

[1] د × (ذ) [2] در اصل نسخہ، خواہد [3] کہ از × (ذ)

ویقین باستجابتِ شفاعت از بشارتِ

وَ لَسَوْفَ يُعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى

وازآں[1] جہت کہ شفاعتِ آنحضرت صلی اللہ تعالے علیہ وسلم دعوتِ مستجابہ آنحضرت صلی اللہ تعالے علیہ وسلم بودہ است کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آں را برائے امتِ خود پوشیدہ داشتہ با آنحضرت[2] صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حاصل بود۔

سومئی ایں کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم را در بارگاہِ ایزدی غایت وجاہت وکمالِ محبوبیت حاصل است چہ ہر یک از رسلِ اولوالعزم دراں ہنگام برخود لرزاں و در کارِ خود حیراں خواہند بود و آنحضرت در ہچو ہنگام بسببِ منزلت و وجاہت و محبوبیت و مقبولیتِ خود بر انجاح سوالِ مستشفعین اقدام و برائے شفاعتِ[3] ایشاں تکفل سرانجام خواہد فرمود۔

چہارمی اینکہ در نجات کسانے کہ منکرِ رسالت و مقرِ توحید بودند، شفاعت آنحضرت صلی اللہ تعالے علیہ وسلم را سببیت و مداخلت نخواہد بود و کسانے را کہ اقرار توحید و رسالت دارند او سبحانہ آمرزش و مغفرت بے توسطِ سببِ شفاعتِ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نخواہد فرمود۔

پنجم آنکہ غایت کرامت آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بر حضرت رب العزت ازیں حدیث مستنبط می شود کہ اجابت و قبول و اسعافِ[4] مامول از پیش گاہِ حضرتِ ایزدِ متعال برائے دعا و سوال آنحضرت استقبال خواہد فرمود، چہ پیش از دعا و سوالِ آنحضرت صلی اللہ تعالے علیہ وسلم فرمان خواہد شد سَلْ تُعْطَهْ وَاشْفَعْ تُشَفَّعْ۔

ششم اینکہ کمالِ شفقت و رحمت از آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بر حالِ امت

---

[1] ازیں (پ) [2] آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم (ذ) [3] اشفاق (ذ) [4] اینکہ × (ذ)

marfat.com

ازیں حدیث معلوم می شود کہ آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم را بجز فکرِ امت خود در روزِ محشر ہیچ[1] یک امر پیشِ نظر نخواہد بود چنانکہ دیگر رسل را فکرِ ذاتِ خود خواہد بود کہ نفسی نفسی خواہند گفت، آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم را فکرِ امتِ خود خواہد بود کہ امتی امتی خواہند فرمود۔

ہفتم اینکہ[2] اہلِ کبائر از مؤمنین بہ فیض شفاعتِ آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نجات خواہند یافت، چہ البتہ مثقالِ ذرہ از ایمان دارند، پس بلاشبہ مشمولِ شفاعت آنحضرت خواہند بود و آنچہ معتزلہ گمان می برند کہ شفاعت را در حطِّ[3] کبائر مدخل نیست جہل و نادانی آں گروہِ خذلان پژوہ[4] است۔

و منہا ما روی عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما، عنہ علیہ الصلوٰۃ والسلام:

یُوضَعُ لِلْاَنْبِیَاءِ مَنَابِرُ یَجْلِسُوْنَ عَلَیْہَا وَ یَبْقٰی مِنْبَرِیْ لَا اَجْلِسُ عَلَیْہِ قَائِمًا بَیْنَ یَدَیْ رَبِّیْ مُنْتَصِبًا۔

"خواہند نہاد برائے پیغمبراں منبر ہا کہ براں خواہند نشست و خالی خواہد ماند منبرِ من، نخواہم نشست برآں، کہ پیش پروردگارِ خود[5] خواہم استاد۔"

فَیَقُوْلُ اللّٰہُ تَبَارَکَ وَ تَعَالٰی مَا تُرِیْدُ اَنْ اَصْنَعَ بِاُمَّتِکَ۔

"پس بہ فرماید خدائے تعالےٰ چہ می[6] خواہی آنکہ بکنم[7] با امتِ تو"

فَاَقُوْلُ یَا رَبِّ عَجِّلْ حِسَابَہُمْ

---

[1] ہیچک (ب) [2] آنکہ (ذ) [3] بردہ (ذ) [4] خود × (ذ) [5] چہ خواہی (ذ) [6] بکنیم (ب)۔

"پس بگویم اے پروردگار! زود کن حسابِ ایشاں"

فَیُدْعٰی بِھِمْ فَیُحَاسَبُوْنَ

"پس ایشاں خواندہ شوند، پس حساب کردہ شوند ایشاں"

فَمِنْھُمْ مَنْ یَدْخُلُ الْجَنَّۃَ بِرَحْمَتِہٖ وَمِنْھُمْ مَنْ یَدْخُلُ الْجَنَّۃَ بِشَفَاعَتِیْ۔

"پس بعض ایشاں کسے باشد کہ درآید بہ بہشت بہ سببِ رحمتِ او تعالیٰ و بعضے ایشاں کسے باشد کہ درآید بہ بہشت بہ سببِ شفاعتِ من"

وَلَا اَزَالُ اَشْفَعُ حَتّٰی اُعْطٰی صِکَاکًا بِرِجَالٍ قَدْ اُمِرَ بِھِمْ اِلَی النَّارِ حَتّٰی اَنَّ خَازِنَ النَّارِ یَقُوْلُ یَا مُحَمَّدُ مَا تَرَکْتَ لِغَضَبِ رَبِّکَ فِیْ اُمَّتِکَ مِنْ نِّقْمَۃٍ۔

"و من ہمیشہ شفاعت کنم و از شفاعت باز نمانم تا آنکہ بدہند مرا کتابہائے[1] مغفرت بمردمانیکہ بدرستی فرمان شدہ بود درجہت ایشاں بدخولِ نار تا آنکہ خازن دوزخ ہر آئینہ گوید اے محمد! صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نگذاشتی برائے خشم پروردگارِ خود در امتِ خود ہیچ نقمہ"

ازیں حدیث ثابت شد کہ او سبحانہ بسبب وجاہت و محبتِ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم با امتِ محمدی معاملہ باسترضائے آنحضرت خواہد فرمود با ایشاں حسبِ خواہش آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم تعجیل در محاسبہ خواہد کرد و کسانیکہ بے گناہ یا کثیر الخیرات خواہند بود بہ سببِ رحمتِ الٰہی داخلِ بہشت خواہند شد و شفاعتِ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نسبت بہ ایشاں در تعجیلِ حساب است نہ در نجات دادن از

---

[1] کتابہائے اسماء مردمانیکہ (ذ)

marfat.com

عقاب وکسانیکہ گنہگار و بہ سیئاتِ اعمالِ خود گرفتار خواہند بود بسببِ شفاعتِ آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم بہ بہشت خواہند در آمد، در نجاتِ آنہا شفاعتِ محمدی سبب خواہد بود تا اینکہ بہ فیضِ شفاعتِ آنحضرت صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کسانیکہ بدخولِ نار مامور شدہ باشند، فرمانِ آمرزش یابند و خازنِ دوزخ باآنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عرض کند کہ ہیچ[1] کس را از امتِ خود برائے خشمِ پروردگار نگذاشتی۔

ومنہا ما روی عنہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم :

شَفَاعَتِیْ لِاَھْلِ الْکَبَائِرِ مِنْ اُمَّتِیْ

" شفاعتِ من برائے اہلِ کبائر است از امتِ من "

ومنہا ما روی عنہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم :

اَتَانِیْ اٰتٍ مِنْ عِنْدِ رَبِّیْ فَخَیَّرَنِیْ بَیْنَ اَنْ یَدْخُلَ نِصْفُ اُمَّتِیَ الْجَنَّۃَ وَبَیْنَ الشَّفَاعَۃِ فَاخْتَرْتُ الشَّفَاعَۃَ وَھِیَ لِمَنْ مَاتَ لَا یُشْرِكُ بِاللّٰہِ شَیْئًا۔

" آمد برمن آیندہ از نزدِ پروردگارِ من، پس مخیر گردانید مرا درمیان اینکہ در آید نیم امتِ من در بہشت و درمیانِ شفاعت پس اختیار کردم شفاعت را و آں شفاعت برائے کسے است کہ مرد در حالتے کہ شریک نمی گرداند باخدا ہیچ چیز را "

بالجملہ آیاتِ بسیار و آثارِ بے شمار درین باب وارد اند وفیما ذکرنا کفایۃ۔ الحاصل کہ حقیقتِ شفاعت علی العموم مفہوم وحالِ شفاعتِ سیدنا سید الاولین والآخرین علی الخصوص

---

[1] ہیچیک (ذ)

marfat.com

منکشف ومعلوم شد، اکنوں در کلامِ لاطائل قائل کہ مستفتی سائل از صدق وکذبِ آں استفسار کردہ تامل باید کرد و باید دانست کہ ہمہ آں کلام، از آغاز تا انجام، اوہام ناتمام، بلکہ سودائے پختہ وخیالِ خام است بچند وجوہ ۔

اوّل اینکہ بسم اللہ غلط، ایں قائل امیدواری را بہ فراموشکاری نامیدہ، ناگنہگاران بے طاعت، امیدوارانِ شفاعت را بغلط کاری نسبت کردہ خود در غلط و تغلیط افتادہ، چہ باثبات رسید کہ اجابتِ شفاعتِ جناب حضرتِ سرور برائے اہلِ کبائر یقینی است، پس امیدواراں را غلط فہم و فراموشکار نامیدن چہ خود فراموشی وچہ غلط فہمی و بددینی است، ہر کہ از شفاعت نومید باشد نومید ماند !

دوئم اینکہ ایں قائل سفارش را سہ قسم کردہ، در ہر قسم معنیٔ سفارش راست نمی آید، چہ در صورتِ اول وثانی تحکم وفرمان فرمائی و در صورتِ ثالث کہ بادشاہ خود برمجرم رحم آوردہ بپاسِ سررشتۂ[1] آئین خود اظہارِ رحمِ خود نتوانست کرد، ناچار بہانہ جستہ کسے را شفاعت خواہِ وے نمودہ، نامِ عفو بر زباں برد، تلبیس وغلط نمائی است، پس ایں قائل یا جاہلِ متعالم است کہ معنیٔ سفارش در فہمِ او نمی آید یا عالمِ متجاہل[2] کہ معنیٔ سفارش واژگونہ می نماید۔

سوئم اینکہ ایں کس کہ صورتِ اول، شفاعتِ وجاہت نامیدہ است ظاہراً معنیٔ وجاہت نہ فہمیدہ یا معنیٔ سفارش بہ فہمِ او نرسیدہ است، چہ در صورتِ مذکورہ عفوِ جریمہ بخوفِ مضرت در حالِ عدمِ قبولِ شفاعت است وایں معنی نہ از لفظِ شفاعت مفہوم می شود نہ از لفظِ[3] وجاہت، معلوم نیست کہ ایں معنی از کجا بخاطرِ خطیر ایں تحریر خوش تحریر مخطور ولفظِ مذکور را از افادتِ معنی رد داری از چہ درجہ برآمدہ در معنیٔ مخترع باستعمال

---

[1] سررشتہ (پ) [2] متجاہل است (پ) [3] لفظ × (ذ)

marfat.com

درآمده در رسالۂ عقائدِ مذکور، مسطور و در مشتے بازاریاں متعارف و مشہور شدہ۔

علاوہ ازیں در نصِ قرآنی انبیاء و رسل را بوجاہت ستودہ در حق حضرت کلیم صلوات اللہ وسلامہ علیہ

وَكَانَ عِنْدَ اللّٰهِ وَجِيْهًا

در حق حضرتِ مسیح علیہ السلام

وَجِيْهًا فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَمِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ

فرمودہ اند، اہلِ تفاسیر وجاہت را در آخرت بہ شفاعت تفسیر کردہ اند، وازیں جا تفسیرِ[1] قرآن دانیِ ایں قائل تواں دریافت۔

اگر کسے گمان برد کہ ایں قائل اصطلاح کردہ است بر اطلاق شفاعتِ وجاہت بر صورتِ اولیٰ، ولا مشاحۃ فی الاصطلاح، و شک نیست در ایں کہ قول بتحقیقِ[2] صورتِ اولیٰ در حضرتِ ایزدی سبحانہ وتعالیٰ شرک وجہل است۔

گفتہ شود کہ اصطلاح وتغییر[3] در معانی الفاظے کہ در کلامِ الٰہی واحادیثِ نبوی مستعمل اند و قرار دادن آں الفاظ بازائے معانی فاسدہ جائز و روا نیست، چہ ایں چنیں اصطلاح بر داختن مردماں را در غوایت وعمایت انداختن است مثلاً اگر کسے بے دینے بگوید کہ آنحضرت علیہ السلام رسول اللہ نیستند وایں کلمہ در کتابے کہ برائے تلقینِ عقائد بعامہ تالیف کردہ باشد ثبت گرداند، ہر گاہ کسے برا و مواخذہ کند کہ نفیِ نبوت و رسالت از آں حضرت کفر و انکارِ نصوص است، گوید کہ اصطلاح کردہ شد بریں کہ نبوت و رسالت بمعنی غلبہ و تسلط است و شک نیست کہ اثبات غلبہ و تسلط آں حضرت بر جنابِ باری عزوجل شرک و کفر است، آیا ایں بے دین

---

[1] تفسیر دانی (پ) [2] در اصل نسخہ "تحقیق" [3] تعبیر (پ)

marfat.com

درچنیں اصطلاح معذور داشته خواهد شد وکلمهٔ لامشاحة فی الاصطلاح عذر خواه او تواند شد، کلّا! آں مصطلح بمجرد ایں اصطلاح کافر می شود۔

همچناں اگر کسے گوید که آنحضرت صلی الله تعالیٰ علیه وسلم یا حضرت موسیٰ و حضرت عیسیٰ علیهما السلام عند الله وجیه نیستند، و هرگاه که کسے برا و مواخذه کند که نفی وجاهت ازاں حضرات کفر صریح است گوید که من اصطلاح کرده ام برایں که در وجاهت تسلط و قدرت بر مضرت ماخوذ است و شک نیست در انتفاء ایں معنی ازآں حضرات، نسبت بخدائے تعالیٰ آں بے دین بمجرد ایں اصطلاح از دائرهٔ ایمان بیقین بیروں گردد وکلمهٔ لامشاحة فی الاصطلاح وجه معذرت او نمی تواند شد۔

باایں همه ایں قائل دعوائے اصطلاحِ خود نمی کند، می گوید ایں صورت را شفاعتِ وجاهت گویند پس او بآں شناعت[1] که مذکور شد در شناعت[2] اختلاق وافترا هم گرفتار است، نعوذ بالله المتعال من الضلال والاضلال۔

چهارم ایں که قولِ او:

"اوس شهنشاه کی یه شان هے"

باسباقِ کلام مربوط نیست چه معنی ایں کلام چنانکه در مقامِ ثانی مذکور شود صحتِ تعلقِ تکوین بهزارها انبیاء واولیاء وجنّه وملائکه[3] وبامثالِ جبریل امین وحضرت سید المرسلین صلوات الله وسلامه علیهم است وایں معنی را بانفیِ مداخلتِ کسے در کارخانجاتِ ملکِ الٰهی ربط بیّن نیست چنانکه اگر کسے گوید که در کارخانهٔ بادشاہے کدام امیر یا وزیر را دخل کثیر[4] وتسلطِ کبیر است و هرچه او به بادشاه می گوید بادشاه را از امتثالِ آں برائے حفظ رونق وسلطنت ناگزیر، در نفیِ ایں کلام نتواں گفت که بادشاه اگر خواهد دیگراں را به منصبِ آں

---

۱ (ذ) ۲ در اصل نسخه "شفاعت" است ۳ وملائکه امثالِ جبریل امین، باید ۴ کثیر × (ذ)

marfat.com

امیر رساند و رعایا را با ایں امیرِ عالی منزلت برابر گرداند زیرا کہ ایں معنی دلالت بر نفیِ مداخلتِ ایں امیر در کارخانۂ بادشاہے نمی کند۔

بلکہ چنیں بایستے گفت کہ کسے را در کارخانجاتِ الٰہی مداخلت ہیچگونہ نیست تا از رنج و ناخوشی او بے رونقی در کارخانجاتِ الٰہی تواند رسید، خواہ آں کس ممکن الوجود باشد یا مستحیل الوجود و آں کس کثیر الامثال باشد یا بے نظیر و بے عدیل، پس ایں کلام با وصفِ بطلانِ آں فی نفسہٖ چنانکہ در مقامِ ثانی می آید با سباقِ کلام، مربوط نمی نماید[1] و اگر بہ تکلف ربطے برائے آں ہم رسانیدہ آید انجام[2] ایں کلام در شناعت[3] می افزاید، چنانکہ ان شاء اللہ تعالےٰ عنقریب در مقامِ ثالث می آید۔

پنجم ایں کہ قولِ او

"اور سب لوگ اگلے اور پچھلے" (الیٰ آخرہ)

با سباقِ کلام چسپاں نیست، مناسبِ مقام ایں بود کہ می گفت کہ ہر کس را رونق و بہا بخشیدۂ[4] او سبحانہ است، پس کسے کارخانۂ مملکتِ او را چہ رونق تواند رسانید[5] و ہر یکے[6] را نفع و مضرت و رنج و راحت او می رساند، ذاتِ مقدسہ را کدام کس سود و زیاں و راحت و رنج تواند رسانید؟

ایں فقرہ را کہ اگر[7] جمیع اولین و آخرین برابر جبرئیل و خاتم المرسلین[8] شوند رونقِ سلطنتِ آں مالک الملک نمی افزاید و اگر ہمہ دجال و شیطان فتورے و قصورے در رونقِ مملکتِ او نمی آید با سباق انطباق نیست مگر بہ تکلف، آرے قائل را ازیں ہر فقرہ غرضے در خاطر مکنون و مقصودے در ضمیر مبطون[9] است کہ ان شاء اللہ تعالےٰ در مقامِ

---

[1] در اصل نسخہ "می نماید" [2] اقحام (ذ) [3] شفاعت (ذ) [4] بہا (ذ) [5] بخشید (پ) [6] و ہر یکے را (ذ، نا) رسانیدہ (ذ) [7] در اصل نسخہ "اگر" نیست [8] النبیین (ذ) [9] مطعون (ذ)

marfat.com

ثالث بر آں آگاہی دادہ خواہد شد۔

ششم ایں کہ صورتِ ثانیہ را شفاعتِ محبت نامیدہ می گوید کہ ایں را شفاعتِ محبت می گویند، ایں ہم معنی اختراعی و تفسیر اختلاقی[1] ایں قائل است۔ سابق گذشتہ کہ شفاعت، بسببِ محبت مستشفع الیہ با شفیع مقبول می شود و اجابتِ شفاعت اثرے از آثارِ محبت و رضا خواستنِ حبیب مقتضائے ایں صفت است، اضطرار و ناچاری و اندیشہ از رنجانیدن و دل آزاری در معنیٔ شفاعتِ محبت داخل نیست و در صورتے کہ نوبت باضطرار و ناچاری رسد معنی شفاعت باطل می شود، دراں جا معنیٔ تحکم و فرمان فرمائی راست می آید۔

در تفسیر قولہ تعالےٰ

وَلَسَوْفَ يُعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرْضَىٰ

و دیگر ما سبق گذشتہ است کہ او تعالےٰ بسببِ محبتِ آنحضرت، رضا خواہِ آنحضرت است، بلا شک و ریب شانِ محبت، رضا خواستنِ حبیب است و ہیچ حبیب بدیں راضی نیست کہ شفاعتِ او بحضورِ محب او مردود و متوسلِ او از حضرتِ محب مطرود گردد۔

ہفتم ایں کہ[2] قائل کہ نفیِ شفاعتِ محبت در بارگاہِ کبریا را نہ آنحضرت یا حضرات دیگر انبیا علیہم السلام و اولیا رمی کند، از دو حال خالی نیست، یا اعتقاد دارد کہ او سبحانہ را با آنحضرت یا حضراتِ دیگر انبیاء و اولیاء محبت نیست تا شفاعتِ محبت متحقق شود و ایں خود کفرِ صریح و انکارِ نصوصِ قاطعہ و احادیث صحیحہ است، یا محبت را از اسباب قبولِ شفاعت نمی داند و ایں ہم بانکارِ نصوصِ صریحہ و احادیث

---

[1] دراصل نسخہ "اختلافی"۔

marfat.com

صحیح می کشد، چنانچه در تفسیرِ وَالضُّحٰی وَ الَّیْلِ اِذَا سَجٰی و دیگر آیات و احادیث مذکور شد۔

واگر گوید کہ اصطلاح کردہ شد بریں کہ اضطرار و ناچاری و اندیشۂ رنج و دل آزاری در شفاعتِ محبت ماخوذ است، جوابش ہماں است کہ در وجہِ سویم گذشت۔

ہشتم ایں کہ قولِ او

"مالک اپنے بندوں کو"

باسیاقِ کلام مناسبت والتیام ندارد چہ حاصلِ آں این است کہ ہمہ عباد مقربین از ملائکہ و آدمیین بندۂ او می تواند کہ بجز راہِ بندگی یک قدم بیروں پویند، ازیں لازم نمی آید کہ کسے از ملائکہ و انبیاء، محبوبِ حضرتِ کبریاء نباشد و شفاعتِ کسے بسببِ[1] محبوبیت مقبول و پذیرانہ گردد مگر در سوقِ کلام قائل را غرضے پوشیدہ است کہ در مقامِ ثانی بر آں تنبیہ خواہد رفت۔

نہم اینکہ ایں[2] قائل صورتِ ثالثہ را شفاعت بالاذن نامیدہ است، حال آنکہ معنئ شفاعت بالاذن چنانکہ سابق معلوم شد این است کہ شفاعت خواہ بعرضِ[3] شفاعت در حقِ مستشفع لہ بحضورِ مستشفع الیہ ماذون باشد، دراں شرط نیست کہ مستشفع الیہ پیش از شفاعت برآں مجرم کہ مستشفع لہ باشد رحم آوردہ بپاسِ حفظِ آئینِ خود از گناہش درگذر کردن تواند، اگر پیش از شفاعت رحم آوردہ، باز شفاعت، سببِ[4] رحم و آمرزشِ او نیست بلکہ دریں صورت، شفاعت لغو و بیکار است واگر شفاعت نافع است برائے مستشفع الیہ نافع است نہ برائے مستشفع لہ، چہ در صورتِ مذکورہ بدولتِ شفاعت مستشفع الیہ پاسداریٔ آئینِ سلطنتِ خود توانست کرد و بہانۂ آں رحمے کہ منظور

---

[1] سبب (ذ) [2] ایں قائل او (ذ) [3] بعرض (ذ) [4] بسبب (پ)

marfat.com

کرد بظہور توانست آورد و الا بے چارہ برائے حفظِ قوانینِ آئینِ خود در ایں[1] صورت درگذر کردن طریقے نمی یافت اما مستشفع کہ از رحمِ آمرزگاری[2] وے نجاتِ او از پاداشِ کردارِ ناہنجار بکار است و آں خود بیش از شفاعت حاصل، پس شفیع را بر حالش کدام منت و شفاعت را در بارۂ نجاتش چہ مدخل، قائل دریں جا بر سرِ انصاف است کہ خود اعتراف دارد باین کہ در حقیقت دریں صورت شفاعت متحقق نیست، بلکہ بادشاہ برائے افزائشِ عزتِ آں امیر در دلہائے مردماں در ظاہر بنام نہاد شفاعتِ آں امیر، جرمِ مجرم عفو می کند فی الواقع ایں خود سفارش نیست کہ ایں را در رحم و آمرزش کردن در حقِ مجرم مدخل نیست۔

مثلاً اگر کدام خدمتگار بارتکاب نافرمانی گرفتار، و مخدوم در ظاہر بیزار و در باطن جویائے بہانۂ آمرزش آں کردار ناہنجار است بنا بر آں بکسے تلقین کرد کہ از ما استعفائے جریمۂ فلانے خدمتگار کنی و برائے کردار او آمرزش خواہی کہ ما آمرزشِ او منظور داریم، مگر بپاس اینکہ نافرمانی در نظر خدمتگاراں آسان ننماید و در دلِ او در تعظیم و اجلالِ فرمان کمی نیاید، بے بہانہ و بے حجابانہ از و درگذر نتوانیم کرد و آمرزشِ خود باظہار نمی توانیم آورد، آں کس مرضئ مخدوم دریافتہ برائے جریمۂ خدمتگار استعفا و استغفار کرد و مخدوم کہ جویائے بہانہ بود استعفائے او مغتنم دانستہ از آں خدمتگار درگذر کرد نتواں گفت کہ ایں در حقیقت شفاعت است، چہ ایں شفاعت در عفو و رحم مخدوم نسبت بحالِ ایں[3] خدمتگار بے دخل و بے کار است و اگر ایں شفاعت نافع است برائے مخدوم نافع است کہ بطفیلِ ایں شفاعت برائے او بہانۂ درگذر[4]، در ہم رسید نہ برائے خدمتگار کہ سببِ نجاتِ او رحمِ مخدوم اوست کہ پیش از شفاعت بودہ است۔

---

۱ در اصل نسخہ "درصورت"، ۲ در اصل نسخہ "آمرزگاری نجات" ۳ در اصل نسخہ "خدمتگار ایں"، ۴ "درگذر" (پ)

وہچو شفیع برجانِ خدمتگار تا ہماں زماں منت تواند نہاد کہ خدمتگار حقیقتِ حال انکشاف نیافتہ باشد واگر خدمتگار حقیقت دریابد تواند گفت کہ تو برما چہ منت می نہی؟ توجہ کردی؟ آقائے ماخود رحم آورد وآمرزش کرد و نیز افزائشِ عزتِ آں شفیع درحضرتِ مخدوم در دلہائے مردماں تا ہماں زمان است کہ ایشاں دانند کہ مخدوم بہ سفارشِ[1] او از گناہِ فلانے مجرمِ خدمتگار درگذشت واگر دانند کہ مخدوم از خود درگذشت و شفاعتِ شفیع بہانہ بیش نبود، عزتِ او در دلہائے ایشاں چہ خواہد افزود۔

پس ظاہر شد کہ درصورتِ مذکورہ فی المعنی و درحقیقت شفاعت نیست و در ظاہر و بنام[2] شفاعت است۔ ایں معنی اختراعیٔ ایں قائل است وآنچہ درحقیقت شفاعت بالاذن است قسیم[3] و مقابلِ شفاعتِ محبت نیست بلکہ ایں ہر دو قسم شفاعت بالاذن است زیرا کہ شفاعتِ کدام مقرب درحضرتِ مالک از جہتِ آمرزشِ سیئات یا برائے رفعِ درجات برائے کسے بدیں طور کہ آں مقرب را[4] بارِ سخن بحضورِ آں مالک در حق ہیچ کس حاصل باشد چنانکہ[5] حضراتِ انبیاء و اولیاء را بروزِ قیامت اذن و پروانگی عرض وسوال جہت اہلِ ایمان گو مرتکب کبائر باشند درحضرتِ او سبحانہ حاصل است وایں معنی از آنچہ کہ سابق از آیات واحادیث مذکور شدہ بہ ثبوت و وضوح[6] پیوست بدو قسم است :

یکے آں شفاعت کہ سببِ قبولِ آں، وجاہتِ شفیع باشد، دوئمی آں شفاعت کہ سبب استجابتِ آں، محبتِ آں شفیع باشد، وایں معنی فیما سبق از روے کتاب وسنت باثبات رسید۔

---

[1] سفارش (ذ) [2] وبنام × (پ) [3] قسیم (نا) بالاذن است × (ذ) [4] را × (ذ)
[5] چنانکہ × (ذ) [6] ووضح (ذ)

marfat.com

دہم این کہ قول اُو[1]

"مگر وہ ہمیشہ کا چور نہیں اور چوری کرنا اوس نے کچھ اپنا پیشہ نہیں ٹھہرایا" (الی آخرہ)

دلالت دارد بریں کہ اگر گنہگار بتکرار مرتکب کردار ناسزاوار نشود و برکردہ خود پشیمان و[2] شرمندہ باشد[3] درحقِ او شفاعت بالاذن تواند شد حال آنکہ اگر گنہگار بتکرار مرتکبِ گناہ شود و برکردہ خود پشیمان و شرمندہ نباشد و دزدی را پیشہ و ہماں کار ہمیشہ اختیار کند تاہم از روئے آیات و احادیث درحقِ او شفاعت تواند شد، چہ از تکرارِ گناہ شرک و کفر کہ سببِ حرمان از شفاعت است لازم نمی آید و مومن مرتکبِ کبائر گو توبہ نکردہ پشیمان و نادم نشدہ باشد، مستحقِ شفاعت است، آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم ارشاد فرمودہ اند :

شَفَاعَتِیْ لِاَهْلِ الْكَبَائِرِ مِنْ اُمَّتِیْ

و نیز ارشاد کردہ اند :

اَتَرَوْنَهَا لِلْمُتَّقِيْنَ وَلٰكِنَّهَا لِلْمُذْنِبِيْنَ الْخَطَّائِيْنَ۔

"آیا می پندارید شما کہ شفاعتِ من برائے پرہیزگاران است لیکن بدرستی شفاعتِ من برائے گناہگاراں و لبسیار خطا کنندگان است۔"

و اگر گنہگار برکردہ خود پشیماں و شرمندہ بودہ[4] بتکرار مرتکب گناہ نشدہ آں خود تائب است کہ توبہ عبارت است از ندامت برگناہ اما[5] مع عزم عدم العود الیہ چنانکہ

---

[1] دراصل نسخہ "او" × [2] و × (اصل نسخہ) [3] باشد (نا) و شرمندہ × (ذ) [4] بود (پ)
[5] اما مع العزم علی ترک (پ)

بعضے گفتہ اند یا بدونِ ایں شرط چنانکہ رائے دیگران است

وَالتَّائِبُ مِنَ الذَّنْبِ كَمَنْ لَا ذَنْبَ لَهٗ

پس آں گنہگار رستگار است او را بشفاعت چہ علاقہ و چہ کار۔

یازدہم آنکہ قولِ او

" اور بادشاہ سے بھاگ کر کسی امیر اور وزیر کی پناہ نہیں ڈھونڈتا "

عجب کلامِ ابلہ[1] فریب است کہ ایں قائل نفیِ توسل و استشفاع کہ نزد جمیع اہلِ ایمان بنصِ صریح ثابت است منظور داشتہ آنرا بہ پیرایۂ ناداں فریب بیان نمودہ است حالا برائے توضیحِ ایں تلبیس و تفضیح ایں تدلیس باید شنید کہ اگر مقصودِ ایں قائل ایں[2] است کہ مجرم پیش کدام وزیر و امیر بدیں وجہ پناہ نمی جوید کہ کدام امیر و وزیر را مقابل و ہمسر داند و اعتقاد کند کہ اگر بادشاہ را ایذا رسانی بمن قطعاً منظور خواہد بود کسے از وزرا[3] و امرا مدافعت و مزاحمتِ آں تواند نمود، نفیِ التجا بایں معنی صحیح است لیکن ازیں نفیِ توسل و استشفاع کہ منظورِ قائل افتادہ است ثابت نمی شود۔

دوم قولِ وے :

" اور رات دن اسی کا منہ دیکھ رہا ہے کہ دیکھیے[4] میرے حق میں کیا حکم فرمادے "

راست نمی آید چہ منطوقِ ایں قول نفیِ توسل و استشفاع می کند۔

" و پیش کسے پناہ نمی برد " ایں کلام باطل و مخالفِ نص است چہ سابق در احادیث شفاعت مذکور شد کہ مومنین بلکہ اولین و آخرین اجمعین در عرصۂ محشر سراسیمہ و مضطر شدہ

---

[1] ابلہ × (پ) [2] ایں × (ذ) [3] یا امرا (پ) [4] دیکھے (ن)

marfat.com

شفیع خواہند و وسیلہ جویند و اول نزد حضرت آدم علیہ السلام و باز نزد دیگر رسلِ عظام برائے استشفاع انام، بہتِ آمرزش ذنوب و آثام روند و آخر کار بحضرتِ سید الابرار صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم پناہ برند و التجا نمایند و آنحضرت تکفلِ شفاعتِ ایشاں فرمایند۔

و ایں قائل را غرض دیگر بخاطر مرکوز و دریں کلام مرموز است و آں نفیِ استحقاقِ شفاعت از کسانیکہ بتوسل و استشفاع قائل و معتقد بمد خلیتِ شفعا و وسائل اند، پس ہمچو کلمات جاہل فریب عوام و سوقیہ را بدامِ خود می کشد و گمراہ می نماید و الغائے توسط و شفاعتِ آنحضرت سرورِ کائنات و دیگر انبیاء علیہم الصلوات والسلام و اولیاء را در نظرِ ایشاں می آراید۔

دوازدہم قولِ او :

"مگر آئینِ بادشاہت کا خیال کر کر الخ"

چہ کلمۂ گران است در ہمچو مقام از زبانش بر می آید، سبحان اللہ! شانِ او سبحانہ اجل و برتر است کہ بپاسِ حفظِ سررشتۂ آئین، باوجود رحم آوردن بہ مجرم، از و درگزر کردن نتواند، سبحان اللہ رب العرش عما یصفون لا یسئل عما یفعل وہم یسئلون۔

و کتابِ مبین و احادیثِ سید المرسلین کہ اصولِ آئینِ شرع متین اند، اعتقادِ

اِنَّ اللّٰہَ یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِیْعًا

تلقین و فیضانِ رحم و آمرزشِ بیکرانہ از بارگاہِ ایزدِ یگانہ، بے حیلہ و بہانہ تبیین می فرماید باید دید کہ ایں علامۂ زماں چساں بے باکانہ[1] بیراہۂ کورکورانہ می رود، نہ خود تامل می کند و نہ کسے از ہواخواہانِ او بریں بیراہہ روئے آگاہ می شود۔

سیزدہم قولِ او :

---

[1] ۱۱/۱۰ (ذ) [2] بیگانہ (ذ)

marfat.com

"اوس امیر نے اوس چور کی الخ"

کلامِ مزخرف برائے فریبِ جاہلان است، بسامی شود کہ کدام امیرِ ذی قدرِ خطیر کہ در بارگاہِ بادشاہ منزلت وجاہ دارد و اورا از بارگاہِ خسروی وپیش گاہِ سلطانی بہ سبب تقرب ووجاہت ومحبوبیت ونباہت، اذنِ سر کردن سخن در آمرزش خواستن و سخن اورا بار واعتبار ودرخواستِ اورا درجہ بخود باجابت وپذرفتن می باشد بر اہلِ جرمیکہ بادشاہ جزائے آں بعقاب لازم نگرفتہ باشد، رحم کردہ ولطف آوردہ بسببِ توسل ونسبت بخود یا نظر برناچاری وحالِ اضطراری او برائے او شفاعت خواہ بحضور بادشاہ می شود وشفاعتِ او بذروۂ اجابت ومسئول بہ پایۂ قبول می رسد و ازیں لازم نمی آید کہ آں امیر پلہ کشِ اہلِ جرائم واز فرمان بادشاہ سرکش وآں را مدافع و مزاحم وبا بادشاہ مساہم ومقاوم باشد ونیز لازم نیست کہ آں امیرِ عالی مقدار از سفارشِ آں گنہگار تہانگیٔ دزدانِ بدکردار قرار دادہ شود۔

آرے اگر ایں چنیں باشد کہ کسے دزدی را جرم نہ پندارد ودزد را مجرم نہ انگارد وبرائے پلہ کشی دزد، شور وشر بردارد وبہ عصیانِ بادشاہ ہمت بہ گمارد، آں[1] کس خود مجرم وگنہگار وتہانگی دزدانِ بدکردار است[2] اما اورا شفیع نتواں گفت مگر براصطلاحِ ایں قائل کہ در بابِ عقائدِ دین اصطلاح آفرین است وہیچو اصطلاح آفرینے امیدوار ہزاراں آفریں۔

چہاردہم قولِ او

"سو اللہ کی جناب میں اس قسم کی شفاعت ہو سکتی ہے" (الخ)

قولِ باطل، بالیقین ومخالفِ اصولِ دین از کتابِ متین واحادیثِ سید المرسلین و اجماعِ

---

[1] وآں کس [2] در اصل نسخہ ... است ... (ن)

marfat.com

مسلمین و مخالفِ عقلِ رزین، صواب گزین است۔

اما الکتاب فقولہ تعالیٰ :

يَوْمَئِذٍ لَّا تَنفَعُ الشَّفَاعَةُ إِلَّا مَنْ أَذِنَ لَهُ الرَّحْمَٰنُ وَرَضِيَ لَهُ قَوْلًا ۔

ازیں آیتِ کریمہ ثابت است کہ شفاعت نافع است برائے کسے کہ او سبحانہ برائے شفاعتِ آں کس اذن دادہ و اجازت بخشیدہ و از و گفتارے یعنی کلمۂ شہادت پسندیدہ است و بر قول و اعتقاد ایں قائل شفاعت را در نجاتِ کسے دخل و سبب[1] نیست بلکہ شفاعت نزدِ او بعد رحم آوردن او سبحانہ متحقق می شود و او سبحانہ بہ محض رحمتِ خود بلا مداخلت شفاعت، ہمہ گناہ می آمرزد، پس شفاعت بدانست ایں قائل بے نفع و لاطائل است، پس شفاعتِ ہیچ شافع سودمند و نافع نیست، نفعِ شفاعت در صورتے منصور می شود کہ شفاعت سبب[2] رحم آوردن و آمرزش کردنِ او سبحانہ باشد۔

وقولہ تعالیٰ :

وَلَا تَنفَعُ الشَّفَاعَةُ عِندَهُ إِلَّا لِمَنْ[3] أَذِنَ لَهُ

چہ از روئے ایں آیتِ کریمہ نیز نافع بودن شفاعتِ کسے کہ رتبۂ عرضِ سخن بحضورِ جنابِ ایزدی دارد برائے کسے کہ از آمرزش خواستن برائے وے نہی وارد نشدہ ثابت شدہ است علیٰ رَغمِ انفِ القائلِ۔

وقولہ تعالیٰ :

وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذ ظَّلَمُوا أَنفُسَهُمْ جَاءُوكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللَّهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُولُ لَوَجَدُوا اللَّهَ تَوَّابًا

---

[1] نہست (ذ) [2] بسبب (ا) (صل نسخہ) [3] من (ذ)

marfat.com

رحیماً۔

او سبحانہ توبہ پذیرفتن و رحم آوردن را بر آمرزش خواستن آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مرتب[1] و معلق فرمودہ واگر آمرزش خواستن و شفاعت کردن آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سبب[2] رحم فرمائی او سبحانہ نباشد[3] ایں تعلیق[4] و ترتیب ہیچ معنی ندارد، والعیاذ باللہ تعالیٰ من ذٰلک۔

وقولہ سبحٰنہ :

سَلٰمٌ لَّكَ مِنْ اَصْحٰبِ الْيَمِيْنِ

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمودہ است :

اِنَّمَا وَقَعَتْ سَلَامَتُهُمْ مِنْ اَجْلِ كَرَامَةِ مُحَمَّدٍ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

یعنی نیست سلامتی[5] ایشاں مگر از جہت کرامت آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کہ رحمت است برائے تمام جہانیاں "

وَاما الاحادیث فقولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم :

فَيَقُوْلُ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَ تَعَالٰى مَا تُرِيْدُ اَنْ اَصْنَعَ بِاُمَّتِكَ۔

از روئے ایں حدیث ثابت است کہ خدائے تبارک وتعالیٰ ارضائے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خواستہ خواہد فرمود چہ خواہی آنچہ بکنم بامت تو۔ پس آنچہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم در شفاعت ایشاں عرض خواہد کرد، پذیرا خواہد فرمود

---

[1] مرتب (تا) صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم × (ذ) [2] بسبب (اصل نسخہ) [3] باشد (پ) [4] تطبیق (د) [5] سبب توبدرستی واقع نشدہ سلامتی ایشاں مگر از جہت (پ)

پس شفاعتِ آنحضرت، سبب نجاتِ گنہگاراں و رستگاریٔ گرفتاراں خواہد شد۔

وقولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم:

فَمِنْهُمْ مَنْ يَدْخُلُ الْجَنَّةَ بِرَحْمَةِ اللّٰهِ وَمِنْهُمْ مَنْ[1] يَدْخُلُ الْجَنَّةَ بِشَفَاعَتِيْ۔

ایں نص صریح است بریں کہ بعض کساں محض برحمتِ الٰہی وبعض کساں بسبب شفاعتِ آنحضرت، داخلِ بہشت شوند، پس کدام مدعیٔ اسلام تکذیبِ کلام آں اصدق الانام علیہ الصلوٰۃ والسلام تواند کرد؟

وقولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی حدیث الشفاعۃ:

فَيَقُوْلُوْنَ أَلَا[2] تَنْظُرُوْنَ مَنْ يَشْفَعُ لَكُمْ (الیٰ اٰخر الحدیث)

از روئے ایں حدیث ثابت است کہ در عرصاتِ محشر[3] بجز وسیلہ جستن وشفیع خواستن چارہ وبے التجاء وپناہ آوردن بحضرت سید الشفعاء گذارہ نخواہد بود پس آنچہ[4] ایں قائل از نفیٔ ذرائع ووسائل گمان بردہ، انکارِ نص صریح وحدیث صحیح کرد مگر شاید او و[5] پیروانِ او بدانستِ خویش داخلِ نص:

يَجْمَعُ اللّٰهُ الْأَوَّلِيْنَ وَالْاٰخِرِيْنَ

نخواہند بود: العیاذ باللہ تعالےٰ من ذٰلک۔

ومن ذٰلک قولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم:

لَيَدْخُلَنَّ بِشَفَاعَةِ عُثْمَانَ سَبْعُوْنَ أَلْفًا كُلُّهُمْ اِسْتَوْجَبُوا النَّارَ، الْجَنَّةَ بِغَيْرِ حِسَابٍ۔

---

[1] من × (ذ) [2] الا ینظرون (اصل) [3] محشر × (ذ) [4] آنچہ در (ذ) [5] و × (ذ)

marfat.com

یعنی ہر آئینہ بتحقیق خواہند درآمد بسببِ شفاعتِ عثمان ہفتاد ہزار کس کہ ہمگی ایشاں سزاوارِ دوزخ شدہ اند، در بہشت بے حساب۔

و دیگر آثار بسیار و احادیث بے شمار کہ نبذے ازاں سابق مذکور[1] شد، برائے ابطالِ ایں مقال کافی و برائے اسقام افہام ضعفاء الاسلام شافی است۔

اما اجماعِ مسلمین پس باید شنید کہ ہمہ اہلِ اسلام قائل اند بایں کہ شفاعت لغو و بیکار نیست۔ اختلاف این است کہ اہلِ سنت وجماعت و دیگر فرقِ اسلامیہ سوائے معتزلہ ومن یحذو حذوہم شفاعت را[2] سببِ نجات از جزائے سیئات ہم می دانند و معتزلہ و پیروانِ ایشاں شفاعت سبب رفع درجات می پندارند و از بودنِ آں سببِ حطِّ سیئات انکار دارند۔ ایں[3] قائل برخلاف ہمہ اہلِ اسلام شفاعت را بے دخل و بے کار می داند و صرف بودنِ آں بعد رحم و عفوِ الٰہی در ظاہر و بنام بر زبان می راند و[4] اعتقاد دارد کہ در حقیقت شفاعت متحقق نیست چنانچہ سابق مذکور شد۔ مع ہذا کلمہ[5] سابق گذشتہ است کہ شفاعت کسے برائے کسے و دعائے کسے برائے کسے در حقیقت واحد است۔ پس شفاعت را بے دخل و بیکار دانستن دعائے کسے را برائے کسے بے دخل و بیکار انگاشتن است و ایں خود خلافِ کتاب و سنت و اجماع است۔

اما عقلِ رزین صواب گزین پس سابق گزشت کہ شفاعت ہماں است کہ اثرے داشتہ باشد و آنچہ ایں قائل گمان بردہ غلط نمائی و تلبیس و حیلہ جوئی و تدلیس است۔ پس برحال پر اختلالِ[6] ایں مغوی جہال مضمونِ ہدایت مقرون:

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا شَيٰطِيْنَ الْاِنْسِ
وَالْجِنِّ يُوْحِيْ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ زُخْرُفَ الْقَوْلِ غُرُوْرًا۔

---

[1] منظور (ذ) [2] را × (ذ) [3] حبط (ذ) [4] اہل (ذ) [5] کلمہ (اصل) [6] پر ضلال و اضلال (ذ)

marfat.com

راست می آید و آنچہ او سبحانہ و رسولِ مقبول در خیرِ کلام و حدیثِ صدق نظام بآں اختیار فرمودہ اند از مکمنِ غیب بر مشہدِ[1] ظہور جلوہ می نماید :

اَعَاذَنَا اللّٰہُ سُبْحَانَہٗ بِحَوْلِہٖ وَاَیْدِہٖ مِنَ الشَّیْطٰنِ وَکَیْدِہٖ وَاَنْقَذَنَا مِنْ حَبَآئِلِہٖ وَقَیْدِہٖ بِحُرْمَۃِ حَبِیْبِہِ الْوَجِیْہِ الْمُبِیْنِ وَرَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ الْاَمِیْنِ الشَّفِیْعِ لِلْمُذْنِبِیْنَ وَاٰلِہِ الْخِیَرَۃِ[2] الْمَیَامِیْنِ وَاَصْحَابِہِ السَّابِقِیْنَ الْاَوَّلِیْنَ وَاَصْحَابِ الْیَمِیْنِ، اٰمِیْنَ یَارَبَّ الْعٰلَمِیْنَ۔

---

[1] بخشید (ذ)　　[2] الخیر المیامین (اصل)

marfat.com

المقام الثّانی

در بیانِ بطلانِ کلمۂ لاطائل کہ از زبانِ ایں قائل در شانِ حضرتِ سید الآخرین والاولین برآمدہ،

یعنی قولِ او :

"اس شہنشاہ کی تو یہ شان ہے کہ ایک آن میں ایک حکم کن سے چاہے تو کروڑوں نبی و ولی و جن و فرشتے جبرئیل اور محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے برابر پیدا کر ڈالے"

یعنی شانِ آں شاہنشاہ این است کہ در یک آن از یک حرفِ کن چو خواہد کرورہا[1] نبی و ولی و جن و فرشتہ برابر حضرت جبرئیل و حضرت سید الانام علیہما الصلوٰۃ والسلام پیدا کردہ بوقوع آرد۔

باید دانست کہ ایں کلام ناتمام کاذب و دروغ و گزافِ بے فروغ است اول باید دانست[2] کہ مراد ایں قائل از برابرِ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم شارکِ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم در حقیقتِ انسانی فقط نیست چہ در ہر زمان صدہا انسان بقدرتِ کاملہ و مشیتِ شاملہ حضرتِ باری جل شانہ بوجود می آیند و ہزارہا ایشاں امروز بر روئے

---

[1] کرورہا (ن) [2] دانست ... [illegible]

marfat.com

زمین موجود اند، این معنی که شانِ او این است چو خواهد که صدہا انسان در یک آن بیک حرفِ کن پیدا کردہ بوقوع آرد، از بیان و ابراز مستغنی و بے نیاز است و باسباق وسیاق مناسب و انطباق ندارد بلکہ مراد این قائل ازاں فردیست کہ مشارکِ آنجناب باشد در صحت وجمیع اصناف اوصافِ کمال کہ در ذاتِ قدسی صفات آں سرورِ کائنات مفخرِ ممکنات علیہ ازکی الصلوات موجود بودہ اند۔

حالا باید شنید کہ کلامِ ایں قائل کاذب و باطل است بوجہین:

الوجہ الاول : پوشیدہ نیست برکسے کہ زبانِ ریختہ اردو می فہمد کہ درمیانِ گفتۂ کسے کہ گوید" فلاں کس فلاں کار چاہے تو کر سکے" وگفتۂ[1] کسے کہ گوید" فلاں شخص فلاں کار چاہے تو کر ڈالے" فرقے است[2] چہ مدلولِ کلامِ اول صحتِ تعلقِ توان و قدرتِ آں شخص است باں کار و مدلولِ ثانی صحتِ تعلق[3] تکوینِ آں شخص باں کار است زیرا کہ معنئ "کر ڈالنا" ایقاعِ فعل و بوجود آوردن است نہ قدرت[4] و تواں برآں[5]، چہ ترجمۂ قدرت و تواں بر فعل در زبانِ اردو "کرسکنا" است نہ "کر ڈالنا"۔

وہمچنان[6] درمیانِ گفتۂ کسے کہ گوید" فلاں شخص فلاں کار" "چاہتا تو کر ڈالتا" وگفتۂ کسے کہ گوید فلاں شخص فلاں کار" چاہے تو کر سکے" یا "چاہے تو کر ڈالے" فرق بسیار است، چہ مدلولِ گفتۂ اول این است کہ فلاں کس اگر ابتدا امری خواست فلاں کار می توانست کرد یا بوقوع می آورد و حالا بسببِ کدام[7] مانع آں را بوقوع نمی تواند آورد، و مدلولِ گفتۂ ثانی این است کہ فلاں کس اگر خواہد اکنوں فی الحال فلاں کار می تواند کرد یا بوقوع آرد۔

---

[1] وگفت (ذ) [2] است × (ذ) [3] تعلق × (ذ) [4] و × (ذ) [5] بردن (پ) [6] وہمچنیں (پ)
[7] کدام مانع آنرا × (پ)

marfat.com

مثلاً اگر کدام اُمّی گوید کہ "چاہوں تو ایک گھڑی میں ایک جز کتاب کا لکھ ڈالوں" سامع کہ زبانِ اردو[1] دمی فہمد تکذیبِ او خواہد کرد زیراکہ مدلولِ ایں کلام صحتِ تعلقِ تکوین بکتابت[2] فی الحال است ومدارِ آں بر قوتِ قریبۂ وجودِ کتابتِ[3] او است ودر اُمّی قوتِ قریبۂ وجودِ کتابت بالفعل نیست واگر اُمّی گوید کہ "چاہوں تو ایک گھڑی میں ایک جزء کتاب کا لکھ سکوں" سامع زبان[4] داں تکذیبِ او نمی تواند کرد زیراکہ آں اُمّی اگر خواہد کتابت بیاموزد وجزء کتاب در ساعت بنویسد[5] ومدارِ آں بر امکانِ کتابت است گو بقوتِ بعیدہ باشد واگر کدام اُمّی کہ در حقِ او کدام مانع دائمی از آموختنِ کتابت موجود است گوید کہ "چاہوں تو کتاب لکھ ڈالوں" یا "لکھ سکوں" سامع زبان فہم تکذیبش خواہد کرد چہ باوجود مانع دائمی از آموختنِ کتابت بوقوع آوردن کتابت بالفعل در تحت اختیارِ[6] آں اُمّی نیست واگر گوید کہ "چاہتا تو کتاب لکھ ڈالتا یا لکھ سکتا" سامع زبان آشنا او را تکذیب نمی تواند کرد، چہ معنی کلامش این است اگر بدو حال پیش از حدوث[7] مانعِ دائمی می خواستم کتابت آموختم وکتاب می نوشتم یا می توانستم آں را نوشت، ایں معنی راست است وجودِ[8] مانعِ دائمی ایں کلام را از راستی مانع نیست۔

واضح باد کہ ایں امثلہ برائے تفہیم معانی ومدلولاتِ ایں کلمات آوردہ شدند تا کسے گمان نبرد کہ دریں جا ذکرِ قدرت وتکوینِ حضرتِ رب العالمین است واو تعالیٰ از نظراء[9] وامثال برتر است ومتعال زیراکہ مقصود تنظیر نیست، مقصود تبیین مدلولاتِ ایں کلمات است۔

بالجملہ اگر مدلولِ کلام صحتِ تعلقِ قدرت یا تکوین بکدام کار در بدو وامر باشد[10]

---

[1] آدمی (پ) [2] اردو × (ذ) [3] بکتاب (پ) [4] کتاب (پ) [5] زبانِ اردو (ذ) [6] نمی نویسد (پ) [7] اختیارہ (پ) [8] حدوث (پ) [9] نظیر (پ) [10] باشد (تا) بدو امر × (پ)

امکانِ آں کار در بدو امر ضرور است واگر[1] مدلولِ کلام صحتِ تعلقِ قدرت یا تکوین بکدام کار فی الحال باشد امکان[2] آں کار فی الحال ضرور است ومراد از امکان، امکانِ وقوعی بحسب نفس الامر است چہ در متفاہم عرف عام ہمیں متبادر[3] می شود مثلاً اگر کسے گوید فلاں گدا فلاں بادشاہ را بزنداں تواند فرستاد معنیٔ متبادر آں امکانِ وقوعی فرستادنِ آں گدا مر بادشاہ را در زنداں در متفاہم عرف خواہد بود وبرائے ہمیں اہلِ عرف آں قائل را یاوہ سرا وبیہودہ گو خواہند دانست واگر قائل تاویل خواہد کرد بایں کہ مرادِ من امکانِ ذاتی بالنظر الیٰ نفس الذات است وحصولِ تسلط واستیلاء بر بادشاہ مر گدا را بنظر نفسِ حقیقتِ انسانی ممکن است کسے ایں تاویل نخواہد پذیرفت چہ امکانِ ذاتی در متفاہمِ عرف ہرگز متبادر نمی شود[4] وتفہیم کسے نمی آید ومعنی متبادر در کارِ خود می کند وتاویلِ آں برائے تلافیٔ آں کافی نمی باشد۔

بعد ایں تمہید باید شنید کہ مدلولِ کلامِ ایں قائل، صحتِ تعلقِ تکوین است بحمد وہا کساں کہ برابر حضرت سید الکائنات در جمیع کمالات باشند وہر کہ بہرہ از زبانِ ریختہ اردو دارد ولعب[5] بے جا را بر کنار گزارد در تبادرِ ایں معنی ازاں عبارت شک نمی آرد حال آنکہ صحتِ تعلقِ تکوین بوجود یک کس ہم کہ باذاتِ ستودہ صفاتِ آں سرورِ کائنات در جمیع اوصاف وکمالات برابری ومساوات داشتہ باشد، باطل است زیرا کہ وجود یک[6] کس ہم کہ چنیں باشد مستلزمِ کذبِ نصِ قرآنی است وکذبِ او سبحانہ مستحیل بالذات است وآنچہ مستلزمِ مستحیل بالذات باشد تعلق تکوین باں صحیح نیست۔

ونظمِ قیاس این است کہ وجودِ برابر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم در کمالات مستلزمِ محال بالذات است وہر چہ مستلزمِ محال بالذات است تعلقِ تکوین باں صحیح

---

۱ واگر (تا) ضرور است × (ذ) ۲ انکار (پ) ۳ تبادر (ذ) ۴ و × (ذ) ۵ لغت (پ) ۶ بیک (پ)

marfat.com

نیست یا گفتہ شود واگر صحیح بودے تعلقِ تکوین بوجود برابر آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم در کمالات کذب او سبحانہ صحیح بودے لیکن تالی باطل است ہمچناں مقدم۔

اما بیانِ ایں کہ وجود کسے کہ برابر آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم باشد مستلزم کذبِ او سبحانہ است این است کہ برابر آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والتحیۃ سوائے نبی[علہ] نمی تواند شد و وجود نبی بعد آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والتحیہ مستلزم کذب نصِ قرآنی کہ بودنِ آنحضرت خاتمِ جمیع انبیاء بہ نصِ قرآنی ثابت است،

قال اللہ سبحٰنہ :

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِّن رِّجَالِكُمْ وَلَٰكِن رَّسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ۔

پس اگر برابر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تحت صحتِ تکوین داخل باشد کذبِ ایں[لہ] نص صریح، صحیح گردد والعیاذ باللہ تعالےٰ من ذلک۔

واما بیانِ اینکہ کذب او[لہ] سبحانہ مستحیل[لہ] بالذات است، این است کہ کذب صفتِ نقص وعیب است و اتصافِ او سبحانہ بصفات[لہ] نقص وعیب محال بالذات است۔

وآنچہ ایں قائل در بعض رسائل نوشتہ کہ کذبِ او سبحانہ و اتصافِ او باں نقیصہ محال بالذات نیست[لہ] چہ عقد قضیہ غیر مطابقہ للواقع والقلئے آں بر ملائکہ وانبیاء خارج از قدرتِ الٰہیہ نیست والا لازم آید قدرتِ انسانی زیادہ از قدرتِ ربانی باشد چہ عقد قضیہ غیر مطابقہ للواقع والقلئے آں بر مخاطبین در قدرتِ اکثر افرادِ انسان است، آرے کذبِ مذکور منافی حکمت است پس ممتنع بالغیر است ولہٰذا عدم کذب را از کمالات حضرتِ حق می شمارند و او را جل شانہ باں مدح می کنند بخلاف اخرس وجماد کہ ایشاں را کسے بعدمِ کذب

علہ نبی ۲ (پ)

لہ نسخ ایں اصل، لہ او ۲ (ذ) لہ مستحیل (تا) او سبحانہ ۲ (ذ) لہ از صفات (ذ) لہ است (پ)

marfat.com

مدح نمی کند و پُر ظاہر است کہ صفتِ[1] کمال ہمین است کہ شخصے[2] کہ قدرت بر تکلم بکلامِ[3] کاذب می دارد بنا بر اعانتِ مصلحت و مقتضائے حکمت و تنزہ از تلوث بکذب، کلامِ[4] کذب نمی نماید، ہماں شخص ممدوح می گردد بسبب عدمِ[5] عیبِ کذب و اتصاف بکمالِ صدق۔

بخلاف کسے کہ لسانِ او ماؤف شدہ باشد کہ عقد قضیۂ غیر مطابقہ نمی تواند کرد یا شخصے کہ ہر گاہ کہ کلامِ صادق می گوید کلام از و صادر[6] می گردد و ہر گاہ کہ ارادۂ تکلم بکلامِ کاذب می نماید آوازِ او بند می گردد یا زبانِ او[7] ماؤف می[8] شود یا کسے دہنِ او را بند می نماید[9] یا حلقوم او را خفہ می کند و یا کسیکہ چندیں قضایائے صادقہ را یاد گرفتہ است و اصلا بر ترکیب قضایائے دیگر قدرت ندارد و بنائے علیہ کلامِ کاذب از و صادر نمی گردد، ایں اشخاص مذکورین نزد عقلاء قابلِ مدح نیستند، بالجملہ عدمِ تکلم بکلامِ کاذب ترفعاً عن عیب الکذب و تنزہاً عن التلوث بہ، از صفاتِ مدح است و بنا بر عجز از تکلم بکلام کاذب ہیچگونہ از صفاتِ مدح نیست یا[10] مدح بآں بسیار آوردن است از مدح بادل، انتہیٰ کلامہٗ۔

سبحان اللہ[11] و تعالےٰ لا عما یقولہ الظالمون علواً کبیراً ایں چہ عقیدت است[12] کہ از زبانِ ایں قائل تراوش کرد و ایں چہ کلامِ ضلالت التیام است کہ بے باکانہ[13] از نوکِ خامہ اش ریخت، چہ ایں قائل اعتراف دارد بایں کہ کذب نقص و عیب است و بایں اعتراف قائل می شود بایں کہ اتصافِ او سبحانہ بکذب ممکن است، پس ایں صریح اعتراف است بامکانِ ناقص و معیوب بودنِ او سبحٰنہ و تعالیٰ عما یصفون، حالانکہ ایں حکایت از کلماتِ استخفاف و ... زار کہ از او[14] نسبت بحضرتِ سید الوریٰ و دیگر حضراتِ ملائکہ و انبیاء و اولیاء بمقتضائے

---

[1] صفات (اصل) [2] کہ × (ذ) [3] بکلام (تا) بکذب × (ذ) [4] بکلام (ذ) [5] عدم × (اصل) [6] نمی (ذ) [7] آں (پ) [8] نمی (پ) [9] نماید (ذ) [10] یا آں بسیار (ذ) [11] اللّٰہ (ذ) [12] است × (پ) [13] بے تابانہ (پ) [14] او (پ)

marfat.com

قبح سرے سرزد شدہ باقی نیست چہ اعتقادِ او نسبت بہ جناب خالق البرایا چنیں است تا بجال برایا چہ رسد۔

واستدلالِ او بایں کہ عقدِ قضیہ غیر مطابقہ للواقع والقائے آں بر ملائکہ وانبیاء خارج از قدرتِ الٰہیہ نیست، در عجب می افگند چہ کذب عبارت از عقدِ قضیہ[1] غیر مطابقہ للواقع و القائے آں بر مخاطب علی الاطلاق نیست۔ او سبحانہ وتعالیٰ در اکثر مقام از کلام معجز نظام حکایۃً عن الانام قضایا کاذبہ مذکور فرمودہ بلکہ معنیٰ کذبِ قائل اخبارش بقضیۂ غیر مطابقہ للواقع است وآں خود صفتِ عیب ونقص است وقول بامکانِ اتصافِ او سبحانہ بعیب[2] ونقصان از شانِ اہلِ ایمان برکراں وتلفظ بایں[3] چنیں کلام بر السنہ وسماعتِ آں بر مسامع اہلِ اسلام بہ غایت گران است، آرے اینہا بکسے تواں گفت کہ باایماں سروکارے داشتہ باشد۔

وقولِ او

"والا لازم آید کہ قدرتِ انسانی زیادہ تر از قدرتِ ربانی باشد"

تعجب بر تعجب می افزاید و دقیقہ رسی و قوتِ حدسی قائل را در انظارِ نظار جلوہ گر می نماید سبحان اللہ وتعالیٰ عما یصفون۔ ظاہر است کہ ارتکابِ فواحشِ فظیعہ[4] وقبائح شنیعہ کہ اتصافِ او تعالیٰ عقلاً وسمعاً[5] وضرورۃً وشرعاً از ممتنعاتِ ذاتیہ ومستحیلاتِ عقلیہ است، تحت قدرتِ انسانی داخل است[6] وتحت قدرتِ ربانی داخل نیست فعلیٰ زعمہٖ لازم آید کہ قدرتِ انسانی از قدرتِ ربانی زائد باشد، العیاذ باللہ تعالیٰ۔

وحلِ شبہ این است کہ قدرت بر اتصاف بعیوب ونقائص وارتکابِ قبائح و فواحش خود عیب ونقص است واو سبحانہ از جمیع نقائص ومعائب وقبائح وفواحش منزہ و متعالی است وقدرتِ کاملہ کہ از اوصافِ او سبحانہ است[7] آں قدرت بر ایجادِ جمیع

---

[1] قضیہ × (ذ) [2] بعیب × (ذ) [3] ہمچنیں (ذ) [4] فظیعہ × (ذ) [5] سمعاً × (ذ) [6]، [7] است × (ذ)

marfat.com

ممکنات است [1]۔

گویا قدرتِ مطلق دو قسم است :

یکے قدرتِ کاملہ کہ از اوصافِ مختصۂ حضرتِ باری جل شانہ است ،

دوئمی قدرتِ ناقصہ کہ از اوصافِ مخلوقات است ،

وقدرتِ ثانیہ نسبت بہ قدرتِ اولیٰ بمراتبِ غیر متناہیہ ناقص است پس از وجودِ قدرتِ ثانیہ در انسان وعدمِ امکانِ آں در ذاتِ ایزدی عز وجل زیادتِ قدرتِ انسانی بر قدرتِ ربانی لازم نمی آید۔ شاید معنیٰ لفظِ زیادت بخیالِ شریف نگذشت ، زیادتِ شے بر شے آں را گویند کہ شے اول مشتمل باشد بر شئے ثانی وجز آں ، نخست می بائیست کہ اشتمالِ قدرتِ انسانی بر قدرتِ ربانی باثبات می رسانید ، لبعد ازاں بیان می کرد کہ قدرتِ انسانی مشتمل است بر چیزے کہ علاوہ قدرتِ ربانی است آں گاہ می توانست گفت کہ زیادتِ قدرتِ انسانی بر قدرتِ ربانی لازم می آید ، سبحان اللہ ! بایں مبلغِ علم وبایں مقدارِ فہم دخل در معقولات چہ ضرور است ، ازیں جا است کہ گفتہ اند

مَنْ اَرَادَ اَنْ یَّتَکَلَّمَ بِالْحِکْمَۃِ فَلْیُحْدِثْ لِنَفْسِہٖ فِطْرَۃً اُخْرٰی۔

وآنچہ گمان بردہ کہ عدمِ کذب را برائے ہمیں در مدائحِ الٰہی می شمارند کہ او سبحٰنہ باوجود قدرت بر کذب ، تکلم بکلامِ کاذب نمی فرماید وآں را بہ [2] عبارتِ مُطنبہ کثیرۃ الالفاظ قلیلۃ المعنی برائے فریفتن مشتے عوام کالانعام بہ بیان آوردہ از توہمے بیش نیست چہ سائر تقدیسات [3] و تنزیہاتِ حضرتِ الٰہیہ از عیوب ونقائص وقبائح وفواحش در محامد ومدائحِ الٰہیہ معدود در نصوص در معرضِ [4] ثنا موجود اند حالانکہ اتصافِ او سبحانہ بآں نقائص وفواحش از جملہ

---

[1] است × (ذ) [2] بہ × (ذ) [3] تقدیسات × (پ) [4] معروض (ذ)

marfat.com

ممتنعاتِ عقلیہ و مستحیلاتِ ذاتیہ است و غایتِ مدحِ شانِ الٰہی ہمیں است کہ اتصافِ او سبحانہ بہ ہیچ[1] عیب و نقیصہ در تجویزِ عقلی ممکن نیست، ہمیں کمال تنزیہ و تقدیس است و تقدس[2] و تنزہِ او سبحانہ را از اتصاف بکذب بسببِ عدمِ امکانِ اتصافِ او بعیوب و[3] نقائص بعجز نتواں گفت چہ عجز عبارت است از عدمِ القدرۃ علیٰ ما من شانہ ان یکون مقدوراً[4] و چوں اتصافِ او تعالےٰ بکذب ممتنع بالذات است[5] مقدور نیست پس عدمِ قدرت بر اتصاف باں عجز نمی تواند بود، حالا در قولِ قائل و بنا بر عجز از تکلم بکلامِ کاذب ہیچگونہ از صفاتِ مدح نیست تامل باید کرد کہ معنیٔ عجز بخیالِ شریف نیامدہ است واللہ مولی الحکمۃ ومولی العصمۃ۔

باید دانست کہ ایں[5] بیان برائے اثباتِ[5] عدمِ صحتِ تعلقِ تکوین بہ کسے کہ برابر آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم در صفاتِ کمال فرض کردہ شود مسوق شدہ است وایں بیان برائے ابطالِ کلامِ ایں قائل کہ مدلولِ آں صحتِ تعلقِ تکوین بہ[6] ہیچ کس است کافی واز غبار و کدورت صافی است، اما[7] اجرائے ایں بیان برائے نفیِ صحتِ تعلقِ قدرتِ الٰہیہ بہ[8] ہیچ کس خالی از اختلال[9] نیست، چہ لازم ازیں بیان ایں است کہ برابر آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم[10] در جمیع کمالات ممتنع بالغیر است و لازم نیست کہ ممتنع بالغیر تحتِ قدرتِ الٰہی داخل نباشد تا لازم آید کہ ہیچ کس داخل تحتِ قدرتِ الٰہی نباشد و ہنوز[11] باید دانست کہ ایں گفتگو کہ از ما واقع شد بر سبیلِ تنزل و مماشاۃ مع القائل است والا اصل مذہب ہمان است کہ در وجہِ ثانی مذکور می شود۔

الوجہ الثانی : باید دانست کہ چوں از زبانِ ایں قائل ایں کلمہ برآمدہ بہ عقیدتِ دلی[12] او در شانِ حضرت سید الاولین والآخرین صلوات اللہ وسلامہ علیہ آگاہی داد، در

---

[1] بہ × (ذ) [2] تقدیس (ذ) [3] است × (پ) [4] ایں × (ذ) [5] عدم اثبات (اصل) [6] بہ × (اصل) [7] اما × (ذ) [8] بہ × (اصل) [9] اضلال (پ) [10] شعور (پ) [11] بے ادبی (ذ)

marfat.com

دلہائے مؤمنین[1] مخلصین در ایمانِ ایں قائل اشتباہ افتاد، ایں قائل از مدلولِ کلامِ خود اغماض وچشم پوشی کردہ برائے[2] آں معنی اختراع آوردہ خواست کہ آنرا بر عمومِ قدرتِ الٰہی محمول[3] وامکانِ ذاتی برابرِ آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم را برائے آں مفاد ومدلول قرار دہد تا از شناعتے کہ دراں افتادہ است وارہد واز[4] یں[4] وما سبق[5] طریقِ فرارِ او بدیں مسدود داین خیال واین احتیال را از اذہانِ اولی الافہام دور ونابود نمودیم، مگر می خواہیم کہ علی السبیل التنزل وجہِ بطلانِ کلامش درآریم وہوسِ تاویلِ ایں اباطیل در دلش باقی نگذاریم۔

حالا باید شنید کہ سابق گذشت کہ مرادِ ایں قائل از برابرِ آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم فردے است کہ مشارکِ آنحضرت باشد در ماہیت ومساویِ ایشاں در اوصافِ کمال باشد، یعنی[6] ہر کمالے کہ در آنحضرت یافتہ شود مثلِ آں دراں فرد ہم موجود باشد کہ مشارک باآنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم در ماہیت ومساویٔ ایشاں در اوصافِ کمال باشد یعنی ہر کمالے کہ در آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم یافتہ شود مثلِ آں دراں فرد ہم موجود باشد۔ واگر فردے مشارکِ آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم در ماہیت باشد الا مستجمع اوصاف و کمالاتِ آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نباشد بلکہ بعضِ کمالات در[7] آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یافتہ شوند کہ در آں[8] فرد موجود نباشد یا چنیں باشد العیاذ باللہ! کہ آں[9] فرد مستجمع کمالاتِ آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم باشد و دراں بعض کمالات یافتہ شوند کہ دراں حضرت[10] صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم یافتہ نشوند آں فرد برابرِ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نیست بلکہ کمتر است یا العیاذ باللہ! فزوں تر۔

---

[1] مؤمنین × (ذ) [2] وبرائے (پ) [3] و × (ذ) [4] وازیں ×× (ذ) [5] سابق (ذ) [6] یعنی (تا) کمال باشد، ناید ۱۲ شرف [7] در × (پ) [8] آں دراں (ذ) [9] باآں (پ)۔

حالا دعویٰ می کنیم کہ شخصے[1] کہ برابرِ آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم در کمالات باشد ممتنع بالذات است و ہر چہ ممتنع بالذات است تحتِ قدرتِ الٰہی داخل نیست پس ثابت شد کہ شخصے کہ[2] برابرِ آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم در کمالات باشد تحت قدرتِ الٰہی داخل نیست۔

بیانِ کبریٰ این است کہ اگر ہیچک ممتنع بالذات تحتِ قدرتِ الٰہی داخل باشد ممکن ذاتی باشد لانقلاب[3] من الامتناع الذاتی الی الامکان الذاتی مستحیل بالذات، پس آنچہ ممتنع بالذات است تحتِ قدرتِ الٰہی داخل نمی تواند شد و آنچہ در خواطرِ عامیہ[4] و افہامِ سوقیہ می گذرد و دغدغہ می کند کہ نفی قدرتِ او سبحانہ بر ممتنعاتِ عقلیہ و مستحیلاتِ ذاتیہ مستلزمِ قول بعجزِ او سبحانہ است، العیاذ باللہ من ذٰلک جہلے بیش[5] نیست، چہ عجز عبارت است[6] از عدم القدرۃ عما من شانہ ان یکون مقدوراً و ممتنعِ ذاتی مقدور نیست پس عدمِ قدرت بر آں مستلزمِ عجزِ او سبحانہ نمی تواند بود۔

مثلاً اگر کسے گوید کہ او سبحانہ بر خلقِ نظیر و شریک خود یا بر خلق اجتماع النقیضین یا ارتفاع النقیضین قادر نیست، نتواں گفت کہ ایں قول بعجز او سبحانہ است و آیاتِ دالہ[7] بر عمومِ قدرتِ او سبحانہ نحو قولہ تعالیٰ:

إِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ

و قولہ سبحانہ

وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ مُّقْتَدِرًا

الیٰ غیر ذٰلک، متناول ممتنعاتِ عقلیہ[8] را نیست چہ ممتنع عقلی شے نیست[9] تا در عموم کل شے

---

[1] شخص (ذ) [2] کہ × (ذ) [3] العدب (پ) [4] عامہ (پ) [5] پیش (د)

[6] است × (پ) [7] والہ (ذ) [8] عقلی (پ) [9] نیست × (ذ)

marfat.com

داخل باشد واگر کسے از نفیِ قدرتِ او سبحنہ بر ممتنعاتِ عقلیہ و مستحیلاتِ ذاتیہ تحاشی کند وایں را از بابِ اسارتِ ادب نسبت بحضرتِ کبریائے ایزدی جل شانہ و عز مجدہ انگارد ایمان و توحید را برکنار گزارد و بہ امکانِ شریکِ او تعالےٰ و عدمِ او سبحانہ و امکانِ انصافِ او سبحانہ بہ نقائص و قبائح و تجسم و تمکن و تحیز وغیر ذٰلک اعتقاد دارد[1] چہ ایں ہم ممتنعاتِ ذاتیہ اند، اگر مقدورہ باشد بلا شبہ ممکن باشد، تعالی اللہ عما یصفون۔

پس حق این است کہ او سبحنہ بہ ہر ممکن ذاتی قادر است و ہر چہ ممتنع ذاتی است بسبب عدمِ صلوحِ وجود، صالحِ مقدوریت[2] نیست، عدمِ شمول قدرتِ الٰہی ممتنعاتِ عقلیہ را از جہتِ قصور آنہا از صلوحِ وجود است نہ از جہت عجزِ او سبحانہ العیاذ باللہ تعالےٰ من ذٰلک۔ آرے[3] اگر کدام بے دین نفیِ قدرتِ الٰہی از ممکنِ ذاتی روا دارد کافر و منکرِ قدرتِ او سبحانہ باشد، نعوذ باللہ من ذٰلک۔

امّا بیان الصغرےٰ فلوجہین:

اوّل اینکہ قضیہ سالبہ کلیہ دائمہ کہ لَا شَیْئَ مِنْ مُمْکِنٍ ذَاتِیٍّ بِمُسَاوٍ لِسَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فِی الْکَمَالَاتِ دَائِمًا صادق است، پس ضرور است کہ عکسِ آں نیز صادق باشد وہو قولنا لَا شَیْئَ مِنْ مُسَاوٍ لِسَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فِی الْمُمْکِنَاتِ بِمُمْکِنٍ ذَاتِیٍّ دَائِمًا۔

امّا بیانِ صدقِ اصل این است کہ اگر قولنا لا شیئ من ممکن ذاتی بمساوٍ لسیدنا محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی الکمالات دائمًا، صادق نباشد نقیضِ آں صادق باشد ورنہ استحالۃ ارتفاعِ النقیضَیْن و نقیضِ آں موجبہ جزئیہ مطلقہ عامہ است و آں قولِ قائل است بعض الممکن الذاتی مساوٍ لسیدنا محمدٍ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی الکمالات بالفعل ای فی احد الازمنۃ الثلاثۃ

---

[1] دارد (ذ) [2] مقدوریت مقدور (ذ) [3] آرے (تا) من ذٰلک × (ذ)

marfat.com

وایں قضیہ موجبہ جزئیہ مطلقہ عامہ کاذب است نزد ہر مسلمان، و ہرگاہ اصل صادق باشد عکس آں یقیناً صادق باشد، پس ثابت شد کہ مساوی آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم در کمالات ممکنِ ذاتی نیست، پس از دو حال خالی نیست یا واجب بالذات باشد، العیاذ باللہ تعالےٰ یا ممتنع بالذات، اول باطل است بالضرورۃ، پس متعین شد کہ ممتنع بالذات است وہو المطلوب۔

وجہِ ثانی این است کہ قول بامکانِ شخصے کہ برابرِ آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم در جمیع کمالات باشد قول بامکانِ اجتماعِ النقیضین است وہو باطل، اما بطلانِ آں ظاہر است، واما آنکہ[1] قول بامکان شخصے کہ برابرِ آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم در جمیع کمالات باشد قول[2] بامکان اجتماع النقیضین است، پس بیانِ ایں این است کہ اگر فرض کردہ شود کہ شخصے برابرِ آنحضرت در جمیع کمالات باشد از دو حال خالی نیست، یا آں شخص خاتم الانبیاء باشد یا آں شخص خاتم الانبیاء نباشد وعلی التقدیرین برابرِ آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نشد، چہ اگر آں شخص خاتم الانبیاء باشد بریں تقدیر آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم خاتم الانبیاء نباشد، العیاذ باللہ تعالےٰ۔

پس دراں شخص کمالے باشد کہ در آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نباشد وذٰلک الکمال ختم الانبیاء، پس آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم برابر آں شخص نباشد واگر آں شخص خاتم الانبیاء نباشد وآنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم بلاشبہ خاتم الانبیاء ہستند پس در آنحضرت کمالے یافتہ شد کہ در آں شخص بریں تقدیر نیست وہو ختم الانبیاء، پس آں شخص برابرِ آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نباشد فعلی التقدیرین یلزم عدم التساوی علی تقدیر تحققہ[3]

پس بتحقیق پیوست کہ وجود شخصے کہ برابرِ آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم در جمیع

---

[1] آنکہ (پ) [2] قول (تا) کمالات باشد × (د) [3] تحقیقہ (پ)

marfat.com

کمالات باشد مستلزمِ این است کہ آں شخص برابرِ آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم در جمیع کمالات نباشد و بہ ثبوت رسید کہ قول بامکانِ شخصے کہ برابرِ آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم در جمیع کمالات باشد قول بامکان اجتماع النقیضین است و آں محال بالذات است. پس وجود شخصے کہ برابرِ آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم در جمیع کمالات باشد محال بالذات است یا گفتہ شود کہ وجودِ شخصے کہ برابرِ آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم در جمیع کمالات باشد مستلزمِ عدمِ آں شخص است و ہر چہ وجودِ آں مستلزمِ عدمِ آں باشد محال بالذات است، پس[1] وجودِ شخصے کہ برابرِ آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم در جمیع کمالات باشد محال بالذات است وھو المدعیٰ۔

وبرائے اثبات استحالہ ذاتی وجودِ شخصے کہ برابرِ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم در جمیع کمالات باشد، دیگر حجت[2] قاطع و دلیل ساطع است[3] کہ بنا بر آں بر مسئلہ وحدت وجود کہ مختارِ حضرات ائمہ کشف و شہود است، بودہ است و اصل مبنیٰ[4] علیہ یعنی توحیدِ وجودی بہ برہانِ عقلی و دلائلِ نقلی ثابت است الّا چوں آں مسلک دشوار گذار و فہمِ آں بر عامہ بہ غایت دشوار است، ذکرِ آں دریں جا مناسبِ مقام و ملائمِ مذاق افہام نہ نمود و چوں قائل را کہ رائے رزین[5] و فہمِ سلامت قرین یعنی نظرِ ظاہر بین و عقلِ[6] خطا آگین او متوجہِ دقیقہ[7] رسی و باریک بینی بلکہ مجوّزِ[8] حق جوئی و صواب گزینی نیست، چند وساوس در گرفتہ اند و در[9] تشخص[10] فہم تارگ و پے فرو رفتہ اند، مداوا و علاج و اصلاحِ مزاجِ او ضرورت افتاد۔

پس باید دانست کہ ایں قائل سہ وسوسہ موسومہ بہ سہ دلائل برائے امکانِ

---

[1] پس (تا) محال بالذات است × (پ) [2] حجتے (اصل) [3] است × (ذ) [4] شے (پ) [5] رزین (ذ) [6] عقلے (اصل) [7] دقیق رسی (ذ) [8] تجویز (ذ) [9] دده (ذ)

[10] شخصے (پ)

marfat.com

شخصے[1] کہ برابرِ آنحضرت صلی اللہ تعالے علیہ وسلم در کمالات باشد در[2] بعض رسائل آوردہ است کہ یکے از آنہا عقلی و دو نقلی است، باید کہ ہر یک را ذکر کنیم واں شبہات را از بیخ برکنیم۔

اما دلیلِ عقلی این است کہ برابرِ آنحضرت صلی اللہ تعالے علیہ وسلم عبارت است از فردِ انسانی کہ مشارکِ آنجناب باشد در ماہیت و اوصافِ کمال، پس امتناع بالذات یا بسببِ امتناعِ مشارکت در ماہیت خواہد بود یا بسببِ امتناعِ انصاف باوصافِ مذکورہ بالنظر الی نفس الذات است[3] ودُیر ظاہر است کہ ماہیتِ آنجناب انسان است واشتراکِ ماہیتِ انسان در الوف الوف افراد ممتنع نیست و اتصاف باوصافِ مذکورہ نظر بنفسِ ماہیت ہم ممتنع نہ والّا اتصافِ آنجناب ہم[4] باوصافِ مذکورہ ممتنع می باشد[5] فَاِنَّ حُکْمَ الْمِثْلَیْنِ وَاحِدٌ فِیْمَا یُثْبَتُ[6] وَیُسْلَبُ بِالنَّظْرِ اِلٰی نَفْسِ الْمَاھِیَّۃِ وَاِلَّا لَزِمَ عَدَمُ اشْتِرَاکِ الْمَاھِیَّۃِ بَیْنَھُمَا فَیَلْزَمُ عَدَمُ الْمُمَاثَلَۃِ، ھٰذَا خُلْفٌ، پس وجودِ مثلِ مذکور ممتنع بالذات نباشد، انتہی بلفظہٖ۔

ایں دلیل کہ بنامِ شبہ درخور است وہیچ بیش نیست چہ عدمِ امتناع بسبب[7] عدمِ امتناعِ مشارکت در ماہیت مسلّم است لیکن عدمِ امتناع بنظرِ عدمِ امتناع اتصاف باوصافِ مذکورہ بالنظر الی نفس الذات غیر مسلّم زیرا کہ آنچہ ماہیت بآں در ضمنِ یک فرد[8] متصف یا ممکن الاتصاف باشد لازم نیست کہ اتصافِ ماہیت بآں در ضمنِ فرد دیگر ممکن باشد۔

مثلاً اتصافِ ماہیتِ انسانی بہ تشخص زیدی بالنظر الی ذاتہا ممکن است لیکن

---

[1] شخص (ذ)، [2] ودر (ذ)، [3] است × (ذ)، [4] ہم × (پ)، [5] می شد (پ)، [6] ثبت (ص)، [7] بسبب (تا) عدم امتناع × (ذ)، [8] مفرد (ذ)

marfat.com

درضمنِ زید امّا اتصافِ ماہیتِ انسانی بہ تشخصِ زیدی بالنظرالی نفس ذاتہا درضمنِ شخصے دیگر ہمچو عمرو ممکن نیست والّا تشخصِ زیدی، تشخص نباشد بلکہ قابلِ اشتراک بین کثیرین باشد، پس اتصافِ ماہیتِ انسانی بہ تشخص زیدی درضمنِ عمرو ممتنع بالذات و درضمنِ زید ممکن بالذات است وازیں عدمِ اشتراک زید و عمرو در ماہیتِ انسانی لازم نمی آید، وقاعدۂ حُکْمُ الْمِثْلَیْنِ وَاحِدٌ فِیْمَا یُثْبَتُ وَ یُسْلَبُ بِالنَّظْرِاِلٰی نَفْسِ الْمَاهِیَةِ علی اطلاقہا ممنوع ولزومِ عدمِ اشتراکِ ماہیت وعدمِ مماثلت نیز ممنوع است کما صوّرنا۔

اگر درخاطر[1] وہمے بگذرد کہ امکانِ اتصافِ ماہیتِ انسانی بہ تشخصِ زیدی بنظرِ نفسِ ماہیت نیست بلکہ بنظرِ خصوصیت است، دفع کردہ شود باینکہ موصوف بہ تشخصِ زیدی ومصداق یا نفسِ ماہیتِ انسانی بذاتہا است یا ماہیتِ انسانی مع کدام عارضِ زائد، ثانی باطل است چہ ایں عارضِ زائد یا پیش از تشخص عارض شدہ یا بعد آں، اگر بعد آں عارض شدہ است، مصداقِ تشخص ومتصف بآں نفسِ ماہیت شد[2] وہو المطلوب واگر پیش از تشخص عارض شدہ است از دو حال خالی نیست یا ماہیت بعروضِ آں عارض پیش از تشخص، متشخص شدہ است یا نہ، اول باطل است[3] والّا تشخص ماہیت پیش از تشخص لازم می آید، و درصورتِ ثانی ماہیت با وصفِ عروضِ آں عارض کلی قابل الاشتراک است، پس ایں کلی قابل الاشتراک بنفسہ ممکن الاتصاف بہ تشخصِ زیدی شد وہو المطلوب، علاوہ ازیں عروضِ ہیچک عارض پیش از وجود کہ مساوق تشخص است معقول نیست وایں مسئلہ کہ متعلق فلسفہ است بہ تفصیل وتحقیقِ تمام بجائے خود مذکور است۔

وحقیقتِ حال این است کہ تشخص بنفسِ ذاتہا از اشتراک و توبّن اثنین

---

[1] خاطر × (پ) [2] و × (ذ) [3] است × (ذ)

marfat.com

ابا رمی کند و ہمچناں بعض کمالاتِ مختصۂ جنابِ رسالت مآب صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم از اشتراک بین اثنین آبی است، چنانکہ ختمِ نبوت است کہ اگر در[1] دو شخص مشترک فرض کردہ شود، اتصافِ یک شخص بآں مستلزمِ انتفاءِ اتصافِ شخصِ دوئمی بآن است چنانکہ مذکور شد، قائل از حالِ وصف چشم پوشی کردہ، امکانِ اتصافِ نفسِ ماہیت بآں دست آویزِ امکانِ اشتراکِ آں می گرداند، و ایں معنی را کہ ایں وصف در دو شخص مشترک نمی تواند شد، بالائے طاقِ نسیان می گزارد۔

اما نقلی پس دو وجہ، یکے آں کہ او سبحانہ می فرماید :

اَوَ لَیْسَ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ بِقٰدِرٍ عَلٰٓی اَنْ یَّخْلُقَ مِثْلَهُمْ بَلٰی وَهُوَ الْخَلّٰقُ الْعَلِیْمُ اِنَّمَآ اَمْرُهٗٓ اِذَآ اَرَادَ شَیْـًٔا اَنْ یَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَیَكُوْنُ۔

پس ضمیرِ جمع مذکر راجع است بسوئے جمیع بنی آدم، زیرا کہ کریمۂ مذکورہ در مقام بیانِ معاد واقع گردیدہ، پس ہر کہ در معاد زندہ خواہد شد، آں داخل است تحت کریمۂ مذکورہ وظاہر است کہ ہر فرد از افرادِ انسانی در معاد زندہ شدنی است پس مثلِ او بمقتضائے کریمہ مذکورہ داخل تحت قدرتِ الٰہی باشد پس گویا ترکیبِ دلیلِ مذکور بدیں وجہ باشد کہ آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم در معاد زندہ خواہد[2] شد و آں از ضروریاتِ دین است و ہر کہ در معاد زندہ خواہد شد پس وجودِ مثلِ او داخل است تحتِ قدرتِ الٰہی بمقتضائے کریمہ، پس مثلِ نبی صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم داخل باشد تحتِ قدرتِ الٰہیہ وہو المطلوب۔

---

[1] از دو (پ) [2] خواہند (پ)

این عجب استنباطے[1] است کہ رونق شکنِ استنباطاتِ آخرین است و اوائل ہرچند این تفسیر آیتِ قرآنی[2] نیست مگر آیتِ تفسیر ذاتی[3] این قائل است ـ

قاضی بیضاوی در تفسیر می فرماید :

اَوَ لَيْسَ الَّذِىْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ مَعَ كِبَرِ جِرْمِهَا وَ عَظْمِ شَانِهَا بِقَادِرٍ عَلٰى اَنْ يَّخْلُقَ مِثْلَهُمْ فِى الصِّغَرِ وَ الْحِقَارَةِ بِالْاِضَافَةِ اِلَيْهِمَا اَوْ مِثْلَهُمْ فِىْ اُصُوْلِ الذَّاتِ وَ صِفَاتِهَا وَ هُوَ الْمَعَادُ انتهى ـ

باید دانست کہ کفار منکرانِ معادِ جسمانی می گفتند کہ

مَنْ يُّحْيِي الْعِظَامَ وَهِيَ رَمِيْمٌ ؟

یعنی کدام کس زندہ خواہد کرد استخوانہا را و حال آنکہ پوسیدہ اند ـ این آیتِ کریمہ برائے رفعِ استبعادِ آں[4] منکرانِ معاد، مسوق شدہ و معنی آں این است آیا نیست کسے کہ آفریدہ است آسمانہا و زمین را کہ اجرامِ کلاں و اجسامِ عظیم الشان اند توانا برین کہ بیافرینید مانندِ ایشاں در کوتاہی و حقارت یا مانندِ ایشاں در اصولِ ذات و صفاتِ آں ؟ بلی او برین توانا است و آں خدائے آفریدگارِ دانا است، نیست شانِ او وقتے کہ ارادہ کند چیزے را جز این کہ گوید برائے آں بشو، پس می شود آں چیز ـ

پس مدلولِ این آیت[5] تصحیح قدرت بر اعادہ ابدان و رفعِ استبعادِ منکران است و مراد از مثل درینجا مثل است در اجزائے بدنی و صفاتے کہ بداں تعلق دارد یا مثل در کوتاہی و حقارت[6] است نہ مثل در[7] جمیع کمالات، چہ ذکرِ مثل[8] در جمیع کمالات از بیانِ حشرِ جسمانی

---

[1] استیناطی (ذ) [2] قرآنی (ذ) ذاتی (پ) [3] آں × (ذ) [4] از (پ) [5] مقدار (پ) [6] در × (ذ) [7] مثل × (پ)

واعادۂ ابدان بوجہے تعلق و مناسبت ندارد، پس مدلولِ ایں آیت این است کہ مثلِ
ہر فردِ انسانی دراجزائے بدنی و ماتیعلق بہا یا درحجم و مقدار، تحتِ قدرتِ الٰہی داخل است
و فہم مساوی فی جمیع الکمالات از لفظِ مثل درمثلِ ایں مقام بعید از امثالِ اماثل، پس ایں
تفسیر آیتِ قرآنی، دلیلِ تفسیر دانی ایں یگانہ عالم بیان و معانی است نہ دلیلِ امکانِ مساوی
حضرت سید[1] افرادِ انسانی است در جمیع کمالاتِ فاضلہ نفسانی، مقامِ استعجاب این است
کہ ایں مثلِ بے مثل از لفظ مثل دریں آیت، مساوی فی جمیع الکمالات فہمیدہ بہ تکلف دلیلِ
خاطر خواہ خود[2] ہم رسانید آساں[3] تر ایں بود کہ بقولِ او سبحانہ[4]

قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ

استدلال می فرمود کہ[5] ایں آیت[6] دلالت بر امکان چہ بلکہ بر وقوعِ امثالِ آنحضرت صلی اللہ
تعالےٰ علیہ وسلم دلالت دارد و لفظِ مثل دریں آیت نیز واقع است و معنیٔ متبادر از لفظِ مثل
در ذہنِ قائل ہمان است کہ درپے اثباتِ امکانِ آں افتادہ است العیاذ باللہ
من سوء الفہم وسوء الاعتقاد و منہ[7] التوفیق للسداد والرشاد۔

وجہِ دوم آں این است کہ حق جل وعلا در کلامِ پاک خود در مقاماتِ عدیدہ از وجودِ
مخلوقات بر احاطۂ قدرتِ خود بر امثالِ آنہا استدلال فرمودہ، چنانچہ از احیائے ارض و
انزالِ مطر بر احیائے موتٰی در آیاتِ کثیرہ استدلال فرمودہ،

منہا قولہ عزوجل:

وَهُوَ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَنْشَرْنَا
بِهٖ بَلْدَةً مَّيْتًا ۚ كَذٰلِكَ[8] تُخْرَجُوْنَ۔

---

[1] بوجہے (تا) دراجزائے × (پ) [2] سید × (ذ) [3] خود × (ذ) [4] آں آسان (پ) [5] کہ ×
(ذ) [6] آیت × (پ) [7] واللہ الموفق (پ) [8] کذلک و (ذ)

marfat.com

وازایجادِ آدم علیہ السلام بے پدر بر امکانِ ایجادِ عیسےٰ علیہ السلام بے پدر استدلال فرمودہ:

إِنَّ مَثَلَ عِيسَىٰ عِنْدَ اللَّهِ كَمَثَلِ آدَمَ خَلَقَهُ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَهُ كُنْ فَيَكُونُ۔

و بالجملہ استدلال بوجہ مذکور در قرآنِ مجید شائع و متعارف است، پس بریں تقدیر وجودِ نبی صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم خود دلیل باشد بر امکانِ مثلِ ایشاں بر قدرتِ الٰہی پس گویا ترکیبِ دلیل بریں تقدیر باین وجہ خواہد بود، ہرگاہ کہ وجودِ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم داخل است[1] تحتِ قدرتِ الٰہیہ، پس[2] وجودِ مثلِ آنجناب داخل باشد تحت قدرتِ الٰہیہ[3] لیکن[4] وجودِ نبی صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم داخل است تحتِ قدرتِ الٰہیہ پس وجودِ مثلِ آنجناب[5] داخل باشد تحت قدرتِ مذکورہ لِأَنَّ حُكْمَ الْمِثْلَيْنِ وَاحِدٌ فِي الدُّخُولِ تَحْتَ الْقُدْرَةِ وَعَدَمِهِ بِمَنْطُوقِ الْقُرْآنِ وَهُوَ الْمَطْلُوبُ۔

ایں شبہ ہم[6] وہمے بیش نیست زیرا کہ اوصاف بر دو گونہ است:

یکے آنکہ ممکن الاشتراک بین الشیئین باشد و اباء از اشتراک نداشتہ باشد چنانکہ وجودِ بے پدر کہ از اشتراک بین الشخصین آبی نیست، اتصافِ آدم علیہ السلام بایں وصف منافیٔ اتصافِ عیسیٰ علیہ السلام بایں وصف نیست چہ اتصافِ کسے بوجودِ بے پدر مستلزم[7] انتفائے اتصافِ کسے دیگر[8] بایں وصف نمی شود یا قبولِ حیات کہ اتصافِ ارض بآں[9] مستلزم انتفائے اتصافِ موتیٰ بآں نیست۔

و دومی آنکہ ممکن الاشتراک بین الشیئین نباشد چنانکہ[10] خاتمیتِ سائرِ انبیا کہ

---

[1] باشد (پ)، [2] پس × (پ)، [3] مذکورہ (پ)، [4] الکن (ذ)، [5] نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم (پ)، [6] ہم × (ذ)، [7] و مستلزم (ذ)، [8] و دیگر (ذ)، [9] بآں آب (ذ)، [10] چنانچہ (پ)

اتصافِ یک شخص بایں صفت مستلزمِ انتفائے اتصافِ دیگرے بایں صفت است۔

پس اگر کدام چیز بیک وصف متصف باشد و آں وصف از قسمِ اول باشد وجودِ آں چیز بر امکانِ مثلِ او دلیل تواند بود و ہمیں منطوقِ قرآنِ مجید است و اگر آں وصف از قسمِ ثانی باشد وجودِ کسے کہ بآں[2] وصف موصوف باشد دلیلِ امکانِ مثل[1] او[3] در آں وصف نمی تواند بود چہ اتصافِ آنکس بدآں وصف دلالت دارد بر اینکہ شریکِ او در آں وصف ممتنع الوجود است و الا وصف ممکن الاشتراک[4] باشد و المفروض خلافہ۔

پس استدلالِ ایں قائل بر امکانِ شخصے کہ برابرِ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم در جمیع[5] کمالات باشد بوجود[6] آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم در صورتے[7] قابلِ سماعت تواند بود کہ ایں قائل اول باثبات رساند کہ جمیع اوصاف کہ در ذاتِ ستودہ صفاتِ آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والتحیۃ موجود بودہ اند از قسمِ اول یعنی ممکن الاشتراک اند و ہو اول المسئلۃ فَجَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ إِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوقًا۔

باقی ماند دریں مقام امرے واجب الاعلام کہ ایں قائل عوام کالانعام را از آں غافل یافتہ آں بیچارگاں را بحیلۂ خود رام و بہ فریبِ خود در دام می کند و آں این است کہ از امتناعِ ذاتی مساویٔ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم در جمیع کمالات، وجوبِ ذاتی آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والتحیۃ لازم می[7] آید و ایں[8] سفسطہ بیش نیست از امتناعِ ذاتی مساویٔ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وجوبِ ذاتی آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لازم نمی آید آرے[9] از امتناعِ ذاتی نقیضِ شے، وجوبِ ذاتی آں[10] شے لازم می آید، الا مساوی شی فی الکمالات

---

[1] مثل × (ب)، [2] بآں (ب)، [3] او × (ذ)، [4] اشتراک (ذ)، [5] در جمیع (تا) صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم × (ذ)، [6] بوجود یا جود (ب)، [7] نمی (ب)، [8] و ایں (تا) نمی آید × (ب)، [9] آرے از امتناعِ ذاتی شے وجوبِ نقیض آں لازم می آید حالانکہ امتناعِ ذاتی مساوی شے کجا و وجوبِ نقیض شے کجا (ذ)، [10] آنحضرت شے (ب)

marfat.com

کجا و نقیضِ شے کجا؟

ونیز یگانہ و بے نظیر بودن در کمالات خاصہ وجوبِ ذاتی نیست، خاصہ وجوبِ ذاتی این است کہ مشارکت فی الحقیقۃ متصور نباشد چہ مصداقِ وجوبِ ذاتی حقیقت احدیہ بسیطہ متشخصہ بذاتہا است کہ آں خود بذاتہا قابلِ اشتراک نیست پس آنچہ از کلامِ ایں قائل در بعض رسائل مفہوم می شود کہ قول بہ امتناعِ ذاتی مساویٔ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی الکمالات از شانِ موحدینِ او سبحانہ نیست و بہ سماعتِ آں موحدین را موئے بر تن می خیزد، اگر جہالت نیست باز چیست؟

ونیز آنچہ ایں قائل در بعض رسائل گفتہ کہ ایں کلام یعنی آں[1] کلمہ بر لاطائل اظہارِ عبودیتِ آنحضرت صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم سید الآخرین والاوائل است، کلام بے معنی و خیال باطل است، چہ قول بامتناعِ ذاتی مساویٔ آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم در جمیع کمالات منافیٔ مخلوقیت و عبودیتِ آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نسبت بخالق الممکنات نیست مگر احتیال برائے فریبِ جہال بہر حال بکار، لہٰذا در حیلہ انگیختن و برائے صدق و اخلاص ریختن مضطر و ناچار است، واللہ یقول الحق وہو یہدی السبیل[2]۔

---

[1] آں × (ذ) [2] الی السبیل (ذ)

المقام الثالث

در بیانِ دلالت و اشتمالِ ایں مقالِ پُرضلال و اضلال بر استخفاف و انتقاصِ[1] شانِ معروض الاجلال، سرورِ مقربانِ بارگاہِ ذی الجلال[2]۔

باید دانست کہ اشتمالِ کدام کلام بر استخفاف و انتقاصِ شانِ کسے بصدق و کذبِ آں[3] منوط نیست، بسا کلامِ صادق مشتمل بر تحقیر و کلامِ کاذب متضمن[5] اجلال و توقیری باشد و نیز دلالتِ آں براز رائے[4]، و استخفافِ کسے بداں منوط نیست کہ از کلام دلالتے بر وقوعِ مضمونِ آں یا انتفائے آں تصریحاً یا تلویحاً مفہوم باشد بلکہ کلامِ واحد بحسب سوق بر مقتضائے حال گاہے دلالت بر اجلال و تبجیل و گاہے دلالت بر تحقیر و تذلیل می کند، مثلاً چوں گفتہ شود کہ "فلاں یک انسان است" اگر سیاق و سباقِ مقال با مقتضائے حال مناسبِ تعظیم و اجلال خواہد بود[6] ایں کلام بر کمالِ تعظیم و اجلال دلالت خواہد نمود و افادتِ ایں معنی خواہد کرد کہ فلاں در نوعِ انسان، یگانۂ زماں و اوحدِ اقران است[7] و اگر قرینۂ حالی یا مقالی مقتضی اہانتِ مکانتِ آں شخص خواہد بود براز رائے شانِ او دلالت خواہد کرد و از اں کلام مستفاد خواہد شد کہ فلاں[8] شخص احد من الناس لا یعبأ بہ است۔

و فی المثل اگر گفتہ شود اگر فلاں خنزیر بودے فاذورات خوردے، ایں

---

[1] انتقاص × (د) [2] ذی الجلال فقط (پ) [3] آں × (پ) [4] ازرائے (اصل) [5] متضمن (د) [6] بود × (پ) [7] است × (پ) [8] فلانے (پ)

marfat.com

کلام بے شبہ بر ازراء[1] و تحقیر آں شخص دلالت دارد، گو ایں جملہ شرطیہ است و وقوعِ شرطِ آں ضروری نیست و اگر گفتہ شود کہ اگر فلاں فرشتہ بودے در زمرۂ ملائکۂ مقربین انسلاک یافتے، ایں کلام بر اجلالِ شانش دلالت کند گو مقدمِ ایں شرطیہ غیر ممکن الوقوع است[2]۔

و چنانکہ کلام بحسب مقتضائے مقام در دلالت بر اہانت و اکرام مختلف میشود ہمچناں بحسبِ اختلافِ حالِ قائل دریں دلالت اختلاف می پذیرد مثلاً اگر کلام سردارِ عالی مقدار گوید کہ من مردم ناچیز ہستم، ایں کلام از زبانِ او دلالت بر استخفاف ندارد، بلکہ ایں[3] کلام از بر غایتِ تواضع کہ از صفاتِ ستودہ و ملکاتِ محمودہ است، دلالت می کند و اگر رذیلے در حقِ ایں چنیں سردار گوید کہ مردم ناچیز است ایں کلمۂ ثقیل از زبانِ آں رذیل نسبت بداں امیرِ جلیل غایتِ تحقیر و تذلیل است۔

و ہمچناں اگر بادشاہ بہ وزیرِ اعظم[4] کہ در بارگاہِ او بہ غایت مقرب و مکرم باشد برائے اظہارِ قدرت و سلطنتِ خود گوید کہ اگر خواہم وزارت از تو بستانم و کمترینِ رعایا را بہ منصبِ تو رسانم و ترا بہ زنداں در آرم یا ترا بر دار بر دارم دریں کلام از زبان بادشاہ استخفافِ شانِ وزیر نیست[5] و اگر کدام پیادہ در حضیضِ مذلت افتادہ بہ وزیرِ اعظم گوید کہ اگر بادشاہ خواہد وزارت از تو بستاند و کمترین رعایا را بہ منصب تو رساند و ترا بزنداں فرستد یا بر دار کشد دریں کلام کمالِ[6] اذلالِ وزیرِ واجب الاجلال است و مرتکبِ آں در صوابدید رائے معدلت پیرائے بادشاہ بہ پاداشِ تحقیرِ وزیر سزاوار اشد تعزیر است چہ منصبِ آں پیادہ ہیچ چیز نیست کہ ہیچ کلام در شانِ واجب الاعظام وزیر عالی مقام

---

[1] ازدرار (ذ) [2] است × (پ) [3] ایں (ذ) [4] عظیم (پ) [5] است (پ)
[6] کمال × (ذ)

marfat.com

بر زبان راند بلکہ او را پایۂ نیست کہ بنام و زیرِ ضمِّ کلماتِ توقیر لب جنباند، دریں باب برائے تفہیمِ اولی الالباب حاجتِ مزید اطناب نیست۔

مثلاً قولِ او سبحانہ

قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ

متضمنِ استخفافِ شانِ معظمِ آنحضرت صلی اللہ تعالے علیہ وسلم نیست و قولِ کفارِ ضنین در جوابِ دعواتِ حضراتِ سید المرسلین علیہم الصلوات والسلام

مَآ اَنْتُمْ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا

بلاریب متضمنِ استخفافِ شانِ آنحضرات علیہم الصلوات والسلام است پس آیاتِ قرآنی کہ ترجمانِ کلامِ نفسی ربانی است اگر مشتمل بر بیانِ اشتمالِ[1] قدرتِ الٰہیہ مر[2] بعض امور را کہ عدمِ وقوعِ آں نظر بر اسبابِ خارجہ قطعی و یقینی است در شانِ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نازل شدند، کقولہ تعالے:

لَئِنْ اَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ

او کقولہ عزمن قائلٍ:

وَلَئِنْ شِئْنَا لَنَذْهَبَنَّ بِالَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ

وکقولہ سبحٰنہ:

وَلَوْلَآ اَنْ ثَبَّتْنٰكَ لَقَدْ كِدْتَّ تَرْكَنُ اِلَيْهِمْ شَيْـًٔا قَلِيْلًا اِذًا لَّاَذَقْنٰكَ ضِعْفَ الْحَيٰوةِ وَضِعْفَ الْمَمَاتِ۔

دلالت بر استخفاف و انتقاصِ قدرِ آں حضرت صلی اللہ تعالے علیہ وسلم ندارند مگر منصب

---

[1] اہمیت (پ)، [2] اشتمال × (ذ)، [3] بر (پ)

marfat.com

کسے از امتِ آنحضرت صلی اللہ تعالے علیہ وسلم نیست کہ از خود کلماتے کہ مؤدّائے آں آیات ادا کند درحق آنحضرت صلی اللہ تعالے علیہ وسلم گوید چہ آں کلمات از زبانِ مخلوق متضمنِ ازرائے بہ شانِ آں حبیب الرحمٰن است۔

وچوں معلوم شد کہ حالِ کلام در دلالت بر استخفاف و عدمِ آں باختلافِ متکلم مختلف می شود، کسے گمان نبرد کہ اگر متکلم[1] ہمچو کلمات در شان حضرتِ سید المرسلین علیہ الصلوٰۃ والسلام متضمنِ استخفاف وانتقاص باشد، تلاوتِ آیاتِ قرآنی کہ بر امثالِ آں کلمات مشتمل اند و تفسیرِ آں شرعاً روا نباشد، آرے جمعِ[2] ہمچو آیات برائے اِشعار و اعلام اینکہ چنیں کلمات در شانِ آں سید الکائنات علیہ افضل الصلوٰۃ والسلام در قرآنِ مجید[3] واقع اند تا جہلاء و عوام آں را دست آویزِ جوازِ اطلاقِ امثالِ آں کلمات درحقِ آں سرورِ موجودات علیہ ازکی التسلیمات دریافتہ بآں تمسک کردہ در استخفافِ شانِ[4] آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بے باک و بدیں اسارت، مستحقِ تباہی و سزاوارِ ہلاک شوند، متضمنِ غایتِ استخفاف بہ شانِ آں اشرف الاشراف و اشاعتِ شناعت بر السنۂ عوام و اجلاف است، العیاذ باللہ تعالے من ذٰلک۔

و نیز باید دانست کہ اگر کدام کلام در تحمید و ثنائے الٰہی متضمن گونہ استخفاف بشانِ او سبحانہ یا بشان کسے از انبیاء و مرسلین یا اولیاء یا ملائکہ باشد تفوہ بآں ناجائز[5] و نا روا است خواہ آں کلام صادق باشد یا کاذب، مثلاً اگر کسے گوید کہ او سبحانہ چنیں[6] بے نیاز است کہ ملائکہ و شیاطین نسبت بشانِ او سبحانہ برابر اند یا کسے گوید کہ ہمہ اولین و آخرین نسبت بشانِ ایزدی[7] از چمار ذلیل تر اند، قائلِ ایں کلام مرتکبِ استخفافِ ملائکہ و اولین و آخرین

---

[1] متکلم (پ) [2] جمیع (اصل) [3] مجید × (ذ) [4] بشان (ذ) [5] ناچار (ذ)

[6] چنیں تا بشانِ × (ذ) [7] او سبحانہ (پ)

marfat.com

شد و ایں خود نا روا است و اشتمالِ آں بر تمجید و ثنائے الٰہی آں را از تضمن استخفاف کہ ممنوع و نامشروع است بیروں نمی آرد۔

و ازیں جا است کہ فقہا فرمودہ اند کہ لفظِ خالق القردۃ والخنازیر، در حمدِ الٰہی آوردن نشاید حال آنکہ قطعاً معلوم است کہ کسے جز او ہیچ چیز را نمی تواند آفرید بلکہ ذکرِ اشیائے خسیسہ در جنبِ اشیائے نفیسہ گو در ضمنِ نفی باشد متضمن استخفاف قدرِ...... اشیائے نفیسہ است، مثلاً اگر کسے در مدح بادشاہ گوید کہ بادشاہ در یوزہ گر نیست یا گوید کہ بادشاہ از چماراں بہتر است ایں کلام ہم مشتمل بر استخفافِ شانِ بادشاہ است۔

و چنانکہ[2] دلالتِ کلام بر استخفاف از سوقِ آں برائے غرضِ[3] مقصود می باشد ہمچناں استخفاف از آثارے کہ بر مضمونِ آں[4] مترتب شوند گو در بادی الرائے مقصود نباشند لازم و در آں کلام مضمر می باشد، مثلاً اگر کسے از نوکرانِ بادشاہ گوید کہ سخن فلاں وزیر بحضورِ بادشاہ در حقِ کسے سبب[5] نفع یا ضرر نمی تواند شد، ایں کلام بدو وجہ متضمنِ تحقیرِ شانِ وزیر است۔

یکے آنکہ او را بحضورِ بادشاہ منزلت نیست لہٰذا سخنِ او بہ ہیچ نمی ارزد

دوم آنکہ اجلال و توقیرِ وزیر ضرور نیست چہ او نہ بکسے نفع تواند بخشید و نہ بہ کسے مضرت تواند رسانید پروائے او چرا باید کرد و او را بر کسے ہیچ منت از ایصالِ[6] نعمت یا دفعِ مضرت نیست پس شکر او چرا بجا باید آورد۔

و نیز شعور باید داشت کہ استخفاف بہ شانِ کسے بر چند گونہ است :

یکے استخفاف بشانِ او قصداً و عمداً،

---

[1] آں (پ) [2] چنانچہ (پ) [3] عرض (پ) [4] آں ہر (ذ)

[5] بسبب (پ) [6] اتصال (پ)

marfat.com

دو ئمی استخفافِ او بہ خطاء و لغزشِ زبان و ذلتِ[1] لسان یا در نادانستگی کہ قائل از دلالتِ کلامِ خود برآں بہ سببِ جہل و نادانی غافل باشد چنانکہ بعض ظرفا بعض عامیہ[2] بختیار[3] را آموختند کہ سادہ لوح فرزانہ را گویند آں بیچارہ عامی آں را در مدحتِ بعض ملوک در مقامِ خوشامد بہ استعمال آوردہ بپاداشِ ایں کلمہ رسید۔

بعد ایں تمہید باید شنید کہ کلامِ لاطائل ایں قائل بہ وجوہِ عدیدہ بر غایتِ استخفاف بشان و انتقاصِ قدرِ حضرت سیدنا و مولانا سید الاولین والآخرین اجمعین و حضراتِ دیگر انبیاء[4] و مرسلین و ملائکۂ مقربین و اولیاء عارفین صلوات اللہ و تسلیماتہ علیٰ سیدنا و علیہم اجمعین دلالت و اشتمال دارد و ایں قائل از ارتکابِ استخفاف و انتقاصِ شانِ آنحضرات عمداً و قصداً نمودہ در اشنعِ انحاءِ استخفاف گرفتار گردیدہ است[5]۔

وجہِ اول ایں کہ مقصودِ قائل ازیں کلام از آغاز تا انجام ایں است کہ شفاعتِ کسے از انبیاء و اولیاء و ملائکہ و شیوخ، سبب[6] نجاتِ ہیچ گنہگار از عذابِ نار و سزائے کردارِ او نمی تواند شد و آنچہ بسیار مردماں اعتقاد دارند کہ شفاعتِ ایں حضرات سبب[7] نجات و حطِ سیئات است غلط فہمیٔ ایشان است[8]، او سبحانہ خود رحم آوردہ و آمرزش کردہ کسے را شفیع بنام برائے حفظِ سر رشتۂ آئینِ سلطنتِ خود قرار خواہد داد و ہرگز شفاعت[9] کسے سببِ رحم و آمرزشِ او سبحانہ نخواہد بود۔

ایں عقیدہ خود استخفاف بشان و انتقاصِ قدرِ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و دیگر حضراتِ ممدوحین است چہ از روئے کتابِ مبین و احادیثِ سید المرسلین و اجماعِ ائمۂ دین ثابت است کہ شفاعتِ آں[9] حضرات علیہم السلام[10] عموماً و شفاعتِ سید الاولین

---

[1] لکنت (پ) [2] عامہ (ذ) [3] بختیار × (ذ) [4] و × (ذ) [5] بسبب (پ) [6] بسبب (ذ) [7] است × (ذ) [8] بشفاعت (ذ) [9] ایں (پ) [10] علیہم السلام × (پ)

marfat.com

والآخرین صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم خصوصاً سببِ[1] رحم و آمرزشِ حضرت آفریدگار و سببِ نجاتِ گنہگارانِ بدکردار از عذابِ نار است و دعواتِ ایشاں برائے اہلِ کبائر مستجاب و سببِ نجات از نکال و عذاب[2] است، انکارِ ایں معنی انتقاصِ قدر و منزلت آں[3] حضرات در بارگاہِ ایزدی و استخفاف بشانِ مناصبِ ایشاں در حضرتِ الٰہی است، چہ سابق گزشت کہ منزلت و مکانتِ آنحضرات دراں بارگاہ سببِ قبولِ شفاعتِ ایشاں برائے اہلِ جرم و گناہ است پس[4] انکارِ مدخلیت و سببِ شفاعتِ آں[5] حضرات نسبت بہ نجاتِ اہلِ سیئات بایں معنی انکارِ منزلت و مکانتِ آنحضرات در حضرتِ رافع الدرجات است[6]، اگر ایں انتقاصِ قدر نیست باز چیست؟

وجہ دوئم ایں کہ چوں مقصودِ ایں قائل معلوم شد حالا کلامِ او را مسوق برائے اثباتِ ہمیں مقصود دانستہ باید فہمید کہ تقریرِ ایں مرام در افہامِ اہلِ اسلام اقتضائے آں دارد کہ از اذہانِ ایشاں وجاہت و منزلت و محبوبیت و مقبولیت کسانیکہ ایشاں آں کساں را شفاعت خواہِ جرم و گناہ در بارگاہِ الٰہی می دانند و آنہا را وسائل و شفعاءِ خود در حاجات برآری و رستگاری از گرفتاری بہ سزائے بدکرداری می خوانند نیست و نابود کردہ[7] در محبت[8] و اجلال و توقیر و تعظیمِ ایشاں نسبت بداں حضرات و در اعتقادِ ایشاں بہ وجاہت و جاہ و پذیرائی دعا و شفاعتِ آں حضرات برائے ایشاں دراں بارگاہ فرقے و انحطاطے بہ تمکن در قرار آوردہ شد و بایشاں تفہیم[9] رود کہ وجاہت و محبوبیت کہ سببِ قبولِ شفاعت تواند شد در بارگاہِ الٰہی بہ کسے حاصل نیست تا امیدوارِ شفاعتِ او باید بود و در بیان نفیِ شفاعت[10] و وجاہت آنچناں کلمات گفتہ شوند کہ بر نفیِ وجاہت و منزلت دلالت داشتہ باشند۔

---

[1] بسبب (ذ) [2] عقاب (پ) [3] ایں (پ) [4] پس × (پ) [5] ایں (پ) [6] است × (پ)
[7] کردہ × (ذ) [8] محبت (پ) [9] تفہم (ذ) [10] شفاعت × (اصل)

marfat.com

مثلاً گفتہ شود کہ شانِ الٰہی این است کہ چوں خواہد دریک آں بیک حرفِ کُن کروڑہا انبیاء، و اولیاء وجنہ و فرشتگان برابر جبرئیل و محمد پیدا کند و لوقوع آید واگر ہمہ اولین و آخرین از بشر و ملائکہ وجنہ کہ ایں عموم ہمہ کفار و مشرکین واشقیاء و شیاطین را شامل است مانندِ جبرئیل و پیغمبر شوند رونقے در کارخانجات ملکش نخواہد افزود واگر ہمہ کہ ایں عموم جمیع انبیاء و مرسلین و سید الاولین والآخرین و ہمہ ملائکہ و مقربین و شہداء و صدیقین و عبادِ صالحین را متناول است مانند شیطان و دجال شوند کمی در رونق سلطنتش رو نخواہد نمود۔

پس غرض مسوق لہ الکلام استخفافِ شان و انتقاصِ قدرِ آنحضرت سید الانبیاء والمرسلین خیر الانام، قدر شکنی و بے اعتنائی بشانِ دیگر انبیاء، و رسلِ عظام علیٰ نبینا و علیہم السلام و عدمِ اعتداد و عدمِ مبالات بشانِ ملائکہ مقربین و اولیائے کرام است و اگر ایں معنی دریں کلام مضمون و در خاطرِ قائل مرکوز و مکنون نباشد ایں کلام بے سود و بے مقصود و بر باد رود حالا انکشاف یافت کہ برا تمامِ ایں کلام در اثنائے نفی شفاعت و جاہت کہ بے ذکرِ ایں کلام صرف بذکرِ دخل نبودن کسے در کارخانجاتِ سلطنتِ ایزدی تمام بودہمیں باعث شد و الّا سابق گذشت کہ ایں کلام با مقصود و مرام ربطِ متین و حسن التیام ندارد۔

وجہِ سوم اینکہ سیاق ایں کلام در متفاہم عرفِ عام دلالتِ واضحہ متبادرہ بر استخفاف و انتقاصِ قدرِ عالی مقام حضرت سید الانام علیہ الصلوٰۃ والسلام دارد مثلاً اگر جماعتے بود زیر کدام سلطانِ ذی اقتدار چنیں اعتقاد داشتہ باشد کہ او در بارگاہِ سلطانی بمزید و جاہت و نباہت بہ سبب مہربانی خسروانی از سائر اہلِ اعزاز بیگانگی و امتیاز دارد کسے خواہد کہ اعتقادِ آں جماعت در حقِ آں وزیر برہم زند، پس گوید کہ شانِ بادشاہ این است کہ چوں خواہد کروڑہا

لہ مر (ذ) لہ و × (اصل) لہ آنکہ (پ، لہ خروانی، (پ ۵ شداقد (پ)

کساں را دریک آن بآں وزیرہمسر و برابر گرداند بلاشبہ ایں کلام باستخفافِ آں وزیرِ عالی مقام دلالت دارد۔

وہمچناں اگر قومے اعتقاد کنند کہ فلاں عالِم دراکنافِ عالَم بے نظیر و یگانۂ عصر است، کمترکسے بہ علم وفضل بوجود آید و پیداشدن ہم رتبۂ او مستبعد می نماید، کسے بزبانِ اردو گوید:

"خدا چاہے تو ایک آن میں کہ وروں عالم اس کے برابر پیدا کر ڈالے"

پس بلاشبہ سیاقِ کلام بر قدر شکنیٔ آں عالم دلالت دارد، گو ایں سخن راست است راستیٔ کلام منافیٔ دلالت باستخفاف نیست، کسے کہ دلالتِ ایں کلام را بر استخفاف انکار کند از سہ حال خالی نیست یا زبان نمی فہمد و متبادر از سیاقِ کلام نمی داند یا بےچارہ معنیٔ استخفاف نمی داند یا متعنّد است کہ بانکارِ ضروریات باکسے ندارد۔

وجہ چہارم اینکہ بر مضمونِ کلام وحاصلِ مرامِ او اثرے مترتب می شود کہ باستخفاف وبے اعتنائیٔ بشانِ حضرتِ سرورِ اصفیاء وحضرات دیگر انبیاء وصالحین واولیاء می کشد وآں این است کہ ہرگاہ کہ در ذہنِ کسے متمکن شد کہ کسے ازآں حضرات برائے من منفعت نمی تواند بخشید ومضرت نمی تواند رسانید، خواہد اندیشید کہ محبتِ ایشاں چرا باید داشت وتوقیر وتعظیمِ ایشاں چرا باید کرد ومراعاتِ داب آداب نسبت بایشاں چہ ضرور واحترامِ آثارِ ایشاں چہ لازم وایشاں را برگردنِ من کدام حق کہ بہ تکریمِ ایشاں ادائے آں کنم وایشاں را برجانِ من کدام منت کہ بہ تبجیلِ ایشاں شکرِ آں بجا آرم واز ایشاں چہ توقع وکدام چشم است کہ

۱؎ آمدں (ذ) ۲؎ برتبہ (ذ) ۳؎ بانیکہ (پ) ۴؎ کہ × (ذ) ۵؎ ازیں (پ) ۶؎ خواند (ذ) ۷؎ چرا (تا) نسبت بایشاں × (ذ) ۸؎ چہ لازم وایشاں × (پ) ۹؎ داشت (ذ)

marfat.com

بالیشاں محبت دارم۔

پس اعتقاد بمفادِ ایں کلامِ ناتمام روا دار بے باکی ہا و بے اعتنائی ہا و موجبِ جسارت براختیارِ خسارت و مجوّز ارتکابِ بے ادبی ہا و بے اعتنائی ہا است۔

پنجم آنکہ کلمۂ :

" اوس شہنشاہ کی تو یہ شان ہے کہ ایک آن میں ایک حکمِ کُن سے چاہے تو کروڑوں نبی و ولی و جن و فرشتہ، جبرئیل اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے برابر پیدا کر ڈالے "

متضمنِ استخفاف است بدیں وجہ کہ در مقامِ ثانی مذکور شد کہ مدلولِ ایں کلام صحتِ تعلقِ تکوین بہ کروڑ ہا[1] امثال برابرِ آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم است چہ متعلق بحکم کن ہماں است کہ باں تعلقِ تکوین صحیح باشد و دریں معنی انتقاصِ قدرِ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کہ افضل الخلق والممکنات اجمعین واجل مایصح بہ تعلق التکوین اند ظاہر و آشکارا است ومنافاۃ صحۃ تعلق التکوین بہ برابر آں معدوم المماثل والقرین با افضلیتِ آنحضرت بر جمیع مایصح بہ تعلق التکوین مستغنی از اظہار۔

ششم آنکہ لفظِ صد ہا و ہزار ہا و لکھ ہا و کرور ہا و آنچہ بداں مانند اگر برائے تعدادِ نظیر کدام[2] شے آوردہ شود بر تحقیرِ آں شے علی حسب تفاوتِ مراتب کثرتِ نظیر آں شے دلالت دارد، وجہ آں این است کہ امتناع یا عدم یا ندرتِ نظیرِ شے در خوبی مستلزم و ملازمِ جلالتِ قدر و عظمتِ شانِ آن است و امکان یا وجود یا کثرتِ نظیر آں بالقوہ یا بالفعل مستلزم و ملازمِ ابتذال و بے قدریٔ آنست و مراتبِ ابتذال و بے قدری بتفاوتِ مراتبِ کثرتِ نظیر متفاوت می شود، پس کلامے کہ دلالت کند بر امتناع یا عدم یا ندرتِ

---

[1] بکرور ڑ ہا (پ) [2] کدام (ا) کثرتِ نظیر ۲ (پ)

marfat.com

نظیرِ شے دلالت دارد اعزاز[1] و توقیرِ آں علی حسبِ تفاوتِ المراتب یعنی کلامِ دال بر امتناعِ نظیر دال است بر اعلائے مراتبِ توقیر[2]، ازاں بعد کلام دال بر عدمِ آں وازاں پس کلامِ دال بر ندرتِ آں ۔

وکلامے کہ دلالت کند بر صحت وجود یا وجود یا کثرتِ نظیرِ شے، دلالت دارد بر استخفاف وابتذالِ آں شے ومراتبِ ابتذالِ آں بتفاوتِ مراتبِ کثرتِ نظیرش تفاوت می پذیرد مثلاً اگر گفتہ شود کہ دو بیست[3] کس نظیرِ زید تواند شد ابتذالے کہ ازیں کلام مفہوم می شود کم از ابتذالے کہ از[4] جملہ صدہا کس نظیرِ او تواند شد مفہوم می شود وابتذالے کہ مدلولِ لفظِ صدہا است کم تر است از ابتذالے کہ مدلولِ لفظِ ہزارہا است وابتذالے کہ مدلولِ لفظِ ہزارہا است بہ فہم[5] می آید کم تر است از ابتذالے کہ بر آں لفظِ لکھ ہا دلالت نماید وآنچہ از لفظِ لکھ ہا فہمیدہ می شود ادون[6] است از آنچہ از[7] لفظِ کروڑہا بہ فہم می گزرد۔ ایں قائل بمقتضائے سریرتِ خود لفظِ کروڑ ہا کہ اشمل[8] اعدادِ مستعملہ زبانِ اردو است اختیار کرد تا زیادہ تر بر استخفافِ شانِ سید البشر الشفیع المشفع فی المحشر صلوات اللہ وتسلیماتہ علیہ دلالت سازد و زیادہ تر جہلہ را در کفر وضلالت اندازد۔

ہفتم آنکہ نامِ معروض الاعظام حضرت سید الانام علیہ ازکی الصلوٰۃ والسلام بکمال بے باکی یاد کرد کہ آنرا بکلمہ اجلال واکرام وصلوٰۃ وسلام قرین نہ آورد، آرے مناسب غرض مسوق لہ الکلام ہمیں بود وایں بے باکی را بر کمالِ حضرتِ افضل الصدیقین الاصفیاء خیر البشر بعد الانبیاء علیہم الصلوات والتسلیمات، حضرتِ صدیقِ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہ بعد وفاتِ آنحضرت سرورِ کائنات، خطبہ فرمود وگفت :

---

[1] انداز (ذ) [2] و توتیر (اصل) [3] از × (ذ) [4] بہ فہم می آید (اصل) نیاید [5] دون (پ) [6] از × (ذ) [7] می کند (ذ) [8] مشتمل (پ)

مَنْ كَانَ يَعْبُدُ مُحَمَّدًا فَإِنَّ مُحَمَّدًا قَدْمَاتَ
وَمَنْ كَانَ يَعْبُدُ اللهَ فَإِنَّ اللهَ حَيٌّ لَا يَمُوتُ۔

قیاس نتواں کرد زیرا کہ حضرتِ صدیقِ اکبر از قرآن اقتباس فرمودہ بود و ھو قولہ تعالیٰ :-

وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ
الرُّسُلُ أَفَائِنْ مَّاتَ أَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلَىٰ أَعْقَابِكُمْ
وَمَنْ يَّنْقَلِبْ عَلَىٰ عَقِبَيْهِ فَلَنْ يَّضُرَّ اللهَ شَيْئًا۔

واگر نامِ مقدس بکلمۂ اکرام یا بصلوٰۃ وسلام مقرون می آورد اقتباس فوت می شد وغرضِ مسوق[1] لہ الکلام کہ تسلیۂ اصحابِ آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کہ بغایت غمگین[2] و اندوہ گین بودند وبعض از ایشاں از موتِ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تحاشی وانکار می نمودند، بود از دست می رفت، چہ ضمِ[3] کلماتِ اجلال واکرام[4] واضافہ صلوٰۃ وسلام بنام سید الانام درایں چنیں مقام ودر ہجوم ماتمِ عام ایں کلام را ایماءِ[5] مذبہ می گردانید واہلِ اسلام را زیادہ تر می گریانید ودر خاک وخون می غلطانید پس مناسب ہمیں بود کہ از آیتِ قرآنی اقتباس فرمودہ براں ہیچ[6] نہ افزود، ہر سخن وقتے وہر نکتہ[7] مکانے دارد۔

آرے ایں قائل تواند گفت کہ مناسبِ غرضِ مقصود دریں جا ہماں بود کہ از زبانش تراوش نمود واگر او کلمۂ اعظام یا صلوٰۃ وسلام می افزود بامرادِ لی[8] ومقصودِ اصلی ونیز باسباق و[9] سیاق مناسب وچسپاں[10] نمی بود، حال اجلال اسمِ مبارکِ آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم ان شاء اللہ تعالےٰ در مقامِ رابع مذکور می شود، فانتظر۔

---

[1] سوق الکلام (ذ) [2] ختم (ذ) [3] واکرام × (ذ) [4] آنکہ (ذ) [5] یا (ذ)، تا (پ) [6] و × (ذ)
[7] چناں (پ) [8] نمی × نمود (ذ)

ہشتم آنکہ لفظ "کر ڈالے" در زبانِ اردو بر اہانت واستخفاف دلالت دارد[1]

مثلاً اگر کسے گوید "چاہوں تو فلاں کام کر ڈالوں" ایں کلام[1] بر استخفافِ آں[2] کام[3] دلالت دارد و[4] اگر گوید کہ "چاہوں تو فلاں کام کروں" دریں کلام آں دلالت نیست و ایں معنی بر زبان دانانِ[5] اردو مخفی نخواہد بود، وجہِ آں[6] ایں است کہ لفظ "ڈالنا" در زبانِ اردو بمعنی انداختن است و ازیں جہت طرح و حطِ رتبہ ازیں لفظ مفہوم می شود۔

خاطرِ ایں قائل خوشنود نشد بایں کہ می گفت "چاہے تو پیدا کرے" چہ ایں عبارت با مقصود[7]ِ دمی او چنداں چسپاں نبود و دلالت بر غایتِ استخفاف نمی نمود[8] ع

از کوزہ ہماں تراود کہ در وست

ولنعم ما قیل ؎

إِنَّ الْكَلَامَ لَفِي الْفُؤَادِ وَإِنَّمَا

جُعِلَ اللِّسَانُ عَلَى الْفُؤَادِ دَلِيلًا

اگر گفتہ شود کہ لفظِ "کر ڈالنا" در زبانِ اردو بجائے مستعمل می شود کہ دلالت بر سرعت و تعجیل در کردنِ آں کار مقصود باشد و دریں جا[9] ہم ہمیں دلالت مقصودِ قائل است۔

جوابش گفتہ آید کہ لفظ "ایک آن میں ایک حکم کن سے" برائے دلالت بر سرعت و تعجیل بس بودہ است، اگر مقصودِ قائل از لفظِ "کر ڈالنا" استخفاف نبود چرا ایں لفظ افزود، و مع ہذا قائل در تاویل کلام خود می گوید کہ مقصود از تعلقِ تکوین نیست،

---

[1] ایں کلام × (د) [2] آں × (ذ) [3] کام (اصل) کار باید [4] و × (د) [5] دانایاں (ذ) [6] ایں (ذ)
[7] بامقصود × (ذ) [8] جوئی بروں تراود (ذ) [9] جا × (ذ)

marfat.com

بازسرعت و تعجیل در کردنِ کار و تحرینِ آں ازیں عبارت استنباط کردن توجیہ القول بمالا یرضٰی بہ قائلہ است بلے خود کردہ را درماں نیست۔

نہم اینکہ کلمہ :

" اور سب لوگ اگلے اور پچھلے اور آدمی[1] اور جن بھی سب مل کر جبرئیل اور پیغمبر ہی سے ہو جاویں تو اس مالک الملک کی سلطنت میں اون کے سبب سے کچھ رونق بڑھ نہ جاوے گی "

عجب کلمہ ایست کہ بر زبانِ محمدیاں بہ ہزار جبر تعقیل علی سبیل النقل کہ نقلِ کفر، کفر نباشد، می گذرد[2] والاہر مسلمان از شنیدنِ ایں چنیں کلمہ بر خود می لرزد[3] والعیاذ باللہ من ذٰلک چہ حرف گردیدنِ اولین و آخرین یکسر مانندِ جبرئیل و پیغمبر گویدیا موضع خود مذکور شود[4] کہ مقدمِ قضیہ شرطیہ گردانیدہ آید بہ غایت تحقیرِ شانِ حضرتِ جبرئیل و استخفافِ شانِ جلیل حضرتِ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم است چہ در اولین و آخرین، شیاطین و مشرکین و جبابرہ و ملاعین و ہمہ اشقیا بے دین داخل اند، حرفِ برابری و مماثلت ایں ہمہ باآں ہر دو حضرت علیہما الصلوٰۃ والسلام گو در ضمنِ قضیہ شرطیہ باشد چساں[5] بر زبانِ آں کساں کہ دعوائے اسلام گو بنام باشند[6] می کنند، تواند گذشت۔

دریں کلام ایں قائل بہ چند وجہ رعایتِ بلاغت کردہ است نخستیں اینکہ باوجود تعمیمِ اولین و آخرین، تعمیمِ آدمی و جن نیز مذکور کرد حالانکہ تعمیمِ اول نیز ادائے مقصود او تو انست کرد، نکتہ در آں[7] این است کہ تعمیمِ اول صراحۃً بلا تکلف شیطان را شامل نبود، ناچار بلفظِ جن تصریحاً افزود تا آں رئیس اہلِ تلبیس یعنی ابلیس بلا حاجت[8] بتکرار دریں تعمیم

---

[1] دلی (پ) [2] میگزرد (ذ) [3] کہ گو (بابد) [4] چناں (ذ) [5] می کند (ذ) [6] در (ذ) [7] ... (ذ) [8] بلاحجت (ذ)

marfat.com

داخل باشد، چہ یک بار دخولِ او در تعمیم اولین و بار دیگر در تعمیم پسین وا[۱] ازجن مفہوم شد کہ کانَ مِنَ الْجِنِّ این نکتہ را از آثارِ تفسیر دانی این قائل تواں شمرد و ہیچ رعایت در ہیچ مقام مناسبِ مقتضائے حال بودہ است۔

دوئمی آنکہ ذکرِ فرشتگان دریں[۲] مقام نہ آورد[۳] چنانکہ ملائکہ را در کلامِ سابق مذکور کرد۔ نکتہ دراں این است کہ مساوات و ہمسری فرشتگان باحضرتِ روح الامین و حضرت سید المرسلین علیہما السلام چنداں مفیدِ استخفاف نبود، پس غرضِ او[۴] مزید دلالت نداشت۔

سوئمی کلمۂ حصر در قولِ او "جبرئیل اور پیغمبر ہی سے ہو جاویں" دریں جا چہرۂ مرادِ او، غازۂ رنگ تازہ می دہد، آرے خواستہ خاطر را ہچنیں باید آراست[۵]۔

دہم آنکہ قولِ او :

" اور سب لوگ مل کر شیطان اور دجال ہی سے ہو جاویں تو اس کی کچھ رونق گھٹنے کی نہیں "

گفتاریست کہ بتصورِ سماعتِ آں، اہلِ ایمان را قشعریرہ[۶] در می گیرد و رنگِ سامع آں، گو رنگِ اخلاص نداشتہ باشد، بمجرد شنید نش شکست می پذیرد، ہر گاہ[۷] کہ از ذکرِ شیطان و دجال با ذکرِ مقربانِ بارگاہِ حضرت ذی الجلال گو بطریقِ نفیِ مساوات باشد، موئے بر تن می خیزد و آبروئے اخلاص می ریزد پس ولئے بر حالِ کسے کہ حرف گردیدن بر[۸] ہمہ کہ این[۹] عموم آنحضرت سید البرایا را شامل و سائرِ انبیاء و مرسلین و ملائکہ و مقربین و اولیاء و صدیقین و شہداء و صالحین[۱۰] را متناول است ہمچو شیطان و دجال کہ سر گروہِ اہلِ ضلال و اضلال اند بر زبان راند، گو آنرا

---

[۱] باز (ذ) [۲] از × (ذ) [۳] ازیں (پ) [۴] نادرد (ذ) [۵] او × (ذ) [۶] داشت (ذ) [۷] کشعریرہ (ذ) تشعریرہ (پ) [۸] ہر گاہے (پ) [۹] بر (ذ) [۱۰] ایں ہمہ (ذ)

marfat.com

بطریقِ تلبیس قضیۂ شرطیہ خواند، ہیچ اہلِ ایمان ایں چنیں کلمہ نہانی وآشکارا جائز و گوارا نمی دارد و بر زبان چہ بتصور[1] ہم نمی آرد۔

سبحان اللہ[2]! زہے ایمانِ کسے کہ خود را مرشدِ اہلِ اسلام داند و مخالفانِ خود را کافر و مشرک خواند و بلا ضرورتِ داعیہ[3] و بے حاجتِ ملجئہ ہیچو کلمۂ ثقیل کہ سراپا استخفافِ مقربانِ حضرتِ ایزدِ جلیل است، بے باکانہ بر زبان راند و برائے تعلیمِ عوام وسوقیہ آں را در کتابِ خود[4] ثبت کردہ اند و آں را در کوچہ و بازار اشتہار دادہ و بہ تلقینِ آں بہ حلقہ بگوشانِ خود[5] آنہا را طوقِ لعنت بر گردن نہند لیکن نازم بر آں[6] قائل کہ دریں کلام ہم دادِ بلاغت دادہ است کہ کلمۂ حصر در قولِ خود "شیطان اور دجال ہی سے ہو جاویں" دریں قرینہ ہم نہادہ و در ہر دو قرینہ رعایتِ طباق در میان جبرئیل و پیغمبر و درمیان شیطان و دجال نمود، گو ایمان از دست رفت، اما سر رشتۂ بلاغت از دست نمی بائیست داد۔ آرے مقصودِ دلی را بہ ہمیں اعتنا[7] باظہار باید آورد و در تعبیرِ ایں چنیں مقصودِ اہم ہمچنیں[8] رعایتِ بلاغت[9] باید کرد۔

امانعی شغل عتے کہ برائے اثباتِ انتفائے آں، ایں چنیں کلماتِ گوناگوں و عباراتِ دقائق مضمون، استعمال فرمودہ اند، با ایں عبارت نمی شد کہ در کارخاناتِ الٰہی ہیچ کس را مدخل نیست تا از خوشی و دل نہادِ او رونقِ سلطنت افزاید یا از ناخوشی و بے دلیٔ او، شکستِ رونق دراں پدید آید ایں عبارت آرائیہا و ایں بیہودہ سرائیہا برائے چیست؟ لیکن ایں قائل از عادتِ خود مجبور است کہ اکثر در گفتارِ خود ذکرِ انبیاء، وائمہ و اولیاء و شہیداں با ذکرِ شیاطین[10] و اشقیاء و خبیثاں و عنیداں برابر می آرد و در عایت

---

[1] متصور (پ) [2] اللہ × (ذ) [3] مراعیہ (پ) [4،5] خود × (ذ) [6] برایں حال (پ) [7] بہ × (ذ) [8] اعتبار (ذ) [9] ہمچنیں × (ذ) [10] بلاغت × (ذ) [11] شیطان (ذ)

زصیع وطباق بدیع نمی گزارد و پاسِ ادب، ایں ادیب را از صرف مایہ بلاغت بازنمی دارد تا سررشتۂ بلاغت از دست نرود گو ایمان برباد شود. اگر بر عبارتش مواخذۂ علمی کردہ شود قائل در جواب دہی بجاں آید و مبلغ علم را جلوہ ظہور نماید و بجز بیہودہ گوئی و یاوہ سرائیہا ہیچ نہ افزاید۔

حالا باید شنید کہ قولِ او " اوس شہنشاہ کی تو یہ شان ہے کہ چاہے تو ایک آن میں ایک حکمِ کن سے (الیٰ آخرہ) " اگر قضیہ حملیہ است باطل است بدو وجہ:

اوّل اینکہ دریں قضیہ حکم حملی نیست تا قضیہ حملیہ باشد۔

دوئم اینکہ بر تقدیر فرضِ بودنش حملیہ، از قضایا بتّیہ نیست چہ مصداق آن گاہے در نفس الامر واقع نیست، پس از قضایائے غیر بتّیہ و قضایائے غیر بتیہ مساوی شرطیات است پس بطلانِ آں در شقِ ثانی مذکور می شود و اگر قضیہ شرطیہ است معنیٔ آں ایں چنیں باشد کہ اگر او سبحانہ خواہد کہ کروڑہا انبیاء و اولیاء و جنّہ و ملائکہ برابر حضرت جبرئیل و آنحضرت علیہم السلام پیدا کند و بوقوع آرد۔

پس از دو حال خالی نیست، یا مقدمِ ایں شرطیہ واقعی است یا غیر واقعی و فرضی، اگر واقعی است واجب آمد وجودِ کروڑہا کس برابر ہر دو حضرت ممدوح در نفس الامر ضرورۃً وقوع التالی عند وقوع المقدم و قول بوقوعِ تالی کفر صریح است و اگر غیر واقعی است، پس ممتنع بالذات است یا ممتنع بالغیر و علی التقدیرین استلزامِ مقدم مذکور کہ ممتنع بالذات باشد یا ممتنع بالغیر برائے تالی بجزوم بہ نیست۔

لہ در × (ذ) ٹہ روئیت (ذ) ٹہ او (پ) ٹہ و × (پ) ھہ تصدیق (پ)
ٹہ گاہے × (ذ) ٹہ غیر × (ذ) ٹہ صادق (پ) ٹہ لازم (پ) ٹلہ و × (ذ)
للہ غیر واقع (پ) ٹلہ مقدر (پ)

marfat.com

واگر ایں قائل اعتقاد دارد کہ تعلقِ مشیت بہ کرور ہا امثال، برابر آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم ممکنِ ذاتی است وممکنِ ذاتی گو ممتنع بالغیر باشد مستلزم محال بالذات نمی باشد وعدمِ وقوعِ آنچہ مشیتِ ایزدی بداں متعلق می شود محال بالذات است کار برو تنگ خواہد شد، چہ در مقامِ ثانی گذشت کہ وجودِ برابرِ آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم مستلزم[1] کذبِ او سبحانہ است وکذبِ او سبحانہ محال بالذات است، پس بنا بریں اعتقاد لازم خواہد آمد کہ وجودِ برابرِ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم محال بالذات باشد، بریں تقدیر[2] بے چارہ بزودی ملزم خواہد شد۔

وعلیٰ ہذا القیاس آں دو قضیہ شرطیہ یعنی از قولِ او :

"اور سب لوگ اگلے اور پچھلے (تا قولِ او) رونق گھٹنے کی نہیں"

یا از قضایائے فرضیہ تقدیریہ باشند یا از قضایائے واقعیہ نفس الامریہ یعنے یا گفتہ شود کہ مقدم ایں ہر دو شرطیہ غیر واقعی است یا گفتہ شود کہ مقدم ہر دو شرطیہ واقعی است. ثانی باطل است، چہ بودن ہمہ پیشینیاں وپسیناں با جبرئیل وپیغمبر ہمسر یا با شیطان ودجال برابر فی نفسہ اجتماع النقیضین است زیرا کہ بودن ہر کس پیغمبر مستلزمِ این است کہ بعض کساں پیغمبر نباشند بلکہ مُرسل الیہ وامت باشند کہ پیغمبر بے امت معنی ندارد وبودنِ ہر کس شیطان بے آنکہ بعض کساں چنیں باشند کہ کسبِ ضلالت از دیگرے کنند متصور نمی شود، پس آں بعض شیطان نمی توانند شد بلکہ مستفیدانِ خدمتِ او، پس مقدم ہر دو شرطیہ کہ مشتمل بر جمع نقیضین است محال است واستلزامِ مقدم محال برائے تالی مجزوم بہ نیست لِاَنَّ الْمُقَدَّمَ الْمُحَالَ یَجُوْزُ اَنْ یَّسْتَلْزِمَ نَقِیْضَ التَّالِیْ۔

ونیز معلوم نیست کہ مرادِ قائل بہ سلطنتِ جنابِ الٰہی ورونق آں چیست اگر مراد

---

[1] مستلزم (تا) صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم محال بالذات ×(د) [2] قدر (د)

از سلطنتِ او سبحانہ تصرفِ او سبحانہ در ہمہ ملک و ملکوت بر وفقِ مشیت او سبحانہ است و رونقِ آں، عبارت از جریانِ آں[1] بر وفقِ[2] حِکَم[3] و مصالح است چنانکہ ہمہ عالم بہ مشیتِ شاملہ و حکمتِ کاملہ او سبحانہ بر ابلغ نظام واقع[4] است، پس بقائے ہمیں نظامِ ابلغ کہ در آں بعض گمراہ و بعض مقربِ بارگاہ و بعض راندہ و بعض مقبولِ حضرتِ باری و بعض ناجی و بعض بپاداشِ بدکرداری معاقب وناری و بعض فائز درجات و بعض در[5] اسفلِ درکات و بعض شقی و بعض سعید و بعض مفید و بعض مستفید اند منافیٔ تقدیرِ مذکور است کہ برایں تقدیر ہمہ کساں یکساں و ہر ہمہ بریک شان خواہند بود و اگر چیزے دیگر مراد داشتہ باشد بایستے بیان کرد تا معنی کلامِ او انکشاف یافتے۔

باید دید کہ ایں قائل ایں چنیں کلامِ لاطائل کہ معنی صحیح ندارد در کدام مقام برائے اثباتِ کدام مراد برائے چہ قسم افہام[6] و در مخاطبتِ چہ قسم عوام باستعمال آورد بلے مناسبِ شانِ ہدایت و تلقینِ[7] ایمان و تبلیغِ وصف بعقائدِ دین ہدانستِ او ہمیں است۔

باید دانست کہ بعض نامنصفانِ خود پرست کہ با وصف خبرداری و ہوشیاری بہ نشوتِ[8] نخوت سرمست[9] اند، چوں می بینند کہ زبان دانانِ اردو از ایں کلماتِ بےجا و از ہیچ گفتگوئے بےسروپا انتقاصِ قدر و استخفاف بشانِ سید الانام و سائر انبیاء علیہم السلام و ملائکہ و اولیاءِ کرام و شیوخ اعلام می فہمند و بہ شنیدنِ آں بر خویشتن[10] لرزان و ایمانِ خود خائف و ترساں بودہ از ایں کلماتِ بیہودہ بہ ہزاراں زبان تبری[11] می کنند، می خواہند کہ اینہا را فریبے باید داد و حیلہ برائے دفعِ وحشتِ اینہا درمیان باید نہاد، پس

---

[1] آں × (ذ) [2] برفق (ذ) بروفق (پ) [3] د × (ذ) [4] واقعی (ذ) [5] در × (ذ) [6] افہام و در مخاطبتِ چہ قسم × (ذ) [7] یقین (پ) [8] تشوت (پ) [9] سرشت اند (ذ) [10] خویش (پ) [11] تیزی (ذ)

marfat.com

گا ہے می گویند کہ دریں کلمات اجلالِ شانِ[1] ایزدی است[2] ازیں تحاشی نباید کرد و نفرتے بخاطر نباید آورد والا سوءِ[3] اعتقاد بشان ایزدی می شود و ایمان و توحید برباد می رود[4]۔

وجوابش این است کہ کلمۂ " اوس شہنشاہ کی تو یہ شان ہے الخ " دلالت برجوازِ کذبِ او سبحانہ وتعالے عما یقولون علوا کبیرا می کند[5] چنانکہ در وجہِ اول از مقامِ ثانی مذکور شد و[6] فہمیدنِ اجلال از کلمہ کہ برجوازِ کذبِ محال بر حضرتِ ایزدِ متعال دلالت داشتہ باشد بجز کج فہمی چیست وکلمۂ ثانی یعنی قولِ او " اور سب لوگ اگلے اور پچھلے الخ " خود معنیٔ صحیح ندارد، اول معنیٔ آں درست باید کرد بعد ازاں حرفِ دلالت بر جلالتِ شانِ ایزدی باید آورد۔

و[7] اگر مقصود ازاں بیانِ غنی بودنِ او سبحنہ از خیراتِ ابرار و سیئاتِ اشرار بودہ است، اما ترجمۂ کریمہ:

مَنْ شَكَرَ فَاِنَّمَا يَشْكُرُ لِنَفْسِهٖ وَمَنْ كَفَرَ فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ حَمِيْدٌ[8]،

یا تفسیر کریمہ:

اِنْ تَكْفُرُوْٓا اَنْتُمْ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا فَاِنَّ اللّٰهَ لَغَنِيٌّ حَمِيْدٌ۔

افادتِ ایں مقصود نمی کرد کہ ایں قائل در پئے عبارت آرائیہا بیجا افتاد[9] واگر ایں ہر دو جملہ برائے بیانِ نفیِ[10] مداخلتِ کسے در کارخانجاتِ الٰہی آوردند، اما[11] بیانِ آں بایں عبارات مؤدّی نمی شود[12] کہ او سبحنہ نیاز[13] کارکن و کارساز ندارد و ہر چیز را بقدرتِ شاملہ و حکمتِ کاملہ خود

---

[1] ایزدی پست نشود وایمان (ذ) [2] است (تا) می شود × (ذ) [3] نزد ورد (ذ) [4] می کنند (ذ) [5] [6] و × (ذ) [7] افادہ (ذ) [8] حمید (د) [9] نفی × (ذ) [10] اما × (ذ) [11] نمی شد (پ) [12] نیاز

marfat.com

بوجود[1] می آرد۔

راست چرا[2] گفته شود که مقصود او استخفاف شان حضرات انبیاء و اولیاء و نفی وجاہت این حضرات در حضرت ایزدی بود و برائے بیان آں[3] کدامی عبارت دیگر چیست[4] و چساں نمی بود[5] و در فاتحہ این مقام گذشت که کلامے که در تمجید و ثنائے الٰہی باشد اگر بر استخفاف و اہانت حضرات انبیاء و ملائکہ اشتمال داشته باشد بسبب تضمن ثنائے[6] الٰہی از شناعت دلالت بر ازراء[7] انبیاء و ملائکہ بیروں نمی شود، اشتمال این ہر دو کلمہ بر اجلال شان الٰہی بر تقدیر فرض آں، گو بر خلاف بر واقع است، صحیح[8] اباحت استخفاف بشان حضرات انبیاء و اولیاء نمی تواند شد۔

و گاہے می گویند که مفهوم ازیں کلمات تنقیص شان و قدر حضرت سرور کائنات با دیگر انبیاء و ملائکه علیہم الصلوٰۃ والسلام نسبت بشان ایزدی است و درینچو تنقیص ہیچ[9] شناعت نیست۔

معلوم نیست که این توجیہ چه معنی دارد، آیا[10] مراد این است که مدلول این کلمات تنقیص شان[11] حضرات ممدوحین از شان او سبحانه است، این خود غلط فہمی است که ما خود بیان کردیم و باثبات آوردیم که ازیں[12] کلمات استخفاف و انتقاص قدر آنحضرات نسبت به مناصب ایشاں که خدائے عز وجل به ایشاں کرامت فرموده است لازم می آید و شناعت آں بر ہیچ اہل ایمان پوشیده نیست و انشاء اللہ تعالےٰ در مقام رابع مذکور می شود با این ہمه تنقیص شان حضرات ممدوحین از شان او سبحانه بر سوق کلام که مقصود ازاں نفی سبب بودن شفاعت برائے نجات اہل سیئات و عقوبات است،

---

[1] موجود (پ) [2] آں × (پ) [3] چیست (پ) [4] بود (د) [5] ثنائے × (د) [6] انداء (د) [7] صحیح (پ) [8] به ہیچ (د) [9] اما (پ) [10] شان × (پ) [11] این (پ)

marfat.com

انطباق ندارد چہ[1] کسانیکہ اعتقاد دارند کہ شفاعتِ آں[2] حضرات سببِ نجات می شود آں[3] حضرات را بندگانِ[4] داو سبحانہ را خدامی دانند تنقیصِ شانِ آں[5] حضرات از شانِ او سبحانہ تعالیٰ در بیانِ مدعائے ایں قائل دخلے ندارد۔

انصاف[6] شرط است کہ کلامِ الٰہی واحادیثِ نبوی واقاویلِ صحابہ وتابعین و ائمہ ومجتہدین وعلماءِ دین وعرفائے عابدین بہ اجلال وتعظیم شانِ الٰہی مشحون ودر کثرت از حدِ حصر افزون است، در ہیچک بیانے ودر ہیچک زمانے در ہیچک مکانے از ہیچک ذی ایمانے ایں چنیں کلمات کہ ازیں قائل سرزدہ و[7] بمقتضائے عقیدتِ قلبی بے تابانہ بر زبانش آمدہ صدور نیافت آیا ہمہ آں[8] حضرات در اجلالِ شانِ الٰہی روادارِ تقصیر بودند کہ بر ہیچو کلمات جسارت واقدام نہ نمودند وایں چنیں کلام استخفاف التیام بر زباں نہ آوردند، شاید ایں قائل ایں کلام را از قبیل کم ترک[9] الاوّلُ للاٰخر[10] اندیشیدہ باشد۔

وجہِ یازدہم قولِ او

"اور وہ مالک الملک اپنے بندوں کو بہتیرا ہی نوازے الخ"

بسوق[11] وروشِ دلالت بر استخفاف دارد زیرا کہ ایں کلام مسوق است برائے بیان آنکہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وحضراتِ سائرِ انبیاء علیہم السلام را رتبۂ شفاعتِ محبت در بارگاہِ الٰہی حاصل نیست وایں معنی بے آنکہ فی المعنی نفی محبوبیت از آنحضرات علیہم السلام نسبت بجنابِ الٰہی نمودہ شود حاصل نمی آید، چہ اگر محبوبیت متحقق باشد آثارِ آں نیز متحقق باشند کہ اَلشَّیْئُ اِذَا ثَبَتَ ثَبَتَ بِلَوَازِمِہٖ وَآثَارِہٖ لیکن آثارِ محبوبیت

---

[1] وکسانیکہ (د) [2] [3] [4] [5] ایں (پ) [6] بندہ (پ) [7] وانصاف (د) [8] و × (د)

[9] یترک (د) [10] والآخر (د) الاخر (پ) [11] سوق (د)

marfat.com

یعنی بار[1] یابی و پذیرائی شفاعتِ ایشاں و نفعِ آں در حطِّ سیئات باسترضائے او سبحانہ و رضا خواہی او سبحانہ برائے آں حضرت کہ ایں ہمہ آثارِ محبوبیت و محبیت[2] اند در زعمِ[3] ایں قائل مترتب نیست والّا شفاعتِ محبت متحقق باشد، ہرگاہ کہ لوازم و آثارِ محبوبیت منتفی شد معنی محبوبیت نیز منتفی شد گو بنام و در ظاہر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم را بحبیب اللہ ملقب کردہ شود کہ عبرت بمعنی است نہ بلفظ، پس ایں کلام مس[illegible]ق [illegible] برائے نفیِ آثارِ محبوبیت کہ مستلزمِ نفیِ محبوبیت است و نفیِ محبوبیت بدلیل وجہ [illegible] بلا تصریح، خصوصاً نسبت بمقامِ استخفاف تعریضِ ملیح است [illegible] ایں تلویح انتقاص در آنحضرت[4] نیست؟

قدرِ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم در بارگاہِ[5] رب العزت آں[6] است کہ نبذے ازاں سابق مذکور شد، آنحضرت محبوب ترینِ احبائے حضرتِ باری جل شانہ است واو سبحانہ رضا خواہِ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و شفاعت پذیر[7] ایشان است و سببِ[8] پذیرائی شفاعتِ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم محبوبیتِ آنحضرت است و ایں معنی از روئے آیاتِ قرآنی و احادیثِ صحیحہ ثابت است چنانکہ در مقامِ اول بہ تفصیل[9] گزشت۔

ونیز ذکرِ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بہ تنکیر کہ در ہمہ جا افادتِ تحقیر میکند وآں قولِ او "اور کسی کو حبیب کا" در افادتِ[10] مرادِ قائل بکار است۔

وجہِ دوازدہم آنکہ آنچہ ایں قائل درصورتِ ثالثہ بیان کردہ وآں قسم را در

---

[1] باز (پ) [2] محبت (پ) [3] اما (پ) [4] در آنحضرت نیست × (ذ)
[5] بہ نسبت قدرِ آنحضرت در بارگاہ (ذ) [6] آں × (ذ) [7] پذیر × (پ) [8] بسبب (ذ) [9] مفصل (ذ) [10] افادت × (ذ)

marfat.com

حضرتِ باری جل شانہٗ روا داشتہ دلالتِ صریحہ دارد بر آں کہ کسانے از آں گنہگاراں کہ آمرزیدہ خواہند شد و نجات خواہند یافت، بحضرتِ سید الانام علیہ الصلوٰۃ والسلام استشفاع نخواہند کرد و التجا نخواہند آورد[۲] و پناہ نخواہند برد حالانکہ[۳] منصبِ آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم این است کہ ہمہ کساں از پیشیں و پسیں و اولین و آخرین ناچار و مضطر گشتہ و از حضرتِ دیگر رسلِ عظام علیہم السلام مایوس و نومید[۴] برگشتہ در حضرتِ ملاذِ خلائق و ملجأ انام علیہ ازکی الصلوٰۃ والسلام پناہ برند و شفاعت خواہ شوند و آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم بمزید رحمت بر حالِ ایشاں در بارگاہِ ایزدی جل شانہٗ شفاعت کنند و آں بیچارگاں بفیضِ توجہِ آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم از اہوال و صعابِ احوال[۶] نجات یابند و جمیع انبیاء و رسل زیر نشانِ عالی شانِ حضرتِ ایشاں صلی اللہ تعالےٰ[۷] علیہ وسلم باشند و حضرتِ ابراہیم و حضرتِ عیسےٰ علیہما السلام در عداد[۸] امتِ حضرتِ ایشاں در آیند و ایں معنی از روئے احادیثِ صحیحہ ثابت است، آیا ایں کلام انتقاصِ قدرِ آں سید الکرام نیست؟

علمائے دین در بیانِ حدیثِ صحیح کہ آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم ارشاد فرمودہ اند:

اَنَا سَیِّدُ النَّاسِ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ

ذکر کردہ اند کہ آنجناب سید الناس در دنیا و روزِ قیامت است الا تخصیصِ روزِ قیامت بذکر، بدیں جہت است کہ سید آنکس است کہ مرداں سوئے او در حوائجِ خویش پناہ جویند و التجا برند، آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم در روزِ قیامت بدیں صفت متفرد[۹] ہستند کہ ہمہ

---

[۱] بریں کہ (پ) [۲] آوردہ (ذ) [۳] اینکہ (پ) [۴] و نومید بر × (ذ) [۵] وایں (پ) [۶] احوال × (ذ) [۷] صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم × (پ) [۸] عداد × (ذ) [۹] منفرد (پ)

marfat.com

اولین وآخرین چوں به التجائے مرسلین بشتابند سوائے[1] آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم ملجا و جائے پناہ نیابند[2]، گویا ایں حدیث دریں حکم بآیہ کریمہ :

لِمَنِ الْمُلْکُ الْیَوْمَ لِلّٰہِ الْوَاحِدِ الْقَھَّارِ

ماند، چہ ملک در ہر آن و ہر زمانہ برائے خدائے یگانہ است، الّا ظہورِ خصوصیتِ ملک بجناب[3] ایزدِ کردگار بدیں وجہ کہ ہیچ کس دعوےٰ ملک بہ دروغ ہم کردن نتواند در ہماں روز است۔

وجہِ سیزدہم قولِ او :

" اوس امیر نے اوس چور کی سفارش اس واسطے نہیں کی کہ اس کا قرابتی ہے یا آشنا یا اس کی حمایت اوس نے اٹھائی بلکہ محض بادشاہ کی مرضی سمجھ کر، کیونکہ وہ تو بادشاہ کا امیر ہے نہ چوروں کا تھانگی "

بر غایتِ انتقاصِ قدر و استخفافِ شانِ حضرتِ سید الشفعا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دلالت دارد، بیانش این است کہ شانِ آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم این است کہ آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم غایتِ رأفت ورحمت بحالِ امتِ خود دارند چنانکہ ایزد سبحانہ آنحضرت را بہ رأفت ورحمت در کتابِ عزیز نعت[4] فرمودہ وارشاد کردہ :

لَقَدْ جَآءَکُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِکُمْ عَزِیْزٌ عَلَیْہِ مَا عَنِتُّمْ حَرِیْصٌ عَلَیْکُمْ بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ ۔

وآنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم بہ سببِ رأفت و رحمت بر حالِ امتِ خود ہمیشہ برائے ایشاں اشفاق می فرمودند وجہتِ آمرزشِ ایشاں دعا در حضرتِ الٰہی می نمودند چنانکہ در مشکوٰۃ شریف مروی است ۔

---

[1] سوے (ذ) [2] یابند (ذ) [3] آنجناب (ذ) [4] صفت (ذ)

marfat.com

إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَلَا قَوْلَ اللّٰهِ
تَعَالَى فِي سُوْرَةِ إِبْرَاهِيْمَ رَبِّ إِنَّهُنَّ أَضْلَلْنَ كَثِيْرًا
مِّنَ النَّاسِ فَمَنْ تَبِعَنِيْ فَإِنَّهُ مِنِّيْ وَقَالَ عِيْسٰى
إِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَإِنَّهُمْ عِبَادُكَ فَرَفَعَ يَدَيْهِ فَقَالَ
اَللّٰهُمَّ أُمَّتِيْ أُمَّتِيْ وَبَكٰى فَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى
يَا جِبْرَئِيْلُ اِذْهَبْ إِلٰى مُحَمَّدٍ وَرَبُّكَ أَعْلَمُ
فَاسْئَلْهُ مَا يُبْكِيْهِ فَأَتَاهُ جِبْرَئِيْلُ فَسَأَلَهُ فَأَخْبَرَهُ
رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَا قَالَ فَقَالَ
اللّٰهُ لِجِبْرَئِيْلَ اِذْهَبْ إِلٰى مُحَمَّدٍ فَقُلْ إِنَّا
سَنُرْضِيْكَ فِيْ أُمَّتِكَ وَلَا نَسُوْءُكَ۔

و ترجمۂ ایں حدیث در مقام اول گذشت۔

وہمچناں در احادیثِ دیگر وارد شدہ است کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم در روزِ قیامت نیز اُمتی اُمتی ارشاد خواہند فرمود۔ ازیں حدیث و از احادیثِ دیگر ثابت است کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم شفاعت برائے امت بمقتضائے فرطِ رأفت و رحمت خواہند کرد و رضائے الٰہی بہ مغفرتِ ایشاں بہ سببِ شفاعتِ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خواہد بود۔

ایں قائل ایں رأفت و رحمت را کہ سببِ شفاعتِ امت است بالائے طاقِ نسیان گذاشتہ حمایتِ گنہگاراں را کہ بمقتضائے رأفت و رحمت است بہ تہانگ دزداں

---

۱ فی سورۃ ابراہیم × (ب) ۲ فاسئلہ × (ذ) ۳ وما یبکیہ (ذ) ۴ اللہ × (ذ) ۵ کہ × (ذ) ۶ بسبب (ذ)

marfat.com

تعبیر می کند، اگر ایں استخفافِ شان نیست باز چیست؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم چنانکہ مقرب حضرتِ کردگارِ آمرزگار است، ہمچناں رءوف و رحیم بر حالِ امت گو گنہگار و بدکردار است۔

ایں کلام ضلالت التیام بدو وجہ بر[1] استخفافِ شانِ حضرتِ سید الانام دلالت می کند:

یکے آنکہ ایں قائل صفت رأفت و رحمت را کہ سببِ شفاعت است، قصداً بر طاقِ نسیاں گذاشت۔

دوئمی آنکہ شفاعتِ گنہگاراں را کہ بمقتضائے رأفت و رحمت است بہ نسبت ناگزارئ دزداں نامید، آرے شکر و سپاسِ نعمتِ رأفت و رحمتِ آنحضرت ہمیں می بائیست۔

وجہ چہار دہم اینکہ قول او:

"اور جو چور کا حمایتی بن کر اوس کی سفارش کرتا تو آپ ہی چور ہو جاتا"

تلویح و تعریضِ شنیع است، بیانش آنکہ اول مرادِ ایں قائل بحمایتیٔ دزد[2] باید فہمید حمایتیٔ دزد را دو معنی[3] متصور است۔

یکے آنکس کہ دزدی را فعلِ پسندیدہ انگاشتہ دزد را بے گناہ پنداشتہ در مقابلہ و مزاحمتِ بادشاہ بہ حمایتِ دزد برخیزد و گوید کہ دزد سزاوارِ عقاب[4] نیست یا گوید کہ بادشاہ یارائے آں ندارد کہ دزد را معاقبت و معاتبت کند کہ من حامیٔ اویم، ایں قسم حامیٔ[5] دزد بلاشبہ خود گنہگار است و ایں چنیں حامیٔ بدکرداراں خود بدکردار است لیکن ایں چنیں کس را شفیع دزد نتواں گفت کہ شفاعتِ دزد بحضورِ بادشاہ دیگر است و لبغاوت از بادشاہ کمک باغیاں دیگر[6]. نفیِ ایں معنی ازیں مقام علاقہ و مناسبت ندارد چہ از نفیِ ایں معنی

---

[1] بر ۱۰ (ذ) [2] دزداں (ذ) [3] دزداں دو معنی (ذ) [4] معاقبت (ذ) [5] حمایتی (ذ) [6] و دیگر (ذ)

marfat.com

سبب دخل بودنِ شفاعت و سبب نبودن برائے نجات مجرماں ثابت نمی شود، پس ارادۂ ایں معنی با مرادِ قائل مساسے ندارد۔

دوم آں کہ برحالِ دزد[1]، بسبب ناچاری شرمساری او بعد گرفتاری و مذلت و خواری و اندوہ و زاری او[2] رحم آوردہ دزد را امیدوار گردانید[3] کہ برائے تو[4] سفارش بحضور بادشاہ می کنم و آمرزشِ گناہِ تو می خواہم و از جہت عنایتِ[5] بادشاہ و بحسبِ وعدۂ او یقین دارم کہ شفاعتِ من قبول فرماید و گناہ عفو نماید بنا بر عنایت و وعدۂ بادشاہ متکفلِ شفاعت تومی شوم، پس بحضورِ بادشاہ رفت و شفاعت بعرض آورد، بادشاہ بسبب منزلت و جاہ و محبوبیتِ او در آں بارگاہ و وعدۂ خود باں[6] کہ سفارشِ تو رد نکنم، پذیرا فرمود[7] و آں دزد بے چارہ نجات یافت۔

قائل بنفی[8] حمایتِ دزد ہمیں[9] معنی منظور دارد کہ بودن حمایتی بہمیں معنی و لش را می خارد و حمایتی[10] دزد را ہمیں معنی می باید تا مرادِ قائل بحصول انجامد و عامہ و صوفیہ فریب خوردہ از[11] اثباتِ ایں چنیں حمایتی تحاشی کردہ حلقۂ اطاعتش در گوش و غاشیۂ تلبیس او بر دوش کشند۔

حالاً[12] اعتقادِ ما مؤمنین در شانِ حضرتِ سید المرسلین صلوٰۃ اللہ علیہ و سلامہ اول باید شنید بعد از آں کلامِ ایں قائل را[13] برآں منطبق تصور کردہ، باید دریافت کہ استخفاف بشانِ آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کجا رسید، اعتقادِ ما[14] مؤمنین ایں است کہ آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم بر گنہگارانِ امتِ خود بمقتضائے غایت رأفت و رحمت رحم آوردہ و ایں بے چارگاں را ناچار و مضطر دیدہ و ایشاں را پناہ جویاں و ملتجیانِ بارگاہِ

---

[1] دزد" (ذ) [2] او × (ذ) [3] گردانند (ذ) [4] تو × (د) [5] بعنایت (ذ) [6] بایں (پ) [7] فرمودن (ذ) [8] نفی نفی (ذ)، نفی حمایتی (پ) [9] بایں (پ) [10] حمایتی دزد ہمیں می باید (ذ) حمایتی دزد را بہمیں معنی دزد باید (پ) [11] و اثبات ... [12] ... [13] را × ... [14] ما × ...

marfat.com

خود یافتہ در عرصۂ محشر بر حالِ ایشاں شفقت و رأفت فرمودہ حامیٔ ایشاں خواہند شد،
چہ ارشاد فرمودہ اند :

شَفَاعَتِیْ لِاَهْلِ الْکَبَائِرِ مِنْ اُمَّتِیْ

و در عرصۂ محشر خواہند فرمود اَنَا لَهَا و چوں دعوتِ آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ و
سلم در حقِ امت ہماں دعائے مستجاب است کہ بمستجاب[1] بودنش[2] یقین حاصل دارند،
و نیز[3] نص :

وَ لَسَوْفَ یُعْطِیْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰی

افادتِ یقینِ پذیرائی شفاعتِ آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کردہ است، آنحضرت
تکفلِ شفاعتِ ایشاں خواہند کرد، پس از حضرتِ ایزد سبحانہ آمرزشِ ایشاں خواہند
خواست و او سبحانہ بسببِ محبوبیت و منزلت و وجاہتِ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ
وسلم مسئولِ آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم مقبول و شفاعتِ آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ
علیہ وسلم مستجاب خواہند فرمود و[4] بسببِ شفاعتِ آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم
رحمت و مغفرتِ الٰہی آں بے چارگاں را دریافتہ نجات خواہد بخشید۔

الحاصل تعقل باید کرد ایں چنیں حمایتِ دزداں و گنہگاراں را دزد[5] و تباہگی[6] نامیدن
اگر استخفاف و کفرِ صریح نیست[7] باز چیست؟ العیاذ باللہ تعالیٰ من ذلک، ایں چنیں حامیٔ
دزد نزدیک ترین بارگاہِ بادشاہ[8] و برترین اہلِ منزلت و جائیگاہ کہ ہر آئینہ عرض و پذیرایہ مسئولِ
او مقبول می گردد و بادشاہ بسببِ محبوبیت او خاطر شکنیٔ او روا نداشتہ و بمصدوق[9] :

وَ لَسَوْفَ یُعْطِیْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰی

---

[1] بستجات (ذ) [2] بودلس (پ) [3] بر (پ) [4] و × (ذ) [5] دزد دگنہگار (پ) [6] دگنہگار
(پ) [7] نیست × (پ) [8] شاہ (پ) [9] وبمصدوقہ (پ)

دبخواسئے ماقیل لہٗ[1] :

اِنَّا سَنُرْضِیْکَ فِیْ اُمَّتِکَ وَلَا نَسُوْءُکَ

ہر گونہ رضائے او خواستہ بخاطر داشت او از مجرماں در گزری کند و بر متوسلان او غضب و نقمت نمی آرد چنانکہ خازنِ نار، از[2] آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم عرض خواہد کرد :

یَا مُحَمَّدُ! مَا تَرَکْتَ لِغَضَبِ رَبِّکَ فِیْ اُمَّتِکَ مِنْ نَقْمَۃٍ ،

اَعَاذَنَا[3] اللّٰہُ مِنْ سُوْءِ الْاِعْتِقَادِ وَعَصَمَنَا مِنْ[4] مُوْجِبَاتِ الزَّنْدَقَۃِ وَالْاِلْحَادِ بِحُرْمَۃِ حَبِیْبِہٖ وَاٰلِہِ الْاَمْجَادِ اِنَّہٗ وَلِیُّ الْعِصْمَۃِ وَالسَّدَادِ ۔

---

[1] دبخواسئے قیل لہ (اصل) [2] در (ذ) [3] اعاذ اللہ (اصل) [4] فی (اصل)

المقام الرّابع

درحکمِ اقترافِ استخفاف بہ شانِ آنحضرت صلی اللہ تعالے علیہ وسلم وحضراتِ سائر انبیاء علیہم السلام وحالِ مرتکبِ ایں جریمۂ شنیعہ عند الفقہاء وعلماء الشریعۃ۔

ازآنجا کہ احوالِ اشیاء بمقابلۂ احوالِ اضدادِ آنہا آسان تواں دریافت کہ اَلْاَشْیَآءُ تُعْرَفُ بِاَضْدَادِھَا مناسب چناں نماید کہ اول از اجلال واکرامِ شانِ واجب الاعظام آنحضرت سید الانام علیہ الصلوٰۃ والسلام کہ منصوصِ کلامِ معجز نظام ومعمولِ صحابہ واہلِ بیت کرام وعلماءِ مجتہدین وائمۂ اہلِ اسلام بودہ است اندکے از بسیارے کہ مشتے از خروارے باشد بہ نگارش آید، بعد ازاں حالِ مستخف واستخفاف شرعاً از روئے روایاتِ فقہ گزارش یابد[1] تا در اذہان اوقع و[2]مستر[3]شد را انفع باشد۔

باید دانست کہ ایمان عبارت از تصدیقِ قلبی بایں کہ پروردگار موجود ویگانہ و آنحضرت صلی اللہ تعالے علیہ وسلم بندہ وپیغمبرِ اوست وموافقتِ ظاہر[4] وباطن اقرار بکلمتی الشہادۃ است۔ بایں ہر دو جز[5] ایمان تمام است وبدونِ آں ناتمام۔ پس ہر کہ تصدیق آرد بہ رسالتِ آنحضرت وبآنچہ آنحضرت صلی اللہ تعالے علیہ وسلم آوردہ است، مومن است وہر کہ تصدیق آں در دل نہ آرد ایمان[6] ندارد، کما قال سبحانہ:

---

[1] باید (پ) [2] و × (ذ) [3] مرشد (پ) [4] یا (پ) [5] چیز (پ) [6] ایمان ندارد × (ذ)

marfat.com

وَ لَمْ يُؤْمِنْ بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ فَاِنَّا اَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ

سَعِيْرًا ۔

" یعنی و کسانیکہ ایمان نہ آوردہ بہ خدائے تعالےٰ و پیغامبرِ او پس ما

ساختہ ایم برائے کافراں آتشِ دوزخ "

و ایمان بآنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم بے محبت بآں[1] حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ

وسلم متصور نیست مومن راضرور است کہ آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم را از جان و پدر و فرزند

خود و سائرِ خلق محبوب تر و دوست تر دارد کما قال عزمن قائلٍ :

اَلنَّبِيُّ اَوْلٰى بِالْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ

" یعنی پیغامبر بہتر است بمومناں از جانہائے ایشاں "

و آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم ارشاد فرمودہ اند :

لَنْ يُّؤْمِنَ اَحَدُكُمْ[2] حَتّٰى اَكُوْنَ اَحَبَّ اِلَيْهِ

مِنْ نَّفْسِهٖ ۔

" ہرگز ایمان نیارد یکے از شما تا آں[3] کہ باشم من محبوب تر سوئے او

از جان خویش "

قَالَ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :

لَا يُؤْمِنُ اَحَدُكُمْ حَتّٰى اَكُوْنَ اَحَبَّ اِلَيْهِ مِنْ

وَّالِدِهٖ وَ وَلَدِهٖ وَ النَّاسِ اَجْمَعِيْنَ ۔

" ایماں نمی آرد یکے از شما تا آنکہ باشم من محبوب تر سوئے او از پدر و پسر او و

مردمانِ تمام "

---

[1] بداں (ذ) [2] من احدکم (ذ) [3] آں ۷ (ذ)

marfat.com

وبرائے محبتِ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سید الابرار، علامات و آثار بسیار اندکہ برائے امتحانِ محبتِ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم محک و معیار مانده، ازاں جملہ کثرتِ ذکرِ آنحضرت صلی اللہ تعالے علیہ وسلم است کہ مَنْ اَحَبَّ شَیْئًا اَکْثَرَ ذِکْرَہٗ "ہر کہ چیزے را دوست دارد یادش بیشتر آرد" واز آثار آنست کہ با وصفِ اکثارِ ذکرِ آنحضرت صلی اللہ تعالے علیہ وسلم، دقیقہ در اجلال و اعظام و توقیر و احترام نامِ عی نگذارند و نامِ آں سید الانام بہ کمالِ تعظیم و اکرام مقرون بہ صلوٰۃ و سلام بر زبان آرند و اظہارِ ترس و شکستگی و فروتنی و خضوع و تذلل و تواضع و خشوع بجز و گذشتن نامِ مقدس مرعی[1] دارند

قال اللہ سبحٰنہ :

لَا تَجْعَلُوْا دُعَآءَ الرَّسُوْلِ بَیْنَکُمْ کَدُعَآءِ بَعْضِکُمْ بَعْضًا۔

فی التفسیر الکبیر :

لَا تُنَادُوْہُ کَمَا یُنَادِیْ بَعْضُکُمْ بَعْضًا، لَا تَقُوْلُوْا یَا مُحَمَّدُ، یَا اَبَا الْقَاسِمِ وَلٰکِنْ قُوْلُوْا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ یَا[2] نَبِیَّ اللّٰہِ

" یعنی نخوانید آں حضرت صلی اللہ تعالے علیہ وسلم را چنانکہ می خوانند بعض شما بعض را، مگوئید یا محمد! یا ابا القاسم لیکن[3] بگوئید یا رسول اللہ! یا نبی اللہ ! "

وقال سبحٰنہ وتعالیٰ :

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَکُمْ فَوْقَ

---

[1] بر بنی (ذ) [2] یا نبی اللہ × (ذ) [3] لکن (ذ)

marfat.com

صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ۔

"یعنی کسانیکہ ایمان آوردہ اند[1] بر ندارید آوازہا ے خویش برآواز پیغمبر و[2] بلند مکنید[3] برائے او گفتار را چوں بلند آوازی[4] کردن بعض شما بعض را از جہت خوف اینکہ حبط شود اعمالِ شما و شما ندانید"

و ابو محمد مکی گوید:

اَيْ لَا تُسَابِقُوْهُ بِالْكَلَامِ وَلَا تُعَنِّفُوْهُ بِالْخِطَابِ وَلَا تُنَادُوْهُ بِاِسْمِهٖ نِدَآءَ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ وَّلٰكِنْ عَظِّمُوْهُ وَوَقِّرُوْهُ بِاَشْرَفِ[5] مَا يُحِبُّ[6] اَنْ يُّنَادٰى بِهٖ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ يَا نَبِيَّ اللّٰهِ۔

"یعنی سبقت بسخن مکنید با آنحضرت صلی اللہ تعالے علیہ وسلم و درشتی مکنید برائے آنحضرت صلی اللہ تعالے علیہ وسلم در خطاب و ندا مکنید او را بنامِ او چوں ندا کردن بعضِ شما بعض را لیکن تعظیمِ او کنید و توقیرِ او نمائید و ندا کنید او را بہ شریف ترین آنچہ آنحضرت صلی اللہ تعالے علیہ وسلم دوست دارد اینکہ باآں ندا کردہ شود و آں این است کہ یا رسول اللہ! یا نبی اللہ گوئید"

باید دانست کہ او سبحانہ اہلِ ایمان را از بر داشتنِ آواز برآواز آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و ندا کردنِ آنحضرت صلی اللہ تعالے علیہ وسلم بے اجلال و توقیر نہی فرمودہ و ایں بے ادبی را نسبت بہ آنحضرت روا نداشت و بہ مرتکبِ ایں جریمۂ عظیمہ بہ وعیدِ

---

[1] اند (ذ) [2] و ہر (ذ) [3] مکنید (پ) [4] آوازے (ذ) [5] بالشرف (ذ) [6] ماتحب (پ)

marfat.com

حبطِ اعمال تخویف نمود، پس معلوم شد کہ اسارتِ ادب نسبت[1] با آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ وسلم موجبِ حبطِ اعمال می شود و ہمہ علما بریں اتفاق دارند کہ بجز کفر ہیچ گناہ، موجبِ حبطِ عمل نمی گردد و ہرچہ موجبِ حبطِ اعمال است، کفر است۔ حالا بہ قیاس باید پرداخت کہ اسارتِ ادب با آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم موجبِ حبطِ اعمال است و ہرچہ موجبِ حبطِ اعمال است، کفر است پس اسارتِ ادب با آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کفر است۔

ونیز شعور باید داشت کہ شانِ آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم در حیات و بعد ممات در بارۂ تعظیم واجلال یکسان و بریک حال است، آوردہ اند کہ ابو جعفر منصور بادشاہ با حضرتِ امام مالک در مسجدِ نبوی مناظرہ کرد، امامِ مالک باو فرمود:

يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ لَا تَرْفَعْ صَوْتَكَ فِي هٰذَا الْمَسْجِدِ فَإِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ أَدَّبَ قَوْمًا فَقَالَ لَا تَرْفَعُوْٓا أَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ الْاٰيَة وَمَدَحَ قَوْمًا فَقَالَ إِنَّ الَّذِيْنَ يَغُضُّوْنَ أَصْوَاتَهُمْ الْاٰيَة وَذَمَّ قَوْمًا إِنَّ الَّذِيْنَ يُنَادُوْنَكَ مِنْ وَّرَآءِ الْحُجُرَاتِ الْاٰيَة وَإِنَّ حُرْمَتَهٗ مَيِّتًا كَحُرْمَتِهٖ حَيًّا فَاسْتَكَانَ لَهَا أَبُوْ جَعْفَرٍ وَقَالَ يَا أَبَا عَبْدِ اللّٰهِ أَسْتَقْبِلُ الْقِبْلَةَ وَأَدْعُوْ أَمْ أَسْتَقْبِلُ رَسُوْلَ اللّٰهِ فَقَالَ وَلِمَ تَصْرِفُ وَجْهَكَ عَنْهُ وَهُوَ[2] وَسِيْلَتُكَ وَوَسِيْلَةُ أَبِيْكَ اٰدَمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ[3] بَلِ

[1] نسبت × (د)، [2] فہو (اصل)، [3] الی یوم القیامۃ (اصل)

اَسْتَقْبِلْهُ وَاسْتَشْفِعْ بِہٖ فَیُشَفِّعُکَ اللّٰہُ عَزَّ
وَجَلَّ۔

"یعنی اے امیرِ مسلماناں! برندار آوازِ خود دریں مسجد زیرا کہ خدائے تعالیٰ قومے را تادیب کرد و فرمود لَا تَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَکُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِیِّ الآیۃ وقومے را ستود پس فرمود اِنَّ الَّذِیْنَ یَغُضُّوْنَ اَصْوَاتَہُمْ الآیۃ وقومے را نکوہید پس فرمود اِنَّ الَّذِیْنَ یُنَادُوْنَکَ مِنْ وَّرَآءِ الْحُجُرٰتِ الآیۃ و بدرستی حرمت آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بعد وفات چوں حرمتِ اوست در حیات پس فروتنی آورد، ابوجعفر بادشاہ و گفت اے اباعبداللہ! رو بقبلہ آرم و دعا کنم یا رو برسول اللہ آرم، پس امامِ مالک فرمود برائے چہ گردانی روئے خود را از آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم زیرا کہ او وسیلۂ تو و وسیلۂ پدرِ تو آدم علیہ السلام سوئے خدائے تعالیٰ در روزِ قیامت است بلکہ بآنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رو آر و بآنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم استشفاع و درخواستِ سفارش کن پس خدائے تعالیٰ شفاعتِ تو قبول خواہد فرمود۔"

و اسحاق تجیبی گفتہ کہ صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم بودند کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم را ذکر نمی کردند مگر کہ می ترسیدند و پوستِ ایشاں می لرزید و ایشاں را قشعریرہ می گرفت و ایشاں می گریستند از جہتِ محبت و شوقِ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و بعض ایشاں می گریستند و از جہتِ ہیبت و تعظیمِ آں رسولِ کریم علیہ ازکی الصلوٰۃ والتسلیم۔

و نیز ابو ابراہیم تجیبی گفتہ واجب است بر ہر مومن ہر گاہ کہ ذکر کند آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم را یا آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نزدِ او ذکر کردہ شوند کہ خضوع و خشوع و

marfat.com

فروتنی کند و باوقار بود و خود را سکون دہد و از جنبش باز ماند و در ہیبت او گیر د و در اجلالِ او کوشد بدانچہ در ادب نسبت بداں حضرت صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم می گرفت اگر رو بروئے آنحضرت صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم بود۔

حالا[1] حالِ کسانیکہ بہ شرفِ صحابیتِ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فائز[2] بودند باید شنید از عمرو بن العاص مروی است کہ گفت کہ نبود کسے دوست تر سوئے من از پیغامبر صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم و نہ بزرگ تر در چشم من از[3] آنحضرت صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم و طاقت نمی داشتم کہ چشم خود را پر[4] گردانم از جمالِ آنحضرت صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم از ہیبتِ اجلالِ آنحضرت صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم و اگر از من صفت آں حضرت صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم پرسیدہ شود طاقتِ آں ندارم زیرا کہ بدرستی من نبودم کہ پُر گردانم چشم خود را از جمالِ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

و از اسامہ رضی اللہ تعالٰے عنہ روایت کردہ شد کہ آمدم بر آنحضرت صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم و دراں حال یارانِ او گرد او نشستہ بودند گویا بر سرہائے ایشاں پرندگان اند، یعنی سرہائے خود نمی جنبانیدند، چہ پرندہ بجائے می نشیند کہ آں را ثابت و برقرار می بیند۔

وَقَالَ عُرْوَةُ بْنُ مَسْعُوْدٍ حِيْنَ وَجَّهَتْهُ قُرَيْشٌ عَامَ الْقَضِيَّةِ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرَاٰى مِنْ تَعْظِيْمِ اَصْحَابِهٖ لَهٗ مَا رَاٰى وَاِنَّهٗ لَا يَتَوَضَّاُ اِلَّا ابْتَدَرُوْا وَضُوْءَهٗ وَكَادُوْا يَقْتَتِلُوْنَ عَلَيْهِ وَلَا يَبْصُقُ بُصَاقًا وَلَا يَتَنَخَّمُ نُخَامَةً اِلَّا تَلَقَّوْهَا بِاَكُفِّهِمْ فَدَلَكُوْا بِهَا وُجُوْهَهُمْ وَاَجْسَادَهُمْ وَلَا تَسْقُطُ مِنْهُ شَعْرَةٌ اِلَّا ابْتَدَرُوْهَا وَاِذَا اَمَرَهُمْ بِاَمْرٍ ابْتَدَرُوْا اَمْرَهٗ

---

[1] وحال (ذ)، [2] از آں (ذ) [3] پُر گردانم × (ذ) [4] بر (پ)

marfat.com

وَاِذَا تَکَلَّمَ خَفَضُوْٓا اَصْوَاتَھُمْ عِنْدَہٗ وَلَا یُحِدُّوْنَ اِلَیْہِ النَّظْرَ تَعْظِیْمًا لَّہٗ۔

"گفت عروہ بن مسعود و قتیکہ او را قریش در سالِ صلحِ حدیبیہ سوئے رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم فرستادہ بودند و از تعظیمِ اصحابِ آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم برائے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دید آنچہ دید و دید کہ بدرستی آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم وضو نمی کرد مگر اصحاب برائے آبِ وضو می شتافتند و قریبِ اقتتال می شدند اگر آبِ وضو نمی یافتند و دید کہ آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم آبِ دہن و ریم بینی نمی انداخت مگر آں را بہ کفِ دستِ خود ہا می گرفتند و بر روئے و بر اندامِ خود مالیدہ آبروی یافتند و ہیچ موئے از آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نمی افتاد مگر برآں می شتافتند و چوں آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایشاں را کارے می فرمود فی الحال فرمانِ آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم را می شتافتند و چوں آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم سخن می کرد آوازِ خود نزدِ آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم فرود می کردند و نظر سوئے آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نمی آوردند از ہیبتِ آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم"

فَلَمَّا رَجَعَ اِلٰی قُرَیْشٍ قَالَ یَا مَعْشَرَ قُرَیْشٍ اِنِّیْ جِئْتُ کِسْرٰی فِیْ مُلْکِہٖ وَقَیْصَرَ فِیْ مُلْکِہٖ وَالنَّجَاشِیَّ فِیْ مُلْکِہٖ وَاِنِّیْ وَاللہِ مَا رَاَیْتُ مَلِکًا فِیْ قَوْمٍ قَطُّ مِثْلَ مُحَمَّدٍ فِیْ اَصْحَابِہٖ۔[1]

---

[1] ابن مسعود × (ذ)

marfat.com

" پس چوں باز گشت عروہ ابن مسعود سوئے قریش، گفت اے قوم قریش! بدرستی من بر کسریٰ وقیصر ونجاشی یعنی شاہِ فارس وشاہِ روم وشاہِ حبشہ در ملکِ ایشاں رسیدم وبدرستی من بہ سوگندِ خدا ہیچ بادشاہ را در ہیچک قوم ہر گز ہیچو محمد صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم عزیز تر در یارانِ او ندیدم "

وفی روایۃ:

اِنْ رَأَیْتُ مَلِکاً قَدُّ تَعَظَّمَہٗ اَصْحَابُہٗ مَا تَعَظَّمَ مُحَمَّدًا اَصْحَابُہٗ۔

" ودر روایتے چنیں است کہ ندیدم ہیچ بادشاہے را ہرگز کہ تعظیم او کنند یارانِ او وآں قدر کہ تعظیم می کنند آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ را یارانِ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم "

وَقَدْ رَأَیْتُ قَوْمًا لَا یُسْلِمُوْنَہٗ اَبَدًا

" وتحقیق دیدم قومے را کہ گاہے آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم را نگذارند وہمیشہ تعظیم آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم بجامی آرند[1] "

ومروی است:

لَمَّا[2] اَذِنَتْ قُرَیْشٌ لِعُثْمَانَ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فِی الطَّوَافِ بِالْبَیْتِ حِیْنَ وَجَّھَہُ النَّبِیُّ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اِلَیْھِمْ اَبٰی وَقَالَ مَا کُنْتُ لِاَفْعَلَ حَتّٰی یَطُوْفَ بِہٖ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

---

[1] آورند (ذ)   [2] کما (ذ)

marfat.com

"ہرگاہ قریش برائے حضرت عثمان رضی اللہ تعالے عنہ در طوافِ کعبہ شریفہ اذن دادند وقتے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرت عثمان رضی اللہ تعالے عنہ را در صلح حدیبیہ سوئے قریش فرستادہ بود، عثمان رضی اللہ تعالے عنہ اِبا آورد و گفت شایان من کہ طواف کنم من تا آنکہ طواف کند بکعبہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم"

وَقَالَ الْبَرَاءُ بْنُ عَازِبٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالیٰ عَنْہُ لَقَدْ کُنْتُ أُرِیْدُ اَنْ اَسْأَلَ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالیٰ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَنِ الْاَمْرِ فَأُؤَخِّرُ سَنَتَیْنِ مِنْ ھَیْبَتِہٖ۔

"حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالے عنہ گفتہ کہ ہر آئنہ بودم من کہ سوالِ کارے از رسول اللہ صلی اللہ تعالے علیہ وسلم می خواستم، پس آں سوال تا دو سال می گذاشتم از جہت ہیبت رسول اللہ صلی اللہ تعالے علیہ وسلم"

وَبَلَغَ مُعَاوِیَۃَ اَنَّ کَابِسَ بْنَ رَبِیْعَۃَ شَبِیْہُ[1] رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالیٰ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا دَخَلَ عَلَیْہِ مِنْ بَابِ الدَّارِ قَامَ عَنْ سَرِیْرِہٖ وَتَلَقَّاہُ وَقَبَّلَ بَیْنَ[2] عَیْنَیْہِ وَاَقْطَعَہُ الْمِرْغَبَ[3] لِشَبَہِہٖ صُوْرَۃَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالیٰ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ۔

"ورسیدہ بود معاویہ رضی اللہ تعالے عنہ را کہ بدرستی کابس بن ربیعہ مشابہ است بہ رسول اللہ صلی اللہ تعالے علیہ وسلم، پس ہرگاہ درآمد کابس بر معاویہ

---

[1] من × (پ) [2] کان شبیہ (پ) [3] بین × (ذ) [4] المرغاب (پ)

marfat.com

از دروازہ سرائے، معاویہ از تختِ خود ایستادہ و را تلقی کرد و میانِ دو چشم
او بوسہ داد و سپرد باو اقطاع مرغب[1] از جہتِ شبہ او بصورتِ رسول اللہ
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم "

واگر برائے استیعابِ آثار اکابرِ کبار اصحاب و اِکثار ایشاں در اجلالِ شانِ آنجنابِ مستطاب و مراعاتِ دابِ آداب در ہر باب استقصا رود در سخن[2] و کتاب باطناب منجر شود و ہمہ اصحاب، خطاب بہ آنجناب بہ اشرف[3] القاب بکمالِ استکانت و غایتِ محافظت بر منزلت و مکانت می کردند و در فاتحۂ کلام بعد صلوٰۃ و سلام فَدَیْتُكَ بِاَبِیْ وَاُمِّیْ یعنی پدر و مادرم فدائے تو بادیا بکلمۂ بِنَفْسِیْ اَنْتَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ یعنی جانِ من فدائے تو باد اے پیغمبرِ خدا! می آوردند و با وجود وفور بر فیضِ صحبت بمقتضائے محبت در اجلال[4] و توقیر[5] مصدر کوتاہی و تقصیر نبودند بلکہ علی الدوام در اجلال و اکرامِ آں سید الانام علیہ الصلوٰۃ والسلام می افزودند و ہمچناں قرنِ ثانی و ثالث بہ آثارِ صحابہ اقتدار و بہ انوار ایشاں اہتدا[6] می نمودند۔

مصعب بن عبد اللہ گوید کہ بود امامِ مالک وقتے کہ ذکر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نزد او می کردند فام او متغیر می شد و می خمید پشت او تا آں کہ ایں بر ہمنشینانِ او دشوار می شد۔ پس روزے امامِ مالک را از حالِ او پرسیدند فرمود آنچہ من می دیدم اگر شما می دیدید ہر آئنہ بر من انکار نمی ورزیدید، بدرستی بودم من می دیدم محمد بن منکدر را و او مہترِ قاریاں بود کہ ہمیشہ او را از ہیچ حدیثے نمی پرسیدم مگر او می گریست تا آں کہ بر او رحم می کردیم و ہر آئنہ بودم من کہ می دیدم جعفرِ صادق را و او کثیر المزاح و بسیار متبسم بود

---

[1] مرغاب (پ) [2] سخن اسباب (پ) [3] باشرف (ذ) [4] در جلال (ذ) [5] و توقیر محبت مصدر کوتاہی در اجلال و توقیر (ذ) [6] ابتدار (اصل)

marfat.com

پس چوں ذکرِ حضرتِ پیمبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نزدِ او می رفت، رنگِ او زرد می نمود و ندیدیم او را کہ سخن می گفت از پیغامبرِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جز بر طہارت۔

و ہر آئنہ بیشِ او تا زمانے آمد و شد می نمودم پس نبودم کہ می دیدیم او را مگر بر سہ خصال یا آنکہ نماز می کرد یا خاموش می ماند یا قرآن می خواند و سخن نمی کرد در آنچہ سود نمی داشت و او از آں علمائے عباد بود کہ ترسِ خدا می کردند۔

ہر آئنہ بدرستی بود عبد الرحمٰن بن قاسم کہ ذکر می کرد پیغامبر را صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پس سوئے رنگِ او می دیدند گویا بدرستی کشیدہ شد از و خون و بدرستی خشک می شد زبانِ او در دہن، از جہتِ ہیبتِ رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم و ہر آئنہ بدرستی بودم من کہ نزد عامر بن عبد اللہ می رسیدم و او را بدیں حال می دیدم کہ چوں نزدِ او کسے ذکرِ پیغامبر صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم می کرد او گریہ می آورد تا آنکہ نمی ماند در چشم او ہیچ اشک۔ و ہر آئنہ بدرستی زہری را دیدم و او آسان و نرم ترین و نزدیک ترینِ مردماں بود و چوں نزدِ او ذکرِ پیغمبر صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم می رفت پس بدرستی چناں می گشت کہ نمی شناسد او ترا و نمی شناسی تو او را۔ و ہر آئنہ می آمدم بر صفوان بن سلیم و او از متعبدان مجتہدان بود پس چوں کسے نزدِ او ذکرِ پیغمبر صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم می کرد می گریست پس ہمیشہ بود کہ گریہ می نمود تا آنکہ مردماں از نزدِ او برمی خاستند و او را در گریہ می گذاشتند۔ ایں ترجمۂ کلامِ حضرتِ امامِ مالک است۔

و از جملہ آثارِ اعظام و اکبارِ آں سید الابرار است اعظام و بزرگ داشتن و صیانتہا و تعلقاتِ قرابتی و متاعہائے آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم تمام و بزرگ داشتن

لہ پیمبر × (ذ) ۲ نزدِ او (تا) پیغامبرِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم × (پ) ۳ بیشِ او × (ذ) ۴ می کرد (ذ) ۵ کشید شد (ذ) کشیدہ باشد (پ) ۶ چوں × (ذ) ۷ حضرت × (ذ) ۸ عظام (ذ) ۹ قرابتے (ذ)

marfat.com

منازل و محاضر و خانہائے[1] آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم از مکۂ مطہرہ و مدینہ منورہ و بزرگ داشتن[2] منازل و مجالس و محافلِ او و بزرگ داشتن چیزے را کہ آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم ستود و ستائش فرمود و چیزے را کہ معرف بآنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بود۔

از حضرتِ انس مروی است :

لَقَدْ رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وَالْحَلَّاقُ يَحْلِقُهُ، وَاطَافَ بِهٖ اَصْحَابُهٗ فَمَا يُرِيْدُوْنَ اَنْ تَقَعَ شَعْرَةٌ اِلَّا فِيْ يَدِ رَجُلٍ۔

"برآئنہ تحقیق دیدم پیغامبرِ خدا صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم را و حال ایں بود کہ حلاق، سرِ آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم می سترد[3] و اصحابِ آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم گردِ آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم طواف می کردند پس نمی خواستند کہ بیفتد یک موئے آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم جز در دست مردے[4]"۔

وَرُئِيَ ابْنُ عُمَرَ وَاضِعًا يَدَهٗ عَلٰى مَقْعَدِ[5] رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مِنَ الْمِنْبَرِ ثُمَّ وَضَعَهَا عَلٰى وَجْهِهٖ۔

"دیدہ اند ابنِ عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہما را کہ دست بر نشستگاہِ رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم از منبر نہاد پس دستِ خود بر روئے خود نہاد"۔

در روایت کردہ اند کہ ابو محذورہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ موہائے دراز در پیشانی داشت کہ چوں می نشست و آں موہائے فرو گذاشت آں موئے بر زمین می رسید۔

---

[1] جاہائے (ذ) [2] دانستن (پ) [3] می سرد (ذ) [4] آدمی (ذ) [5] مقعدہ (ذ)

فَقِيْلَ لَهٗ اَلَا تَحْلِقُهَا فَقَالَ لَمْ اَكُنْ بِالَّذِیْ اَحْلِقُهَا وَقَدْ مَسَّهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بِيَدِهٖ۔

"پس ابو محذورہ را گفتند کہ حلق نمی سازی موہا را پس گفت نام من آں کسے کہ ایں موئے را حلق کنم و حال این است کہ تحقیق مس فرمودہ است ایں موئے را رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔"

وَكَانَتْ شَعَرَاتٌ مِّنْ شَعْرِهٖ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فِیْ قَلَنْسُوَةِ خَالِدِ بْنِ الْوَلِيْدِ فَلَمْ يَشْهَدْ بِهَا قِتَالًا اِلَّا رُزِقَ النَّصْرَ۔

"بود موہائے چند از موئے پیغمبر خدا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم در کلاہِ خالد بن الولید رضی اللہ تعالٰے عنہ پس در ہیچ قتال باآں حاضر نمی شد مگر نصر و ظفر دادہ می شد۔"

آرے ہرگاہ کہ بسببِ برکتِ تابوتِ سکینہ کہ دراں بقیہ متروکہ آلِ موسٰے وہارون علیہما السلام بود فتح و ظفر نصیب بنی اسرائیل می شد پس اگر موئے مبارک حضرتِ سید البشر ایں برکت داشتہ بلکہ بہ ہزاراں مراتب ازاں فزوں تر داشتہ باشد چہ جائے استبعاد تواند بود:

وَكَانَتْ فِیْ قَلَنْسُوَةِ خَالِدِ بْنِ الْوَلِيْدِ شَعَرَاتٌ مِّنْ شَعْرِهٖ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ فَسَقَطَتْ قَلَنْسُوَةٌ فِیْ بَعْضِ حُرُوْبِهٖ فَشَدَّ عَلَيْهَا شِدَّةً اَنْكَرَ عَلَيْهِ اَصْحَابُ النَّبِیِّ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم مِنْ كَثْرَةِ

سلہ من × (اصل)

marfat.com

مَنْ قُتِلَ فِیْھَا فَقَالَ لَمْ اَکُنْ[۱] اَفْعَلُھَا بِسَبَبِ الْقَلَنْسُوَۃِ بَلْ مَا تَضَمَّنَتْہُ مِنْ شَعْرِہٖ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ لِئَلَّا اُسْلَبَ بَرَکَتَھَا وَ تَقَعَ[۲] فِیْ اَیْدِی الْمُشْرِکِیْنَ۔

"درکلاہ خالد بن الولید موہائے چند از موہائے آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام بودند، پس آں کلاہ در بعض جنگہائے او افتاد پس خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ بہ[۳] تفحصِ آں کلاہ حملۂ سخت آورد، آنچناں حملۂ سخت کہ یارانِ پیغمبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم انکار[۴] او نمود از جہتِ بسیاری کسانیکہ در آں حملہ کشتہ[۵] شدند پس خالد گفت کہ من ایں حملہ از جہتِ کلاہ نکردم بلکہ از جہتِ آنچہ درکلاہ گرفتہ بود از موئے پیغمبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تا برکتِ آں موئے از من ربودہ نشود[۶] و[۷] آں موئے در دستِ مشرکاں نہ افتد۔"

ازیں جا تواں دریافت کہ کسے کہ اجلالِ موئے مبارکِ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نمی کند و بہ تعظیمِ آں[۸] اعتبار[۹] ندارد و بلکہ ازیں بدل بیزار د محبت[۱۰] آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم در دلش نیست گو دعویٔ محبتِ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم را نماید و درتاویلِ بے باکی خود لاف و گزاف افزاید و کسانے کہ ایمان و محبتِ آنحضرت دارند در جنبِ موئے مبارک تمام عالم را بجوئے نمی شمارند چنانکہ از صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم مروی است:

لَشَعْرَۃٌ[۱۱] مِنْہُ اَحَبُّ اِلَیْنَا مِنَ الدُّنْیَا وَمَا فِیْھَا

---

[۱] اکن × (ذ) [۲] ویقع (ذ) [۳] بر (ذ) [۴] بکر براو (پ) [۵] ازاں کشتہ (ذ) [۶] و × (ذ) [۷] آں × (ذ) [۸] اعتبار (ذ) [۹] و محبت (ذ) [۱۰] بشعرۃ (ذ)

marfat.com

"ہر آئینہ یک موئے ازاں، محبوب تر است سوئے ما از دنیا و آنچہ دراں است"

و لنعم ما قیل ؎

اگرچہ دوست بہ چیزے نمی خرد ما را

بعالمے نفروشیم موئے از سر دوست

وَفِي الصَّحِيحِ عَنْ اَسْمَآءَ بِنْتِ اَبِي بَكْرٍ رضی اللہ تعالیٰ عنہما اَنَّهَا اَخْرَجَتْ جُبَّةً طَيَالِسِيَّةً وَقَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم يَلْبَسُهَا فَنَحْنُ نَغْسِلُهَا لِلْمَرْضٰى نَسْتَشْفِي بِهَا۔

" در حدیث صحیح از اسمار بنت ابی بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہما مروی است کہ بدرستی او جبۂ طیالسی برآورد و گفت بود رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کہ ایں را می پوشند، پس ما آں را می شوئیم برائے بیماراں کہ شفا می جوئیم بآں "

و قاضی ابو الفضل عیاض رضی اللہ تعالیٰ عنہ باسنادِ خود روایت کردہ کہ ابو القاسم ابن المامون گفتہ کہ نزدِ ما کاسۂ از کاسہائے پیامبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بود و پس بودیم ما کہ می گردانیم آب دراں برائے بیماراں، پس شفا می خواستیم بداں"

اَخَذَ جَهْجَاهُ[1] الْغِفَارِيُّ قَضِيبَ النَّبِيِّ مِنْ يَدِ عُثْمَانَ وَتَنَاوَلَهُ لِيَكْسِرَهٗ عَلٰى رُكْبَتِهٖ فَصَاحَ بِهِ النَّاسُ فَاَخَذَتْهُ[2] الْاٰكِلَةُ فَقَطَعَهَا وَمَاتَ قَبْلَ الْحَوْلِ۔

---

[1] جہجاہ (اصل) [2] فاخذتہ × (د)

marfat.com

"وگرفت جہجاہ[1] الغفاری عصائے آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم از دستِ عثمان رضی اللہ تعالےٰ عنہ تا بشکند آں را بر زانوئے خویش، پس بانگ کردند بر و مردماں کہ مشکن ایں را پس او را در زانو علّتے گرفت ہم دراں حال، پس زانو را برید پس مُرد پیش از انصرام سال۔"

و دیگر احادیث و آثار دریں باب بسیار اند ازیں آثارِ صحیحہ و نصوصِ صریحہ ثابت شد کہ تعظیم و اجلال ہرچہ بداں جناب فیض مآب، شرفِ انتساب دارد و التزامِ اکرام و اعظام ہر آنچہ باندام و اقدام عالی مقام آں سید الانام علیہ افضل الصلوٰۃ والسلام شرفِ مماسّ[2] یافتہ باشد بر جمیع اہلِ اسلام از خاص و عام واجب و مفروض است و کسے کہ بہ اہانتِ[3] آں اشیائے شریفہ زبانِ خود آلاید یا اعانت بجواز اہانتِ آں سرّاً یا علانیۃً وقولاً یا فعلاً نماید ایمان را برباد داد و ارتداد بجائے حسنِ اعتقاد بہ دلِ خود نہاد۔

چنانچہ بعض زنادقہ و ملاعنۂ بددین[4] می گویند[5] کہ اثرِ قدمِ نبوی و نشانِ پلئے مصطفوی در خورِ آن[6] است کہ آں را بجائے نگاہ دارند کہ ہر کس و ناکس بر آں[7] پائے گذارند یا می گویند کہ اگر لباسِ آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم یابند ازاں جامہ پوشیدنی سازند و اگر نعلین مبارکین بدست آیند زیرِ پا اندازند، العیاذ باللہ! ایں کفر و الحاد بے پایانی دارند داست اَعَاذَنَا اللّٰہُ مِنْ ذٰلِکَ وَمَا اَشْبَہَہٗ[8] مِنَ الْمَہَالِکِ۔

و چنانکہ تعظیمِ ایں ہمہ اشیاء واجب و مفروض است، اجلالِ اہلِ قرابت و اہلِ صحابت آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم بطریقِ اولیٰ فرضِ عین بلاریب و بیّن[9] است و چوں کتبِ مبسوطہ حاوی ایں عقائد و جامعِ ایں مقاصد اند در فتوے[10] حاجت بہ تطویل و تفصیل

---

[1] ججاہ (اصل) [2] مناسب (اصل) [3] بایات (پ) [4] بے دین (پ) [5] می گوید (ذ) [6] آں بعد (ذ) [7] برپائے (ذ) [8] اشبہ (ذ) [9] یقین (ذ) [10] فتوے × (ذ)

marfat.com

نیست، وجوب و فرضیت محبت[1] و اجلالِ آں سرورِ کائنات مفخرِ موجودات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بجائے رسید کہ حیواناتِ عجم و نباتات از رطب و یابس و جمادات صُمّ سجود و تسلیم برائے اجلال و تعظیمِ آں رسولِ کریم می کردند و بسبب فرطِ محبت علیہ حنین و گریہ آوردند:

عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ لَمْ يَكُنِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَمُرُّ بِحَجَرٍ وَّ لَا شَجَرٍ اِلَّا سَجَدَ لَهٗ۔

"مروی است از جابر کہ گفت پیامبر صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم بر ہیچ سنگے و درختے گذر نمی کرد مگر آں کہ سنگ و درخت برائے او سر بسجود می آوردند[2]"

عَنْ عَائِشَةَ عَنْهُ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَمَّا اسْتَقْبَلَنِيْ جِبْرَئِيْلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ بِالرِّسَالَةِ جَعَلْتُ لَا اَمُرُّ بِحَجَرٍ وَّ لَا شَجَرٍ اِلَّا قَالَ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ!

"از حضرتِ ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا مروی است کہ از آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم روایت کردہ است کہ آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم فرمود بر گاہ جبرئیل علیہ السلام بارسالت بمن توجہ نمود، گشتم کہ نمی گذشتم بہ ہیچ سنگے و درختے مگر آنکہ می گفت اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ!

و قصہ حنین جذع یعنی نالیدنِ چوبِ درختِ خرما برائے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم متواتر است و حدیثِ آں مشہور۔

---

[1] و محبت (ذ)
[2] ے آوردند (پ)

marfat.com

قَالَ جَابِرُ بْنُ عَبْدِ اللهِ كَانَ الْمَسْجِدُ مَسْقُوْفًا عَلٰی جُذُوْعِ نَخْلٍ فَكَانَ النَّبِيُّ صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا خَطَبَ يَقُوْمُ إِلٰی جِذْعٍ مِّنْهَا۔

" جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ گفت سقفِ مسجدِ نبوی از چوبہائے درختِ خرما بود، پس بود آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم چوں خطبہ می فرمود قیام سوئے چوبے از انہا می نمود "

فَلَمَّا صُنِعَ لَهُ الْمِنْبَرُ سَمِعْنَا لِذٰلِكَ الْجِذْعِ صَوْتًا كَصَوْتِ الْعِشَارِ۔

" پس ہرگاہ کہ برائے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم منبر ساختند شنیدیم مرآں چوب را آوازے ہمچو آواز مادگانِ شتر کہ باردار ندہ باشند یا بچہ ہائے صغار باشند "

وَفِيْ رِوَايَةِ أَنَسٍ حَتّٰی ارْتَجَّ الْمَسْجِدُ لِخُوَارِهٖ

" و در روایتِ انس است کہ جنبید مسجد بہ آوازِ آں چوب "

وَفِيْ رِوَايَةِ سُهَيْلٍ وَكَثُرَ بُكَاءُ النَّاسِ لِمَا رَأَوْا بِهٖ۔

" و در روایتِ سہیل است کہ مرداں بسیار گریہ کردند از جہت آنکہ بداں چوب دیدند "

وَفِيْ رِوَايَةِ الْمُطَّلِبِ حَتّٰی تَصَدَّعَ وَانْشَقَّ حَتّٰی جَاءَ النَّبِيُّ فَوَضَعَ يَدَهٗ عَلَيْهِ فَسَكَتَ۔

" و در روایتِ مطلب است کہ چوب چنداں[1] نالید کہ پارہ پارہ شد و شگافتہ[2]

---

[1] چنیں (پ) [2] شگافید (پ)

marfat.com

تا اینکہ آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم رسید ودست مبارک خود براو نہاد پس چوب ساکت شد "

وَزَادَ غَیْرُہٗ فَقَالَ النَّبِیُّ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اِنَّ هٰذَا بَکٰی لِمَا فَقَدَ مِنَ الذِّکْرِ۔

" وغیر مطلب دریں حدیث افزود ایں کلام، پس فرمود آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کہ بدرستی ایں چوب گریہ آوردا زبراے آنچہ ذکر گم کرد "

وَزَادَ غَیْرُہٗ وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ لَوْلَمْ اَلْتَزِمْہُ لَمْ یَزَلْ اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَۃِ تَحَزُّنًا عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

" وغیر ایں راوی دریں حدیث افزود کہ آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم فرمود بہ سوگند آں خدا کہ ذاتِ من بدستِ قدرتِ اواست اگر نمی گرفتم آں چوب را درکنار می بود در نالہ تا روزِ شمار از جہتِ فراقِ رسولِ مختار صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم "

وَذَکَرَ الْاِسْفَرَائِنِیُّ اَنَّ النَّبِیَّ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دَعَاہُ اِلٰی نَفْسِہٖ فَجَآءَہٗ یَخْرِقُ الْاَرْضَ فَالْتَزَمَہٗ، ثُمَّ اَمَرَہٗ فَعَادَ اِلٰی مَکَانِہٖ۔

" وذکر کرد اسفرائنی کہ حضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم خواند آں چوب را سوئے خود پس چوب زمین شگافتہ رسید پس آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اورا درکنار گرفت پس ترہ فرمود تا بازرود پس چوب سوئے

لہ ان ہذا بکی × (ذ) ۲ لہ تحزنا (پ)

marfat.com

جائے خود باز رفت۔"

فَكَانَ الْحَسَنُ اِذَا حَدَّثَ بِهٰذَا بَكٰى وَ قَالَ يَا عِبَادَ اللّٰهِ اَلْخَشَبَةُ تَحِنُّ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صلى الله تعالىٰ عليه وسلم شَوْقًا اِلَيْهِ لِمَكَانِهٖ فَاَنْتُمْ اَحَقُّ اَنْ تَشْتَاقُوْا اِلٰى لِقَآئِهٖ۔

"پس بود حضرت حسن بصری کہ چوں دریں سخن می کرد گریست و می گفت اے بندگانِ خدا چوب می نالد سوئے پیغمبرِ خدا از جہتِ شوق سوئے او برائے مرتبہ او علیہ الصلوٰۃ والسلام پس شما سزاوار ترین بدینکہ مشتاق سوئے لقائے آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم شوید۔"

از روئے ایں آثار کہ اندکے از بسیار بلکہ یکے از ہزار اند بدر یافت تواں رسید کہ اجلال واحترام ومحبتِ آں سید الانام برخلق تمام حضرت باری مقامِ فرض کردہ است و سجدۂ اشجار واحجار وحیوانات کہ ثابت است باحادیث بسیار است، سجدۂ تعظیم بودہ است نہ سجدۂ عبادت چہ آنحضرت معبود نبود ایں سجدہ از قبیلِ سجدۂ ملائکہ برائے آدم علیہ السلام یا سجدۂ ابوین واخوۃِ یوسف علیہ السلام برائے ایشاں بود پس کسانے کہ در اجلال و تعظیم آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نمی کوشند یا دیدہ ودانستہ ازیں چنیں نصوص چشم می پوشند یا بآنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم محبت نمی دارند و بسببِ شوقِ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رقت در دل نمی آرند از حیواناتِ عجم واخشابِ خشک وجماداتِ صُم بد تر اند شانِ مؤمنین مخلصین کہ پیروِ صحابہ وتابعین اند ایں است کہ در مباحات وخواہشہائے نفس نیز مراعاتِ محبتِ آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم می نمایند وہر چہ مرغوبِ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ

لہ او ، (ذ) ٢ہ جائے خطبہ او (پ) ٣ہ دیکھے (پ) ٤ہ پس (ذ)

marfat.com

علیہ وسلم بود بمقتضائے محبت مرغوب دارند و ثرید و دبّا را افضلِ اطعمہ می شمارند۔

وہر کہ در شمائلِ رضیہ وسجایائے مرضیہ واخلاقِ حمیدہ وشیم پسندیدۂ آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم وحالِ کثرتِ صنوفِ منت والوفِ احسان ونعمت وفرطِ رأفت ورحمتِ آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نسبت بحالِ امت تامل کند تواند دریافت کہ ما گنہگاراں سیہ کاراں کہ ہر گونہ گناہ را ارتکاب وہر قسم سیہ کاری را اکتساب کردہ ایم ومی کنیم وباں ہمہ از غضبِ الٰہی وقہرِ ایزدی کہ امم ماضیہ را بخسف ومسخ وامطارِ سجیل ودیگر وجوہِ عقاب وتنکیل[1] واخذ وبیل تباہ ساختہ وبہ درکات ہلاک انداختہ، مامون از عقوباتِ عاجلہ با وجود استحقاقِ آں بہ ارتکابِ جرائم وذنوبِ مولبقہ محفوظ ومصئون ہستیم بطفیلِ کرامتِ آں رحمتِ عالمیاں وبدولتِ دعائے مقبولِ آں ملجا وملاذِ آدمیاں درامانیم کہ ما[2] دانیم وہر کہ ایں معنی را انکار آرد واز قبولِ ایں امر[3] نفار کند کافرِ نعمت وجاحدِ رحمت باشد۔

ونیز باید دانست کہ اکملِ انواعِ محبت آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم این است کہ اطاعت واتباعِ آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم در اوامر ونواہی وسننِ آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم بخلوصِ دل وانقیادِ قلب لازم گرفتہ آید پس کسے کہ بصدق واخلاص، اطاعت[4] واتباعِ آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم در ہمہ امور کند محبتِ او کامل است وہر کہ در اطاعت واتباعِ آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم قاصر باشد محبتِ او ناقص است لیکن از وسلبِ محبتِ آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نتواند کرد زیرا کہ ارتکابِ عصیاں از اسلام وایمان بیروں نمی آرد تا سلبِ محبتِ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم از عاصیاں روا باشد چہ ایمان بے محبتِ آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم متصور نیست وعاصیاں واہلِ کبائر بلا شبہ مومنان اند چنانکہ در کتبِ عقائدِ اہلِ سنت وجماعت مذکور د

---

[1] عقاب بے تکیل (ذ) [2] والا ما ایتم (پ) [3] امر × (ذ) [4] واطاعت (اصل)

ثابت شده واگر ایشاں مومناں نباشند استحقاقِ شفاعتِ آنحضرت صلی اللہ تعالے علیہ وسلم ندارند حال آنکہ آنحضرت صلی اللہ تعالے علیہ وسلم ارشاد کردہ اند :

شَفَاعَتِیْ لِاَهْلِ الْكَبَائِرِ مِنْ اُمَّتِیْ

ونیز فرمودہ اند :

وَلٰكِنَّهَا لِلْمُذْنِبِيْنَ الْخَطَّائِيْنَ

ونیز قولِ آنحضرت صلی اللہ تعالے علیہ وسلم درحقِ کسے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالے علیہ وسلم اورا حد درخمر زد وبعض صحابہ بروے لعنت فرمود :

لَا تَلْعَنْهُ فَاِنَّهٗ يُحِبُّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ

"لعنت مکن اورا زیراکہ بدرستی او دوست می دارد خدا و پیغامبراورا"

ونیز مروی است :

اِنَّ رَجُلًا اَتَى النَّبِيَّ صلى الله تعالىٰ عليه وسلم فَقَالَ مَتَى السَّاعَةُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ۔

"بدرستی مردے آمد برآنحضرت صلی اللہ تعالے علیہ وسلم پس گفت کے قیامت است اے پیغامبرِ خدا؟"

قَالَ مَآ اَعْدَدْتَ لَهَا

"گفت آنحضرت صلی اللہ تعالے علیہ وسلم چہ ساختہ کردی برائے قیامت؟"

قَالَ مَآ اَعْدَدْتُ لَهَا مِنْ[1] كَثْرَةِ صَلٰوةٍ وَلَا صَوْمٍ وَلَا صَدَقَةٍ وَلٰكِنِّيْ اُحِبُّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ۔

"گفت آں مرد نہ ساختہ ام برائے آں[2] بسیاری نماز و نہ روزہ و نہ[3] صدقہ

---

[1] من × (ذ) [2] آں × (ذ) [3] و × (ذ).

لیکن دوست می دارم خدا و رسولِ او را صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم "

فَقَالَ اَنْتَ مَعَ مَنْ اَحْبَبْتَ

" پس فرمود آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کہ تو با کسے کہ دوست داری خواہی بود "

اما[1] کسے کہ بظاہر نماز گذار و روزہ دار و پرہیز گار و در باطن از محبتِ آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم محروم و در اجلالِ قدر و تعظیمِ شانِ آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم تقصیر وار باشد، آنکس مومن نیست چنانکہ لشکرِ اہلِ شام کہ با امام اہلِ اسلام علیٰ جدہ وعلیہ السلام بمقام طف کربلا و دشت[2] کرب و بلا بناحق آویختہ، خون حضرتِ ممدوح را برو[3] ئے ایمان خود ریختہ خاکِ مذلت و رسوائی بر سرہائے خود بیختہ از بدترین کفار و اشقیائے اہلِ نار شدند در ظاہر شعارِ اہلِ اسلام داشتند و از اتباع ظاہری قدم بیرون نمی گذاشتند اِلّا ہرگز محبتِ آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم در دلہائے ایشاں نبود و اِلّا ایں چنیں جفا بر عترتِ مصطفےٰ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم از ایشان کسے[4] روئے می نمود۔

ازیں جا تواں دریافت کہ اتباع آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم بظاہر بسبب آں در فرطِ محبتِ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم منحصر نیست[5]، بسا اغراضِ دیگر در اطاعت و اتباع بآں جنابِ مطہر در قلوب مکنون و مضمر بودہ بر اختیار تقویٰ ظاہری باعث و سبب آں صلاح صوری حادث می گردد و بعض کساں را ہوس بلند نامی و بعضے را طمع قدرِ گرامی و سودائے پیشوائی عامہ کہ منصبِ سامی است در سر است و بدیں احتیال میسر[6] می باشند محبانِ بے ریا و مخلصانِ باصفا کمتر و بہ اکنافِ عالم اقل[7] و اند[8] راند مگر آثارِ محبت

---

[1] آں (پ) [2] داشت (پ) [3] کسے (ذ) [4] نیست × (ذ) [5] میر (ذ)

[6] اقل × (ذ) [7] داند کہ (ذ)

marfat.com

کرده کور شدند برائے امتحانِ محبانِ اخلاص شعار محک و معیار نتوانند[1] شد اگر آں آثار بے تکلف در کسے یافتہ شود محب[2] صادق است والا غلط نما[3] و منافق۔

چوں نبذے[4] از حالِ اجلال[5] آں سرورِ برگزیدگانِ ایزدِ متعال بہ ضبطِ نگارش درآمد حالا حالِ استخفافِ شانِ آں سید البریہ علیہ ازکی التحیہ باید شنید۔

در حواشی چلپی بر شرح وقایہ گفتہ:

قَدِ اجْتَمَعَتِ الْاُمَّۃُ عَلٰی اَنَّ الْاِسْتِخْفَافَ بِنَبِیِّنَا[6] صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وَبِاَیِّ نَبِیٍّ مِّنَ الْاَنْبِیَآءِ[7] کَانَ کُفْرٌ سَوَآءٌ فَعَلَہٗ فَاعِلُ ذٰلِکَ اسْتِحْلَالًا اَمْ فَعَلَہٗ مُعْتَقِدًا لِّحُرْمَتِہٖ[8] وَ[9] لَیْسَ بَیْنَ[10] الْعُلَمَآءِ خِلَافٌ فِیْ ذٰلِکَ وَالَّذِیْنَ نَقَلُوا الْاِجْمَاعَ فِیْہِ وَفِیْ تَفَاصِیْلِہٖ اَکْثَرُ مِنْ اَنْ یُّحْصٰی

"بہ تحقیق اجماع کردہ است امتِ تمام برانکہ استخفاف بہ پیامبرِ ما و بہر پیامبر از پیامبراں کہ باشد کفر است، برابر است کہ استخفاف کردہ باشد استخفاف کنندہ آں را حلال دانستہ یا کردہ باشد استخفاف وحال آنکہ اعتقادِ حرمت داشتہ باشد، نیست درمیان[11] علماء ہیچگونہ خلاف دراں وکسانے کہ اجماع دراں نقل کردہ اند بیشتر اند از انکہ حصر کردہ شوند"

قَالَ الْقَاضِیْ اَبُوالْفَضْلِ فِی الشِّفَآءِ اَنَّ جَمِیْعَ مَنْ سَبَّ النَّبِیَّ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اَوْعَابَہٗ اَوْاَلْحَقَ

---

[1] توانند (پ) [2] محبت (اصل) [3] نماز منافق (ذ) [4] نبذے × (ذ) [5] اجلال × (ذ) [6] نبینا (ذ) [7] کان من الدنیا (ذ) [8] کحرمتہ (ذ) [9] و × (پ) [10] من (پ) [11] میان × (ذ)

بِہٖ نَقْصًا فِیْ نَفْسِہٖ اَوْ نَسَبِہٖ اَوْ دِیْنِہٖ اَوْ خَصْلَۃٍ مِنْ خِصَالِہٖ اَوْ عَرَّضَ بِہٖ اَوْ شَبَّہَہٗ بِشَیْئٍ عَلٰی طَرِیْقِ السَّبِّ لَہٗ اَوِ الْاِزْرَآءِ عَلَیْہِ اَوِ التَّصْغِیْرِ لِشَانِہٖ اَوِ الْغَضِّ مِنْہُ اَوِ الْعَیْبِ لَہٗ فَھُوَ سَابٌّ لَہٗ وَحُکْمُہٗ حُکْمُ السَّابِّ یُقْتَلُ کَمَا نُبَیِّنُہٗ اِنْشَآءَ اللّٰہُ وَلَا نَسْتَثْنِیْ فَصْلًا مِّنْ فُصُوْلِ ھٰذَا الْبَابِ عَلٰی ھٰذَا الْمَقْصَدِ وَلَا نَمْتَرِیْ فِیْہِ تَصْرِیْحًا کَانَ اَوْ تَلْوِیْحًا۔

"بدرستی ہر کسے کہ گوید پیغامبر صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم را دشنام یا عیب کند او[1] علیہ الصلوٰۃ والسلام را[2] یا نقصے در ذات یا در نسب او[3] یا در دین یا در خصلت از خصائل او علیہ الصلوٰۃ والسلام رساند یا تعریض کند با آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم[4] یا تشبیہ دہد آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم را بچیزے بر طریقِ دشنام برائے آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم یا اہانت یا تصغیر برائے شانِ او صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم یا چشم[5] پوشی از او یا عیب برائے او بر چیزے مشبہ گرداند[6] پس او دشنام گویندۂ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم باشد و حکمِ او حکمِ سابِ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم است کہ کشتہ شود چنانکہ بیان می کنیم[7] و استثنائے نمی کنیم ہیچ نوعے را از انواع این جنس ایں مقصد کہ قتل است و شکے نکنیم[8] دراں، آں مذکور تصریح باشد یا

---

[1] او را (ذ) [2] را × (ذ) [3] او × (ذ) [4] وسلم را (ذ) [5] یا چشم (تا) گرداند (پ)

[6] می کنم (پ) [7] نکنم (ذ)

marfat.com

کنایہ و تلویح "

وَكَذٰلِكَ مَنْ لَعَنَهٗ اَوْ دَعَا عَلَيْهِ اَوْ تَمَنّٰى مَضَرَّةً اَوْ نَسَبَ اِلَيْهِ مَا لَا يَلِيْقُ بِمَنْصَبِهٖ عَلٰى طَرِيْقِ الذَّمِّ اَوْ عَبَثَ فِيْ جِهَتِهِ الْعَزِيْزِ بِسُخْفٍ مِّنَ الْكَلَامِ وَهُجْرٍ وَّمُنْكَرٍ مِّنَ الْقَوْلِ وَزُوْرٍ اَوْ عَيَّرَهٗ بِشَيْءٍ مِّمَّا جَرٰى مِنَ الْبَلَاءِ وَالْمِحْنَةِ عَلَيْهِ اَوْ غَمَصَهٗ بِبَعْضِ الْعَوَارِضِ الْبَشَرِيَّةِ الْجَائِزَةِ عَلَيْهِ الْمَعْهُوْدَةِ لَدَيْهِ۔

" وہمچناں است کسے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم را العیاذ باللہ من ذلک، لعنت گوید یا دعائے بد کند یا برائے آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم آرزوئے زیاں دارد یا نسبت کند سوئے آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم چیزے را کہ ناسزاوار است بہ منصب آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بر طریق نکوہیدن یا بازی کند در جانب عزیز وکریم او بہ سبکی یا ہجو یا زور ومنکر از کلام یا عیب[1] کند آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم از آنچہ گذشت برآنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم از بلا ومحنت[2] یا عیب کند آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم را ببعض عوارض بشریہ کہ جریانِ آں برآنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جائز بود وگشت نزد[3] او معہود :

وَهٰذَا كُلُّهٗ اِجْمَاعٌ مِّنَ الْعُلَمَآءِ وَاَئِمَّةِ الْفَتْوٰى مِنَ الْمُجْتَهِدِيْنَ مِنْ لَّدُنِ الصَّحَابَةِ رَضِيَ اللهُ

---

[1] فاجرے (اصل) [2] یا اہانتِ آنحضرت کند بچیزے از آنچہ گذشت (پ) [3] محنت ہمر وکسر یا اہانت کند (پ) [4] نزد آنحضرت (پ)

marfat.com

عنہم اجمعین[1] إلی ھلم جرًا۔

"وایں ہمہ اجماع از علماء وائمۂ فتوےٰ از زمانۂ[2] صحابہ رضوان اللہ علیہم تا ایں ہنگام۔"

وایضًا فی الشفاء:

قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ سُحْنُوْنٍ اَجْمَعَ الْعُلَمَاءُ عَلٰی اَنَّ شَاتِمَ النَّبِیِّ صلی اللہ علیہ وسلم وَالْمُتَنَقِّصَ لَہٗ کَافِرٌ وَالْوَعِیْدُ جَارٍ عَلَیْہِ بِعَذَابِ اللّٰہِ تَعَالٰی لَہٗ وَحُکْمُہٗ عِنْدَ الْاُمَّۃِ الْقَتْلُ وَمَنْ شَکَّ فِیْ کُفْرِہٖ وَعَذَابِہٖ فَقَدْ[3] کَفَرَ۔

"محمد بن سحنون گفت اجماع کردہ اند علماء بر اینکہ دشنام دہندۂ پیغمبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وکم[4] وکاست کنندۂ آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کافر است ووعید بعذاب[5] خدائے تعالےٰ برو جاری است وحکم او نزد[6] امت یعنی تمام ائمہ کشتن است وہر کہ در کفر وعذاب او شک وتردد آرد پس تحقیق کافر شد۔"

ونیز[7] در شفاء آوردہ ودر حواشی چلپی نقل کردہ:

قَالَ ابْنُ عَتَّابٍ[8] اَلْکِتَابُ وَالسُّنَّۃُ مُوْجِبَانِ اَنَّ مَنْ قَصَدَ النَّبِیَّ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بِاَذًی اَوْ نَقْصٍ مُعَرِّضًا اَوْ مُصَرِّحًا وَاِنْ قَلَّ فَقَتْلُہٗ وَاجِبٌ۔

---

[1] اجمعین × (پ) [2] آن (پ) [3] زمانہ × (ذ) [4] فقد × (ذ) [5] کم × (ذ) [6] عناب (ذ) [7] نزد ہمہ ائمہ (پ) [8] ونیز × (ذ) [9] ابن عباس رضی اللہ تعالےٰ عنہ (پ)

ابنِ عتابؒ[1] فرمود کہ بدرستی کتاب و سنت یعنی قرآن و حدیث[2] واجب میگردانند
این کہ بدرستی ہر کہ قصدِ ایذا رو کاستن آنجناب فیض مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
کند بتعریض یا بتصریح اگرچہ اندک باشد پس کشتن او واجب است۔"

ونیز در حواشی چلپی گفتہ:

وَاعْلَمْ اَنَّ الْمُتَقَرِّرَ[3] مِنْ تَتَبُّعِ الْمُعْتَبَرَاتِ اَنَّ الْمُخْتَارَ اَنَّ مَنْ صَدَرَ عَنْهُ مَا يَدُلُّ عَلٰى تَخْفِيْفِهٖ عَلَيْهِ السَّلَامُ بِعَمَدٍ وَّقَصْدٍ مِّنْ عَامَّةِ الْمُسْلِمِيْنَ يَجِبُ قَتْلُهٗ وَلَا تُقْبَلُ تَوْبَتُهٗ بِمَعْنَى[4] الْخَلَاصِ عَنِ الْقَتْلِ وَاِنْ اَتٰى بِكَلِمَتَيِ الشَّهَادَةِ وَالرُّجُوْعِ وَالتَّوْبَةِ لٰكِنْ لَّوْمَاتَ بَعْدَ التَّوْبَةِ اَوْ قُتِلَ حَدًّا مَاتَ مِيْتَةَ الْاِسْلَامِ فِيْ غُسْلِهٖ وَصَلٰوتِهٖ وَدَفْنِهٖ۔

بدانکہ بدرستی آنچہ[5] قرار یافتہ است از تتبعِ کتبِ معتبرہ این است کہ مذہبِ برگزیدہ انیست کہ بدرستی ہر کہ صدور یابد از وے آنچہ دلالت داشتہ باشد بر سبک دانستنِ آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام بقصد و تعمد از عام مسلمانان کشتنِ او واجب می شود و توبہ او[6] پذیرا نمی گردد باین معنی کہ از توبہ رہائی او از کشتن نمی شود اگرچہ ہر دو کلمہ شہادت بر زبان آرد و باز گشت و توبہ از ان جریمہ عظیمہ[7] کند لیکن[8] اگر بمیرد بعد توبہ یا کشتہ شود از روئے حد بیا داشِ آن جریمہ میرد بچو مردنِ اہلِ اسلام در غسل و نماز جنازہ و دفنِ او یعنی در تجہیز و تکفین و نماز جنازہ، حکمِ او حکمِ سائرِ مسلمانان است واگر العیاذ باللہ پیش از

---

[1] ابن عباس (پ)، [2] وحدیث × (ذ) [3] ماتقرر (پ)، [4] بمعنی والخلاص (پ)، [5] آنکہ (ذ) [6] او × (ذ)، [7] عظیمہ × (ذ) [8] لیکن × (ذ)

marfat.com

توبہ بمیرد کافر[1] میرد و بہ او معاملۂ اموات اہلِ اسلام بہ عمل نباید[2]"

باید دانست کہ ایں قائل عمدًا و قصدًا مرتکبِ استخفافِ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم شدہ ایمانِ خود را برباد داد چنانکہ[3] در مقامِ ثالث بہ اثبات رسید پس بیانِ[4] حالِ کسے کہ مرتکبِ ایں جریمۂ عظیمہ بہ تعمد و قصد نشدہ باشد بلکہ بوجہِ دیگر ایں جرم کبیرازو سرزدہ متعلق بمانحن فیہ نیست لیکن برائے استیفائے کلام دریں مقام مناسب می نماید کہ حالِ آں قسم ہم ذکر کردہ شود[5] پس باید شنید کہ در شفاء مذکور و در حواشی چلپی مسطور و ماثور است۔

وَالْوَجْهُ الثَّانِي لَاحِقٌ بِهِ فِي الْبَيَانِ وَالْجَلَاءِ وَهُوَ أَنْ يَكُونَ الْقَائِلُ لِمَا قَالَ فِي جِهَتِهِ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ غَيْرَ قَاصِدٍ لِلسَّبِّ وَالْإِزْرَاءِ وَلَا مُعْتَقِدٍ لَهُ۔

" وجہ دوم لاحق است بوجہ اول مذکور در بیان وظہور و آں ایں است کہ قائل ایں کلام در جہتِ او علیہ الصلوٰۃ والسلام غیر[6] معتقد و غیر قاصدِ عیب است و دشنام و غیر[7] معتقد برائے مضمون کلام خود "

وَلٰكِنَّهُ تَكَلَّمَ فِي جِهَتِهِ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ بِكَلِمَةِ الْكُفْرِ مِنْ لَعْنِهِ أَوْ سَبِّهِ أَوْ تَكْذِيبِهِ أَوْ إِضَافَةِ مَا لَا يَجُوزُ عَلَيْهِ أَوْ نَفْيِ مَا يَجِبُ لَهُ مِمَّا هُوَ فِي حَقِّهِ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ نَقِيصَةٌ مِثْلُ أَنْ يَنْسُبَ إِلَيْهِ إِتْيَانَ كَبِيرَةٍ أَوْ مُدَاهَنَةٍ فِي

---

[1] بمیرد (ذ)، [2] نباید (پ)، [3] چنانچہ (پ)، [4] بیاں (پ)، [5] مذکور (پ)، [6] اگر غیر معتقد (ذ)، [7] و غیر معتقد برائے مضمونِ کلام خود × (پ)

تَبْلِيغِ الرِّسَالَةِ أَوْ فِي حُكْمٍ بَيْنَ النَّاسِ أَوْ يَغُضَّ
مِنْ مَرْتَبَتِهٖ أَوْ شَرَفِ نَسَبِهٖ أَوْ وُفُوْرِ عِلْمِهٖ
أَوْ زُهْدِهٖ أَوْ يُكَذِّبُ بِمَا اشْتَهَرَ بِهٖ مِنْ أُمُوْرٍ
أَخْبَرَ بِهَا عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ وَتَوَاتَرَ الْخَبَرُ
بِهَا عَنْهُ عَنْ قَصْدٍ لِرَدِّ خَبَرِهٖ أَوْ يَأْتِيْ بِسَفَهٍ
مِنَ الْقَوْلِ أَوْ بِقَبِيْحٍ مِنَ الْكَلَامِ وَلَوْ بِإِشَارَةٍ
وَنَوْعٍ مِنَ السَّبِّ فِي جِهَتِهٖ وَإِنْ ظَهَرَ بِدَلِيْلِ حَالِهٖ
أَنَّهٗ لَمْ يَتَعَمَّدْ ذَمَّهٗ وَلَمْ يَقْصُدْ سَبَّهٗ إِمَّا لِجَهَالَةٍ
حَمَلَتْهُ عَلٰى مَا قَالَهٗ أَوْ بِضَجَرٍ أَوْ بِسُكْرٍ أَوْ قِلَّةِ
مُرَاقَبَتِهٖ وَضَبْطٍ لِلِسَانِهٖ وَعَجْرَفَةٍ وَتَهَوُّرٍ
فِي كَلَامِهٖ --

" ولیکن او[1] سخنے کرد در جہت مصطفٰے علیہ الصلوٰۃ والسلام بہ کلمۂ کفر از[2] لعنت یا دشنام یا تکذیب[3] یا اضافت چیزے ناروا سوئے او علیہ السلام آورد یا چیزے کہ واجب است برائے او علیہ السلام نفی آں کرد، از آنچہ نقیصہ است در حقِ آں عالیجاہ مانند نسبت کردن سوئے[4] او کبیرہ گناہ یا نسبت سستی در تبلیغِ رسالت یا در حکم میانِ مرداں بہ[5] ہیچ حالت یا مرتبہ او علیہ الصلوٰۃ والسلام یا شرفِ نسب یا[6] وفورِ علم یا[7] زہد آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم را[8] نقصان و[9] فرو کند یا بہ خبر امورے کہ مشہور و متواتر از

---

[1] سخنے کرد: جہت (ذ) [2] از تکذیب یا لعنت (پ) [3] یا تکذیب × (پ) [4] سوئے × (ذ) [5] بہ × (ذ) [6،7] یا × (ذ) [8] را × (ذ) [9] و × (ذ)

marfat.com

آنحضرت علیہ السلام است دم تکذیب زند از قصد و اہتمام برد خبرِ او علیہ السلام یا بیارد در جہتِ آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام نسبتِ نادانگی و خفتِ عقل یا از شتی کلام و نوعے از[1] دشنام و اگرچہ ظاہر شود بدلیلِ حالِ او کہ نہ کردہ است قصد و اہتمام بہ ذم[2] و دشنام یا از جہت[3] جہالتے کہ او را براں سخن برداشت یا از جہت اضطرابے یا مستی[4] کہ او را سوئے آں محتاج ساخت یا از[5] جہتِ قلتِ نگہداشت و ضبطِ لسان و از جہتِ شتابی و بے باکی در گفتنِ آں۔"

فَحُكْمُ هٰذَا الْوَجْهِ حُكْمُ الْوَجْهِ الْاَوَّلِ الْقَتْلُ دُوْنَ تَلَعْثُمٍ اِذْ لَا يُعْذَرُ اَحَدٌ فِي الْكُفْرِ بِالْجَهَالَةِ وَلَا بِدَعْوٰى زَلَلِ اللِّسَانِ وَلَا شَيْءٍ مِّمَّا ذَكَرْنَاهُ اِذَا كَانَ فِيْ فِطْرَتِهٖ سَلِيْمًا اِلَّا مَنْ اُكْرِهَ وَقَلْبُهٗ مُطْمَئِنٌّ بِالْاِيْمَانِ۔

"پس حکمِ ایں وجہِ ثانی حکمِ وجہِ اول است کہ او را کشند و درنگ و معافی[6] نہ کنند زیرا[7] کہ معذور نیست در[8] کفر بسبب جہالت و نہ بدعوائے لغزشِ زبان و نہ بہیچ چیز از آں کہ ما ذکر کردیم از مستی و اضطراب بہ ہیچ[10] حالت اگر[11] عقلِ او در خلقتِ او[12] سلیم بود[13] مجنونے و اغمائے بر[14] و نہ رود[15] مگر کسے[16] کہ برو اکراہ کردہ شود و دلِ او آرام گیرندہ بہ ایمان بود۔"

---

[1] از و دشنام (ذ) [2] بہ ذمِ او و دشنام (ذ) بذم بر دشنام (پ) [3] جہل (پ) [4] مستی (اصل) [5] باز از جہت (ذ) [6] و معانی × (ذ) [7] نہ کنند چوں کسے کہ برو اکراہ شود و دلِ او آرام گیرندہ بہ ایمان بود (پ) [8] زیراکہ آنچہ معذور (پ) [9] در کفر (تا) زبان × (پ) [10] بہ ہیچ (پ) [11] ہرگاہ کہ عقل (ذ) [12] او × (پ) [13] و × (ذ) [14] رود انتہیٰ (پ) [15] مگر کسے (تا) با ایمان بود × (پ)

marfat.com

باید دانست کہ اگر کدام کلامِ صادق دلالت بر استخفافِ شانِ آنحضرت داشتہ باشد متکلم بآں کلام کافر می شود چنانکہ ہمہ علماء[1] اتفاق کردہ اند بر اینکہ ہر کہ استخفافِ آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم بسبب[2] عوارضِ بشریہ کند کافر گردد حال آنکہ آں عوارضِ بشریہ بر آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم جائز و[3] نزدِ[4] آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم معہود باشند ازیں جا است کہ علماء بہ کشتن کسے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم را بہ ختنِ حیدر تعبیر کردہ استخفافِ شانِ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارادہ داشتہ باشد[4] فتویٰ دادند چنانچہ[5] در کتبِ دینیہ مذکور است وجزئیاتِ ایں مسئلہ بیشتر انداز آنچہ بہ حصر آیند وَفِی مَا ذَکَرْنَاہُ کِفَایَۃٌ۔

اگر گفتہ شود کہ در کتبِ عقائد مذکور است کہ نزدِ محققینِ اہلِ سنت وجماعت تکفیرِ اہلِ قبلہ ممنوع است پس کسے کہ از اہلِ قبلہ مرتکبِ شناعتِ استخفاف شود چگونہ بہ تکفیرِ[6] آں حکم کردہ آید؟

جوابش این است کہ قاعدہ

وَلَا نُکَفِّرُ اَحَدًا مِّنْ اَھْلِ الْقِبْلَۃِ

"یعنی تکفیر نمی کنیم کسے را کہ از اہلِ قبلہ است"

کہ در کتبِ عقائد مذکور است، کلیہ نیست بلکہ مخصوص است بایں کہ اہلِ قبلہ کہ باحکامِ ضروریاتِ دین نہ پردازند[7] واز ایشاں[8] ہیچ از آثار وعلاماتِ کفر ظاہر وہیچ از موجباتِ کفر صادر نشود ہر کہ چیزے را از ضروریاتِ دین انکار کند یا از واثرے وعلامتے از آثار وعلاماتِ کفر اظہار یا ہیچ از موجباتِ کفر اصدار یابد، بلا تأمل تکفیرِ آں کردہ شود[9] و او بلا ریب **کافر** است وہر کہ در کفرِ آں شک کند او ہم کافر است، چہ

---

[1] علماء گرداند بر اینکہ (ذ) [2] بسبب عوارض (تا) بر آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم × (پ) [3] و × (ذ) [4] بود (ذ) [5] چنانکہ (پ) [6] بکفر آں (پ) [7] نہ پرداند (ذ) [8] نشان (پ) [9] و × (ذ)

marfat.com

شک و تردد او در تکفیر ایں چنیں کس شک و تردد در ضروریاتِ دین است و ہر کہ در ضروریاتِ دین شک آورد و تردد داند بلاشک و تردد کافر است۔

ملا علی قاری در شرح فقہ اکبر فرمودہ:

ثُمَّ اعْلَمْ اَنَّ الْمُرَادَ بِاَهْلِ الْقِبْلَةِ الَّذِيْنَ اتَّفَقُوْا عَلٰى مَا هُوَ مِنْ ضَرُوْرِيَّاتِ الدِّيْنِ كَحُدُوْثِ الْعَالَمِ وَحَشْرِ الْاَجْسَادِ وَعِلْمِ اللّٰهِ بِالْكُلِّيَّاتِ وَالْجُزْئِيَّاتِ وَمَا اَشْبَهَ ذٰلِكَ مِنَ الْمَسَائِلِ الْمُهِمَّاتِ فَمَنْ وَاظَبَ طُوْلَ عُمْرِهٖ عَلَى الطَّاعَاتِ وَالْعِبَادَاتِ مَعَ الْقَوْلِ بِقِدَمِ الْعَالَمِ اَوْ نَفْيِ الْحَشْرِ اَوْ نَفْيِ عِلْمِهٖ سُبْحَانَهٗ بِالْجُزْئِيَّاتِ لَا يَكُوْنُ مِنْ اَهْلِ الْقِبْلَةِ وَاَنَّ الْمُرَادَ بِعَدَمِ تَكْفِيْرِ اَحَدٍ مِّنْ اَهْلِ الْقِبْلَةِ عِنْدَ اَهْلِ السُّنَّةِ اَنَّهٗ لَا يُكَفَّرُ مَا لَمْ يُوْجَدْ شَيْئٌ مِّنْ اَمَارَاتِ الْكُفْرِ وَعَلَامَاتِهٖ وَلَمْ يَصْدُرْ مِنْهُ شَيْئٌ مِّنْ مُّوْجِبَاتِهٖ اِنْتَهٰى كَلَامُهٗ۔

وفی شَرْحِ الْمَوَاقِفِ:

وَلَا يُكَفَّرُ اَهْلُ الْقِبْلَةِ اِلَّا بِمَا فِيْهِ نَفْيٌ لِلصَّانِعِ الْقَادِرِ الْعَلِيْمِ اَوْ شِرْكٍ اَوْ اِنْكَارٍ لِلنُّبُوَّاتِ اَوْ اِنْكَارِ مَا عُلِمَ مَجِيْئُهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ بِهٖ ضَرُوْرَةً

لہ بجیئہ (پ)

marfat.com

أَوِ الْمُجْمَعِ عَلَيْهِ كَاسْتِحْلَالِ الْمُحَرَّمَاتِ الَّتِيْ أُجْمِعَ عَلٰى حُرْمَتِهَا فَإِنْ كَانَ الْمُجْمَعُ عَلَيْهِ مِمَّا عُلِمَ ضَرُوْرَةً مِّنَ الدِّيْنِ فَذٰلِكَ ظَاهِرٌ وَّ دَاخِلٌ فِيْ مَا تَقَدَّمَ ذِكْرُهٗ وَإِلَّا فَإِنْ كَانَ إِجْمَاعًا ظَنِّيًّا فَلَا كُفْرَ بِمُخَالَفَتِهٖ وَإِنْ كَانَ قَطْعِيًّا فَفِيْهِ خِلَافٌ انتہیٰ۔

وہمچنیں در کتبِ دیگر مذکور است وچوں ثابت شد کہ امت اجماع دارد بریں کہ استخفاف بہ شانِ آنحضرت وسائرِ انبیاء علیہ وعلیہم السلام کفر است وبلاشبہ ایں مسئلہ از ضروریاتِ دین است پس[4] ہر کہ دریں مسئلہ شک کند، کافر گردد تا بحالِ مرتکبِ استخفاف چہ رسد؟

وَلْيَكُنْ هٰذَا اٰخِرُ الْكَلَامِ فِيْ هٰذَا الْمَقَامِ

چوں ہر چہار مقام پیرایۂ انجام واختتام یافت، حالا خلاصۂ فتویٰ وجوابِ استفتار باید شنید کہ مستفتی در[5] استفتار[6] سوال کردہ:

یکے آنکہ ایں کلام حق است یا باطل؟

دوئم اینکہ کلاسش بر استخفاف وانتقاصِ شانِ خطیر وقدرِ واجب التوقیر حضرت سید الاولین والآخرین افضل الانبیاء والمرسلین علیہ ازکیٰ صلوٰۃ المصلین واسنیٰ تسلیمات المسلمین وارضیٰ تحیات الملائکۃ والمسلمین اشتمال ودلالت دارد یا نہ؟

سوئم اینکہ بر تقدیرِ اشتمال ودلالتِ آں بر شناعت استخفاف وانتقاصِ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حالِ مرتکبِ آں شرعاً چیست واو از روئے دین وملت کیست؟

لہ الیہ (ن) ۲ہ الیہ (د) ۳ہ والاقلال (ن) ۴ہ پس × (ن) ۵ہ کہ در (ا ن) ۶ہ سہ × (ن)

marfat.com

جوابِ سوالِ اول این است که کلامِ قائلِ مذکور از سرتاپا کذب و زور و فریب و غرور است چه او نفیِ سبب بودنِ شفاعت برائے نجاتِ گنہگاراں و نفیِ شفاعتِ وجاہت و شفاعتِ محبت ازاں حضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم و حضراتِ سائرِ انبیاء و اولیاء[1] و ملائکہ و اصفیاء می کند، ایں اعتقادِ او خلافِ کتابِ مبین و احادیثِ سید المرسلین و اجماع المسلمین است کما ثبت فی المقام الاول مفصلا و قد بان بطلان بعض کلماتہ فی المقام الثانی مفصلا۔

جوابِ سوالِ ثانی این است که کلامِ او بلا تردد و اشتباہ بر استخفافِ منزلت و جاہِ آں سرورِ مقربانِ بارگاہِ حضرتِ الٰہ و انتقاصِ شانِ سائرِ انبیاء و ملائکہ و اصفیاء و شیوخ و اولیاء اشتمال و دلالت دارد چنانکہ در مقامِ ثالث مذکور و فی ما سبق مبرہن و مسطور شد۔

جوابِ سوالِ ثالث این است که قائلِ ایں کلامِ لاطائل از روئے شرعِ مبین بلاشبہ کافر و بے دین است، ہرگز مومن و مسلمان نیست و حکمِ او[2] شرعاً قتل و تکفیر است و ہر کہ در کفرِ او شک آرد و تردد دارد یا ایں[3] استخفاف را سہل انگارد کافر و بے دین و نامسلمان و لعین است اِلّا در کفر و بے دینی کمتر است از کسے کہ ایں کلامِ ضلالت نظام را صواب و مستحسن پندارد[4] و اعتقادِ ایں کلام را از عقائدِ ضروریہ دین شمارد و آنکس در کفر با قائل ہمسر بلکہ در استخفاف از و بالاتر است چہ او[5] استخفافِ آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم و[6] سائرِ انبیاء و ملائکہ و اولیاء را مستحسن داشت و آں را از ضروریاتِ دین[7] پنداشت۔

و ہمچنیں[8] کسے کہ ظاہراً یا باطناً پاسداریِ ایں[9] قائل در ایں چنیں مسائل رواداد و برائے حفظِ حرمتِ او در اہلِ علم تاویلاتِ دور از کار بر روئے کار آرد چہ او نیز[10]

---

[1] اولیاء × (ذ) [2] او × (ذ) [3] ایں × (ذ) [4] نپندارد (پ) [5] او × (ذ) [6] و × (ذ) [7] دین × (ذ) [8] وہمچناں (پ) [9] ایں × (ذ) [10] نیز × (ذ)

marfat.com

مرتکبِ استخفافِ شانِ حضرت سید الثقلین وسیلۃ الخلق فی النشأتین شد، پاسداری بے دینے دار احترامِ آں سید الانام علیہ التحیۃ والسلام رجحان داد و بخوفِ ملامت بلکہ بمقتضاے بدبختی وشامت درپیے اثبات آنچہ بر استخفافِ آنحضرت صلی اللہ تعالے علیہ وسلم دلالت دارد افتاد وایں ہمہ کفر و زندقہ است والحاد، اَعَاذَنَا اللّٰہُ مِنْ ذٰلِکَ بِحُرْمَۃِ النَّبِیِّ وَاٰلِہِ الْاَمْجَادِ۔ و از اثباتِ ایں مطالب در مقامِ رابع فراغ دست داد فَقُطِعَ دَابِرُ الْقَوْمِ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ،

الحال سوادِ ظلمتِ کفر شکست و بیاضِ نورِ ایمان باشراق پیوست فَمَنْ شَآءَ فَلْیُؤْمِنْ وَمَنْ شَآءَ فَلْیَکْفُرْ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْھُدٰی ۔

کَتَبَہُ الْعَبْدُ الْفَقِیْرُ اِلٰی رَبِّہِ الْغَنِیِّ الْھَادِیْ **مُحَمَّدٌ فَضْلُ حَقٍّ** بْنُ مُحَمَّدٍ فَضْلِ اِمَامِ الْفَارُوْقِیِّ الْحَنَفِیِّ الْخَیْرَاٰبَادِیْ لَطَفَ اللّٰہُ بِھِمَا فِی الْعَوَاقِبِ وَالْمَبَادِیْ بِحُرْمَۃِ خَیْرِ مَنْ نَادَاہُ مِنَ النَّادِیْ وَاَجَابَ نِدَآءَہُ الْمُنَادِیْ وَاَجْدٰی وَجَادَ عَلَی الْجَادِیْ بِالْکَرَمِ الْمُتَمَادِیْ وَاَنْعَمَ الْحَاضِرَ وَالْبَادِیْ بِنَوْلِہِ الْحَاضِرِ وَطَوْلِہِ الْبَادِیْ وَبَسَطَ الْاَیَادِیْ وَاَرْدَی الصَّوَادِیْ وَقَبَضَ اَرْوَاحَ الْاَعَادِیْ وَ

---

۱ دارد (د) ۲ بلکہ × (د) ۳ از × (د) ۴ دارد (د) ۵ باشراق (د) ۶ لطفھا اللہ (د) ۷ من × (د) ۸ المنادی (پ) ۹ نداہ (ف) ۱۰ الجادی (پ) ۱۱ الحاضر (پ)

marfat.com

نُصِرَ بِالرُّعْبِ اِلٰی مَسِیْرَۃِ شَہْرٍ مِّنَ الْقُرٰی وَالْبَوَادِیْ صلی اللہ تعالیٰ عَلَیْہِ وَعَلٰٓی اٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ نُجُوْمِ الدَّوَادِیْ[1] وَشُفَعَآءِ یَوْمِ التَّنَادِیْ یَوْمَ لَا یَنْجُوْ مُتَقَیِّدٌ وَّلَا یُقَیِّدُ قَادِیْ مَآ اَطْرَبَ الْھَوَادِیْ[2] سَیِّدُ[3] الْحَادِیْ وَعَمَّ الْمُشْتَاقَ الْفَرِیْدُ[4] اِلشَّادِیْ وَعَمَّ الْاٰفَاقَ صَوَابُ السَّوَادِیْ وَالْعَوَادِیْ وَسَمَّیْتُہٗ

بِتَحْقِیْقِ الْفَتْوٰی فِیْٓ اِبْطَالِ الطَّغْوٰی

وَاَرْجُوْ مِنَ اللہِ اَنْ یَّجْعَلَہٗ ذُخْرًا لِّمَعَادِیْ وَزَجْرًا لِّلْمُعَادِیْ[5] فَاِنِّیْ لَآ اُرِیْدُ بِہٖ[6] فَخْرًا بَیْنَ اَنْدَادِیْ بِکُتُبِ الْمُضَادِیْ وَاِنْ اُرِیْدُ اِلَّا الْاِصْلَاحَ مَا اسْتَطَعْتُ وَمَا تَوْفِیْقِیْٓ اِلَّا بِاللہِ عَلَیْہِ تَوَکَّلْتُ وَاِلَیْہِ اُنِیْبُ۔

رَبَّنَا افْتَحْ بَیْنَنَا وَبَیْنَ قَوْمِنَا بِالْحَقِّ وَاَنْتَ خَیْرُ الْفَاتِحِیْنَ وَصلی اللہ علی خَیْرِ خَلْقِہٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ اَجْمَعِیْنَ[7]۔

۱۸ رمضان ۱۲۴۰ھ

(۳)	(۱)	(۲)
حاجی محمد قاسم	محمد فضلِ حق ۱۲۳۷ھ	المتوکل علی اللہ محمد شریف ۱۲۴۰ھ

---

[1] متقید بقید و قادی (ذ) [2] البوادی (پ) [3] تشد (پ) [4] العربد (پ) [5] للمعادی (ذ) [6] بہ × (ذ) [7] ختم شد (پ)

marfat.com

(۴) فقیر محمد حیات الآری

(۵) کریم اللہ

(۶) محمد رشید الدین

(۷) مخصوص اللہ

(۸) محمد رحمت

(۹) عبد الخالق

(۱۰) محمد عبد اللہ

(۱۱) محمد موسےٰ

(۱۲) خادم محمد

(۱۳) احمد سعید مجددی

(۱۴) محمد شریف

(۱۵) محمد حیات

(۱۶) صدر الدین

(۱۷) رحیم الدین

(۱۸) لَمَّا تَأَمَّلْتُ وَ نَظَرْتُ فِیْہِ مِنْ دُعَاءٍ وَّ وُجُوْھِھَا وَ غَیْرِھِمَا نَظَرَ الْاِنْصَافِ مِنْ غَیْرِ الْعِنَادِ وَ الْاِعْتِسَافِ وَجَدْتُہٗ حَقًّا لَا یَأْتِیْہِ الْبَاطِلُ مِنْ بَیْنِ یَدَیْہِ وَلَا مِنْ خَلْفِہٖ فَخَتَمْتُ عَلَیْہِ

محمد بو علی

کتبہ : یکے از فیض یافتگان سلسلۂ خیرآباد تلمذاً
شاہ محمد حشی عفی عنہ محلہ محمود پورہ قصور ۱۲/۲ ۱۲۹۹ھ

marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تحریر اوّل

از خاتم الحکما بطلِ حریت علامہ محمد فضل حق خیر آبادی رحمہ اللہ تعالےٰ

مولوی محمد اسمٰعیل دہلوی در تقویۃ الایمان عبارتِ شنیعہ در مسئلہ شفاعت نوشت علامہ محمد فضلِ حق خیر آبادی بر وے اعتراض کرد و چند صفحات حوالۂ قلم و قرطاس کرد، ہمیں تحریر بار اول طبع کردہ می شود۔

مولوی محمد اسمٰعیل دھلوی در جوابش یک روزہ نوشت، حضرتِ علامہ در ردِّ او تحقیق الفتوٰی فی ابطال الطغوٰی تحریر کرد، و چوں در جوابش مولوی حیدر علی ٹونکی تلمیذ مولوی محمد اسمٰعیل دھلوی، حرکتِ مذبوحی کرد، علامہ در ردِّ او کتابِ مبسوط بنام اِمتناع النظیر رقم فرمود، و آں کتاب خود معقود النظیر واقع شد کسے را در جوابِ او الی یومنا ہذا جرأتِ لب کشائی نشد۔

محمد عبد الحکیم شرف قادری نقشبندی

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِیْنَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِہٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ

اما بعد! صاحب تقویۃ الایمان در فصلِ ثالث در ذکرِ ردّ الاشراک بعد بیانِ معنی شفاعت وجاہت آوردہ :

"اوس شاہنشاہ کی تو یہ شان ہے کہ ایک آن میں ایک کُن سے چاہے تو کروڑں نبی اور ولی اور جن اور فرشتے جبریل اور محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے برابر پیدا کر ڈالے......"

یعنی اللہ قادر است براں کہ در یک آن از یک امرِ کُن کرور کس برابر محمد صلی اللہ علیہ وسلم از عدم بوجود آرد وھُوَ خلاف مَا اتَّفَقَ عَلَیْہِ جُمْھُوْرُ الْمُسْلِمِیْنَ زیراکہ مثلِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ممتنع الوجود است و ہر چیزیکہ وجودِ آں ممتنع باشد مقدورِ او حق سبحٰنہ و تعالیٰ نیست۔

اما بیانِ صغریٰ پس میگویم کہ اگر مثلِ او ممکن باشد لامحالہ نبی خواہد بود از برائے آنکہ غیر نبی مماثلِ نبی نمی شود، نبیِ مثلِ اُو امکان ندارد چہ او خاتم الانبیاء است و معنی مرتبہٴ خاتمیت ہمین است کہ وجود مثلِ آں امکان نداشتہ باشد چرا کہ اقصٰی مراتب کمالاتِ انسانی مرتبہٴ نبوت است و متکامل مے شود ایں مرتبہ تا بمرتبہٴ کہ مشتمل بر اقوٰی مراتب خواصِ ثلاثہ باشد کہ اقوٰی ازآں در حیزِ امکان متصور نبود پس بالاتر ازیں مرتبہ ممکن نتواند بود۔

marfat.com

وہمچو مرتبہ کہ بالاتر ازاں در مراتبِ وجودِ امکانی نبود، مرتبۂ وجودِ خاتم الانبیاء است کہ نبوت چوں بآں مرتبہ رسد ختم شود۔ پس مرتبۂ معلولِ اول در سلسلۂ بدوی ومرتبۂ خاتم الانبیاء در سلسلۂ عودی موازی ہم باشد و قوسِ نزولی وصعودی آنجا سر بسر بگذارند، ودائرۂ وجود براں تمام شود ہم چنانکہ در سلسلۂ بدو مابین اوّلِ سلسلہ و واجب متصور نیست، واجب است کہ در سلسلۂ عود نیز مابین آخرِ سلسلہ و مابین واجب الوجود مرتبہ متصور نباشد تا ہمچنانکہ وجود ازو آمدہ باو عائد شود و مبدأ و معاد ہر دو واجب الوجود باشد۔

و بوجہِ آخر گویم کہ اگر مماثلِ خاتم الانبیاء ممکن بود ضرور است کہ وقوعِ آں مستلزمِ محال نباشد چہ از وقوعِ ممکن، محال ناشی نمیگردد و اینجا از وقوعِ مثلِ خاتم النبیین کذبِ منطوقِ آیۂ کریمہ مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ کہ دلالت صریح بر امتناعِ وجودِ فعلی مثلِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم وارد لازم می آید وَ مَا هُوَ اِلَّا تَجْوِیْزُ الْكَذِبِ عَلَى اللّٰهِ تَعَالٰى وَهُوَ مُحَالٌ لِاَنَّهٗ نَقْصٌ وَالنَّقْصُ عَلَى اللّٰهِ تَعَالٰى مُحَالٌ وظاہر است کہ آیۂ مذکورہ مثلِ آیاتِ وعید کہ مشروط بشروطِ معلومہ از آیاتِ دیگر و احادیث ہستند، نیست کہ آنرا در قوتِ شرطیہ قرار دادہ استحالۂ لزومِ کذب رفع کردہ شود

امّا کبرٰئ دلیل، پس بیانش این است کہ قدرت عبارت است از صحتِ فعل و ترک کما فی شرح العقائد العضدیۃ للمحقق الدوانی و یا صفتے است کہ مؤثر باشد بر وفقِ ارادہ کما فی شرح المواقف و شرح التجرید الجدید وضرور است کہ ہم چو صفت مقتضئ صحت باشد بالنسبۃ الی الفاعل چرا کہ قادر ہمان است کہ صحیح باشد از وے فعل و ترک و قیدِ بالنسبۃ الی الفاعل برائے آن است کہ فعل فی نفسہٖ ممکن صحیح است و قدرت آں را ممکن د

marfat.com

صحیح نکردہ و الّا قلب لازم آید مگر آنرا ممکن صحیح بالنسبۃ الی الفاعل المثبت گردانیدہ پس قدرت نمی شود مگر بر ممکن و جملہ ممکنات دریں امر برابر اند زیرا کہ مقتضی برائے قدرت، ذاتِ حق تبارک و تعالےٰ است و مصحح برائے مقدوریتِ امکان است و نسبت ذات طرف جمیع ممکنات علی التّسویۃ است۔

وہرگاہ ثابت شد قدرتِ او بر بعض، ثابت شد بر کُل چہ امکان مشترک است میانِ کل ممکنات پس او سبحٰنہ و تعالےٰ را قدرت بر آں چیز است کہ امکان داشتہ باشد بر ممتنع و واجب قادر نیست و عجز کہ مقابلِ قدرت است ازیں امر لازم نمی آید چرا کہ عدمِ قدرت بر ایجادِ ممتنع عجز نیست بسبب آنکہ ممتنع قابلیتِ وجود ندارد و معنی آیۂ کریمہ اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ و وَاللّٰہُ خَالِقُ کُلِّ شَیْءٍ۔ مفسرین بالاتفاق ہمیں گفتہ اند کہ مراد از کل شیَ کل ممکن است چہ محال بالاتفاق شے نیست وَلَا قُدْرَۃَ عَلَی الْوَاجِبِ وَالْمُسْتَحِیْلِ. فِی الْبَیْضَاوِیِ اَلْقُدْرَۃُ ھُوَ التَّمَکُّنُ مِنْ اِیْجَادِ الشَّیْءِ۔

وصاحبِ کشّاف کہ از اکابرِ معتزلہ است در تفسیر آیۂ اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ گفتہ:

اَلْمَشْرُوْطُ فِیْ حَقِّ الْقَادِرِ اَنْ لَّا یَکُوْنَ الْفِعْلُ مُسْتَحِیْلًا فَالْمُسْتَحِیْلُ مُسْتَثْنًی فِیْ نَفْسِہٖ عِنْدَ ذِکْرِ الْقَادِرِ عَلَی الْاَشْیَآءِ کُلِّھَا فَکَاَنَّہٗ قِیْلَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ مُّسْتَقِیْمٍ قَدِیْرٌ وَ نَظِیْرُہٗ فُلَانٌ اَمِیْرٌ عَلَی النَّاسِ اَیْ عَلٰی مَنْ وَرَآءَہٗ مِنْھُمْ وَلَمْ یُدْخِلْ فِیْھِمْ نَفْسَہٗ وَاِنْ کَانَ مِنْ جُمْلَۃِ النَّاسِ۔ (ط: ج ۱۲ ص ۲۲۳)

وایں عبارت صریح دال است بر آنکہ معتزلہ نیز بر عدمِ قدرت واجب بر ممتنع قائل اند پس ثابت شد کہ وجودِ نظیرِ محمد صلے اللہ علیہ وسلم از ممتنعات است

والله تعالیٰ بر ایجاد یک کس مثلِ آں رحمة للعالمین قادر نیست فضلاً اَنْ یُوْجِدَ الآفَ الآفٍ مِثْلَہٗ فِیْ اٰنٍ وَاحِدٍ۔

وغایۃ مایقال دریں مقام این است کہ بگوئی در صغریٰ دلیل کہ اگر مراد از امتناع امتناعِ ذاتی است فلانسلّم الصغریٰ زیرا کہ مثلِ محمد صلے اللہ علیہ وسلم ممتنع بالذات نیست امتناعِ آں بسبب آن است کہ ختمِ رسالتِ او باخبارِ اوسبحانہ ثابت شدہ و کذب در خبر او سبحانہ محال و ممتنع بالغیر و امتناع بالغیر منافیِ امکانِ ذاتی نیست و اگر مراد از امتناع امتناع بالغیر است پس صغریٰ مسلّم اما کلام در کبریٰ دلیل میکنم کہ ممتنع اینجا بکدام معنے است اگر آنجا ہم ممتنع بالغیر مقصود است پس حدِ اوسط البتہ مکرر شد لیکن کبریٰ ممنوع چہ لانسلّم کہ ہر چیزیکہ وجودِ آں ممتنع بالغیر باشد آں نیز مقدورِ اوسبحانہ تعالےٰ نباشد و درصورتیکہ مراد از ممتنع در کبریٰ ممتنع بالذات است آنگاہ در صحتِ کبریٰ شک نیست۔ اما حدِ اوسط مکرر نہ گردیدہ اندراج لازم نیاید و ازینجا واضح شد کہ از وقوعِ مثلِ محمد صلے اللہ علیہ وسلم کہ محال لازم آمدہ است از جہتِ امتناع بالغیر است نہ از جہتِ امکانِ ذاتی۔

ومخفی نیست کہ ایں جواب منافیِ مقصودِ مانمی تواند شد زیرا کہ ہم چو ممکن بالذات کہ عدمِ وقوعِ آں بنصِ قرآنی ثابت شدہ باشد تعلقِ قدرت بوقوعِ آں و تعلقِ ارادہ کہ عبارت از تخصیصِ احد المقدورین بالوقوع است و تعلقِ خلق کہ عبارت از اخراجِ شئے از عدم بہ فعلیت و وجود است بداں برابرِ تعلقِ قدرت و ارادہ و خلق بر ایجادِ ممتنع بالذات است و بالجملہ ممکن کہ بعدمِ وقوعِ آں حق سبحانہ تعالےٰ خود خبر دادہ باشد، وقوعِ آں ہمچو وقوعِ ممتنع بالذات غیر مقدور است وَلَوْ فَرَضْنَا کہ امتناع بالغیر ہم منافیِ تعلقِ قدرت بہ ممکن نیست وافرادِ کثیرہ ہمچو ذاتِ مظہرِ تجلیات، آں افضل المرسلین نظر بر نفسِ امکانِ ذاتی و تصورِ عقل مِنْ حَیْثُ اَنَّہٗ مُمْکِنٌ ذَاتِیٌّ قطع نظر از امورِ خارجہ و لحاظِ .

marfat.com

موانع از قدرتِ قادرِ ذوالجلال بوجود در آمدن می توانند باز در اظہارِ قدرتِ حق سبحٰنہ تعالیٰ برہیچو امورِ ممکنہ متصورہ صرفہ کہ عقل وقوعِ آں از محض بلحاظ امکانِ ذاتی من حیث ہو تجویز کند محض سرگرداں کردن عوام کالانعام و توہینِ عقائدِ ایں مردم است چہ ہرگز عامیاں ایں معنے کہ مفادِ عبارتِ رسالہ تقویۃ الایمان است نخواہند فہمید مگر مردمِ خاص کہ از مفہومِ امکانِ ذاتی و امتناع بالغیر و مرتبۂ ماہیت من حیث ہی و من حیث الخلط خبرے داشتہ باشند البتہ پے بہ معنٰے کہ مقصود صاحبِ رسالہ از عبارتِ مرقوم الصدر است خواہند برد و ازیں طائفہ عوام بعد آنکہ ایں اصل را کہ از اعاظمِ اصولِ دین صاحب رسالہ آں را قرار دادہ است یاد گیرند و معنیٰ آں باذہانِ خالیۂ ایشاں انتقالش پذیرد جز آنکہ وجودِ افرادِ غیر متناہیۂ انبیاء را مثلِ ذاتِ محمد صلے اللہ علیہ وسلم ہمچو دیگر افرادِ انسانی قابلِ وقوع دانستہ باشند ہدایتے دیگر متوقع نیست دریں صورت اگر برکس از افراد عامہ فہمائش رود کہ اعتقاد بکذب لاالٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ برابر اعتقادِ صدقِ آں دارند کدام نقصان وچہ مضرت است چہ قطع نظر از خصوصیت حاشیتین ایں قضیہ نیز بلاشبہ و شک صدق و کذب را محتمل است و مقامِ حیرت است کہ قطع نظر از اسارتِ ادب و گستاخی و مطلق اللسانی بجنابِ آں برگزیدۂ کائنات کہ از تمثیل ایں مثال لازم می آید و منکرانِ نبوت را ہم بسماعتِ آں موئے برتن می خیزد ، برائے تفہیمِ عوام مردم کہ غرض از تالیفِ رسالہ بعبارتِ سلیس ریختہ ہمیں بودہ است مثالے برائے بیان معنی قدرت شاملہ عامہ الٰہی سوائے امکانِ وجودِ کروڑ کساں ہمچو محمد صلی اللہ علیہ وسلم دیگر نبود؟ اَللّٰھُمَّ اَرِنَا الْحَقَّ حَقًّا وَّارْزُقْنَا اتِّبَاعَہٗ وَاَرِنَا الْبَاطِلَ بَاطِلًا وَّارْزُقْنَا اجْتِنَابَہٗ ۔ فقط

تمام شد تقریرِ اعتراض مولوی مولانا فضل حق صاحب خیرآبادی بر عبارت تقویۃ الایمان

marfat.com

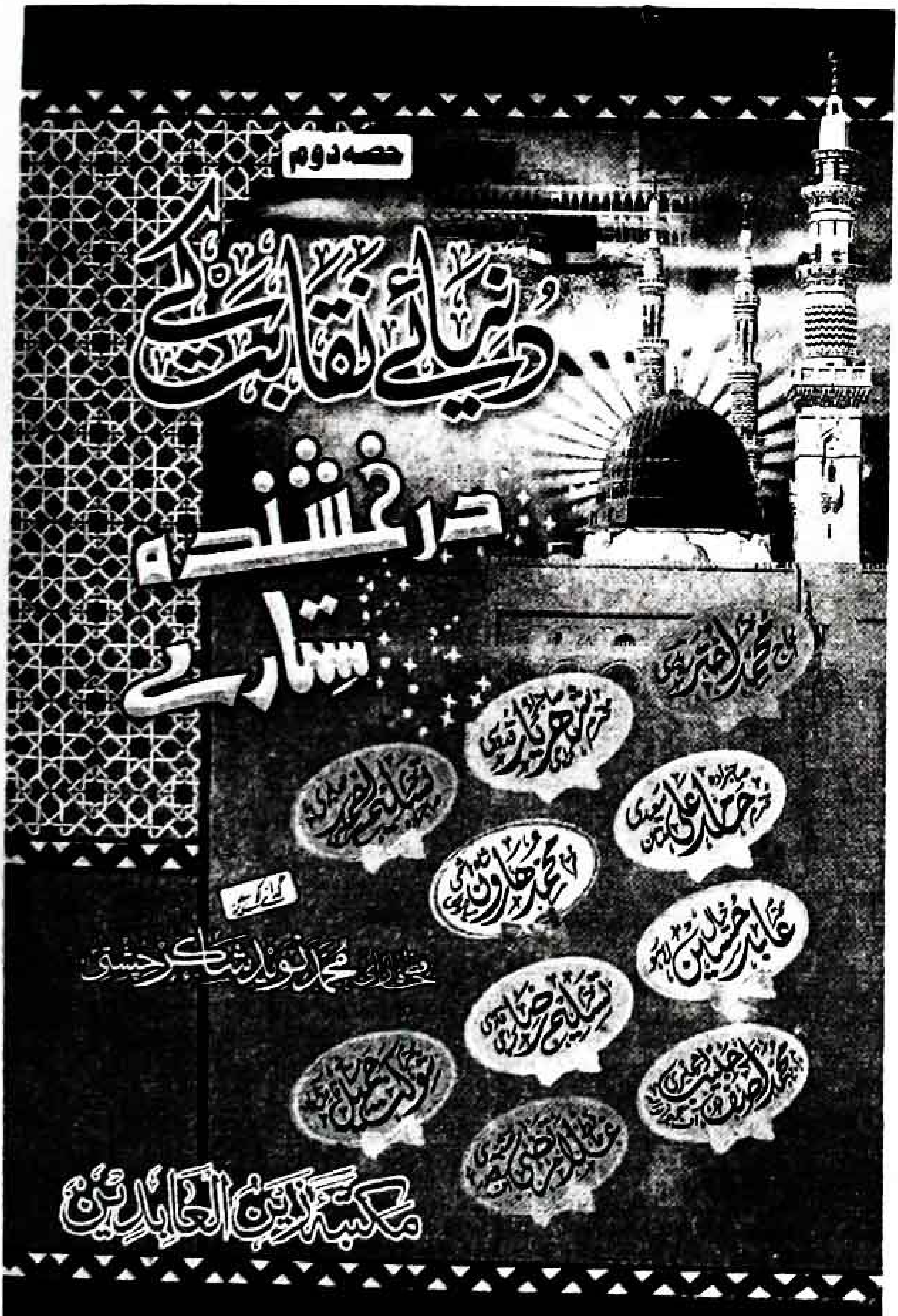
حصہ دوم
دُنیائے نقابت کے
درخشندہ ستارے
محمد نوید شاکر چشتی
مکتبہ زین العابدین

marfat.com

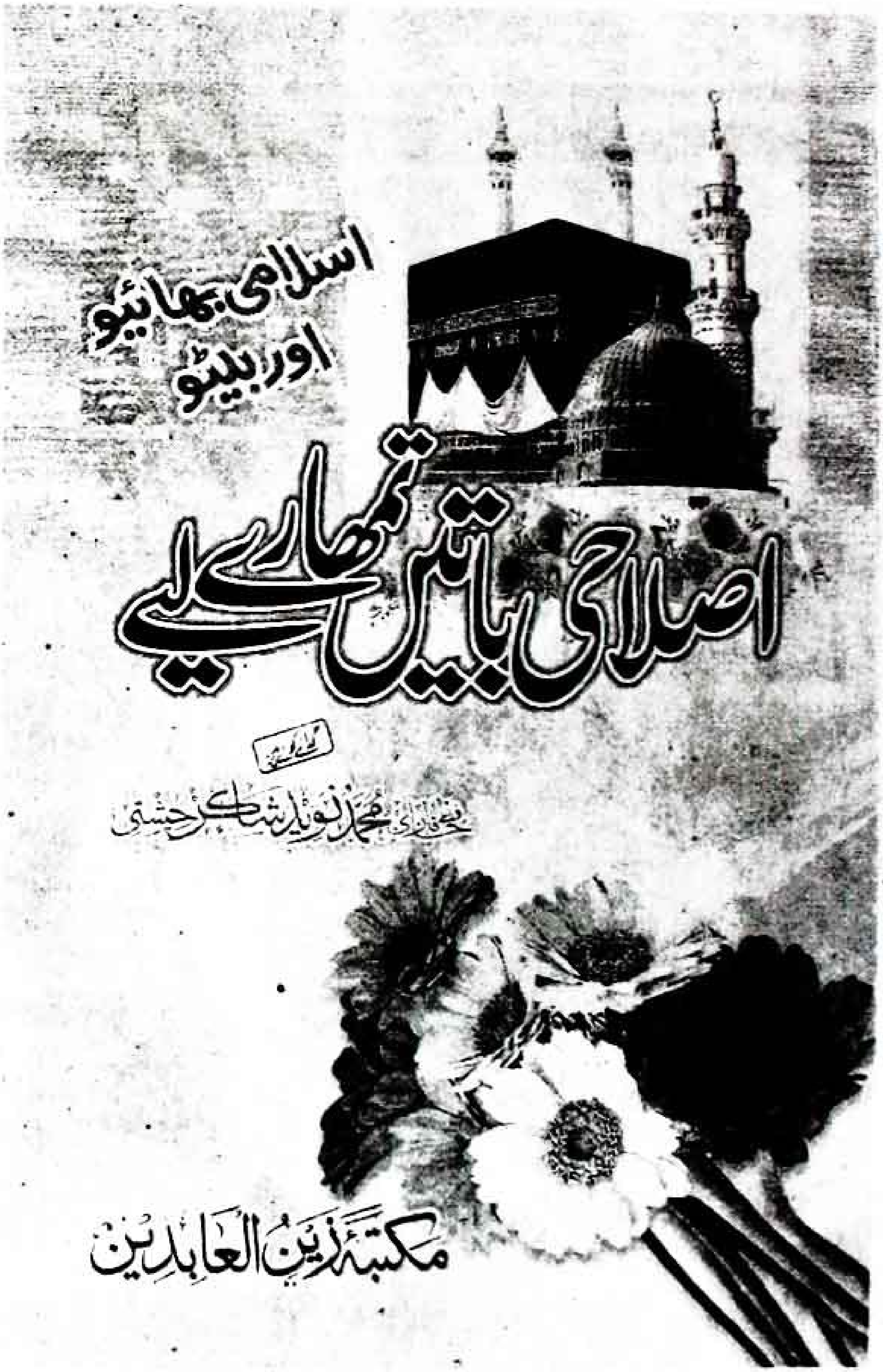
اسلامی بھائیو
اور بیٹو
اصلاحی باتیں تمہارے لیے
محمد نوید شاکر چشتی
مکتبہ زین العابدین

marfat.com

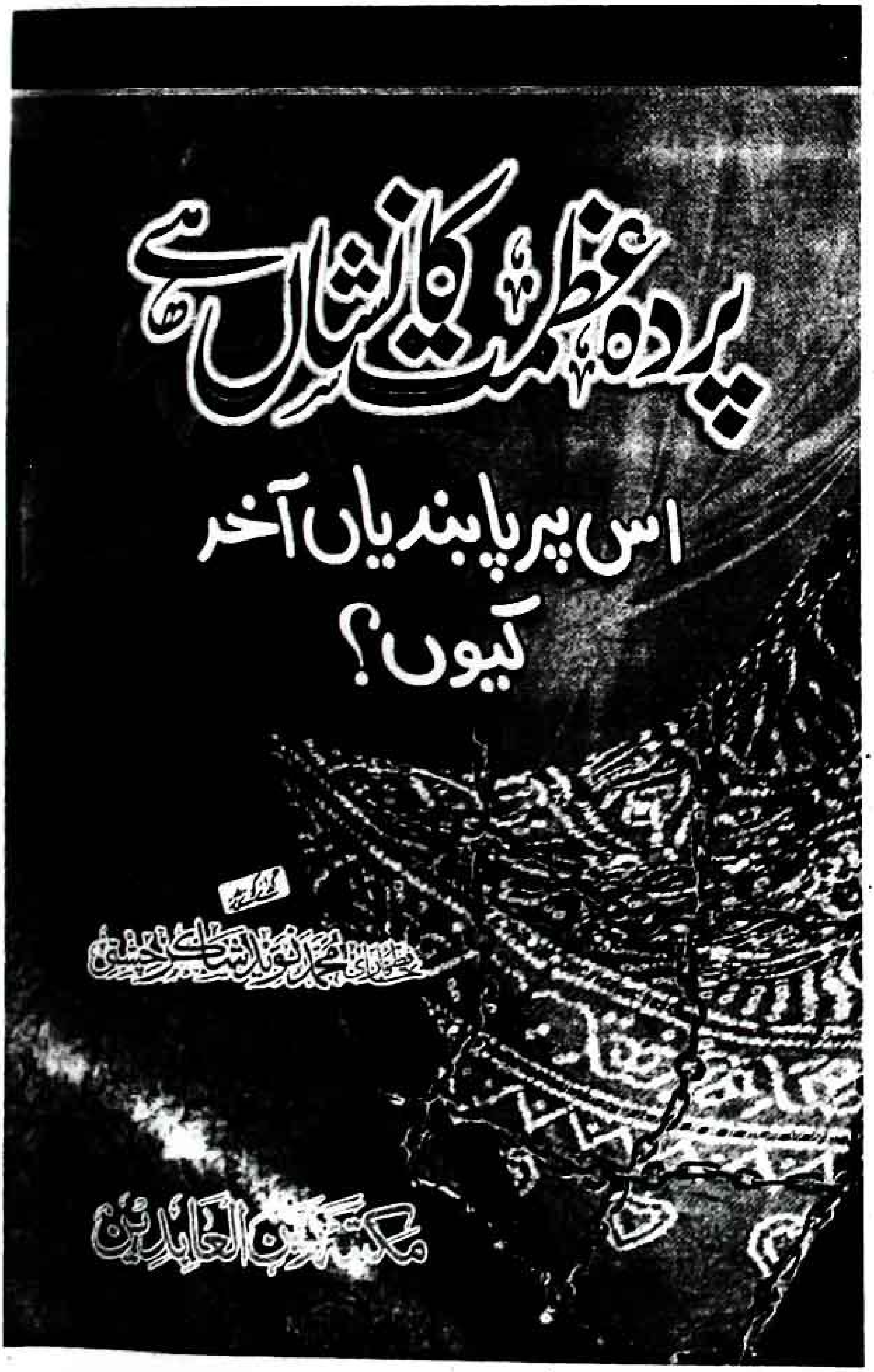
پردہ عظمت کا نشان ہے
اس پر پابندیاں آخر
کیوں؟
مکتبہ زین العابدین

marfat.com

مکتبہ زین العابدین کی قابلِ مطالعہ کتابیں

نزد شالیمار گارڈن باغبانپورہ لاہور, 0332-4300213

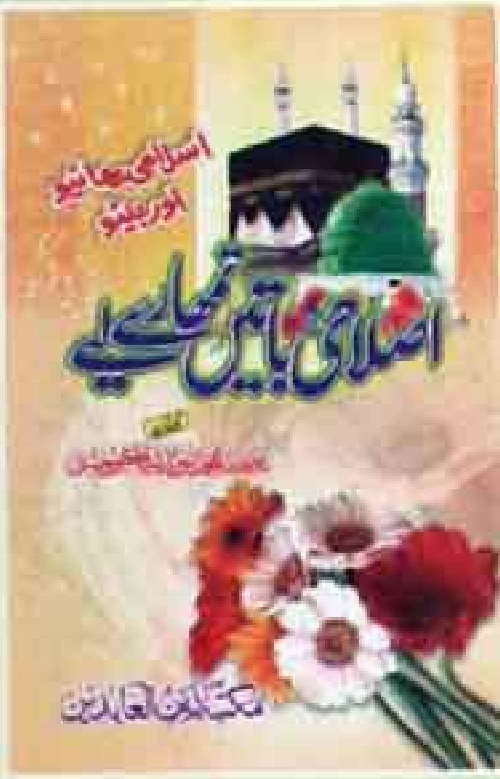

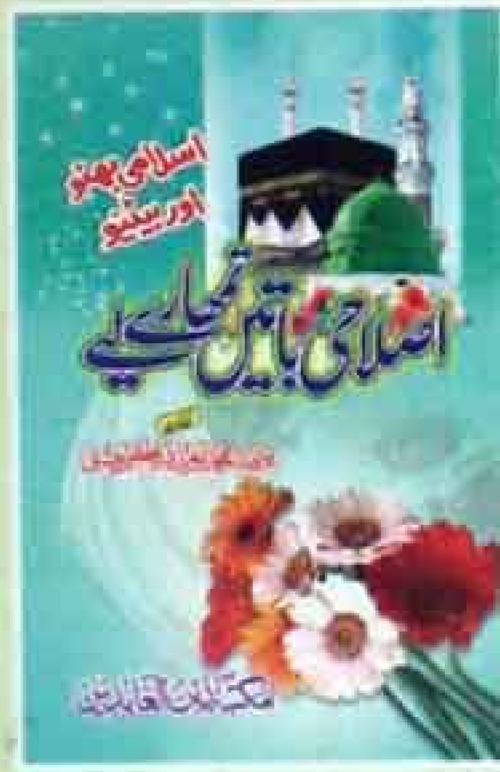

مکتبہ قادریہ ۔ لاہور

Ph:042- 37226193, Cell:0321-7226193